اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

حامل اسرار کتاب میزان و شمشیر اور شرح استخلاف فی الارض

اور

تمام عالم پر ملت اسلامیہ کی دلیل افضلیت

کتاب مخصوص

سیرۃ نبوی صلعم پر ایک محققانہ نظر

(دستورِ حیات)

جلد اوّل

از تصنیف (خلیفہ) محمد سعید منشی فاضل و مولوی

جامعہ عباسیہ صدیقیہ
آلومہار شریف
ضلع سیالکوٹ (پاکستان)

(ہدیہ دس (۱۰) روپیہ صرف)

(خلیفہ محمد سعید نے علمی پریس سیالکوٹ سے چھپوا کر دار التصنیف والنشر آلومہار شریف ضلع سیا

دیباچۂ جلدِ اوّل

پائندہ و بالندہ باد اَے ملّتِ اسلامیہ!

اَے حافظِ فطرت (دینِ قیّم) بزرگ ملّتِ اسلامیہ یہ کتاب مخصوص بدلیل شرحِ عدل[1] حاملِ اسرارِ حفظ فطرتِ انسانی ہے۔ کیونکہ نفسِ ناطقۂ انسانی اساسِ عدل یعنی جوانبِ میزانیۂ نفس (کثافت و لطافت) پر استوار ہے۔ اور یہ شارح ایفائے تقاضا ہائے اساسِ عدل ہے۔ جو تعلق موازینِ نفس ہے۔ اور نفسِ انسانی میں اساسِ عدل پر تعمیرِ قصرِ عدل ہے۔ یعنی وہ حفظِ فطرت ہے۔ اور اسی دلیل شرحِ حفظِ فطرت سے اس کتاب مخصوص کو عزِ خصوصیت حاصل ہے۔ (کیونکہ ایفائے تقاضائے احسنیتِ خلقی[2] کی تکمیل ایفا سے حفظِ فطرت تمام کائناتِ انسانی پر شرفِ خصوصیت رکھتی ہے۔ جو اختصاصِ رحمتِ الٰہی[3] ہے۔ اور خلفاء الارض[4] نوعِ انسانی کی استعدادِ استخلاف فی الارض کی تکمیل ہے۔

اس کتاب مخصوص میں اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر (جو حفظِ فطرتِ نفس اور اس کے تواتر کا حامل ہے۔ اور الفاظ کتابِ مجید کی شرح متشکل ہے اور اس کی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور اسی دلیل سے آیاتِ کتاب کی شرح کے ساتھ جو اس صلعم کے اسوۂ حسنہ شرح ہے) محققانہ نظر سے نفسِ ناطقۂ انسانی کی تشخیص اور تجزیہ کرتے ہوئے فطرتِ نفس کے فیصلہ کے ساتھ پر بزرگ ملّتِ اسلامیہ کی افضلیت کو محقق کر دیا گیا ہے۔

کے مطالعہ سے پہلے یہ حقیقت، ذہنِ مبارک میں جاگزیں کر لینی چاہیے۔ کہ جب علم طبعیات اور یرہ کا اہم کامل فکری توجہ کو لازم قرار دیتا ہے۔ بحالیکہ اسے حکمت کے ساتھ محض تشبہ[5] حاصل ہے۔

---

[1] لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ..... الخ ھٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِکُلِّ ... عدل کے معنی یہ ہیں کہ بوجہ ثقل وزن کو ایسے دو مساوی حصّوں میں تقسیم کیا جائے کہ ان ہر دو میں سے کسی میں مطلق کمی بیشی نہ ہو۔ اور یہ تعدیل جوانبِ میزانیۂ نفس سے متحقق ہے [2] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (والتین) [3] وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ ... [4] جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (انعام) [5] وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ ..... الخ

(۵) تشبہ تفصیل کے لئے فاتحۃ العدل میں عنوان تشبہ بہ حکمت مطالعہ فرما دیں۔

بہ نفسِ ناطقہ (جو جامع حقائق علوی وسفلی ہے) کے تجزیہ اور تشخیص اور معرفت سے جو شوکت حکمت اور
حقیقت ہے۔ فطرتِ انسانی کے فیصلہ کی علمی تشریح کا فہم ضرور کامل توجہ فکری و عملی اور معرفت نفس کی
حق کا تقاضا کرتا ہے۔ پس سرسری مطالعہ اور سطحی نگاہ حقیقت مضمون کو کماحقہ نہیں پا سکتی۔
اور فطرتِ نفس کے فیصلہ کے ساتھ ملّت وسط کی افضلیت کا اعلان علم (جو بدلیل اکمال دین اور اتمام نعمت
دلیل فطرتِ نفس فرد و منزل و مدن جو حجّت اختتامِ نبوّت ہے۔ اور ہر غیر فطری نظام کی تنسیخ کے لئے فیصل
ہے) با تمام متفکرین عالم کی دانش کو دعوت تاختِ فکر ہے۔ اس لئے اس مدعا کی ایفاء کے ساتھ کہ تکمیل فطرت
مل عدل اور تصغیر فرط فرض فطری کی ایفا ہے۔ اس دلیل افضلیت وسط و عدل (سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر)
ایک ملت اسلامیہ کے نفس مبارک میں تمکین منکشف بالنور استدلال فکری اور متحمل نور شہادت عملی کے ساتھ قدیم و
واثق ناقص کے تجزیہ پر فیصل ناطق ہوگی۔ انشاء اللہ! کیونکہ صرف حافظِ فطرتِ نفس مسلم ہی اپنی استعداد فطری کے ساتھ
ت انسانی پر فضل اور برتری کا استحقاق اور اس کی استعداد رکھتا ہے۔ اور مسخّرِ نفس متاع قاہرہ یعنی شمشیر کا وارث جائز ہے
نیز اس تصنیف فاضلہ کے مطالعہ میں ترتیب کو ضرور ملحوظ فرمانا چاہیے۔ کیونکہ علم النفس کے لئے مخصوص اصطلاحات کی
ت پڑتی ہے۔ جو جامعیت اور اختصار کے ساتھ ایک مفصل اور طویل مضمون کی آئینہ داری کرتی ہیں۔ اور وہ
ترتیب مطالعہ سے انشاء اللہ واضح ہوتی جائیں گی۔
اس تصنیف فاضلہ میں بعض اصطلاحات اسلامی فلسفۂ اخلاق کی رو سے استعمال کی گئی ہیں اور یہ اس لئے ہوا ہے کہ اسلامی
فلسفۂ اخلاق نے قرآن و سنت کی روشنی میں نفسِ ناطقہ کی تشخیص کی ہے۔ نیز تمام فلسفۂ قدیم و جدید میں خوانِ نبوّت سے ہی
علم اور غیر معلوم طریق سے خوشہ چینی کی گئی ہے (جیسے کہ عنوانات تمہید اور تشنہ بہ حکمت میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے)
اور بعض اصطلاحات جدیدہ میں جو بہ تقاضائے ضرورت اور مضمون کی مناسبت تکمیل کے ساتھ وضع کی گئی ہیں۔
حقائق کتاب و سنّت یا دین قیّم کی ترجمان ہیں۔
اس کے مقدمہ المعنون بہ فاتحۃ العدل اور جزء الالف میں حفظ فطرتِ نفس اور اس کے تواتر کی شرح کی گئی ہے۔
عنوانات علم علی اللسان (حجّت النبی) اور علم فی القلب (حکمت) اور احادیث طیبہ کی روشنی میں علوم نبوّت کی وسعت
احادیث طیبہ کی روشنی میں علمائے ورثۃ الانبیاء کی وسعت علوم جو خاکسار کے قلم سے تذکرہ میں قبل ازیں شائع ہو چکے ہیں۔
ان میں مزید تجدید اور اضافہ کے ساتھ فاتحۃ العدل میں شامل کیا گیا ہے۔
اور اس کی جزء ب میں سوانح عہد نبوی پر تبصرہ کے لئے جو مظہر حفظ فطرت یا عدل نفس ہے محقق شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی
تصنیف لطیف سیرۃ النبی جلد اوّل و دوم اور احادیث صحیحہ کو معیار صحت سوانح قرار دیا ہے۔ اور وہ تبصرہ دستور تعمیر ملی کی ترتیب
و آئین ہائے صلح و جنگ اور قوانین نظم و ضبط اور جملہ شعبہ ہائے ملکی کی تشکیل و تحدید کا جامع کامل ہے۔

الحمد للہ و الشکر للہ کہ اس عزّ وجل نے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی
متواترہ یعنی تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب کے ذریعہ جو اکمال دین اور اتمام نعمت اور اختتام نبوت پر
ہے۔ اور تسلسل و تواتر کے ساتھ صدیق زماں حضرت خواجہ محمد صدیق رضی اللہ عنہ اور غوث دوراں
حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہ کے نفس مبارک میں جلوہ گر ہوئی۔ اس قوت فعالیہ سے ملحقہ اس
نفس میں حقائق نفس اور متاع قاہرہ یعنی شمشیر کی حقیقت کو (جو مسخر نفس ہے) منکشف فرماتے
کی قلم کو شرح حفظ فطرت اور وضاحت شوکت قبضہ شمشیر کی توفیق دی۔

گفت پیغمبر کہ ہست از اُمّتم — کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم
مر مرا زاں نور بیند جان شاں — کہ من ایشاں را ہمے بینم عیاں
بے صحیحین و احادیث و رواۃ — بلکہ اندر مشرب آب حیات

چنانچہ یہ خاکسار اس شہسوار جادۂ عدل اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اصحاب
رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس ہدیۂ مخصوص کی عزت قبول کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ
وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

اور وہ شرف حضور اور عز قبول تمام ملت اسلامیہ کے حضور میں اس دلیل سے شرف بار
رسالت اول المسلمین صلعم کے تصرف فعالیہ سے حقیقت اسلامیہ تمام ملت میں سیراں مشترک کے ساتھ
اور اس شرف بار میں ملت اسلامیہ سے اُن اصحاب خلوص یا اراکین جامعۂ عالیہ صدیقیہ کو خاص
ہے۔ جن کے احسان جد و جہد کی فطرت کائنات انسانی یا آج تمام دور حاضر مشکور و ممنون
کی اساس ایثار پر شرح حفظ فطرت بنی آدم جو حافظ فطرت بزرگ ملت اسلامیہ کی دلیل فضل
سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر صفحۂ روزگار پر طباعت اور نشر کے ساتھ ثبت ہو رہی ہے۔ اور وہ ثبت
مصطفویہ متواترہ کے ساتھ تصرف صدیقیہ و شہیدیہ کے ذریعہ وابستہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اَکْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ قَائِدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ خَلِیْفَۃِ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ
وَسَلِّمْ وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الْکِرَامِ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ بِاِحْسَانٍ..... اِلٰی ھٰذَا الْیَوْمِ وَاِلٰی یَوْمِ
اَجْمَعِیْنَ

۲۰۔ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ
مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۵۲ء بروز جمعۃ المبارک

(خلیفہ محمد سعید
خلف حضرت شہید (المعروف بہ خلیفہ محمد رفیق)
خلف حضرت صدیق زماں (المعروف بہ خلیفہ محمد صدیق)

وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

جزء (۱)

مکارم اخلاق و محاسن افعال
(حکمت و عدالت، شجاعت، عفت)

جزء ب

اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الا… کے سوانح عہد نبوت و خلافت پر تبصرہ سے تر… ملی اور آئینہائے صلح و جنگ اور قوانین نظم… و تجدید۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ

تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہرہ کے ساتھ اور نازل کی ہم نے ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ

اور میزان تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔ اور ہم نے لوہا نازل کیا۔ جس میں سخت

بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ

جنگ ہے۔ اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور اس لئے کہ اللہ جان لے کہ کون اس کی

بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

اور اسکے مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ تحقیق اللہ قوی اور غالب ہے

نیز اور اس کے اسباب معاون اور معیارت انفرادی و اجتماعی سے متعلقہ دیگر نتائج کی الفاو میں اسباب معاونہ جو جماعتی نظام کے تحت
حق ہوتے ہیں۔ اور تشکیل جماعت بر دلیل دفع سوائع مستلزم شمشیر ہے۔ (گویا ہم نے تلوار نازل کی)

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَ

میں انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں چھ (حقائق) سے مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں اور

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ

میں رعب سے منصور کیا گیا ہوں اور غنائم میرے لئے حلال کردی گئی ہیں اور زمین میرے لئے

مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ

سجدہ گاہ اور طہور بنا دی گئی ہے۔ اور تمام خلق کی طرف مجھے مبعوث کیا گیا ہے اور مجھ پر

بِيَ النَّبِيُّونَ ط "

انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(رواہ مسلم)

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حکیم و عادل اور شجاع و عفیف (مکمّل فطرت نفس) اوّل المسلمین محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ کے حضور میں جملہ اصحاب تواتر تا صدّیق زماں حضرت خواجہ محمد صدّیق اور غوثِ دوراں و شہید حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہم کے توسّط سے یہ خاکسار اس ہدیۂ مخصوص کی عزّتِ قبول کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ جو آں صلعم کے اُسوۂ حسنہ پر (جس کی حقیقت معنویّتِ کتاب کے ساتھ متحّد ہے) محقّقانہ نظر سے حاملِ اسرارِ کتاب و میزان و شمشیر ہے۔ اور شرحِ استخلاف فی الارض ہے۔ اور ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد کو اس صلعم سے بہ دلیل تواتر تزکیہ و تعلّم متحّد قرار دیتی ہوئی تمام عالم پر مکمّل فطرتِ نفس ملّتِ حکیم و عادل اور شجاع و عفیف کی دلیل افضلیّت ہے۔

رحمۃ اللہ

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (البقرہ)

محمّد سعید

نفس ناطقہ کی تشخیص اور تجزیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ اساسِ عدل و قسط (جوانب میزانیہ نفس، روحِ بخاری و روحِ الٰہی) پر استوار ہے اور قیام بالقسط یعنی وزن نفس میں تعدیل شرطِ استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ وہ ایفائے[1] تقاضائے فطرتِ نفس ہے اور مستخلف عز و جل آمر بالعدل اور قائم بالقسط ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ[2] حقِ اجتہاد اور نفاذِ امر ہے۔ جو نیابت امر بالارادہ مستخلف ہے۔ پس وہی[3] بہ دلیل تسلسل تمام کائناتِ انسانی پر ملتِ اسلامیہ کا فضل قاہر ہے۔ یعنی نفس انسانی کے لئے لزوم اسباب اور تسخیر ملکوت کی حقیقتِ ساطعہ جس پر فطرتِ نفس کی ترکیب[4] شاہد ہے۔ بہ دلیل تکمیل فطرت اسی[5] ملت ساجد و طاہر کا وحدتِ مرجع فطری اور وحدتِ مرجع نسلی نفس اجتماع کی کیفیت منم شوریٰ کی شہادات سے شوکت و عزت نبوت اور وحدت استخلاف کے تحت استحقاق و لزومِ وحدتِ اجتماع و تخصیص قبضۂ شمشیر و وسعتِ محیطۂ ارض قرار دیئے ہے

پائندہ و بالندہ باد! اے ملتِ اسلامیہ!

محمد سعید

---

[1] کشف روحِ الٰہی (روحِ مستخلف) اور اس کا تحمل جو روحِ بخاری کا خاصہ ہے [2، 3، 5] تعدیل نفس [4] جمع حقائق علویہ و سفلیہ۔

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (نحل)

.... وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ...... (نحل)

فاتحة العدل

(سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر کا مقدمہ)

معہ اللہ بقیتہ
حا عاصد
آلو مہار شریف

(خلیفہ) محمد سعید
دار التصنیف والنشر

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

اللہ نے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لاتے ہیں (موعود استخلاف خاصان ملت اسلامیہ کے ساتھ) اور انہوں نے

فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ

(اعمال) صالحات کئے ہیں (وہ امر بالعدل الہٰی کے وارث یا آمرین بالعدل ہیں) اُن کو زمین میں ضرور

الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

خلیفہ کرے گا۔ جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ضرور اُن کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند کر

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

لیا ہے۔ ان کے واسطے مستحکم کر دے گا۔ اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ عبادت کریں گے میری

فَاُولٰۤىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(نور)

اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ جو اس کے بعد کفر کرے گا۔ (اِنکی خلافت سے انکار کرے گا) وہ فاسقین ہیں۔

منکم کے ساتھ خطاب جملہ ملت اسلامیہ کو فرمایا گیا ہے۔ اور آمنو اور عملو الصالحات سے مقصود موعود استخلاف خاصانِ ملت ہیں۔ لعضیت دلیل تخصیص ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزوَاجِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَعَلَی التَّابِعِینَ وَعَلٰی سَائِرِ مَن تَابَعَهُم مَن تَابَعَهُم .... بِاِحسَانٍ اِلٰی یَومِ القِیٰمَةِ کُلِّهِم اَجمَعِینَ

تمہید

رَبَّنَا وَابعَث فِیهِم رَسُولًا مِّنهُم یَتلُوا عَلَیهِم اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الکِتٰبَ وَالحِکمَةَ وَیُزَکِّیهِم اِنَّکَ اَنتَ العَزِیزُ الحَکِیمُ (البقرہ)

ہمارے پروردگار ان میں انہی سے رسول مبعوث فرمائیو۔ جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے۔ اور ان کو کتاب، وحکمت سکھا دے۔ اور ان کو پاک کردے۔ بالتحقیق

تو غالب و حکیم ہے۔

(یہ وہ دعا ہے۔ جو تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی پاک زبانوں پر جاری تھی)

اس حکیم مطلق اللہ عزّوجل کے انوار حکمت کا پرتو یہ حکمت ہے۔ جو دُعائے ابراہیم خلیل اور اسمٰعیل ذبیح علیہما السّلام کی قبولیت کا اجرائے مسلسل ہے۔ اور خاتم النّبیین سیّد و سرور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اُمّت مُصطفویہ کے الواح قلوب پر متواتر جلوہ گر ہو رہی ہے۔ اور مضمون تکمیل دین اور اتمام نعمت اور اختتام نبوت ہے من جملہ اسماء حسنٰے الٰہی مندرجہ بالا آئت لطیف میں اسم مقدس حکیم کا ورود اور تعلیم کتاب و حکمت کا بیان پرتو انوار حکمت ربانی کا موضح ہے۔ اس لئے کہ وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ گویا حکمت مستلزم نور ہے۔ اور اس حقیقت سے صرف وہ قلوب واقف ہیں جو بمطابق آیۂ

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور) — وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

جلوہ گاہِ انوار صمدانی ہیں اور وہ انوارِ صمدیت ہی بمطابق آیۂ

وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ) — ہم نے اسے نور بنایا ہے اپنے بندوں سے جسے ہم چاہتے ہیں۔ اسے اس نور کے ذریعہ ہدایت فرماتے ہیں۔

حقیقت کتاب و حکمت ہیں۔ یعنی الفاظ کی معنوی صورت حقائق انوار ہیں اور تعبیر مضمون و معنی کے لئے ظاہری صورت درکار ہے۔ جو آیات کتاب کے الفاظ مقدّس ہیں۔ اور اس عہد منور میں یہ اس علم کی تکمیل ہے۔ جو بمطابق فرمان ربانی

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (البقرہ) — اور اس نے آدم کو سب نام سکھائے۔

خلیفۃ اللہ اور نبی برحق حضرت آدم علیہ السّلام کی تعلیم اسماء پر مشتمل تھا۔ اللہ عزّوجل نے آپ کو جملہ اسماء کے معانی اوّلیہ اور ثانویہ (حقائق) سے واقف فرمایا۔ کیونکہ علم اپنی حقیقت سے متحقق ہوتا ہے۔ اور یہ آدم مسجود کا سر شرافت و کرامت تھا۔

اور ازاں بعد اس علم ربانی کا القا ائمۂ دھور یعنی انبیاء میں مسلسل جاری رہا۔ تاآنکہ خاتم النبیین سیّد و سرور محمدن المصطفیٰ احمدن المجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر علوم کتاب و حکمت کی کامل تکمیل ہو گئی۔ اور اسے بمطابق فرمان ربانی

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ) اُن کو پاک کر دے اور کتاب و حکمت سکھادے

اُمّت میں ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا گیا اور یہ تکمیل دین اور اتمام نعمت اور اختتام نبوت کا اہتمام کامل تھا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے بفرمان

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (مائدہ)

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا۔ اور تم پر نعمت متمم کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔

اتمام نعمت کا روشن فیصلہ دے دیا۔

گویا یہ حکمت و اخلاق قدیم و جدید کے بنیادی اصولوں کا سرمایہ خوانِ نبوت سے معلوم اور غیر معلوم طرایق سے خوشہ چینی ہے۔ اور اس خاکسار (محمد سعید) نے خصوصیت کے ساتھ اسلامی فلسفۂ اخلاق کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ اس میں نفس ناطقۂ انسانی کی حیثیت نطق اس کی جزئیات کا استقصا اس کے اعتدال اور افراط و تفریط سے فضائل و رذائل کی تشخیص یہ علمی رفعت جو ہمیں اسلامی فلسفۂ اخلاق میں نظر آتی ہے۔ (جس کی حقیقت۔ تہذیب۔ اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن میں اس اعتدال کا ذریعہ ہے۔ جو اس تصنیف لطیف "سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر" کا مضمون و مقصود ہے۔) قرآن حکیم اور سنّتِ نبوی صلعم سے ماخوذ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے سب مخلوق سے بزرگ و برتر سید و سرور محمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت نطق کو واضح فرمایا ہے۔ جو خیر و شر میں استعدادِ تمیز ہے اور عروج الی اللہ کا ذریعہ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (نجم)

صلعم خواہش سے گفتگو نہیں کرتا۔ نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔

یعنی حضور صلعم کے نفس ناطقہ میں حقیقتِ وحی کے استقلال سے بمطابق فرمان ربانی

هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النحل) — کیا برابر ہوسکتا ہے وہ اور وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔

(تمہید کے آخر میں مندرجہ آیات سے تطابق کیجئے)

کمال اعتدال متحقق ہوچکا ہے۔ اور اس صلعم کی حدیث (سنّت) جو ما فی النفس کی توضیح و بیان ہے۔ محسوسات بشری کا نتیجہ نہیں۔ اور بمقابلہ امر بالعدل جو شخص حقیقتِ علوی اور کثافت عنصری کے تقاضوں کی ایفائے عادل سے نفس ناطقہ پر آمر بالعدل نہیں۔ گویا اس کی حیثیتِ نطق فنا ہوگئی ہے۔ اور اللہ عزوجل نے آئت مذکورہ بالا کے پہلے حصّہ میں اسے گنگ سے تعبیر فرمایا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ .... الخ (النحل) — اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے دو آدمیوں کی کہ ان میں ایک گنگ ہے۔

اللہ عزّوجل نفس ناطقہء انسانی کی تکمیل تعدیل تک کے تدریجی مدارج کا ذکر فرماتا ہے۔

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (یوسف) — اور میں نہیں براءت کرتا اپنے نفس کی تحقیق نفس برائی کا حکم دیتا ہے۔

(حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا)

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیٰمہ) — اور میں قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (فجر) — اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے پروردگار کی طرف راضیہ و مرضیہ۔ (تجلی جمال الٰہی سے تو راضی ہے اور جمیل مطلق کے آثار جمال و انوار سے تجھے پسند کر لیا گیا ہے۔)

یعنی نفس ناطقہ کثافت ارضی (جو محسوساتِ حیوانیہ کا سبب ہے) اور حقیقت علوی (جو استعدادِ کشفِ نور ہے) پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ — ہم نے انسان کو خلاصۂ خاک سے خلق

مِنْ طِيْنٍ ...... الخ (مومنون) فرمایا۔

اور فرماتا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ (ص) اور جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں۔

مگر اپنے ارضی ماحول کے تاثرات سے یعنی داخلی کثافت کے ساتھ خارجی جنسیت کے تطابق سے ارضیات کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور معتدل خلقی نسبت کی دلیل سے خالقِ حقیقی کی طرف رجوع فطری اور علوی شعور اسے موسات میں پڑنے سے روکتا ہے۔ اور ملامت کرتا ہے۔ تا آنکہ وہ بتدریج و استقلال عروج الی اللہ یا وصال مرجع فطری یا کشف روحِ الٰہی سے علوی شعور کی (جو ترشح روحِ الٰہی ہے) تکمیل کرتے ہوئے اس دلیل سے اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ کہ اس کی کثافت انوار کی متحمل ہو جاتی ہے۔ جو اس کی خلقی نسبت اور ترکیب میں کمال اعتدال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور روحِ الٰہی ایفائے تقاضائے کشف سے اس پر جلوہ ریز ہو جاتا ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ عدل ہے۔ جو بہ تطابق آیاتِ ذیل

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ..... الخ (نحل) اللہ عدل کا حکم دیتا ہے۔

وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ ..... الخ (نحل) اور جو عدل کا حکم دیتا ہے۔

اخلاقِ الٰہیہ سے اتصاف فاضلہ ہے۔ اور استعدادِ استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ مستخلف عزّ و جل آمر بالعدل ہے۔ اور نفس مطمئنہ بحیثیت مخلوق آمر بالعدل ہے۔ جو تکمیل فطرت نفس ہے۔ پس مستخلف عزّ و جل نے آیات بالا میں تعدیل نفس کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ جو تہذیب شخصی و منزلی و مدنی میں اعتدال (مقصود تکلیف) کو فطرت تہذیب و نظام قرار دیتا ہے۔ (کیونکہ فرد اساس منزل و مدن ہے) اور اس دستور عدل (کتاب مجید) کے ساتھ نفس ناطقہ کو اتحاد حقیقت عطا کرتا ہے۔ جس کے آئین ہائے عادل اور ان کی لامتناہی نورانی معنویت جملہ مقتضیات دہر کو محیط ہے۔ اور اسی دلیل سے نفس ناطقہ میں اس کا تحقق اجتہاد اور نفاذِ امر کا استحقاق ہے۔ گویا وہ جامع اصلہا و اسمہا اور فرعہا و مستہا ہے اور اسی حجت روشن سے وہ مضمون وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تکمیل ہے۔ اور بہ دلیل ایفائے تقاضا ہائے نفس یعنی کشف روحِ الٰہی اور تحمل کشف (جو تقاضائے کثافت ہے) وہ اعتدالِ نفس ہے۔ کیونکہ وہ جوانب میزانیہ نفس (حقیقت علوی اور کثافت ارضی) میں ثقل موازین کے ساتھ صحت وزن کو متحقق کرتا ہے۔ جو تعدیل نفس کی حقیقت ہے اور چونکہ نفس ناطقہ قوائے اربعہ پر مشتمل ہے۔ اس لیے اعتدالِ نفس سے فضائل چہارگانہ منتج ہوتی ہیں۔ جس پر قرآن حکیم شاہد ہے۔ گویا یہ تمام تفصیل جو نفس ناطقہ کے تدریجی مدارج مذکورہ بالا اور تعدیل قوائے اربعہ پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم کی روشنی میں نفس ناطقہ کا تجزیہ اور اس کی تشخیص ہے۔

ثبوت نظری:۔ مرجع فطری یعنی اللہ عزّ و جل سے صورِ علمیہ یا فکر صحیحہ اور اس کے حقائق کا براہ راست اس دلیل سے مبداء کشف ہے کہ کثافت و لطافت کا ایک خالقِ حقیقی کے دست خلق و قدرت سے نفس انسانی میں تخلیق و تودیعہ تمام کائنات انسانی میں تحقق وحدت مرجع فطری ہے۔ اور تمام نوع انسانی کا مرجع نسلی اصولِ تدریج کی شہادت کے ساتھ انسان اوّل ہے اور وہ واحد ہے گویا وحدت مرجع فطری اور وحدت

مرجع نسلی حقیقت آمریہ یعنی نبوّت اور انجام کار فردیّت نبوّت مصطفوی پر شاہد ہے۔ جو بہ تقاضائے وحدت اس عزّوجل سے جو مرجع فطری ہے۔ براہِ راست تعلق کا استحقاق ہے اور الیفائے تقاضائے فطرتِ نوعِ انسانی ہے۔ جو کشفِ رُوحِ الٰہی اور اس کے تحمّل سے نفوسِ بنی نوع کے لئے ذریعہ و واسطہ ہو کر ان کی قوّتِ نظری کو بحیثیتِ مبداءِ کشف متحقق کرتی ہوئی تکمیلِ کشف سے تسلسلِ کشف کا موجب ہے۔ اور یہی تکمیل و تسلسلِ کشف بمطابق اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قوّتِ نظری کا کمالِ اعتدال ہے۔ جسے حکمت کے بزرگ نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور دلائلِ بالا کی روشنی میں تخصیص وحدت اجتماع پر شاہد ہے۔ اور آج دورِ مصطفوی میں تمکین استخلاف فی الارض اور دلائلِ بالا کے ساتھ عہدِ استخلاف فی الارض میں اس کی فردیّت پر دلیلِ قاطع ہے۔

قوّتِ عملی:۔ کشف و فکر کے لئے قوّتِ نظری کی بنیاد پر جسمانی اعضا کی اوامر کے لئے حرکت اور نواہی سے رُک جانے کا ارادی مبداء ہے اور اس کا اعتدال بمطابق کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ عدالت پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ یہ ہر دو قویٰ قوّتِ ادراک کی قسمیں ہیں اور دونوں کا تسلسل ارتقا تحریک پر قدرت کی دلیل سے تعدیل یا تکمیل ادراک کا ذریعہ ہے۔

قوّتِ شہوی:۔ خلقی معتدل نسبت سے خالقِ حقیقی کی طرف عنصری طلب کی الیفا یعنی تحمّلِ کشف اور جملہ شہواتِ ارضی کے حاصل کرنے کی قوّت ہے۔ اور اس کا اعتدال بمطابق زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ..... قُلْ ءَاُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ عفّت کا سبب ہے۔

قوّتِ غضبی:۔ کشفِ رُوحِ الٰہی اور عنصری طلب کی الیفا یعنی تحمّلِ کشف اور عادل الیفائے عنصریات یعنی جادۂ عدل سے دافعِ موانع قوّت ہے۔ اس کا اعتدال بمطابق يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا موجبِ شجاعت ہے۔ یہ دونوں قویٰ قوّتِ تحریک کی قسمیں ہیں۔

یہ کیفیّتِ فطرت ہے۔ جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت ان فضائل کو جو تکمیلِ فطرت ہے۔ نفسِ ملّتِ وسط کا خاصہ قرار دیتی ہے اور چونکہ دفعِ موانع جملہ فضائل کی انفرادی تکمیل کو مستلزم ہے۔ اس لئے شجاعت نفسِ فرد میں دفعِ موانع کے ساتھ نفسِ انسانی کے لئے لزومِ اسباب اور تسخیرِ ملکوت کی دلیل سے نفسِ ملّت کے جادۂ اعتدال کو متاعِ قاہرِ شمشیر کی معیّت میں موانع سے پاک اور بے روک کر دیتی ہے۔ اور صرف ملّتِ شجاع کو اس محبّت روش سے کہ وہ دافعِ موانع شوکتِ غالبہ کے ساتھ مکمّل فطرتِ نفس ہے۔ اسبابِ حیات پر فضلِ قاہر اور قبضۂ شمشیر کا حق عطا کرتی ہے۔ جو شرطِ استخلاف فی الارض اور اس کی سطوتِ فاضلہ ہے۔ ان فضائلِ اربعہ کی متعدد اقسام ہیں۔ جو اعتدالِ نفس کی جزئیات کا بیان اور اس کی شرح ہے۔ اور وہ اصولِ مکارم کے ساتھ ان کی فروعی تکمیل ہے۔ ان سب کی تفصیل انشاء اللہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں ابوابِ فضائل میں آئے گی۔ جو رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاقِ عالیہ کی شرح ہے۔ اس لئے کہ

کان خلقہ القرآن (ابوداؤد)

آپ کے اخلاقِ عالیہ قرآن مجید تھے۔

اور بمطابق حدیثِ نبوی

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ — میں مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو مکمل کروں۔
(کنز العمال بحوالہ سیرۃ النبی)

حضور صلعم نے تلاوت آیات کتاب اور نورانی قوت تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت اور اسوۂ حسنہ سے یعنی علمی اور عملی طور پر مکارم اخلاق کو مکمل فرمایا ہے۔

علیٰ ہذا قرآن حکیم میں اللہ عزّ وجل نے بمطابق فرمان

كَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (کہف) — اس کا کام حدِ اعتدال سے ہٹا ہُوا تھا۔

رذائل اخلاق کی تشخیص فرمائی ہے۔ اور نقطۂ اعتدال سے افراط و تفریط کو وجہ رذائل قرار فرماتے ہوئے بمقابلہ امر بالعدل اسے نفس انسانی پر اسراف اور ظلم سے تعبیر فرمایا ہے۔

اس سے رذائل ہشت گانہ پیدا ہوتی ہیں۔ جن کی متعدد اقسام ہیں۔

گویا اسلامی مفکرین اخلاق نے قرآن و سنّت کی روشنی میں ہی نفس ناطقہ کا تجزیہ اور اس کی تشخیص کی ہے۔ اور اعتدال اور افراط و تفریط وغیرہ اصطلاحات شریعت مصطفوی سے ہی بلا شبہ اخذ کی ہیں۔

اس خاکسار نے "سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر" میں اس کی تشریح کی طرف اختصاص رحمت الٰہی کی روشنی میں اور بتوسّط صالحین سیّد و سرور محمد ن المصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تصرف سے قلم کو حرکت دی اور ان کے حقائقِ معنویہ سے کشف حجاب کو مقصود رکھا۔

اللہ عزّ وجل نے بفرمان

وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (النحل) — جو آمر بالعدل ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔

جملہ اخلاق کا معدن اعتدال مقرر فرمایا ہے۔ گویا اعتدال ایک محور ہے۔ جس کے گرد فضائل گھومتی ہیں۔ اور یہی منبع و معدن فضائل و مکارم ہے۔ جیسے اسلامی مفکرین فلسفۂ اخلاق نے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس خاکسار نے اسلامی فلاسفۂ اخلاق کی اس نہج کو کتاب و سنّت کی روشنی میں بہ ترمیم و تجدید اختیار کیا۔ کہ فضائل

اخلاق کے حقائق معنویہ کو زیادہ تر آشکارا کیا جائے۔ جو حقائق وحی یا شہود کے نفوس انبیاء اور صلحاء میں استقلال کے نتائج مرتبہ ہیں۔ اور یہی حقیقت کے ساتھ کامل مطابقت ہے۔ جب قرآن حکیم کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ فضائل اربعہ ہر چہار قوتی کی تعدیل سے نتیجہ پذیر ہوتی ہیں۔ اور ان کی جزئیات قرآن حکیم کے اشعۂ نور میں منور ہیں۔ تو اس صورت میں اخلاق کے اصول و فروع کی ایک منضبط حیثیت زیادہ تر ین حقیقت ہے۔

جویائے حکمت جب فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے کے لئے تجسس اور جد وجہد کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔ تو اس وقت جبکہ بیان اخلاق کا علمی انتشار راہ عمل کو مبہم کر رہا ہو۔ تو مرکز اخلاق یعنی اعتدال کو معین دیکھ کر جو سب مکارم اخلاق کا محور ہے۔ وہ پراگندگی اور انتشار کی بجائے جمعیت پاتا ہے۔

پس جب صاحب جستجو یہ دیکھے گا کہ فطرت انسانی کی تشخیص سے اعتدال اصول فضائل ثابت ہو چکا تو وہ اس کے حصول اور نفس انسانی میں تحقق کا صراط مستقیم تلاش کرے گا۔ جیسے جامع کثافت و لطافت فطرت انسانی کی ترکیب خالق حقیقی کا فعل ہے۔ اسی طرح فطرت اعتدال کی تشکیل بھی اسی کے تصرف کا تقاضا کرتی ہے۔ اور وہ تصرف بمطابق

وَمَنۡ یَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ
جو عدل کا حکم کرتا ہے۔

امر بالعدل ہے۔ جو قائم بالقسط عزّ وجل کے نازل کردہ دستور اعتدال کا مضمون و مقصود ہے۔ جو نفس ناطقہ انسانی کے تزکیہ سے اس کو معتدل کر دیتا ہے۔ اور نفس انسانی پر اس کا نفاذ اس نورانی قوت نفوذ و تصرف (قوت تزکیہ) کے توسل سے ہوتا ہے۔ جو اس مقدس اور بزرگ وجود کو عطا ہوتی ہے۔ جو یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی کرتا ہے) کا درست مصداق ہے۔

چنانچہ وہ نورانی قوت تزکیہ یا نفوذ مزکی اور معلم امت سید و سرور محمد ﷺ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیۂ قلوب اور تعلیم کتاب و حکمت سے اُمّت میں ہمیشہ کے لئے جاری و ساری فرما دی ہے۔ کیونکہ معنی آیۂ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ملکۂ تزکیہ و تعلّم کی ودیعت سے تکمیل و تسلسل پاتا ہے جس سے بموجب آیات

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ) — ہم کو سیدھی راہ دکھلا اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (نساء) — اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے پس وہ لوگ ساتھ ہیں ان کے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے انبیاء، صدّیقین، شہدا اور صالحین سے اور یہ بہترین رفیق ہیں۔

وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ — جو آمر بالعدل ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے (عدل کے معنی یہ ہیں کہ وزن کو ایسا تقسیم کیا جائے کہ ترازو کے جوانب جو تنصیف وزن کو مستلزم ہیں کسی طرف جھکنے نہ پائیں اور وہ نفس انسانی میں جوانب میزانیہ نفس (کثافت و لطافت) میں ثقل موازین یا ایفائے حقائق نفس کے ساتھ صحت تقسید اوزان ہے جو تہذیب و تعدیل نفس کے ساتھ منزل وعدن میں تمکین امر بالعدل کی اساس ہے۔)

صراطِ مستقیم کے رہرو اور رفقاء آمرین بالعدل اور انعام الٰہی (مضمون نبوّت یعنی کتاب و حکمت) سے مشرف انبیاء اور صدّیقین اور شہداء اور صالحین بہرہ ور ہیں۔ پس وہ نورانی قوّت نفوذ یا ملکۂ تزکیہ و تعلّم (جو بدلیل کشف رجوع الٰہی یا کشف نور اور تحمّل کشف شوکت فعالیہ سے مایہ دار ہے۔ کیونکہ اللہ عزّ وجل فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ہے۔ اور کتاب یعنی دستورِ عدل یا ترشحات عدلیہ الٰہیہ میں استغراق سے متحقق ہوتی ہے۔) اور دستورِ عدل اور اس میں استغراق کا اسوۂ حسنہ جو حامل قوّتِ فعالیہ مذکورہ ہے۔ کہ وہ اساس عدل یا جوانب میزانیہ نفس (کثافت و لطافت) میں تثقیل[1] کی دلیل سے میزان العدل ہے۔ تزکیہ و تعلّم یا صحت و استقامت قسطاس کے تصرف سے نفس منفعل میں کمال عدل متحقق کرتا ہے۔ (جو تکمیل فطرت ہے۔ اور اسی دلیل سے مسخرات نفس یا روح اجتماع یا قبضۂ شمشیر کا صرف اُسے ہی جائز حق پہنچتا ہے۔) الحاصل جامع کثافت و لطافت فطرت انسانی عیب و نقص کی دلیل سے یا تو قائم بالقسط عزّ و جل کے دستِ خاص سے اعتدال کو قبول کرتی ہے جس سے خاتم النبیین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کی حیثیت فردیّت رسالت[2] جو نفس اجتماع کی کیفیت نیم شعوری[3] اور وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے تقاضائے نفس نوع انسانی ہے) بہرہ ور ہے۔ یا اس کا اور اس کے تصرف متواترہ سے جملہ عہود و دہور میں مقدس اسوہ جو عدل کی شرح متشکل ہے۔ میزان العدل یا نورانی تصرف سے اس کے لئے صراطِ مستقیم کھول دیتا ہے۔ چنانچہ سیرۃ نبوی[4] پر ایک محققانہ نظر اسی حقیقت کی طرف فاتحۃ الابواب ہے۔ (من جملہ ابواب دیگر اصناف عفت و حکمت میں قوّتِ تزکیہ و ملکۂ تعلّم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔)

اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت

(تکمیلِ دستور)

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (مائدہ)

نفسِ ناطقۂ انسانی کی تعدیل راسخ کمال انسانی ہے۔ یعنی ہر چہار قوائے نفس (نظری و عملی و غضبی و شہوی) کے

---

[1] فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ (القارعہ) [2] نفس اجتماع میں تفاوت ہائے شعوریہ کا وجود اس کی کیفیت نیم شعوری پر شہادت ہے۔ (تفصیل کے لئے عنوان انجام حقائق ..... الخ ملاحظہ فرمادیں) [3] لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (ممتحنہ)

اعتدال کا نفسِ انسانی میں تحقق تہذیبِ شخصی کی تکمیل ہے جس کی بنیادوں پر تدبیرِ منزل یا تعدیلِ معاشرہ اور جائز[1] سیاستِ ملی عامہ کی عمارت صحیح طور پر استحکام و ترفیع پاتی ہے۔ اور وہ مجرد تہذیب و تدبیر و سیاست فردیتِ رسالت کی قوتِ فعالیہ کے ذریعہ (جو ہر عہد میں الی یوم القیمۃ مستقلاً اپنی شوکتِ نفاذہ کے ساتھ اس دلیل سے متعرف ہے۔ کہ وہ نفوسِ امت میں ارواحِ الٰہی کو بالتواتر منکشف اور ارواحِ بخاری کو محمل کرتی ہوئی ان میں حیثیتِ فعالیہ کو متمکن کرتی جاتی ہے۔ یعنی مزکیِ نفوس اور معلمِ کتاب و حکمت ہے۔ کیونکہ ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ (کتابِ مجید) میں اساسِ عدل[2] پر استوار نفسِ انسانی کا استغراق ہی ذریعہ کشف و تحملِ نفس ہے۔ جو اس کی تعدیل ہے) وحدتِ تصرف کے ساتھ حقیقتِ عدل کے سیرانِ مشترک سے (جو وحدتِ مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے نفسِ اجتماع کی کیفیتِ نیم شعوری کے (جس پر شعورہائے افرادِ جماعت میں وجودِ تفاوت شاہد ہے) تقاضائے وحدتِ رجعی کی تکمیلِ نفس کے ساتھ ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے تخصیص جواز وحدتِ اجتماع اور فردیتِ رسالتِ مصطفوی اور اس کے تتبع میں فردیتِ استخلاف فی الارض کی شوکتِ قاہرہ ہے) نفسِ ملت کا تہذیبِ اخلاق اور تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن اور سیاست بین الدول (جو محیطِ عالم جائز واحد سیاستِ مدن کا ایک تدریجی مرحلہ ہے) مشتمل دستور عدل (محیط جملہ مقتضیات وہ کتاب اور اس کی شرحِ متشکل سنتِ نبوی) کے ساتھ اتحادِ معنوی ہے۔ جو حقائقِ نفس کی تکمیل اور اسی دلیل سے ملتِ اسلامیہ کے لئے سخراتِ نفس پر مجرد فردیتِ رسالت و امارت کے گرد تداور صحیح کے ساتھ استحقاق ہے۔ گویا وہ متاعِ قاہرہ قبضۂ شمشیر کو اسی جاریہ قوتِ فعالیہ مصطفویہ کا حق قرار دیتا ہے۔ جو نفسِ ملت میں دلیل تصرف سے عدل کو متحقق کرتی ہے اور اسی دلیل سے تحملِ شمشیر کو خاصۂ نفسِ ملت قرار دیتی ہے۔ اور شوکتِ کشف و تحمل کے ساتھ استحقاق وراثتِ ارض اور استعداد استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ وہ کشفِ روحِ احکم الحاکمین کی دلیل سے نفس میں شوکتِ حکم اور حقائقِ ارضیہ کے تحمل سے سطحِ ارض پر کیفیتِ نفاذِ حکم کی نفسِ انسانی میں تمکین ہے۔ چنانچہ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر ان حقائق پر شاہد ہے اس کے مقدمۃ المعنون بہ فاتحۃ العدل میں عنوانات ذیل کے حقائق پر بحث کی گئی ہے۔ تمہید اور تکمیلِ دستور۔ حقیقتِ علوی و کثافتِ ارضی۔ تعدیلِ نفس۔ تنزیلِ دستور اور اس کی تدریج اور ناتمام انسانی عہد و عہد۔ تدریجِ ارتقاء۔ تدریجِ اختلاط۔ استخلاف فی الارض۔ اجتہاد اور نفاذِ امر تشبیہ بہ حکمت۔ مکارمِ اخلاق کی حقیقت۔ ہدایت۔ علم علی اللسان (حجتِ الٰہی) علم فی القلب (حکمت) میراثِ علوم۔ احادیثِ طیبہ کی روشنی میں علومِ نبوت کی وسعت۔ احادیثِ طیبہ کی روشنی میں علمائے ورثۃ الانبیاء کی وسعتِ علوم اخلاقِ نبوی اور قرآنِ حکیم۔ یہ حقائق شاہد ہیں کہ نفسِ ناطقہ اساسِ عدل (جوانبِ میزانیہ نفس) پر استوار ہے۔ اور ملتِ وسط (بہ دلیل ثقلِ موازین[3] یا تکمیلِ تعدیلِ اکمل) فطرتِ نفس ہے۔ پس اس کا عدلِ فطری جو تکمیل و حفظِ فطرت ہے۔ اس کے فضلِ غالب اور تصغیرِ فرط پر حجت قاطع ہے کیونکہ فرط شکستِ فطرت ہے۔

اور اس کی جلد اول جزء الالف (مکارمِ اخلاق و محاسنِ افعال) میں اس حقیقتِ تعدیلِ نفس کو شرحِ جزئیات کے ساتھ اس طرح واضح کیا گیا ہے۔ کہ حکمت اور اس کی اصناف ذکا و فہم۔ المیان۔ تعقل۔ تحفظ و تذکر۔ تعلم (عدالت اور اس کی انواع (صبر۔ عدل۔ تسلیم۔ تقویٰ۔ اخلاص۔ عزم۔ توکل۔ شکر۔ مکافات۔ تودد۔ وفا) شجاعت اور اس کی اقسام

---

[1] اللہ عزوجل قائم بالقسط (عدل) ہے۔ عنوان اجتہاد اور نفاذ امر اور ظلم بالعلم مطالعہ فرما دیں۔ [2] جوانبِ میزانیہ نفس و حقیقتِ علوی۔ کثافتِ ارضی۔ [3] ثقلِ موازین سے مراد اوزانِ عدل کے معنے ہیں۔ کہ ترازو کے جوانب کسی طرف جھکنے نہ پائیں۔

(صدق۔ تحمل۔ کبرِ نفس۔ ثبات و سکون۔ قوت۔ حکم۔ حلم۔ تواضع۔ رحم) عفت اور اس کی اصناف
(تزکیہ۔ عفت۔ حیاء۔ لغو۔ کسبِ طیبات۔ متانت نفس (استقامت و وقار) نظم بالعلم) کی تشخیص
و تکمیل ہو چکی ہے۔ اور ان مکارم اور اکیہ و محاسن تحریکیہ کو اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ملتِ وسط میں جاری کر دیا گیا
ہے۔ جو بدلیل وراثت امر بالعدل مصطفوی مایۂ تہذیب و تدبیر و سیاست و تحکیم و فضل ہیں۔ چنانچہ متعددہ
ذیل حقائق کو اعلاناتِ ساطعہ کی صورت میں ثبت کرتے ہوئے عنواناتِ بالا مکارم اخلاق و محاسن افعال
(حکمت و عدالت۔ شجاعت و عفت) کے تحت ان کی شرح کی گئی ہے کہ نفس ناطقہ کی تشخیص اور
تجزیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس کے ہر چہار قوٰی نظری و عملی و غضبی و شہوی کا عدل یعنی حکمت و عدالت
شجاعت و عفت نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ اور کتاب اور میزان العدل کی حامل صرف امتِ
وسط یا ملتِ اسلامیہ ہے۔ اس لئے کافۃ الناس کے افکار و افعال پر صرف اُسے ہی احتساب اور
شہادت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور صرف اسی کی شمشیر محافظ عدل ہے۔

اور سطح ارض پر صرف تحکیم ملت اسلامیہ کو ہی فضل اور برتری کا جائز استحقاق ہے۔ اور تمام
عالم کو قائم بالقسط ملتِ اسلامیہ کے روبرو لپست ہو جانا چاہئے۔ اس کا امر بالعدل دلیل
افضلیت ہے۔ اور صرف شجاع ملتِ اسلامیہ ہی غلبہ شمشیر کے ساتھ محافظ اعتدال ہے اور
تمام عالم کو اپنی قوت و عزت کے رو برو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے اور صرف عفیف
ملت اسلامیہ کا دامن پناہ امن ہے۔ اس لئے سطح ارض پر مسند سیادت کا صرف اُسے ہی
جائز حق پہنچتا ہے۔ تا آنکہ اس میں (جلد اول جزو الالف میں) انجام حقائق نفس اور نفس جماعت میں درجات
تدریجیہ کی دلیل سے کیفیت نیم شعوری کے تحقق اور فردیت رسالت اور فردیت استخلاف کی طرف اس کے
احتیاج کو دلائل قاطعہ کے ساتھ روشن کیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا اس کی جلد اول کی جزو ب میں سوانح عہدِ نبوت
و خلافت الٰہیہ مصطفوی پر تبصرہ سے ترتیب دستور تعمیر ملی اور آئین ہائے صلح و جنگ اور قوانین نظم و ضبط
کی تشکیل و تحدید کے ساتھ عنوانات ذیل کے تحت ان کے حقائق دستوریہ کو روشن کیا گیا ہے۔ جو سیاست
فاتحہ و شوکت ضابطہ کے قہر و غلبہ کے لئے ضمانت قاہرہ ہیں۔ تحکیم بین الدول کے لئے ملتِ اسلامیہ کا
فطری استحقاق۔ تکمیل معیشت۔ تاسیس ملی۔ توسیع ملی اور اس میں اسباب قریبہ سے سازگاری۔ ترتیب
عسکری (تشدید ملی) شوکتِ دفاع۔ استقلال دفاع۔ شدتِ دفاع۔ تحکیم بین الدول۔ معاہدہ بین الدول
تصغیر الدول۔ قصاص بین الدول۔ تمکین استخلاف فی الارض۔ تمکین تثبیت۔ اجرائے ہیبت۔
علیٰ ہذا اس کی جزو ب میں جزئیات بنیادِ مستحکم کی شرح سپرد قلم کی گئی ہے۔ جو وحدتِ ملی کے تحقق
متشکلہ کے ساتھ فردیتِ امارت کے گرد اس کے امداد صحیح سے اتحادِ شجاعت اور شمشیر کے ذریعہ
عدل سیاست سے دفع فرط داخلہ و خارجہ ہے۔ اس سے متعلقہ عنوانات درج ذیل ہیں۔ اور مقصود
آیۂ جعلت لی الارض مسجداً و طہوراً اور مواخاۃ (حقیقتِ اسلامیہ کا سیران مشترک) اور
اہتمام کشف و تحمل اور دفع موانع فرطیہ (سیاست مدن) شعبۂ تاسیس و توسیع ملی۔ شعبۂ

اجتہاد اور نفاذ امر۔ شعبۂ احتساب استعداد ولاۃ وغیرہ۔ شعبۂ احتساب عامہ۔ شعبۂ حرس (پولیس) شعبۂ فصلِ قضایا۔ شعبۂ ہیبت اجزاء۔ شعبۂ اصلاح بین الناس۔ شعبۂ تحصیل محاصل۔ شعبۂ عیادت مرضیٰ۔ شعبۂ رحم حیوانات۔ شعبۂ اہتمام صحت۔ شعبۂ زراعت۔ شعبۂ معدنیات۔ شعبہ ہائے آب رسانی و آب پاشی و نشان دہی۔ شعبۂ رفاہِ عامہ۔ شعبۂ جاسوسی شعبہ ہائے صنعت و حرفت و تجارت و مواصلات۔ دار الضرب۔ شعبۂ دول مفتوحہ و سرحدات شعبۂ نصرت ہجرت و انسداد بے روزگاری۔ شعبۂ تعلیم۔ اہتمام کتابت و انشاء۔ تعدیل معاشرت یا تدبیر منزل اور شعبۂ اہتمام یتیمی۔ شعبہ سیاست بین الدول۔ شعبۂ دفاع۔ شعبۂ نشر۔ شعبۂ تعدیل نقد۔ اصنافِ محاصل (صدقات۔ محاصل متفرقہ۔ غنیمت۔ جزیہ و خراج) اور شجاعت کے ترشحات غالیہ کے ذریعہ دفع موانع فرعیہ (تصرف عفویہ۔ نمائش علمیہ۔ جراٴت فعالیہ) اور سیاست خارجہ کی جزئیات (تعقید معاہدات۔ ایفائے عہد۔ سفراء و وفود۔ اسیران جنگ سے حسن سلوک اور دیگر جزئیات سیاست خارجہ۔

الحاصل یہ حقائق دستوریہ شاہد ہیں کہ بمطابق اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ..... الخ عہد مقدس مصطفوی میں تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن۔ سیاست بین الدول کی تکمیل ہو چکی ہے۔ یعنی دستور کامل (کتاب مجید) کے الفاظ کے ساتھ اس کی نورانی معنویت جو تمام تدریجی مقتضیات دہر کو محیط ہے۔ اپنی شرح متشکل اسوۂ حسنۂ مصطفوی کے ساتھ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ملت وسط میں جاری کر دی گئی ہے۔ جو اختتام نبوت پر حجت قاطع ہے۔ ملتِ اسلامیہ میں تمکین عظمت استخلاف فی الارض اور شوکت قاہرۂ اجتہاد اور نفاذ امر اسی حقیقت علیہ پر شاہد ناطق ہے۔ اور سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر علیٰ الاول اسی سطوت غالیہ کی شرح درخشاں ہے۔

گویا حکیم و عادل و شجاع و عفیف محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم مہذب اخلاق۔ مدبر منزل اور موسس مدن اور موسس بین الدول ہیں یعنی فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت سے فردیت و رسالت کیساتھ جو وحدت مرجع فطری و نسلی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ مکمل فطرت نفس فرد و جماعت ہیں۔ اسلئے آپکی ایک ایک جنبش لب اور حرکت و سکنت جائز و احد امت وسط کیلئے (جسکی وحدت ایفائے تقاضائے وحدت مرجع فطری و نسلی ہے) اسوۂ حسنہ ہے اور چونکہ آپکا اسوۂ حسنہ حامل کتاب (دستور عدل) اور میزان العدل ہے یعنی قوت دستور عدل کیساتھ میزان العدل ہیں صاحب قوت استقامت قسطاس ہے جو نفس ملحق ہیں انکے جوانب میزانیہ یا اسباب عدل کی تعدیل یا ثقل موازین کیلئے استقامت و صحت قسطاس کیلئے انکے الحاق و انفعال کی دلیل ہے متصرف بالعدل ہے جو در بہ تسلسل تعدیل نفس ہے جو اس دستور عدل (کتاب) کی معنویت کیساتھ اسمیں استغراق کی دلیل ہے اتحاد معنوی ہے یہی تسلسل کتاب و حکمت ہے جو تمام مقتضیات دہر کو محیط ہے اور وجہ تکمیل فطرت ہے اور اسی دلیل سے استحقاق قبضۂ شمشیر ہے کیونکہ مسخرات نفس کا یہی محافظ فطرت کو بچھتا ہے۔ پس کتاب و حکمت یعنی مضمون نبوت کے مسلسل اجراء کا اہتمام اکمال دین اور اتمام نعمت ہے۔ (جو اختتام نبوت پر حجت قاطع ہے) چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ (جمعہ)

وہ جس نے ان میں انہی سے رسول بھیجا جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ گو اس سے قبل گمرہی ظاہر میں تھے۔[1]

ہر دعویٰ اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور شہادت سے اس کا تحقق مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد مبصر کے لئے اس کے حق میں فیصلہ دینے کے سوائے کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہ سکتا۔ ورنہ وہ بدیہات کی خلاف ورزی ہوگی اور بدیہات کی تکذیب فتور عقل و فہم ہے۔ تکمیل دستور ہر گونہ حیات اس حقیقت پر ایک بدیہی اور غیر مبہم شہادت ہے۔

نبوت اقتضائے شرافت انسانی ہے۔ یہ شرافت عظمیٰ مہتم بالشان مقصد چاہتی ہے۔ اجرائے نبوت اس وقت تک رہا۔ جب تک کتب سماویہ کے آئین ایک محدود وقت تک کے لئے نافذ کئے گئے۔ یا ان مرسلین کا دائرہ رسالت و بلاغ کسی ایک قوم تک محدود تھا۔ مثلاً تورات کے بعض احکام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بمطابق

وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ (آل عمران) میں حلال کر دوں بعض وہ جو تم پر حرام ہیں۔

تبدیل کئے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ عزّوجل فرماتا ہے:۔

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۔ (آل عمران) رسول بنی اسرائیل کی طرف

اور اس پر انجیل شاہد ہے۔ اور یہ امر جبہ دہور کے ناتمام تقاضاؤں کی مطابقت تھی۔ اور جب مزاج عالم اپنی جامعیت کے لحاظ سے اس حد تک منتہی ہو گیا کہ تمام مقتضیات عالم واضح نظر آنے لگیں اور تکمیل دستور کی ضرورت نمایاں ہو گئی۔

تو اسلام بمطابق

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ)

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے تمہارے لئے پسند کر لیا۔

[1] زیر عنوان تزکیہ و تعلم نبوت تزکیہ اور حکمہ تعلم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مکمّل کر دیا گیا۔ اور مکارمِ اخلاق یعنی فضائل چہارگانہ کی جو نفس ناطقہ انسانی کی تکمیل و تعدیل صحیح ہے۔ بمطابق حدیث نبویؐ :۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ..... بالتحقیق میں مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو مکمّل کر دوں۔ (زرقانی۔ بحوالہ سیرۃ النبی)

تکمیل و صحیح تشخیص ہو گئی۔ اور تمام روئے زمین بمطابق

جعلت لی الارض کلھا مسجداً ۔ میرے لئے تمام تر زمین سجدہ گاہ بنا دی گئی۔ (بخاری و مسلم)

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اُمّتِ محمدیہ کا سجدہ گاہ عام مقرر کر دی گئی یعنی زمین کا کوئی گوشہ نبیؐ آخر الزمان کی سجدہ گاہ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ جس میں شرک فی النبوت والخلافت کا امکان ہو۔ یعنی اسلام اپنے مکمّل آئین کے ساتھ روئے زمین کے نظم و نسق کو ملّت اسلامیہ کے سپرد کرتا ہے۔ اور جملہ خلق کی استقامت الی الحق اور اعتدال نفوس اور اعتدالِ نظام کا علمبردار ہے۔ گویا اب فطرت آئین اور تکمیل دستور اختتامِ نبوّت کا متقاضی ہے چنانچہ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے:۔

وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب) اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاءؐ

ختم کے معنی اس طرح بند کرنے کے آتے ہیں۔ کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے اور نہ باہر کی چیز اندر داخل ہو سکے۔ یہ معانی لسان العرب صحاح جوہری اور اساس البلاغت زمخشری سے علّامہ فاضل سیّد سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی جلد سوئم میں نقل فرمائے ہیں۔ اور یہی اختتام عمل ہے۔ جسے مہر لگانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آیتِ ربانی

اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاہِہِمۡ (یٰسین) آج ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے۔

سے اختتام گفتگو مقصود ہے۔ اور جب تکمیل دستور کے ساتھ کافۃ الناس کی طرف بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیح فرما دی گئی ہے۔ تو اختتامِ نبوّت تقاضائے حیثیت نبوّت محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللہ عزّ و جل فرماتا ہے :۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا) ۔ ہم نے تمہیں تمام ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔

کافۃ الناس کی طرف وہ بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم گویا سب دہور و عہود مسلسل میں مرور ایام کے ساتھ مسلسل بحیثیت رسول فرض رسالت و بلاغ ادا فرمانے کے لئے مبعوث ہے۔ یعنی اس کی تلقین ہدایت وہ کتاب مجید ہے۔ جو اللہ عزوجل کی جانب سے اس پر نازل ہوئی اور اس کا اسوۂ حسنہ ہے اور اس کے خلفائے صحیحہ ہیں جن پر اس کتاب مجید اور اس کے اسرار (حکمت) کی بطابق

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ (جمعہ) ۔ ان کو کتاب و حکمت سکھا دے۔

تکمیل وراثت ہو چکی ہے۔ اور اس صلعم کے صدر پاک سے دریائے علم و عرفان صدور ورثاء کے جاری ہیں اسی زور تموج و تلاطم کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ جیسے اس صلعم کے صدر پاک میں موجزن ہوا۔ اور صرف اسی طرح کافۃ الناس کی طرف حق رسالت اور بعثت کی ادائیگی ممکن تھی۔ جس طرح ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی یہ اکمال دین اور اختتام نبوت کی توضیح جاریہ ہے۔ اور دلیل ساریہ ہے۔ جو تمام روئے زمین کے ہر عہد کو عملی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کرتی ہے۔ اور اتمام نعمت اور اختتام نبوت کی حیثیت کو ہمیشہ واضح اور روشن کرتی جاتی ہے ۔

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا ۔ از فروغ ما بود شمس الضحیٰ

صدیق کی کمال قوت نظری مثل انبیاء کہ بمطابق فرمان ربانی لِصاحِبِہٖ مصاحبت متعمہ کا تقاضا ہے۔ جو نبوت کے ساتھ نورانی اور علمی جنسیت کاملہ چاہتی ہے۔ اور کمال تصدیق کہ صدیق میں تحقق کمالات نبوت کو مستلزم ہے۔ تسلسل کمالات نبوت (دلالت) کا باب اول ہے۔ علیٰ ہذا درجۂ شہادت جو کمالات نبوت کی روشت ہے۔ گویا استعداد حصول نبوت ہے۔ اور اختتام نبوت کے ساتھ کمالات نبوت کے اجراء پر شہادت ہے۔ منجملہ دیگر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ ذیل فرمان نبوی اسی تسلسل اور اجرائے

علم و نور کا فتح باب ہے۔ جو حیثیت تسلسل کی تشکیل سے اسے دوام و استمرار عطا کرتا ہے۔ جبکہ حضور صلعم نے غزوہ تبوک کی طرف روانگی کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

عن سعد ابن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ (متفق علیہ)

سعد وقاص سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو فرمایا۔ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے لئے۔ مگر میرے بعد نبی کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہ حدیث نبوی کمالاتِ نبوت کے اجراء و تسلسل یعنی بمطابق حدیث نبویؐ

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ ...... انما ورثوا العلم۔ (مشکوٰۃ)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ بالتحقیق علم کی وراثت پاتے ہیں۔

اعطائے ولایتِ الٰہی سے تکمیل علم اور ختم نبوت کی توضیح جاریہ ہے۔ کیونکہ علم مطلق جامع عمل ہے۔ جو مستلزم علم دستور (الیمان و عمل صالح) ہے اور اس پر عمل حقیقت علمیہ کو متحقق کرتا ہے۔ جیسے کعب احبار نے فاروق اعظمؓ کے اس استفسار من ارباب العلم (ارباب علم کون ہیں) کے جواب میں فرمایا۔

الذین یعملون بما یعلمون۔

جو علم کے ساتھ جامع عمل ہیں۔

حضور صلعم کا یہ فرمان اسی حقیقت کی منجانب اللہ توضیح ہے اور تکمیل دستور کی سلسلۂ امامت مدن یہ عملی وضاحت ہے۔ یعنی الیمان اور عمل صالح سے (جو نفسِ ناطقہ کو پاک کرتا ہوا اعتدال و تہذیبِ شخصی و نظام منزلی و مدنی کو متحقق کرتا ہے) تکمیل وراثتِ علوم نبوت تقاضائے تسلسل کمالاتِ نبوت ہے۔ جس پر فرامین نبویؐ اور صحابہؓ اور تابعینؒ کا عمل شہادتِ پائندہ ہے۔ (فضیلتِ عفت میں عنوان تزکیہ مطالعہ فرمایا جائے)

پس کمالات نبوت کا اُمت میں پورے اہتمام کے ساتھ تواتر و تسلسل نبوت کی ضرورت کو ہمیشہ تک کے لئے ختم کر دیتا ہے اور یہ اکمال دین اور اتمام نعمت پر شہادتِ جاریہ ہے۔ چنانچہ "تذکرہ" مصنفۂ خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن اور

"سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر" مصنفۂ خاکسار یعنی یہ تصنیف لطیف براہین محقق کے ساتھ اس پر شاہدین عادلین ہیں۔

کثافتِ ارضی و حقیقتِ علوی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (والتین)

اللہ عزوجل نے انسان کو بمطابق منشور مجید

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ... الخ (مؤمنون) — اور تحقیق ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

اور بمصداق فرمان عزیز

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ (حجر) — پس جب میں اسے استوار کر چکوں۔

خلاصۂ خاک سے خلق فرمایا۔ جو کثافتِ ارضی ہے اور بمطابق فرمان کریم

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (مؤمنون) — پھر ہم نے اُسے دوسری پیدائش سے نکالا۔

اور بمصداق منشور بزرگ

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (حجر) — اور جب اپنے روح سے اُس میں پھونک دوں۔

اسے اپنی روح سے شرف بخشا جو حقیقت علوی ہے۔ تحقیقی نگاہ اس حقیقت کو اپنی گہرائیوں کے ساتھ پالیتی ہے۔ کہ خلاصہ ہائے خاک نباتات کی روئیدگی کا براہِ راست زمین سے تعلق ہماری آنکھوں کے سامنے متحقق ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ زمین سے اُگتی ہیں۔ اور جسم انسانی کی نشو و نما اور حیات و بقائے عنصری کا ظاہری سبب بنتی ہیں۔ اور حیوانات کی حیات و بقا کا موجب ہوتی ہیں۔ جن کا گوشت اور دودھ

انسان کے ساتھ حیوانی جنسی اشتراک کے سبب انسانی نشوونما اور توانائی کا ایک قوی ذریعہ ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ (یٰسین)

اور ان کے لئے آیت ہے کہ زمین مردہ کو ہم زندہ کرتے ہیں اور اس میں سے دانہ نکالتے ہیں۔ پس وہ اس سے کھاتے ہیں۔

اور حیوانات کے متعلق فرماتا ہے۔

وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ (یٰسین)

اور ہم نے حیوانات کو ان کا مطیع کر دیا ہے۔ پس ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں۔ اور بعض کو وہ کھاتے ہیں۔

مردہ زمین کا پانی سے زندہ ہو جانا اور روئیدگی نباتات سے اپنی حیات کا ثبوت بہم پہنچانا اس حقیقت پر دلیل ساطع ہے کہ ترکیب عناصر سے حیات عناصر ایک خالق ومرکب عناصر کا فعل ہے۔ نباتات کی ہر نوع ہر قسم کے پودے یا درخت کے بیج کی عناصر ارضی سے مناسبت اس کے عنصری ہونے پر دلیل روشن ہے اور وہ عناصر کی مانند ایک ایسا حادث ہے۔ جو اپنے حدوث میں قدیم حقیقی کا محتاج ہے اور اس کی پیدائش مسلسل اس کے حدوث کی کیفیت کو نمایاں کرتی ہے اور درخت کے پھلنے کے بعد بیج کا پیدا ہونا اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ پودے اور درخت اپنی تخلیق میں بیج سے سابق ہیں اور یہ سب کچھ خالق حقیقی کی قوت تخلیق کا مظاہرہ ہے۔ اور پیدائش انسانی کی تمثیل ہے اور نباتات کے خلاصہ ارض ہونے پر دلیل روشن ہے۔ جو انسان کی اجزائے عنصری کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ اور یہ حقائق انسان کے خلاصہ طین ہونے پر برہان قاطع ہیں۔ فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ میں یہی آفتاب حقیقت چمکتا ہے۔ جس طرح ترکیب عناصر سے اللہ عزوجل نے نباتات کو خلق فرمایا۔ اسی طرح اس تبارک وتعالیٰ نے عناصر کو اس حیثیت سے ترکیب دی کہ حیوانات گوناگون صورتوں میں متشکل ہوئے اور ترکیب عناصر سے ان میں ایسی لطیف بھاپ پیدا فرمائی۔ جسے روح بخاری کہنا چاہیے۔ جس میں

ایسا فطری لگاؤ پیدا ہو گیا۔ جس سے ہر حیوان اپنے نوعی حالات و حاجات کے مطابق ارضی مقتضیات یعنی کھانے پینے اور اپنی حفظ و بقا اور توالد و تناسل کی ایفا کر سکے۔ اور یہ کثافت ارضی کا تقاضا ہے۔ مگر منجملہ انسان میں کثافت ارضی کی ودیعت اس عزوجل نے بمطابق

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (والتین) — تحقیق ہم نے انسان کو بہترین نگاشت سے خلق فرمایا۔

اس بہترین تقویم کے ساتھ فرمائی کہ وہ شکل و صورت اور اعضاء و جوارح میں سب حیوانات سے ممتاز ہے۔ اور یہ اس کی نگاشت میں کمال اعتدال ہے۔ تاکہ کثافتِ ارضی اپنی خلقی نسبت کے ساتھ جو اسے قائم بالقسط (بالاعتدال) سے حاصل ہے۔ حسن تقویم میں قیام اعتدال سے اس کی نیابت کا استحقاق کامل کر لے۔ پس اس مخصوص استحقاق کو قائم فرماتے ہوئے اس عزوجل نے اس کی روح بخاری سے روح علوی متعلق فرمائی کہ وہ عرفان الٰہی کی بالقوہ حامل ہے جو اس کے لیے رخِ تاباں سے کشفِ حجاب ہے۔ اور اس تعلق کی حقیقت انسان کا وہ شعور یا ادراک ہے۔ جو حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکتا ہے اور دلائلِ فارقہ قائم کر سکتا ہے اور اس کے ذریعہ تمام حیوانات اور عناصر پر نظم و تدبیر سے حکمران ہے اور وہ بلاشبہ اپنی متنظمہ اور مدبرہ حیثیت کی شہادت کے ساتھ نفسِ انسانی میں علوی پرتو کے امتزاج سے ہے۔ کیونکہ نظم عالم اس علی الکبیر کے دست حکمت و قدرت سے متعلق ہے۔ جس کے نظامِ مقتدرہ میں سب ملکوت اپنی اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اور وہ اپنی ذات میں نُوْرٌ عَلٰی نُوْر اور قائم بالقسط[1] ہے۔ اور بلاریب خواب و بیداری میں صالحین کی رویتِ حقائق اسی روح علوی کا کشفِ علم ہے۔ اس کی حقیقت بیان میں نہیں آ سکتی۔ ملت اسلامیہ کے پاکیزہ ارواح اس کیفیتِ جلیلہ پر شاہد ہیں۔ گویا حقیقت علوی جو استعداد تنویر ہے کثافتِ ارضی کے ساتھ (کہ وہ پردۂ غیب ہے اور اس روح علوی کا محل ہے اور موجب بقائے نسلِ انسانی ہے) ضرور نفسِ انسانی میں ودیعت کی گئی ہے اور ان دونوں حقائق کی

[1] شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ (آل عمران) ــ سورہ نور

ترکیب سے انسان جامع حقائق عنصری و علوی ہے۔ اور صاحب ارادہ و تدریج و استقلال و تمیز ہے اور یہی الہام فجور و تقویٰ ہے۔ جو استحقاق مقصود آیۂ ذیل ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ (انعام)	اسی نے تمہیں زمین پر خلفاء بنایا ہے

اور یہ تزکیہ ان ہر دو حقائق کی تعدیل یعنی تنویر و تعقیل سے آیۂ استخلاف مشروط ہے۔ جو سورۂ نور میں اس اقصائے سعادت کی شرح ہے۔ جس سے اُمّتِ محمدیہ صلعم فائز المرام ہے اور وہ مزرع انسانی (خلائف الارض) کا حاصل و ثمر ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (سورہ نور)	اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ ان سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اُن کا عمل صالح ہے۔ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ضرور ان کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے۔ ان کے واسطے مستحکم کر دے گا۔ اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ عبادت کریں گے میری اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کریں گے جو اس کے بعد کفر کرے گا۔ وہ فاسقین ہیں۔

استخلاف فی الارض وہ شرافت عظمیٰ ہے جس کا منشور ابو الناس حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بمطابق اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) مستخلف عزّ و جل کی بارگاہ سے جاری ہوا اور آج خلیفۃ اللہ فی الارض خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یعنی حکیم اور عادل اور شجاع اور عفیف ملّتِ اسلامیہ اس منشور بزرگ سے مایہ دار ہے

۱؎ کیونکہ اللہ عزوجل قائم بالقسط (بالاعتدال) ہے اور نفس انسانی کی ترکیب میں تنصیف اس کے لئے قیام بالقسط کا تقاضا کرتی ہے۔

۲؎ یہ منشور بزرگ بر دو گونہ خلافت یعنی اس کی عمومیت اور خصوصیت کا جامع ہے جس پر زمین میں آپ کی ذریت اور مضمون علم آدم الا...

تعدیلِ نفس

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ....الخ

(نحل)

انسان کی ترکیب خلقت یعنی اس میں کثافت ارضی اور حقیقت علوی کا اجتماع اس کے مقتضیات کو دو اطراف میں منقسم کرتا ہے اور عدل کے معنی یہ ہیں کہ وزن کو ایسا منقسم کیا جائے کہ ترازو کی کوئی جانب کسی طرف جھکنے نہ پائے یعنی لطافت و کثافت کے مقتضیات کا ایفائے عادل عدل ہے۔ نفس ناطقۂ انسانی میں حقیقت علوی کے تقاضا کا ایفائے عادل یہ ہے کہ وہ اپنے مبداء عالی حکیم مطلق سے واصل ہو۔ وجود استعداد اور اس کی ایفا فطرت عدل ہے۔ وہ عزوجل الوہیت میں شرکت سے پاک ہے۔ اس لئے ایفائے استعداد حقیقت علوی بھی مقصودی شرکت سے پاک ہے۔ خلق اور نظم اور ربوبیت یہ خالق و غالب حقیقی کی صفات ہیں۔ اور یہ حکمت الٰہی کے ظاہری مظاہر ہیں۔ پس یہ شعور انسانی جو انسان کا مایۂ امتیاز ہے اور جس کی وجہ سے یہ نظم و تدبر عناصر پر غالب ہے۔ نفس انسانی میں کثافت ارضی پر حکمت الٰہی کا پرتو ہے۔ جو اپنے معنوی شہود سے ہی اپنی حقیقت کے انکشاف کے ساتھ مکمل و متحقق ہوتا ہے۔ وہ حکیم مطلق نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے اس کی حکمت کا پرتو اپنے نورانی حقائق یعنی معرفت الٰہی سے تکمیل پاتا ہے۔ جس کی علمی روشنی ملکوت کو محیط ہے۔ آیۂ

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال) — تو نے تیر نہیں مارا جب کہ مارا بلکہ اللہ نے تیر مارا۔

میں اسی تکمیل حکمت کی وضاحت ہے اور آیۂ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ (فتح) — جنہوں نے تیری بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی۔

میں یہی آفتاب نورِ درخشاں ہے اور آیۂ

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (نور) — اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

میں اسی تکمیلِ حکمت کی تصدیق ہے اور آیۂ

لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید) — اُن کے لئے اُن کا اجر ہے اور اُن کا نور ہے

میں شعور انسانی کے نورانی حقائق اور معرفتِ الٰہی کی متحدہ حقیقت درخشاں ہے۔

اور یہ تکمیل حکمت اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس حکیم مطلق اور نورٌ علیٰ نور کے انوار ذات نفس ناطقہ انسانی کو احاطہ کرلیں اور وہ اس میں مستغرق ہو جائے۔ اس کی ذات میں استغراق اس کے کلام اور اس کے ذکر پر مواظبت سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کلام اور اسمِ ذات اس متکلم اور مسمّٰی عزّوجل کے ذاتی ترشحات ہیں اور کلام اور ذکر پر مواظبت کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ مضمونِ کلام یعنی احکام کی تعمیل ہو اور دوسرے ان ذاتی ترشحات الٰہی کو وہ اپنی ذات پر تکرار و استمرار سے مستولی کردے اور اس کا طریق ادائیگی فرائض کے ساتھ نوافل میں ترتیل قرآن مجید اور ذکرِ الٰہی پر ہر نفس کی مداومت اور مواظبت ہے۔ جس کا انجام اس ذاتی ترشحات الٰہی میں استغراق سے استغراقِ ذاتِ الٰہی پر منتج ہوتا ہے اور وہ نفس منور اس حکیم مطلق کی صفات کا جلوہ گاہ ہو جاتا ہے۔ وہ عزّوجل خالق حقیقی صادق القول اور صادق الوعد ہے۔ وہ انسان بھی اپنے فکر صحیح اور اعتراف کی اپنے عمل سے مکمل تصدیق کرتا ہے۔ وہ لطیف و خبیر مجرّد من المادہ ہے۔ وہ انسان بھی حوائج ارضی سے بحیثیت خواہش پاک ہو جاتا ہے اور اس کا اضطراب بشری جو تاریکی اور عیب ہے اطمینان کامل سے بدل جاتا ہے جو نور و شہود ہے۔ اور لطافت الٰہی کا پرتو ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ■ (فجر) — اے نفس اطمینان یافتہ لوٹ اپنے پروردگار کی طرف راضیہ و مرضیہ۔

اور فرماتا ہے۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید) — اُن کے لئے اُن کا اجر ہے اور اُن کا نور ہے۔

علیٰ ہذا سب رذائل اخلاق سے جن کی بنا مقتضیات لطافت و کثافت یعنی قوائے ادراک و تحریک میں فرط ہے۔ وہ بطور فطرت محفوظ ہو جاتا ہے۔ یعنی کمال نفرت کے ساتھ ان رذائل سے مجتنب رہتا ہے۔ اور محاسن اخلاق بطور عادت و فطرت اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس آیت ربانی میں اسی تسلیم کا حکم دیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۝ (البقرہ) اے مومنین تم تسلیم میں کاملاً داخل ہو جاؤ۔

پس جب اس کا نفس سلیم اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ جو سلام و لطیف و قدوس عزوجل کی لطافت کے نورانی تجلی سے منور ہے۔ تو اس وقت شعور یا حقیقت علوی تکمیل پاتی ہے۔ جو اس کا معنوی انکشاف ہے۔ اور اس کی کثافت ارضی منور ہو جاتی ہے۔ ثقیل کثافت ارضی کا تحمل لطافت اور اس میں استقلال اس معتدل خلقی نسبت سے ہے۔ جو اسے خالق حقیقی کے ساتھ حاصل ہے۔ اور یہ نفس ناطقہ کا رفع موانع سے اس عزوجل کی طرف عنصری رجوع اور اس کی عادل ایفا ہے اور اپنی اس کیفیت میں حقیقت علوی کے ساتھ متحد ہے۔ اور یہ اتحاد جنسیت فطرتاً مستلزم تدریج ہے۔ اور یہ نفس ناطقہ کا وہ پہلو ہے۔ جو حقیقت نفس کی شناخت یا معرفت الٰہی سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اس کے تقاضا کی عادل ایفا اس کا عدل ہے۔ پس تحقق عدل پر اس کا ادراک ادراک الٰہی ہو جاتا ہے۔ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور اس کی سمع و بصر ذات الطف کی سمع و لطافت کا مظہر ہو جاتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:-

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۝ (فتح) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ (اور وہ عزوجل قائم بالقسط ہے)

اور اس کی رائے اور شعور اپنی لطافت کی وجہ سے چونکہ تلوثات بشری سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کا اجتہاد غلطی نہیں کرتا اور کائنات انسانی میں اس کے لئے ترشحات عدل یعنی آئین الٰہی کے نفاذ کا استحقاق ثابت ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ تم بہترین امت ہو۔ جو انسانوں کے لئے منزلا

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران) کی گئی ہے کہ تم معروف کے لئے حکم دو اور منکرات سے روک دو۔

کثافت ارضی کے نتائج یعنی شہوت و غضب کے آن مقتضیات کا ایفا انسان کی ترکیب خلقت کا دوسرا پہلو ہے۔ جو حفظ و بقائے حیات اور اسباب زندگی کے اجتماع کے بنیادی ذرائع ہیں پس جہاں اس شعور کی تکمیل یعنی کمال حکمت انسانیت کا ایک اہم اور مہتم بالشان پہلو ہے۔ وہاں بقائے انسانی کے لئے جو مدار لطافت و کثافت یا ادراک و تحریک ہے۔ حوائج حیات عنصری کا آئینی حیثیت کے ساتھ ایفا بھی ضروری ہے۔ کہ وجود استعداد ایفائے حوائج اور اس کی آئینی ایفا معتدل رفع موانع کے ساتھ فطرت عدل ہے۔ کیونکہ عالم انسانی میں کثافتی اشتراک کی وسعت آئینی تحدید کی متقاضی ہے۔ اور آئینی ایفا میں فطرت عدل ہر دو قوائے ادراک و تحریک کا اعتدال چاہتی ہے۔ اور ہر دو قوای کا اعتدال قائم بالقسط عز و جل کے ترشحات ذاتی میں استغراق سے یعنی ایمان و عمل صالح سے متحقق ہوتا ہے اور ایمان و عمل صالح کے حقائق ان ہر دو قوای کے معتدل فکر و عمل سے نفس انسانی میں جلوہ ریز ہوتے ہیں۔ جو کمال حکمت ہے۔ اور معتدل عمل کا میزان العدل اسوۂ حسنۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو احکام الٰہی کی عملی تشریح ہے اور جزئیات میں استقصائے عدل سے ناقابل برداشت مشقت و ریاضت کو اعتدال عمل کے خلاف قرار دیتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

فان لنفسك عليك حقاً۔ فان لجسدك عليك حقاً ولعينيك عليك حقاً (بخاری)

بیشک تیری جان کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔

خواب و بیداری آرام و ریاضت دونوں لازم و ملزوم ہیں اور تقصیر عمل تکمیل انسانی کے لئے فاتحۃ الابواب نہیں ہو سکتی۔ مداومت عمل تکمیل انسانیت کا موجب ہے۔

حدیث قدسی ہے:۔

عن ابی ھریرۃ .... ومایزال عبدی یتقرب الی النوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بی بصرہ الذی یبصربی ویدہ التی یبطش بھا ..... الخ (بخاری)

میرا بندہ مداومت کرتا ہے کہ نوافل عبادات سے میرا قرب حاصل کرے۔ پس جب میں اسے محبوب کر لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ کہ مجھ سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جن سے پکڑتا ہے۔ (یہ لطافت کا معنوی انکشاف ہے۔ جو اندرون و بیرون کو منوّر کر دیتا ہے ا

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا۔ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل)

نماز قائم کر سورج کے جھکنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کو قرآن پڑھ۔ بالتحقیق فجر کے قرآن کو شہود حاصل ہے۔ اور رات سے (رات کے کچھ حصّہ میں) تہجد قرآن سے ادا کر یہ تیرے لئے نافلہ (مزید) ہے کہ عنقریب تیرا پروردگار تجھے مقام محمود عطا فرمائے۔

اس منشور قدس میں مِنْ لبعضیت کے لئے ہے۔ یعنی آرام و ریاضت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

جب اتباع شریعت (دستور قسط) پر تسلسل استقلال سے قائم بالقسط (بالاعتدال) عزّوجل کے اخلاق کا پرتو نفس ناطقہ کو عادل اور منور کر دیتا ہے۔ جو روحؔ الٰہی کے رخ تاباں سے کشف حجاب ہے۔ اور نفس ناطقہ میں ودلیعت ہے۔ تو حوائج حیات عنصری کا بالعدل الفا معتدل رفع موانع کے ساتھ آئینی حیثیّت سے انجام پذیر ہوتا ہے اور بمطابق

وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی (نازعات) اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا۔ وہ خواہش سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کی کثافت منوّر ہو جاتی ہے۔ جو اس کا

۱ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ ۲ کیونکہ کتاب مجید قائم بالقسط عزّوجل کا ترشح ذاتی ہے۔

اعتدال ہے۔ اور کثافت کا بقا اور اس کی تنویر استقلال عدل ہے۔ اور تدریج ارتقا کی استعداد ہے۔ یعنی ہر درجہ پر اس کی استقامت ہے جو نفس ناطقہ کی مجموعی استقامت کی آئینہ دار ہے۔ پس انسانی خلقت میں حقیقت علوی اور کثافت ارضی کے مقتضیات کی معتدل تعمیل خلقی بار امانت کی صحیح تنصیف و تعدیل ہے۔ جو مستلزم جملہ فضائل ہے۔ بحالیکہ اس میزان اعتدال میں بار امانت کے ہر دو جانب بمطابق

وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید) ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (بنی اسرائیل) تولو قسطاس راست سے کی مانند کسی ایک طرف جھکنے نہ پائیں۔ اور جزئیات حقائق کی تکمیل بھی اسی اصول اعتدال سے ہو۔ جو کلیات و جزئیات میں یکساں طور پر جاری کیا گیا ہے۔ اور آیۂ ذیل میں بھی تنصیف و تعدیل مقصود ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ .... (نحل) اللہ تعالےٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

جب نفس انسانی میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے تو عدل و احسان جو نظم و نسق اور ربوبیت کا مظہر ہے۔ اور جسے تدبیر منزل اور سیاست مدن میں اہم اور مہتم بالشان بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ عادتاً اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اقربا اور اعزا پر جن کی ترتیب و اتحاد اجتماع ملی ہے۔ اپنے نفس کو ترجیح نہیں دیتا۔ جب نفوس میں عدل متحقق ہو جاتا ہے۔ تو احسان کی باہم آمیزش تدبیر منزل اور سیاست مدن کو ایثار کی بنیادوں پر مستحکم کر دیتی ہے۔ جس میں خلل کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ نفس انسانی جو کثافت ارضی کے صرف ان مقتضیات کی الغا میں ہی جو بقائے حیات عنصری کا ذریعہ ہیں۔ اپنی قوتوں کو مصروف رکھتا ہے۔ اور لطافت علوی کے معنوی انکشاف و تحقق سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو اپنی اس حقیقت کو جو کثافت و لطافت سے مرکب ہے۔ اور خلقی طور پر عدل کا تقاضا کرتی ہے۔ کھو دیتا ہے۔ یعنی جب اس کی علوی حیثیت ناپید ہو جاتی ہے تو گویا نفس ناطقہ کی

حیثیت بحیثیت نطق قائم نہیں رہتی۔ اور اسے نفس ناطقہ سے معنون نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اب صرف اس کی ایک حیثیت، قائم ہے۔ اللہ عزوجل نے ایسے شخص کو گنگ سے تعبیر فرمایا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ... الخ (نحل)

اور اللہ عزّوجل دو آدمیوں کی مثال پیش کرتا ہے۔ ان میں ایک گنگ ہے کہ وہ کسی امر پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے آقا پر بارِ خاطر ہے۔ وہ جس طرف اُسے بھیجتا ہے۔ وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا۔

یعنی اس کا اعتدال سے امکانِ اتصاف ختم ہو گیا ہے۔ اور منزل و مدن میں اس کی کار فرمائی ہرگز موجب صلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ہنگامہ ہائے فساد کا موجب ہوتی ہے کیونکہ اس کی فطرت مفرط ہے۔ جیسے خواہشات پروری میں جد و جہد اور اشتراک فی الھویٰ اس کے مظاہر ہیں۔ پس آئین اخلاق اور عدل کی رُو سے اسے جہاں بانی کا مطلق استحقاق نہیں ہے۔ صرف وہ مومن اور صالح جو اپنے نفس پر امر بالعدل سے بمطابق فرمان ربانی:۔

هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل)

کیا برابر ہو سکتا ہے وہ اور وہ جو آمر بالعدل ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔

مقسط ہے اور منزل و مدن میں اس عدل فطری کی رُو سے آمر بالعدل ہے۔ جہاں بانی کا جائز استحقاق رکھتا ہے۔ یعنی عادل ملت اسلامیہ کے سوا تمام روئے زمین پر دوسری جماعتوں کو جو تمام تر غیر معتدل ہیں۔ حکومت اور جہانبانی کا جائز حق نہیں ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلعم سے مقصود ہے:۔

جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا (بخاری و مسلم) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ مقرر کر دی گئی ہے۔

یعنی صرف اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام روئے زمین کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ جائز وارث ہے۔ جو امت وسط ہے۔ یعنی اس صراطِ مستقیم پر گامزن ہے۔ جو

افراط و تفریط کی دو کجیوں کے درمیان راہ عدل ہے اور جسے استقامت حاصل ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا ہے (یکہ عدل اور جامع ہر گونہ عدل و وسط) تاکہ تم لوگوں پر شہادت دو اور رسول تم پر شاہد ہو۔

ملّتِ اسلامیہ کی کافۃ النّاس پر شہادت دستور عدل پر تمام عالم کے اعمال کا احتساب ہے۔ جسے احکم الحاکمین کے روبرو شہادت کی حیثیت حاصل ہے۔ اور رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کتاب اور میزان کا نزول اور آپ سے الی یوم القیامۃ تسلسل و اجرائے اعتدال ملّت اسلامیہ کے شخصی اور منزلی اور مدنی عدل پر تکمیل دستور کے ساتھ شاہد ہے۔ اور یہ سیّد و سرور رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ملّتِ اسلامیہ پر شہادت جاریہ ہے۔

نفس ناطقہ انسانی میں کثافت و لطافت کی ترکیب خالقِ حقیقی کا فعل ہے اور اس کے مقتضیات کا التقائے عادل بھی جدید تخلیق ہے۔ اور اس تخلیق جدید کی تشکیل کے لئے اسی کے دستِ خلق کی ضرورت ہے۔ جو اس کا خالق اول ہے۔ اور وہ عزّ و جل قائم بالقسط ہے۔ اور کلام الہی اور اسمِ ذات جو متکلم اور مسمّٰی کے ساتھ قدیم ہیں۔ اس کے ذاتی ترشحات ہیں۔ پس اس کے ذاتی ترشحات پر استمرار اور اس کا نفس ناطقہ میں استقلال ہی اس میں قسط و عدل کو متمکن کر سکتا ہے۔ اور یہی آیتِ ربانی:۔

يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ...... (اعراف)

وہ حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اسی سے آمر بالعدل ہیں۔

کا مّدعا و مقصود ہے۔ یعنی اس عزّ و جل کے ترشحات کا تصرف نفس ناطقہ کو عادل کر دیتا ہے۔ اور منزلی اور مدنی ہر شعبۂ حیات میں امر بالعدل کو فطرت قرار دے دیتا ہے۔ اور یہی آیۂ امر بالعدل سے مقصود ہے۔ کہ جامع کثافت و لطافت انسان

کے لئے کہ اس کی لطافت اپنی نورانی معنویت کے قیام کے لئے اپنے ترشح یعنی قوتِ شعور سے متقاضی ہے۔ اور اس کی کثافت جو یردۂ غیب ہے۔ اور موجب بقائے حیاتِ عنصری ہے۔ اور تحمل انوار چاہتی ہے۔ کیونکہ اس کی ترکیب عنصری میں کسال اعتدال نورٌ علیٰ نور کے ساتھ اعتدالی جنسیت رکھتا ہے۔ صراطِ مستقیم قائم بالقسط عزّوجل کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ کہ اُن کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے اُن کو معتدل اور مطمئن کر دے۔

کثافت و لطافت کے مقتضیات کے ایفا میں افراط و تفریط دو صحرا ہائے ہلاکت ہیں۔ کہ اُن میں معنویت حقائق کی مسخ و مرگ واقع ہو جاتی ہے۔ اور اس میں تعدیل و تقسیط سلوک راہ عدل ہے۔ کہ ایفائے عادل سے ہر دو حقائق کی معنویت کو مستقیم کر دیتا ہے۔ اور صرف اسی کا رہرو آمر بالعدل ہو سکتا ہے۔ جو مقصود آیہ ہے۔ یعنی اس کی قوتِ نظری بمطابق فرمان ربانی:۔

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ہود) لیکن وہ جنہوں نے صبر کیا اور نیک کام کئے۔

اعتدال سے حکمت پر اور اس کی قوتِ عملی بمطابق فرمان ربانی:۔

کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ (نساء) قائم بالاعتدال ہو جاؤ۔

عدالت پر اور اس کی قوتِ غضبی حکم الٰہی

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (آل عمران) اے مومنین صبر کرو اور مصابرت کرو اور اس پر مداومت کرو۔

کے زیر تحت شجاعت پر اور اس کی قوتِ شہوی فرمان خداوندی

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ۔۔۔۔۔۔ قُلْ ءَاُنَبِّئُكُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ (آل عمران) انسانوں کے لئے زینت دی گئی شہوات کی محبت ۔۔۔۔ تو کہہ دے کہ میں تم کو مطلع کروں۔ اس سے بہتر کی طرف اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے پروردگار کے نزدیک اتقا کی۔

کی تعمیل سے عفت پر نتیجہ پذیر ہو کر اس کے عدل نفس پر شہادت دیتی ہے۔ جو منزل وعدل میں فطرت اعتدال ہے۔ اور آمر بالعدل ہے۔ جامع ہر گونہ امر بالعدل آیۂ

وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل)	جو عدل کا حکم کرتا ہے اور وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔

میں اللہ عزوجل نے امر بالعدل اور صراطِ مستقیم کو باہم لزوم کی حیثیت دی ہے۔ اور صراطِ مستقیم ان لوگوں کی راہ ہے۔ جن پر اللہ عزوجل کا انعام ہو چکا ہے۔ جس پر آیاتِ ذیل کا تطابق شاہد ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (فاتحہ)	ہمیں صراطِ مستقیم ہدایت فرما۔ جو ان لوگوں کی راہ ہے۔ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۝ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (نساء)	اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ پس وہ لوگ ساتھ ہیں ان کے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ انبیاء صدیقین شہدا وصالحین سے اور یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔

انعام اس لطف کا تقاضا ہے جو محسن کے اندر محل انعام واحسان کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔ گویا انعام محسن کا ترشح ذاتی ہے۔ وہ نورٌ علی نور ہے۔ اور اس کا انعام بمطابق

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (نور)	اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب ہدایت کرتا ہے۔

نور ذات ہے۔ جس کی جلوہ گاہ وہ لوگ ہیں جو صراطِ مستقیم کے رہرو ہیں اور ان کے نفوس میں قائم بالقسط نورٌ علی نور کے انوار سے قسط وعدل متحقق ہو چکا ہے۔ وہ لوگ بمطابق فرمان ربانی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ جن کی معیت ورفاقت مومنین کو قسط وعدل کے پرتو اور تجلی سے منور ومتجلی کرتی ہے۔ اور ان کے لئے سلوک صراطِ مستقیم اور امر بالعدل کی حقیقت کو متحقق کر

دیتی ہے۔ فکر و عمل کی تگ و تاخت یعنی منازل ہر گونہ حیات کا سفر مستلزم صراط ہے۔ اور صراط افراط و تفریط کی دو کجیوں کے درمیان اعتدال و استقامت چاہتا ہے۔ یعنی مستلزم امر بالعدل ہے۔ اور جامع فجور و تقویٰ فطرت انسانی دجر کی حقیقت علوی جو موجب تقویٰ ہے یا وہ استعداد کشف نور ہے۔ کثافت کے پردۂ غیب میں جو حوائج حیات عنصری یا فجور کا سبب ہے۔ چھپی ہے اور منکشف ہونا چاہتی ہے اور اس کے انکشاف کا تحمل کثافت ارضی کی ترکیب میں اعتدال سے نفس انسانی میں بطور استعداد ودیعت ہے) اس عدل کی جادہ پیمائی میں عادل تصرف یا رفاقت کی محتاج ہے۔ کیونکہ پردۂ غیب کے ساتھ آمیزش فجور و تقویٰ اضطراب عجز ہے۔ کہ نفس انسانی بجود تعدیل پر قادر نہیں ہو سکتا۔ قائم بالقسط عزوجل کے اعتدالی تصرف کا محتاج ہے۔ جو نبیؐ پر براہِ راست متصرف ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس جماعت کی نیم شعوری کیفیت یا اس کا توجہ فردیت نبوت سے ہی اعتدال پاسکتا ہے۔ چنانچہ تصرف الٰہی سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں روح علوی سے کشف حجاب (جو بمطابق[۱] وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (ص) روح الٰہی ہے اور بمطابق[۲] هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ۔ تمام نفوسِ انسانی میں ودیعت ہے) اور روح بخاری کا تحمل کشف تمت اسلامیہ کے لئے بمطابق[۳] يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ دست تربیت الٰہی ہے۔ پس اس کے ساتھ تمسک واتحاد نے صحابۂ کرام کے ارواح علوی و بخاری کو منور و مستقیم کیا تو گویا ان کے ہاتھ حضور صلعم کے توسط سے دست تربیت الٰہی ہیں۔ علیٰ ہذا بہ تسلسل و تواتر الیٰ یوم القیامہ نفوس روشن کے ساتھ تعلق معیت سے جو رفاقت ہے اور تصرف الٰہی کا ذریعہ ہے۔ سلوک صراطِ مستقیم تعدیل نفس ہے۔ جو حقیقت علوی کے رُخ تاباں کو منکشف اور بے حجاب یا معتدل کر دیتی ہے۔ اور تنویر کثافت سے حوائج حیاتِ عنصری میں اعتدال یا آئینی انضباط متحقق کرتی ہے ان ہر دو

---

[۱] جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں۔ [۲] وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں خلفاء بنایا (انعام) [۳] اللہ کا ہاتھ ان کے اوپر ہے۔ (فتح)

کا اعتدال مسلم کے نفس ناطقہ کا قیام بالقسط ہے۔ جو اس کی تنصیف فطرت یعنی حقیقت علوی اور کثافت ارضی کے دو گونہ حقائق کے اجتماع کا تقاضا ہے اور ہر دو حقائق کا قسط نفس ناطقہ کے مجموعی قسط و عدل کو متحقق کرتا ہے۔ بحالیکہ وزن نفس میں ہر دو حقائق کے پلڑے کسی طرف جھکنے نہیں پاتے۔ اور یہی منزل اور مدن اور بین الدول میں (جن کی ترتیب ونظم شعور انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ اور فطرت تنظیم اعتدال چاہتی ہے۔ دستور عدل کی نورانی حقیقت کے ساتھ نفس منور کے نورانی اتحاد سے) جائز استحقاق تدبیر و سیاست و تحکیم ہے۔ جس پر مسلم عادل کتاب مجید اور میزان العدل کے ساتھ مامور ہے۔ کہ ان میں ایک اس عزّ وجل کا ترشح ذاتی ہے۔ جو تمام ملکوت کی خلق و تدبیر میں قائم بالقسط ہے۔ اور دوسرا اس ترشح کی شرح متشکل ہے۔ جو حقائق کتاب کے ساتھ متواتر ملّت اسلامیہ میں جاری ہے۔

تنزیل دستور اور اس کی تدریج اور ناتمام انسانی جدوجہد

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل)

نفس انسانی میں کثافت ولطافت کی ترکیب اضطرابی فطرت ہے۔ اس میں لطافت اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ تحقق چاہتی ہے۔ اور کثافت کے پردۂ غیب میں پنہاں ہے۔ جو اس کی متحمل ہے اور اس کی حقیقت کا تحمل اس کا تقاضا ہے۔ یعنی فطری اعتدالی نسبت سے متقاضی تنویر ہے۔ اور حوائج حیات عنصری کا ذریعہ ہے۔ اور ان کے ایفا کے لئے محرک ہے۔ پس ہر دو کے تقاضاؤں کا ایفائے راست عدل یا اطمینان ہے۔ جو فضائل پر منتج ہوتا ہے اور ایفائے ناراست فرط ہے۔ جو رذائل پیدا کرتا ہے۔ اور رذالت نفس کی تخریب حتیٰ کہ مرگ ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ گویا عدل کشف و استقامت حقائق علوی وسفلی ہے۔ جو مضطرب نفس انسانی کی ہر چہار قوی میں تحقق اطمینان کے لئے تعبیر نو

چاہتا ہے۔ اور فرط ارضی خواہشات میں جو اس کی حیاتِ عنصری کا ماحول ہیں اس فطری اضطراب کا بہاؤ ہے۔ جس پر دستِ تعمیر متصرف نہیں۔ حقیقت علوی کا معنوی انکشاف یعنی اس کا عدل اور خواہشات کو خواہشات کی حیثیت سے مٹا دینا یعنی ان کا الغائے عادل مضطرب نفس انسانی خود نہیں کر سکتا۔ اضطراب اس کے عجز پر شاہد ہے۔ نفس انسانی میں تحقق اطمینان یا تعمیر عدل انسانی طاقت کے ذریعہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ وہ خود خالق فطرت یا مرکب حقائق ہو۔ بہ ظاہر و بدیہہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں یا اس کثافت و لطافت کا وہ خالق ہو۔ جن سے وہ مرکب ہوا۔ یہ بھی سراسر خلاف عقل اور واقعہ ہے۔ پس بلا شبہ اس کی تخلیق اس سے ماوریٰ ایک بلند و برتر طاقت کی طرف فطری طور پر محتاج ہے۔ کہ صرف اسی کا تصرف اس کو معتدل اور مطمئن کر سکتا ہے۔ گویا نفس انسانی میں کثافت و لطافت کی ترکیب اللہ عزّ و جل کی قوتِ تخلیق پر اور فضائل و رذائل کی تشخیص کے فطری تقاضا پر اور صرف اسی عزّ و جل کے دستِ تصرّف سے تعمیر عدل پر فطری شہادت ہے۔ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝ (طور)

کیا وہ کسی چیز کے بغیر (وجود) پیدا ہو گئے یا وہ خالق ہیں (یعنی انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کر لیا) یا انہوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔ (اس عزّ و جل کی قوتِ تخلیق و قدرت پر)

یقین نفس ناطقہ میں متحقق ہوتا ہے۔ اور اسی کا خاصہ ہے۔ اور مستلزم روئت ہے۔ یعنی کثافت پر حقیقت علوی کے معنوی انکشاف سے استقامت پاتا ہے۔ گویا نفس انسانی کے فطری تقاضا کی الغائے راست ہے۔ جو اس کا اعتدال ہے۔ اور اس کی الغائے ناراست یقین اور روئت کی مقدس کیفیت سے نفس کو محروم کر دیتی ہے اور تاریکی اس کے ترشحات کو معیار اعتماد سے ساقط کر دیتی ہے۔ اور وہ ظن و اضطراب

کی گمرہی میں بہتا جاتا ہے اور کہیں نہیں تھمتا۔ خواہش پروری یا تموّل اور ایفائے خواہشات میں اشتراک مرجع فطرت اللہ عزّ وجل سے غیر فطری غفلت کے سبب اضطراب نفس اور اس کی تاریکی کا ذلیل مظاہرہ ہے۔ اور ان دونوں میں نفس ناطقہ کے تقاضاہائے خلقی یعنی تمکین عدل کا کچھ اہتمام نہیں۔ (اور نہ ہو سکتا ہے) جو منزل و مدن میں فطرت اعتدال تہذیب و نظام ہے۔ بلکہ نفس ناطقہ کی اس حیثیت کی مرگ ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کے تقاضاؤں کا ایفائے نا راست ہے۔ پس فطرت انسانی بنی نوع پر ان کے نفاذ کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور فطری طور پر خالق حقیقی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جو اس کے تقاضاہائے خلقت کی ایفائے راست یعنی عدل کے لئے صراطِ مستقیم کھول دے۔

تمام ملکوت ارضی و سماوی من جملہ حیوانات و بہائم خلقی نسبت سے اللہ عزّ و جل کی طرف فطرتاً رجوع کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پر دلیل یہ ہے۔ کہ انسان کے لئے[1] اس حیثیت سے کہ وہ جامع حقائق علوی و سفلی ہے اور اس عزّ وجل کی نیابت سے مشرف ہے۔ وہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ (انعام) اسی نے تمہیں زمین پر خلفاء بنایا ہے۔)

تمام زمین و آسمان کا نظام مسخر ہے۔ دن رات آفتاب و ماہتاب باد و باراں ستارگان اور سیارگان اسی کا ماحول حیات ہے۔ اور حیوانات پر وہ غالب و قاہر ہے۔ اور وہ اس کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ اور یہ دعوت ہے کہ وہ اپنے تخلیقی حقائق کے انکشاف و استقامت سے حق نیابت کی ایفا کرے۔ پس غیر معتدل حیوانی کیفیتوں کے ساتھ خواہش رانی اس انسان کی تقویمی عظمت کی ضد ہے۔ جس کے رُوح الٰہی کا ترشح یعنی شعور اسے تمام مخلوق پر عظمت اور شرافت عطا کرتا ہے۔ اور اپنی حقیقت کے کثافت پر انکشاف سے ارضی و سماوی ملکوت کو اپنی شوکت سے احاطہ کر لیتا ہے۔ اور نا تمام انسانی جدّ و جہد تموّل اور اشتراکیت صرف مفرط خواہش رانی کی پرورش کا ایسا پھیلاؤ اور چھلکتا ہوا اضطراب ہے جس کی

[1] روح علوی اور حقیقت سفلی ہر دو کا اجتماع استعداد نیابت اور خالق حقیقی کی طرف رجوع فطری کی حقیقت ہے۔ اور دلیل بالا سے روشن ہے۔

لذّت و ہزّت سے دیگر حیوانات بے بہرہ ہیں. گویا شعور انسانی کا جو بلندی اور تمکین عدل کے لئے نفس انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے. یہ بے محل استعمال ہے جو نفس ناطقہ کی علوی حیثیت کو فنا کر دیتا ہے۔

بھوک اور پیاس اور توالد و تناسل وغیرہ حوائج کا جو لقائے انسانی کا ذریعہ ہیں. بالعدل ایفا اور تکمیل شعور یعنی روح علوی کے رُخِ تاباں سے کشفِ حجاب، دونوں انسانیت کے فطری فرائض ہیں. اور کسی ایک، کے تقاضا کی تعمیل میں تقصیرِ انسانیت کا ناقابل عفو جرم ہے. مگر تموّل اور اشتراک فی الہویٰ مفرط خواہش رانی کا ایک طوفان ہے جس میں نفس ناطقۂ انسانی اپنی فطرت کو کھو دیتا ہے. جس پر آسے پیدا کیا گیا ہے. اور اس کے علوی شعور کی علویات میں موت واقع ہو جاتی ہے. اور ارضی خواہشات (جو اس کی حیات عنصری کا ماحول ہیں) کے تموّج فرط میں بہتا جاتا ہے. اور کہیں نہیں رُکتا. پس وہ ان تمام محامد و فضائل سے بے نصیب ہے. جو تقاضائے اعتدال ہیں. یعنی وہ انسان کے فطری[1] مطلوب قائم بالقسط عزّ وجل سے غافل ہے. اس لئے قوائے انسانی کے اعتدال. حکمت. عدالت. شجاعت. عفت کے حقائق سے اندھا ہے. کثافت و لطافت جن سے وہ مرکب ہے. اس کے سامنے روشن نہیں. وہ یقین و اطمینان کی کیفیت سے نابلد ہے. پس سازگار و ناسازگار واقعات کے پیش آنے سے اضطرابِ تاریک میں بہتا ہوا. اگر وہ آئین سازی اپنے ہاتھ میں لیتا ہے. تو نفس کی فطرت کا مطالعہ نہ کرتے ہوئے غیر فطری فعل کا ارتکاب کرتا ہے.

ایک وہ وقت تھا کہ ہر انسان اپنی پیدائش سے قبل کچھ قابل ذکر نہ تھا. سب سے پہلے اس نے آبِ مردہ کی حیثیت اختیار کی. پھر بتدریج منازل خلق طے کرتے ہوئے اس نے روح بخاری سے زندگی پائی. جو عنصری ترکیب میں کمال اعتدال کے سبب رُوح علوی کا محل ہے. ایک، وقت معیّنہ کے بعد اس عالم میں اس نے قدم رکھا. اس کی نمو اِک ابتداء سے بڑھاپے تک

[1] نفس انسانی میں عنصری و علوی حقائق کا اجتماع اللہ عزوجل کی طرف اس کی فطری طلب کی حقیقت ہے۔

وہی رہی۔ جو بظاہر اس کی نشو و نما کا موجب ہے۔ مگر جہاں تک غور کیا جاتا ہے۔ خوراک کو بقائے حیات کا صرف ظاہری سبب قرار دیا گیا ہے۔ منازل حیات طے کرنے میں اسے کچھ دخل نہیں۔ طفولیت سے شباب کی طرف رجوع انسانی خور و نوش کے سبب نہیں ہے۔ ورنہ شباب سے پیری کی طرف رجوع کسی صورت میں بھی ممکن نہ ہوتا۔ یہ سب منازل حیات عدم سے وجود تک، وجود سے عالم ثانی کی طرف منتقل ہونے تک، غیر اختیاری طور پر خود بخود طے ہوتے جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ دلیل روشن ہے کہ اس تمام منظم رفتار حیات پر خالق حقیقی عزّوجل کا نظم و نسق غالب و قاہر ہے۔ انسان جب اپنے وجود اور حیات اور اس کی رفتار میں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ تو وہ اپنی زندگی کے لئے مقنن کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ (یٰسین) — اور کون اس کو بوڑھا کر دیتا ہے اور اوندھا کر دیتا ہے کیا وہ نہیں سمجھتے۔

انسان کی نوعیت خلق سے (جیسے کہ کثافت ارضی اور حقیقت علوی کے زیر عنوان بھی اس حقیقت پر بحث کی گئی ہے) یہ ظاہر ہے کہ ہر انسان اس بلند و بزرگ اللہ عزّوجل کے دست خلق سے مخلوق ہے۔ اور توالد و تناسل ایک نظم و نسق ہے۔ اور جیسے خوراک بقائے حیات کا صرف ظاہری سبب ہے۔ یہ بھی بقائے نسل انسانی کا صرف ظاہری ذریعہ ہے۔ جس سے خلاصۂ خاک کو ایک قرار مکیں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ تاکہ منازل خلق کی وہاں تکمیل ہو۔ گویا پیدائش انسانی میں ہر انسان انسان اوّل سے مشابہ ہے۔ تخلیق ذکور و اناث۔ اختلاف السنہ و صور اور بچپن شباب پیری اس حقیقت پر شہادت راسخ ہے۔ پس مخلوق انسان جس کے اجزائے ترکیب اضطرابی تقاضاؤں کی القائے عادل سے متقاضی اطمینان ہیں۔ اپنے لئے آئین اعتدال کا کیسے خالق ہو سکتا ہے۔ اور جیسے وہ خالق عناصر نہیں ہو سکتا۔ جن سے وہ مرکب ہے۔ البتہ عناصر سے کام لے سکتا ہے۔ اسی

طرح نفسِ ناطقہ میں آئین عدل کی پیروی سے تمکین عدل کرتا ہوا قانون اعتدال کو نافذ کر سکتا ہے۔ اور نزول آئین عدل کے لئے اسی قائم بالقسط کی طرف فطری طور پر محتاج ہے۔ جس نے اسے جامۂ احسن الخلق سے شرف بخشا۔ پس اس فطری حقیقت کو اس خالق حقیقی اللہ عزّ وجل نے انسان کامل و اوّل نبی برحق خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کے ساتھ ہی پورا فرمایا۔ وہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (البقرہ)	اے آدم تو اور تیری بیوی جنّت میں ٹھہرو۔ اور کھاؤ بغیر حساب جہاں سے چاہو اور اس درخت کے نزدیک مت جانا۔ پس تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

یہ سرِّ تکلیف ہے۔ جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہے۔ اور یہی تنزیل دستور کا افتتاح تھا۔
اور

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ)	آدم کو اس نے سب نام سکھا دیئے۔

اس فطری شعور یعنی رُوح علوی کے ترشح کی تکمیل تھی یا رُوحِ[1] الٰہی کی اپنی عقیقت کے ساتھ تجلّی ہے۔ جو بالقوہ ہر انسان کے اندر بطور استعداد تحصیل علم و عدل ودیعت ہے۔ مضمون خَلَائِفَ الْاَرْضِ اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔

پس خلق کی وسعت کے مطابق اور امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ قائم بالقسط خالق حقیقی عزّ وجل اس فطری حقیقت کی ایفا میں یعنی امر و نہی میں وسعت و تجدید فرماتا رہا۔ چنانچہ قرآن حکیم اور کتب سماوی اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اس نے مرسلین معبوث فرمائے۔ ان کو اپنے دست تربیت سے بشر کامل فرمایا۔ اور ان کے نفوس ناطقہ میں حقائق وحی و شہود کی جلوہ گری سے مکارم و فضائل کو تحقق بخشا۔ تاکہ نفوس ناطقہ انسانی کہ ان کا علوی شعور جو تقاضائے فطری سے علوی دستور عدل کی جستجو میں ہے۔ اور ان کی کثافت اپنی ترکیب میں اعتدال جنسیت سے

[1] وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

تحقق عدل چاہتی ہے یا اُن کی فطرت ممزوجہ مسخ نہیں۔ ان مرسلین کے ذریعہ کتاب سے جو قائم بالقسط کا ترشح ذاتی ہے۔ اور اُن کے اُسوۂ حسنہ سے جو میزان العدل ہے اور مکارم و فضائل کی معنوی تشکیل ہے۔ ہر عہد میں عدل کا جادہ مستقیم پاتے رہیں[1]۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید)

تحقیق ہم نے اپنے مرسلین بھیجے آیات ظاہرہ کے ساتھ اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالعدل ہو جائیں۔

جملہ مخلوقات کے خلق و نظم میں وحدت تدبیر فطرت تخلیق و تنظیم کا تقاضا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء)

اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ فساد زدہ ہو جاتے۔

اسی طرح نبوّت جو اللہ عزّ و جل کے ترشحات ذاتی کی علمبردار ہے۔ عالم میں نفاذ امر کے لئے خصوصیت عظمیٰ کی حامل رہی۔ کیونکہ نفس جماعت یا قوم نیم شعوری کیفیت رکھتی ہے۔ یعنی نفس اجتماع متموّج ہے۔ اور اس کی تربیت اور تنظیم کے لئے فرد واحد حکیم الٰہی کی ضرورت، تقاضائے فطرت جماعت ہے۔ چنانچہ منزل و مدن میں احتیاج تدبیر و سیاست اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ تا آنکہ جب نفس زمانہ میں جملہ مقتضیات عہود و اقوام اور تقاضاہائے ہرگونہ حیات شخصی و منزلی و مدنی اور بین الدول واضح نظر آنے لگیں تو مزاج زمانہ کی جامعیت کی مطابقت کے ساتھ جو فردیت کاملہ کو مستلزم ہے۔ خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت نے تکمیل دستور کے ساتھ تمام عہود دہر کو احاطہ فرمایا۔ جس پر قرآن و سنّت کی روشنی میں ملّت اسلامیہ کا عادل اجتہاد جو ہر فرعی وسعت کو محیط ہے۔ اور آج اس زمانہ میں "سیرۃ نبوی[2] پر ایک محققانہ نظر" اپنی جامعیت آئین کے ساتھ شاہد عادل ہے۔ اور اس حقیقت اعتدالیہ کے اجرائے مسلسل کو براہین محقق سے روشن کر رہی ہے۔ جو نفاذ امر کا استحقاق ہے اور "تذکرہ[2]" علامات روشن کے ساتھ اس تسلسل اعتدال پر شہادت دیتا ہے۔ جو

ل لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (یٰسین) ۲ مصنفہ خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن

کمالاتِ نبوّت کی وراثت ہے۔ پس آئمۂ اوّلین نے اس صلعم کی تصدیق کی اور ملّتِ اسلامیہ میں آئمۂ آخرین نے مسلسل ایمان و عمل سے اس کی فردیت و عظمت پر شہادت دی۔ قرآن مجید کی حفاظت کاملہ اور اس کی جامعیتِ کبریٰ اور رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حرکت و سکنت ہر جنبش لب یعنی آپ کے اسوۂ حسنہ کا جو قرآن مجید کی عملی شرح ہے۔ اور میزان العدل یا منبع اعتدال ہے۔ کامل احتیاط کے ساتھ محفوظ رہنا تکمیل دین اور اتمامِ نعمت پر دلیل قاہر ہے۔ جو استخلاف فی الارض کی روح رواں ہے۔ جس کا منشور عزّت مستخلف حقیقی عزّ وجل نے پیدائش انسانی کے ساتھ ہی جاری فرمایا تھا۔ اور آج ملّتِ اسلامیہ بمطابق آیۂ استخلاف سورۂ نور اس اقتضائے عزّت کی مصدّق و موثّق ہے۔

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السّلام پر تنزیلِ دستور کا افتتاح اور عہود مابین[1] اس کی تجدید و وسعت اور سیّد و سردر محمد ن المصطفٰی احمد ن المجتبیٰ رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل تدریجی فطرت دہر کی آئینہ دار ہے۔ جو انسانی تدریجی استعداد کی ترجمانی کرتی ہے۔ کیونکہ نفوس سے ملّتیں مرتّب ہوتی ہیں۔ اور عہود و دہور ملّتوں پر مشتمل ہیں۔ گویا تنزیلِ دستور میں تدریج انسانی تدریجی فطرت کی مطابقت ہے۔ اس لئے تدریجی استعدادِ انسانی کی شرح تنزیلِ دستور میں مقصد تدریج کی وضاحت ہے۔

نفسِ ناطقۂ انسانی میں لطافت کی حقیقت نور ہے۔ جو لطافت الٰہی کا تجلّی ہے۔ اور کثافت پردۂ غیب ہے۔ اور اپنی فطرت میں ثقل رکھتی ہے۔ اور ثقل مستلزم تحمّل ہے۔ اور اس کی ثقلی کیفیت نورانی حقیقت لطافت کے ساتھ تحقّق جنسیت ـــ سے نورانی تحمّل کے لئے اپنی فطرت میں سازگار ہو جاتی ہے۔ اور اپنی ثقلی استعداد سے تحمل انوار میں استقلال رکھتی ہے۔ جو اس کی استقامت ہے۔ اور نفس ناطقہ کی مجموعی استقامت کو مستلزم ہے۔ اور یہ تحمّل و استقلال انوار اس خلقی معتدل نسبت سے ہے۔ جو اس نورٌ علٰی نور خالقِ حقیقی کے ساتھ اسے حاصل ہے۔ لطافت و کثافت دو غیر ہم جنس حقائق ہیں۔ اس لئے ان میں اتّحاد جنسیت مداومت کے ساتھ جہد شدید چاہتا ہے۔

[1] وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ...... الخ (آل عمران)

تاکہ ثقیل کثافت میں جوں جوں تزکیہ یا صفائی متحقق ہو تو لطافت کی نورانی شعاعیں اس میں منعکس ہو کر استحکام و استقلال پاتی رہیں۔ گویا تزکیہ جہد کو اور جہد تسلسل عمل کو مستلزم ہے۔ جو بالتدریج لطافت و کثافت میں جنسیت متحقق کر دیتا ہے۔ لطافت کا معاً الکثافت اور کثافت کا معاً متحمل ہو جانا ہر دو حقائق میں غیریت جنسیت کی وجہ سے خلاف فطرت ہے۔ پس اللہ عزّوجل لطیف اور قائم بالقسط کے ذاتی ترشحات یعنی کلام الٰہی میں جو لطافت کی حقیقت کے ساتھ اپنی معنویت میں متحد ہے۔ نفس ناطقہ کا استغراق بالتدریج لطافت کی حقیقت کو کثافت پر جلوہ گر کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور ان ہر دو حقائق کے کشف و تحمل سے اُن کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل کرتا ہوا اُن میں اعتدال متحقق کر دیتا ہے۔ چنانچہ تنزیل دستور میں اللہ عزّوجل نے تدریج نزول کو انسانی تدریجی فطرت کی مطابقت فرماتے ہوئے ملحوظ رکھا۔ تاکہ قبول مکمل اور مستحکم ہو۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل)

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا۔ کہ تو اسے انسانوں پر توقف کے ساتھ پڑھے۔ اور ہم نے اسے اُتارا اُتارتے اُتارتے۔
(رفتہ رفتہ)

جیسے تدریج نزول انسانی تدریجی صلاحیت قبول کی مطابقت ہے۔ ایسے ہی ایمان بالغیب اور اس کا اپنی حقیقت یعنی رویت کے ساتھ تحقق اور فرائض و نوافل و زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کی ترتیب اسی تدریجی فطرت قبول کی مراعات ہیں۔ تاآنکہ جب کلامِ حق اپنی نورانی معنویت کے ساتھ نفسِ انسانی میں متحقق ہو جاتا ہے۔ (جو نفس ناطقہ کے حقائق علوی و سفلی کا کشف و تحمل ہے) اور اس کا اضطراب اطمینان سے اور اس کا ظن یقین سے بدل جاتا ہے۔ اور اس کی تاریکی منوّر ہو جاتی ہے۔ تو وہ اپنی فطرت سلیم کے تقاضا سے رجحان کثافت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ جو خلاف عدل و قسط ہے۔ اور خود کو معیشی اور ملی ضروریات پر ترجیح نہیں دیتا۔ اللہ عزّ و جل

فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (تغابن)
جو حرص نفس سے بچایا گیا۔ وہی کامیاب ہیں۔

اور وہ اپنے فکرِ صحیحہ کی حقیقت یعنی معرفت الٰہی میں جس کا فہم اس کا تقاضائے فطری ہے۔ کیونکہ وہی نفس ناطقہ کی نورانی حقیقت ہے۔ اپنے مال و جان اور افکار و اعمال کو فطرتاً مستغرق کر دیتا ہے۔ یعنی ہر گونہ حیات دین للّٰہیّت کاملہ فطرت انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اس کا اعتدال ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (انعام)
تو کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے۔ جو جہان والوں کا پروردگار ہے۔

مسلم کی قوّت نظری نفس ناطقہ کے مجموعی صبر یعنی علوی و عنصری حیثیت سے خالق حقیقی کی طرف رجوع اور رفع موانع سے جب فکر صحیحہ یا ایمان ظنّی پالیتی ہے۔ تو یہ ابتدائی کیفیت ہے۔ پھر اس فکر صحیحہ کی اساس پر قوّت عملی جو ادراکی مبداءِ اعمال ہے۔ فکر کو بصبر عمل کی طرف متوجّہ کرتی ہے۔ اور قوّت تحریک حصول مطلوب علوی کے لئے مکارہ اور پر صبر اور نواہی مطلوب سے صبر کرتی ہے۔ تو یہ نفس ناطقہ کی ایسی حیثیت ہے۔ جس میں قوائے انسانی کا عمل اپنی متزجہ اور مضطربہ حیثیت کی وجہ سے بجز الٰہی روشن نہیں ایسے صبر کو مستلزم ہے۔ جس میں اکراہ ہے۔ اور جوں جوں ترشحات الٰہی میں استغراق بڑھتا جاتا ہے اور کثافت میں صفائی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ لطافت کی نورانی حقیقت تدریج تصفیہ کے ساتھ ساتھ اس میں جلوہ ریز ہوتی جاتی ہے۔ اور اسے استقلال ہوتا جاتا ہے۔ تاآنکہ مسلم کا ایمان ظنّی اپنے نورانی حقائق شہودیہ سے مطمئن اور معتدل ہو جاتا ہے۔ اور حوائج حیات عنصری کی آئینی اور عادل ایفا استقامت پاتی ہے۔ تو اس کی اضطرابی اور تاریک حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ جو ناتمام انسانی جد و جہد کا مایۂ فساد ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے:۔

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی اور خواہش نفس کی۔
وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ (نجم) تحقیق آئی ہے اُن کے پروردگار سے اُن کی جانب ہدایت۔

یعنی ہدایت ظن کو یقین سے بدل دیتی ہے۔ اور ہوائے نفس یعنی الفائے حوائج حیاتِ عنصری میں اعتدال قائم کردیتی ہے۔ جو نفسِ انسانی میں کشف و استقامتِ حقائق علوی وسفلی ہے۔ جو مستلزم تدریج ہے۔ اور تدریج پروردگار کی ذات قدس میں سیر لامتناہی کی استعداد ہے۔ اور وہ نفس ناطقہ کی غیر محدود نورانی وسعت ہے۔ جیسے بمطابق فرمان رّبانی

وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا (مریم) صالحات باقیات تیرے پروردگار کے نزدیک ثواب میں اور بہتر لوٹنے والی ہیں۔

تدریج ارتقا کے ساتھ ابدی بقا حاصل ہے۔ کیونکہ روح بخاری روح علوی سے مختلط ہو کر اپنی حیثیت میں ابدی حیات پا لیتی ہے۔ جو مدار یوم الجزاء ہے۔ اور موت اُس کے وجود پر کچھ اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ صرف انتقال مقام ہے اور روح علوی کے نورانی یا معنوی انکشاف سے نورانیّت میں جب اُس کے ساتھ روح بخاری کا جنسی اتحاد متحقق ہو جاتا ہے۔ تو تدریجی استعداد کے ساتھ نفسِ انسانی کی تا ابد تنویر میں تدریج ارتقا جاری رہتی ہے۔ جو اس تدریجی فطرت سے ہے۔ جس کا اقتضا تنزیلِ دستور یعنی قرآنِ حکیم میں تدریج نزول ہے۔ کہ اس پر ایمان اور اس میں مسلسل استغراق کا حکم اُس کی تدریجی حیثیّت نزول کا قیام ہے۔ کیونکہ استغراق سے اس کی نورانی معنویّت وسعتِ لا متناہی کے ساتھ نفس ناطقہ کی نورانی تدریجی استعداد قبول میں متحقق ہوتی رہتی ہے۔ جو روح الٰہی کے رخِ تاباں سے کشفِ حجاب ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي ۝ (ص) جب اپنا روح اس میں پھونک دوں۔

اور فرماتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۚ (شوریٰ) اور اسی طرح ہم نے وحی کی ہے تیری طرف اپنے حکم سے رُوح۔

گویا تنزیلی دستور میں تدریج اور احکام دستور میں تدریجی مراتب اور نفس انسانی میں تدریجی صلاحیت متحد الحقیقت ہیں جس سے ملت اسلامیہ کے پاکیزہ نفوس میں بالتدریج نورانی ارتقا جاری ہے۔ جو دستور مکمل کی معنوی وسعت ہے اور تا قیامت ہر زمانہ کے فرعی مقتضیات کو اپنی نورانی فراست سے احاطہ کرتی جاتی ہے۔

تدریج ارتقا

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۝ (فرقان)

فطرت انسانی میں تدریجی استعداد براہین نمایاں سے متحقق ہے۔ مثلاً انسان کی خلقت اس طرح ہے کہ آب[1] مردہ سے ایک خون کے لوتھڑے کی صورت اختیار کرتا ہے۔ پھر ایک سخت گوشت کی۔ پھر ہڈی کی۔ پھر گوشت پوست اور انسانی اعضا وجوارح کی تشکیل ہوتی ہے۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اس میں شعور ودیعت ہوتا ہے۔ پیدائش کے بعد بچپن میں اس کی شعوری قوت کمزور ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ امتداد عمر سے وہ شعور بڑھتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پختہ عمر تک پہنچ کر اس شعور کو استقلال ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نفس جماعت بھی اسی تدریجی ترقی کی آئینہ دار ہے۔ ابتدا میں بنی آدم کے اسباب معیشت خور و پوش آلات حرب وغیرہ کو ابتدائی درجہ حاصل تھا۔

---

[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۝ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝
(مومنون)

امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ بالتدریج شعوری ترقی سے آج اس ارتقائی منزل پر یہ سب کچھ پہنچ چکا ہے۔ کہ گذشتہ جماعتیں اس کے تصوّر سے بھی قاصر تھیں۔ شعور نفس جماعت کی تدریجی ترقی بھی انفرادی شعور کے تدریجی ارتقا کی آئینہ دار ہے۔ جماعتیں نفوس سے مرتّب ہوتی ہیں۔ اور ایک جماعت یا ایک زمانہ کے افراد جب ایک مقامِ شعور تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو آئندہ نفوس اس مقامِ ارتقا سے مزید ارتقا کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔

اسی طرح تمام عالم کے افراد کی وسعت اور آبادی میں کثرت اسی تدریجی ترقی پر شاہد ہے۔ علیٰ ہذا افراد یا جماعت کو جب کبھی کسی ایک نقطۂ عمل صلح و حرب پر متفق کرنا مقصود ہوتا ہے تو پہلے افراد یا جماعت کے اذہان میں مناسب حال انقلاب کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب اذہان میں انقلاب رونما ہو جاتا ہے۔ تو ہنگامۂ عمل کی طرف اقدام ہوتا ہے۔ گویا ظاہری انقلابات درحقیقت ذہنی انقلابات کے نتائج و آثار ہیں۔ اور یہ خیال و عمل کا بالتدریج انقلاب اسی تدریجی ارتقا کا آئینہ دار ہے۔

علیٰ ہذا شرائع سابقہ اور ملل گذشتہ کے متعلّق دستورِ آسمانی کے بعض پہلوؤں کا زیرِ پردہ رہنا اور نفس زمانہ کی جامعیّت کے ساتھ خاتم النّبیین محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیل دین اور اتمام نعمت۔ نفوس افراد اور نفوس ملل کے شعور میں تدریجی ارتقاء کے حقائق واضح کرتا ہے۔

اسی طرح نفس انسانی میں مکارم و محاسن کی تکمیل جو اعتدال نفس سے متحقق ہوتی ہے۔ اسی تدریجی ارتقا کی کیفیت کو مستلزم ہے۔

نفسِ انسانی میں لطیف حقیقت علوی اور ثقیل کثافت ارضی کی ترکیب سے ایسی مُستدرجہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ اگر ابتداً انوار کلام کے پرتو میں تناسبِ ابتدائی سے تجاوز ہو۔ تو یک لخت یعنی بلا تدریج نفس انسانی کا تحمّل اس کی فطرت ترکیب کے ساتھ سازگار نہیں ہوتا۔ یہ کیفیّت مستدرجہ رفتہ رفتہ نفس کے اندر

پرتو حقائق کے لئے موجب استقلال ہوتی ہے۔ یعنی روح علوی کے نورانی کشف سے جو کلام حق کی نورانی معنویت کے ساتھ جنسیّت رکھتا ہے۔ روح بخاری بالتدریج منوّر ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کی متحمّل ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کا ثقل مستلزم استقلال ہے۔ پس فطرت مستدرجہ کی دو انفعالی حیثیتیں ہیں۔ پہلی کلام الٰہی کے احکام اور اس کے حقائق کو مراتب ممیزہ کے ساتھ بالتدریج نفس انسانی کا قبول کرنا۔ دوسری ہر مرحلہ پر نفس کے اندر استقلال حقائق کلام اور مسلسل ارتقاء تاکہ لطیف وخبیر کے پرتو انوار کا نفس انسانی بالتدریج متحمّل ہو۔ جو اسؑ کی حقیقت ہے۔ اور تیسری اُسے فعالی حیثیّت حاصل ہے۔ جو اس کے منکشف روح علوی کا فطری تقاضا ہے۔ تاکہ ان نفوس انسانی پر اس کا نورانی تصرّف اثر انداز ہو۔ جو ارواح علوی کے شعوری ترشحات اور اعتراف حقیقت کے ذریعہ علوی وعنصری حیثیّت سے اس کے ساتھ متّحد[1] ہیں۔ بحالیکہ وہ کلام یعنی کتاب مجید اور اس کی حقیقت یعنی حکمت کا حامل ہے۔ اور یہ حمول وجہ اتّحاد ہے۔ اور اس کا یہ تصرف اس کی تدریجی ارتقاء کا غیر منفک خاصہ ہے۔

چنانچہ نفوس وملل ودہور اور افکار واعمال اور ان کے نتائج میں جو کائنات انسانی کا نظم ونسق ہے اور تمام نظام کائنات میں جو اس کا ماحول حیات ہے۔ من جملہ اجرام فلکی کی ضیاگری وضیا پاشی وغیرہ وغیرہ میں تدریجی ارتقاء نفس انسانی کی اسی تدریجی ارتقاء پر شہادت بیّنہ ہے۔

کلام الٰہی کا رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم پر بالتدریج اور بالتفریق نزول غیب ورویت فرائض ونوافل۔ زکوٰۃ وصدقات وغیرہ میں تفریق شب کو نماز تہجد میں ترتیل قرآن پھر دوسری شب کو یہی عمل ایک سانس کے بعد دوسرے سانس کا قلب، یا نفس کی مطابقت کے ساتھ ذکر سے فارغ نہ ہونا۔ علیٰ ہذا تسلسل وتواتر سے قرأت تہجد اور ذکر تدریج وتفریق کا فطری نظام ہے۔ جو حقائق کلام سے حقیقت نفس کو منکشف اور مستقیم

---

[1] زیر عنوانات تعلم وتودد وتزکیہ اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ [2] لقد احصٰھم وعدّھم

کردیا ہے۔ تدریج نزول الاحکام میں تدریجی مراتب اور تدریج عمل۔ انسانی تدریجی صلاحیت قبول کی مطابقت ہے۔ جو بمطابق فرمان ربانی

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (فرقان)

یہ تفریق وحی اس لئے ہے کہ تیرے قلب کو ہم مستحکم کردیں۔ اور ہم نے قرآن تجھ پر مہلت اور توقف سے پڑھا۔

قلب میں ثبات اور استحکام کا ذریعہ ہے اور وہ عزّ وجل فرماتا ہے:۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (مزمّل)

رات کو قیام کر لیکن تھوڑا (وہ زمانہ مستثنیٰ ہے جس میں مجبوری ہو) نصف شب یا اس سے کم کر یا اس پر کچھ زیادہ کر اور قرآن مجید ترتیل سے پڑھ بالتحقیق ہم تجھ پر اب بوجھل قول ڈالیں گے۔

ترتیل قرآن پر مداومت، جو رفتار عمل میں تدریج ہے۔ حقائق کلام کے بار عظیم برداشت کر لینے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ گویا کثافت و لطافت ممزّجہ کی کیفیت تدریج۔ رفتار عمل میں تدریج کی مطابقت سے ثبات قلب کا موجب ہے۔ جس میں کشف لطافت اور تحمل کثافت کو حقیقت کلام اور اس کے تحمل کے ساتھ معنوی[1] اتحاد ہے۔ جس میں تدریجی ارتقاء جس پر تدریج عمل اور تدریج قبول شاہد ہے۔ اس کے فعّال ہونے کو مستلزم ہے۔ جو رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے الیٰ یوم القیمہ حقائق نفوس انسانی کے کشف واستقامت کا اجرائے مسلسل ہے۔ اور بمطابق آیہ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (مزمّل)

یہ تذکرہ ہے جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرے۔

تمام عالم انسانیت کے لئے صلائے جاریہ ہے کہ کلام الٰہی کو جو تعمیل احکام اور ترتیل سے نفس انسانی کی حقیقت کو کلام حق اور منوّر نفس انسانی ہر دو کے معنوی نورانی اتحاد

[1] جس پر آیہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ اور وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا کا تطابق شاہد ہے۔

کی وجہ سے منکشف اور مستقیم کر دیتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال سے قبول کریں کہ حضور صلعم کا نفس مبارک "تذکرہ" [1] یعنی کلام الٰہی کے الفاظ و انوار کو براہِ راست اللہ عزّ وجل سے اس حیثیت کے ساتھ کہ نبوت میں فردیت نفس جماعت کی نیم شعوری کیفیت کا تقاضا ہے۔ انفعالاً قبول کر کے صاحب کتاب وحکمت ہے۔ اور اسے فعال حیثیت حاصل ہے۔ اور نفوس انسانی کا حضور کے نفس فعال و منور کے ساتھ تحقق اتحاد اس کے تصرف کو فطرت تدریج ارتقا قرار دیتا ہے۔ اور چونکہ روح علوی بفحوائے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (ص) (جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں) روح الٰہی ہے۔ اور حضور صلعم کے نفس مبارک میں اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ منکشف ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کا تصرف بمطابق يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) افعال عزّ وجل کا دستِ تربیت ہے۔ جو کلام الٰہی کی معنوی نورانیت ہے۔ اور نفس انسانی اپنے کشف واستقامت میں اس کی طرف فطری احتیاج رکھتا ہے۔ پس اس کا تصرف ارواح کی فعالی حیثیت کو ملتِ اسلامیہ میں مسلسل جاری کر دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ (نحل)	تو کہ اس کو نازل کیا روح القدس نے تیرے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ تاکہ مومنین کو ثبات دے اور ہدایت اور بشارت مسلمین کے لئے۔

یعنی وہ ثباتِ قلب جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی اور تنزیل قرآن میں تفریق وتدریج سے مقصود تھا۔ اسی ثبات و استقلال قلب کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام الٰہی کے اخذ وقبول اور اس پر تدریجی مداومت کے ذریعہ انفعالی اور فعالی حیثیت کے ساتھ ملتِ اسلامیہ میں جاری کر دیا گیا ہے۔

[1] إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيلًا

پس جب نفس زمانہ میں تدریجی ارتقا سے جامعیّت کے تحقق پر آج عہد مصطفوی صلعم میں تکمیل دستور ہو چکی اور تمام اصول ہائے ہر گونہ حیات کو اسلام کے دستورِ کامل نے احاطہ کر لیا تو فرعی وسعت کے پیش نظر جو نفس دہر کا تدریجی تقاضا ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کے مستحکم اور ثابت نفوس کو جنہیں تفراق قرآن یعنی مداومت عمل سے ثباتِ قلب حاصل ہے۔ اس دستور کے نفاذ کے ساتھ فروع امور میں اجتہاد کا حق عطا کر دیا گیا۔ جو تکمیل دستور کی تدریجی ارتقا ہے۔ جو قیامت تک جاری رہے گی۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ)

اسی طرح ہم نے تمہیں اُمّتِ وسط بنایا ہے کہ تم لوگوں پر گواہی دو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

کتاب مجید کے ساتھ جو دستور کامل ہے۔ میزان العدل (اسوۂ حسنہ نبوی اور تواتر و تسلسل اعتدال یعنی دلیل اتحاد) سے جو ملّتِ اسلامیہ کے وسط و عدل پر رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شہادت ہے۔ ہمانۃ النّاس کے اعمال کا احتساب تمام عالم پر اللہ عزّ و جل کے روبرو ملّتِ اسلامیہ کی گواہی ہے۔ جو فروع اعمال میں فقہ و اجتہاد کو مستلزم ہے۔ اور اس کا وسط یا عدل جو جامع ہر گونہ امر بالعدل ہے۔ حق اجتہاد ہے۔ کیونکہ اس کے نفس معتدل کے ترشحات۔ اس کے فطری تقاضا سے عدل و وسط ہیں۔ پس مسلم عادل کی ہر جنبش لب ہر حرکت و سکنت قانون ہے۔ اس کا اعتدال مقنّن حقیقی قائم بالقسط نورٌ علیٰ نور کے نور و عدل کا پرتو ہے اور یہی تکمیل دستور کی تدریجی ارتقا ہے۔ جو اس حدیث نبوی سے مقصود ہے۔

اتقو فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللّٰہ (ترمذی)

مومن کے نور سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

تدریج الخطاط

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (ن)

تدریج انسانی فطرت ہے۔ جیسے تدریجی ارتقا ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح تدریجی انحطاط رونما ہوتا ہے۔ شباب سے پیری کی طرف رجوع جسم حیوانی میں تدریجی انحطاط ہے۔ مگر چونکہ شعور انسانی روح علوی کا ترشح ہے۔ جس کی حقیقت نور ہے۔ اور کشف چاہتی ہے۔ اور عنصری ترکیب کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور اس کا روح بخاری سے تعلق عناصر میں اس کے عمل کو مستلزم ہے۔ اس لئے تجربات اور امتداد عمر سے واقعات روزگار کا تداول جو پرتو تدبیر و نظم علوی کے مظاہر ہیں۔ اس شعور کی عنصری جولانگاہ میں اس کی سرعت اور استقلال کا موجب ہوتا جاتا ہے۔ پس جیسے شعور انسانی کا عمل عناصر میں جب تک ترکیب عنصری درست رہتی ہے۔ امتداد عمر سے بڑھتا جاتا ہے۔ اسی طرح شعور کی نورانی تکمیل کے لئے جد وجہد پر اس میں وسعت یا تدریجی ارتقاء مسلسل جاری رہتا ہے۔ اور اس پر انحطاط عناصر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی یہ ارتقاء نفس ناطقہ کی نورانی حقیقت میں ہے اور بصورت دیگر تخریب فطرت سے روح علوی کے نورانی انکشاف میں ارتقاء کی تدریجی استعداد فنا ہو جاتی ہے۔ اور اس کا شعور جو روح علوی کا ترشح ہے۔ روح بخاری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے صرف عنصریات میں اپنا شعوری کام انجام دیتا ہے۔ اور جب ترکیب عنصری امتداد عمر سے خلل پذیر ہو جاتی ہے تو عنصریات میں شعوری انحطاط بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اور روح علوی کی حقیقت بفحوائے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں) چونکہ نور علیٰ نور کے انوار سے مایہ دار ہے۔ اس لئے روح علوی کا علویات میں انحطاط اس طرح رونما ہوتا ہے کہ اس کا

رُخِ تاباں جو کثافت کے پردۂ غیب میں پنہاں ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کے پرتو انوار سے کثافت کے منوّر اور روشن پردہ میں چمکنا چاہتا ہے۔ اپنے اس لطیف تقاضا کو جو اس کی فطرت ہے۔ صرف عنصریات کے لئے مخصوص کر دے۔ جو اس کا ماحول ہے۔ اور ان کو چشمِ عنصری دیکھتی ہے تو وہ پردۂ کثافت اپنی تاریکی میں شدید ہوتا جاتا ہے۔ یعنی شعور کا ہر عنصری انہماک اس شدّت میں اضافہ کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہ اس کی تدریج انحطاط ہے۔ حتّیٰ کہ وہ تقاضائے لطیف اس تاریکی میں ہمیشہ کے لئے ناپید ہو جاتا ہے۔ اور یہ انسانی شعور کی علویات میں موت ہے۔ جب واقع ہو جاتی ہے تو نفسِ انسانی اپنی اس حیثیت کو کھو دیتا ہے۔ جس پر اُسے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اُسے اپنی شعوری موت کا کچھ علم نہیں ہوتا کہ کیا ہو گیا ہے۔ اور وہ ہوا و ہوس کے دریائے پُرخروش میں بہتا ہوا احساسِ ساحل سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ

پس چھوڑ دے مجھے اور اس شخص کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے۔ ہم ان کے ساتھ تدریج اختیار کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ (ن)

اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایمان سفید نقطہ کی صورت میں قلب پر نمودار ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا جاتا ہے۔ وہ سفیدی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ پس جب ایمان مکمّل ہو جاتا ہے۔ تو قلب بھی بالکل سفید ہو جاتا ہے۔ اور نفاق ایک سیاہ نقطہ کی صورت میں قلب پر ظاہر ہوتا ہے۔ پس جوں جوں نفاق میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ وہ سیاہی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جب نفاق مکمّل ہو جاتا ہے۔ تو قلب بھی بالکل سیاہ ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

گویا تدریج ایک اصول ہے یا ایک فطرت ہے۔ جو نفوسِ انسانی اور نظام

ہر گونہ حیات میں اور ماحول حیات انسانی میں جاری وساری ہے۔ جیسے قوموں کے اذہان میں جب انقلاب آجاتا ہے تو عالم واقعات میں انقلاب اسی ارتقا وتدریج کا ایک ارتقائی زینہ ہے۔ علیٰ ہذالقیاس جب قوموں کے اذہان میں انحطاط کی جانب رجوع شروع ہوجاتا ہے تو زوال اور رجع القہقری اسی تدریجی انحطاط کی آئینہ دار ہے۔ صبح دوپہر آخر روز پھر غروب۔ آفتاب پھر غروب سے تاریکی کی طرف رجوع اور نصف شب کے بعد روشنی کی طرف عود حتیٰ کہ طلوع فجر اور تقدیر آفتاب و ماہتاب ان کی تمازت اور روشنی کی بالتدریج ترقی اور انحطاط اس تمام نظام میں اصول تدریج کارفرما ہے۔ علیٰ ہذا ابتدائے گرما و سرما اور ان میں شدت اور پھر انحطاط اور تبدیلیٔ موسم نظام کائنات میں تدریج ارتقا و انحطاط پر دلیل روشن ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ (آل عمران) — اور یہ ایام ہم انہیں انسانوں میں باری باری پھیرتے ہیں۔

یہ تداولِ ایام اسی تدریجی ارتقا و انحطاط کے انقلابی مظاہر ہیں۔

نبوت یا خلافت الٰہی کے بعد کہ صرف اسے ہی وراثت ارض کا جائز استحقاق ہے۔ دستور عدل کو مانتے ہوئے اس پر عمل میں تقصیر یا اس کی ہر گونہ تکذیب کے باوجود انسانی گروہوں میں سلطنت کا بقا اسی تدریجی انحطاط کی وجہ سے ہے اور اس انحطاطی دور میں ان کا باہم غالب و مغلوب ہونا ان کے انفرادی اور جماعتی شعور کے عنصریات میں ارتقا و انحطاط سے واقع ہوتا رہتا ہے۔ جو ان کے درمیان تداولِ ایام کا ایک پہلو ہے۔

پس آج خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو قیامت تک جاری ہے۔ ملت اسلامیہ کے حکیم اور عادل اور شجاع اور عفیف گروہ پر بمطابق آیۂ استخلاف سورۂ نور خلافت الٰہی کے وعدہ کا تحقق جب ہو۔ تو وہ انحطاطی دور کو ختم کر دیتا ہے۔ جس کے افوس خلیفۃ اللہ فی الارض

محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ فعّال کے ساتھ بواسطہ ہائے مسلسل ارواح علوی کے شعوری ترشحات کے ذریعہ اعترافِ حقائق سے جو علوی و عنصری حیثیت سے موجب اتحاد ہے۔ متحد ہیں۔

وہ اعتدال نفوس اور دستور عدل و قسط و وسط ہے جس کے وہ حامل و وارث ہیں۔ اسلام کے نظام عدل پر کہ وہ کثافت و لطافت انسانی کا اعتدال یا آئینی انضباط ہے۔ جو تدبیر منزل اور سیاست مدن میں فطرت عدل ہے۔ اور تسلسل و اجرائے تعدیل کے اہتمام سے مایہ دار ہے۔ استخلاف فی الارض کی شوکت کے ساتھ شاہد ہیں۔ کہ وہ الی یوم القیامہ تدریج انحطاط سے محفوظ ہے۔ اور تاریک دورِ انحطاط کو آفتاب خلافت کی ضیا پاشیوں سے روشن اور منور کر دیتا ہے۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (فتح)

وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔

خیمہ چوں در وسعتِ عالم زند | ایں بساطِ کہنہ را برہم زند
زندگی را می کند تفسیرِ نو | مے دہد ایں خواب را تعبیرِ نو

(اقبال)

استخلاف فی الارض

لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور)

اس مستخلف قائم بالقسط عزّ وجل نے جس کا دست خلق و قدرت ملکوت ارضی و سماوی پر بالقسط قاہر و غالب ہے۔ انسان کی ترکیب خلقت میں حقائق سفلی و علوی کے اجتماع سے خلافت عامہ متحقق فرمائی۔ وہ عزّ وجل

فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ ۚ (انعام) — اور اسی نے تم کو زمین میں خلفاء بنایا ہے۔

یہ استعداد ہے جس کا قیام بالقسط استخلاف مخصوص و فرد کے حصول کی قابلیت ہے۔ اور خلیفۃ اللہ کے قہر و غلبہ پر دلیل قاہر ہے۔ جسے اپنے عہد میں استخلاف فی الارض کی شوکت کے ساتھ تمام عالم میں فردیت حاصل ہوتی ہے۔ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (نور)

اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن سے جو تم میں سے ایمان لاتے ہیں۔ اور اُن کا عمل صالح ہے۔ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کریگا جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ضرور اُن کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند کرلیا ہے۔ ان کے واسطے مستحکم کردے گا۔ اور ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ عبادت کریں گے میری اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ جو اس کے بعد کفر کرے گا (اُن کی خلافت سے انکار کرے گا) وہ فاسقین ہیں

کثافت ارضی کو نفس انسانی میں اس عزّوجل نے کمال اعتدال سے ترکیب دی۔ کہ وہ اپنی خلقی نسبت کے ساتھ جو مستخلف عزّوجل کی طرف فطری رجوع کا سبب ہے۔ اعتدالی نسبت سے خلعت شادی کی محل ہے۔ جو روح مستخلف ہے۔ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي ... (حجر) — پس جب میں اسے استوار کرچکوں اور اپنے

رُوح سے اس میں پھونک دُوں۔

یعنی یہ خلافت عامہ حقائق مخلوق کے ساتھ علوی پرتو کے نفس انسانی میں اجتماع سے فعال لِمَا یُرِیْدُ عزّ وجل کی صفت ارادی کے پرتو کو مستلزم ہے۔ جس کا ارادہ تمام مخلوقات میں تخلیق وتدبیر کے ساتھ جاری وساری ہے۔ گویا یہ استعداد یا کیفیّتِ ترکیب حقائق جو تمام نوعِ انسانی میں مشترک ہے اور جس کی وجہ سے تمام ملکوت کو اُس کے لئے مسخّر کر دیا گیا ہے۔ اور سب اسی کے لئے مصروفِ عمل ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ (نحل) اور اسی نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخّر کر دیا ہے۔ اور ستارے بھی اس کے حکم سے تمہارے لئے مسخّر ہیں۔

فردیّت خلافت کی بنیاد ہے اور اسے فردیّت خلافت کے ساتھ اسی نسبت کی نیابت حاصل ہے۔ جو تمام مخلوقات ارضی وسماوی کو خالق حقیقی عزّ وجل کی الوہیّت سے ہے۔ اور یہ حقیقت استخلاف کا تقاضا ہے۔ کیونکہ مستخلف علی الکبیر عزّ وجل ہے۔ جو تمام ملکوت ارضی وسماوی کا خالق ہے۔ اور یہ استعداد علوی پرتو کے ساتھ حقائق جملہ مخاوق کا مستخلف عزّ وجل کی طرف سے نفس انسانی میں تودلیعہ ہے۔ جو اس کے لئے فردیّتِ خلافت کے ساتھ کہ وہ الوہیّت کی نیابت ہے۔ اس نسبت کی نیابت کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو الوہیّت کے ساتھ جملہ مخلوق کو ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اسی شوکتِ عظمٰی پر شہادت ہے۔ نیز حقائق علوی وسفلی کو جو نسبت اپنے کشف واستقامت سے ہے۔ وہی نسبت اس خلافت کو اپنی حقیقت یعنی فردیّتِ خلافت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ یہ حقائق علوی وسفلی استعدادِ فردیّت خلافت ہیں۔ اور فردیّتِ خلافت ان کے نورانی کشف واستقامت یا ہر دو کے قسط (اعتدال) سے مشروط ہے۔ اس لئے کہ حقیقتِ علوی روح مستخلف ہے۔ اور کثافتِ ارضی اس کا محل ہے۔ اور

ھود

مستخلف نورٌ علیٰ نور اور قائم بالقسط ہے اور مقام استخلاف ارض ہے۔ پس ضروری ہے
کہ ان ہر دو حقائق کے کشف و استقامت کے ساتھ تحقق و تزئین خلافت الٰہیہ اور
زمین میں اس کا نفاذ مشروط ہو۔ نیز اسی وجہ سے حقیقت علوی اور کثافت ارضی کا
نفس انسانی میں کشف و تحمل مستخلف عزّ و جل کی طرف سے انسان کے لئے مقصد
استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے۔ اور یہ مبادیات تقویٰ و فجور کا اعتدال ہے۔
گویا الہام[1] فجور و تقویٰ خلافت الٰہیہ کی اساس و استعداد ہے۔ جس کی تعدیل یا
تکمیل تزکیہ سے مشروط ہے۔ جو کثافت ارضی کو اس کی تصقیل سے تحمل
نور کے لئے مستعد کر دیتی ہے۔ اور روح علوی یا تقویٰ اپنی حقیقت کے
ساتھ اس پر منکشف ہو جاتا ہے اور حوائج حیات عنصری کی الفا میں اعتدال
متحقق کر دیتا ہے۔ اور یہ استحقاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کہ وہ
خلافت الٰہیہ کا ترشح قوت ہے۔ اور باعث فلاح نوع انسانی ہے۔ اور ربوبیت
الٰہی کا تقاضا ہے۔ اور اس کے لئے یہ نیابت الٰہی سطح ارض پر جلوہ گر ہوتی ہے۔
جو مزرع انسانی کا حاصل و ثمر ہے۔ اور اس کی استعداد سے احسن الخلق نوع
انسان مشرف و مکرم ہے۔

تمام مخلوقات اس خالق حقیقی کی صنع و قدرت پر دلیل روشن ہیں۔ اس لئے
لابد ہے کہ حقائق علوی و سفلی کا نفس انسانی میں اجتماع اس کی استعداد استخلاف
پر دلیل ساطع ہو۔ علیٰ ہذا اس نورٌ علیٰ نور کی ربوبیت اور رحم اور قدرت احتساب
اس کے لئے اختصاص حمد پر حجت قاطع ہے۔ پس بلاشبہ ان حقائق علوی
و سفلی کا کشف و استقامت یا اعتدال تمام کائنات انسانی کو اپنے سامنے
جھکا لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ کشف و استقامت اللہ عزّ و جل
قائم بالقسط کی ذاتی و صفاتی تجلیات ہیں۔ اور کائنات انسانی بہ تودیعۂ الٰہی اجتماع

---

[1] فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝ (والشمس)

حقائق علوی وسفلی ہے۔

اور چونکہ اللہ عزّ وجل کی طرف سے نفسِ انسانی میں اجتماعِ حقائق علیہ و سفلیہ اس کے لئے تمام نظامِ ملکوت کی تسخیر کا موجب اور دلیل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان حقائق کا کشف و استقامت حقیقت تسخیر اس کے سامنے روشن کر دے۔ اور خلیفۃ اللہ کے ساتھ اس روشن حقیقت تسخیر کو اس نسبت کی نیابت حاصل ہو۔ جو مستخلف عزّ وجل کے ساتھ تمام نظام ملکوت کو ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ تمام نظامِ ملکوت نوعِ انسانی (خلائف الارض) کے لئے مسخر ہے۔ چنانچہ آیۂ ذیل اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ط (النمل) ہمیں[1] ہر چیز سے عطا کیا گیا۔ (خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔

اور نفسِ انسانی میں حقیقت علوی کا کشف جو اس کی نورانی معنویت ہے۔ اور کثافت کا تحمّل انوار جو اس کی استقامت ہے اور نفسِ انسانی کی مجموعی استقامت کی آئینہ دار ہے۔ نفس ناطقہ کا اعتدال ہے۔ جو مستخلف حقیقی قائم بالقسط کے ترشحات ذاتی یعنی کتاب مجید سے جو مستخلف کا دستِ تعمیر ہے۔ نفس انسانی میں بالتدریج متحقّق ہوتا ہے۔ اور انفعالی اور فعّالی[2] حیثیت کے ساتھ جو تقاضائے تدریج ہے۔ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ مسلسل و متواتر اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ملّتِ اسلامیہ یا اُمّتِ وسط (عدل) میں جاری ہے۔ پس جب وہ مستخلف عزّ وجل نفسِ زمانہ کے انحطاطی[3] تقاضائیں کی دلیل سے استخلاف فی الارض کا

---

[1] لابد ہے کہ خلیفۃ اللہ کے الفاظ اس حقیقت کے ترجمان ہوں۔ جو تمام اشیاء یعنی ملکوت ارضی وسماوی دنیا و آخرت میں جاری وساری ہے اور ملکہ سبا کے متعلق ہدہد کا یہ قول اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (النمل) صرف عنصری اسباب کے اجتماع کی ترجمانی کرتا ہے۔ جسے اس کی عنصری آنکھوں نے دیکھا۔ [2] عنوان تدریج ارتقا اور تودّد۔ تزکیہ۔ تعلّم۔ طالعہ فرمادیں۔ [3] تدریج انحطاط مطالعہ فرمایا جائے۔

فیصلہ فردیّت کے ساتھ ناطق فرما دیتا ہے۔ جو نفس تدبیر و قدرت کا تقاضا ہے۔ (کیونکہ الوہیّت میں وحدت پر اللہ عزّ وجل نظم کائنات کے استحکام کو دلیل قائم فرماتا ہے۔ اس لئے استخلاف فی الارض جو الوہیّت کی نیابت ہے۔ ضرور مستلزم فردیّت ہے۔) تو عمومیّت کو فردیّت اور الفاظ کو معنویّت اور نور کو قوّت کے ساتھ جمعیّت حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی حکیم اور عادل اور عفیف اور شجاع خلیفۃ اللہ فی الارض علم کامل یعنی حکمت سے اور قیام بالاعتدال یعنی عدالت سے اور انوار مستخلف کی روشنیوں میں یعنی عفّت سے اور قاہر قدرت کبریائی یعنی شجاعت سے شمشیر صاحب جنگ شدید کے ساتھ تقاضائے حقائق علوی و سفلی (جو مضمون خلائف الارض اور اساس استخلاف فی الارض ہیں) کی ایفائے عادل یعنی کشف و استقامت کو رفع موانع سے سطح ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔

فرد کے نفس ناطقہ کا ماحول قوائے اربعہ ہیں۔ جن کا تدریجی اعتدال رفع موانع چاہتا ہے۔ اور وہ اس کی عادل مستدرج قوّتِ غضبی کا عمل ہے۔ یہ انفرادی فعل ہے۔ جو فطرتِ اعتدال نظام منزل و مدن ہے۔ مدن اجتماعِ افراد ہے۔ یا تشکیل جماعت ہے۔ جو نفوس افراد کے شعور کا فطری تقاضا ہے۔ اور اس کی ترتیب اور قیام و استحکام کے راستہ سے رفع موانع ان قوی اسباب کے ذریعہ ممکن ہے۔ جن کے اجتماع سے حیات جماعت وابستہ ہے اور ان کی قوّت جو روح اجتماع ہے۔ مستلزم شمشیر ہے۔ یہ ایک کلیہ ہے۔ پس شمشیر رفع موانع سے اس جماعت اور اس کے نفوس میں استحکام و استمرار عدل کا ذریعہ ہے۔ جو عدل کی بنیادوں پر قوّت کے ساتھ رفع موانع کرتی ہوئی مجتمع ہوتی ہے۔ تاکہ کوئی خارجی مؤثر کسی نوعیّت سے اس پر اثر انداز نہ ہو۔ اور یہ اجتماعی حیثیّت سے نفوس افراد میں اعتدال کا استحکام و استمرار ہے۔ جو افراد کے ماحول حیات کو اس کے ساتھ سازگار رکھتا ہے۔

اور اس عادل جماعت کا فرط سے متاثر نہ ہونا مفرط موانع کے دب جانے کو

مستلزم ہے۔ جو صرف غلبۂ اعتدال کا نتیجۂ قاہرہ ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

...وَهُمْ صَاغِرُونَ (توبہ) اور وہ (غیر معتدل اور مفرط جماعتیں) ذلیل ہو کر رہیں۔
(عسہ پر پوری آیت ملاحظہ ہو)

پس اُن کا احساسِ فروتری اُن کے اذہان کو اعتدال کی طرف جھکا[1] دیتا ہے۔ جو قبولِ اعتدال کی استعداد ہے۔ اور وسعتِ اعتدال کا ذریعہ ہے۔ جو شمشیر کی اس حرکت کو مستلزم ہے۔ جو تمام قوی اسباب کو ایک مرکز پر جمع کرتی ہوئی مفرط جماعتوں کو دبا دیتی ہے اور اعتدال کو مستحکم کر دیتی ہے۔ جو اس قائم بالقسط عزّوجل کے اعتدال کا پرتو ہے۔ اور اسی کی طرف سے نزول کو مستلزم ہے اور وہ دلائلِ قاہرہ کے ساتھ دینِ حق اسلام مکمل ہے۔ جو خلیفۃ اللہ فی الارض کی شمشیر سے موانع کو ہٹاتا ہوا سطحِ ارض پر متمکن ہو جاتا ہے۔ خلافتِ الٰہی اللہ عزّوجل کی نیابت ہے۔ اس لئے اس کے علم اور غلبہ کے پرتو کو مستلزم ہے اور جیسے علم کی تکمیل کا ذریعہ نفسِ ناطقہ کا قیام بالقسط ہے۔ جو مدعائے ارسالِ رسل و نزولِ کتب ہے۔ غلبہ کی تکمیل جو قیام بالقسط کا غلبہ ہے۔ شمشیر سے متحقق ہوتی ہے۔ جو قوت کی روحِ رواں ہے۔ اور اجتماعِ اسبابِ حیاتِ جماعت کا مرکز ہے۔ گویا شمشیر خلافتِ الٰہیہ کا ایک اہم رکن ہے۔ جو مقصد نزولِ کتب و ارسالِ رسل کو زمین میں رفعِ موانع سے تمکین دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (حدید)

تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیاتِ ظاہرہ کے ساتھ اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔ اور اُن کے ساتھ لوہا نازل کیا (تلوار) جس میں شدید جنگ ہے۔ اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور اس لئے کہ

[1] کیونکہ فروتری کا سبب فرط ہے اور حصولِ برتری کا ذریعہ عدل ہے۔

اللہ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے مرسلین
کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ بتحقیق اللہ قوی اور
غالب ہے۔

خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علوم کتاب وحکمت جو مضمون نبوّت وخلافت ہے۔ جلیل القدر صحابۂ کرام کے صدورِ مبارک میں ودلیعت فرمائے۔ اور شمشیر کے ذریعہ ان تمام موانع کو ملّت اسلامیہ کے اجتماع وترتیب کے جادۂ پُر شوکت سے ہٹا دیا۔ اور اس کے نفوس میں قیام بالقسط کو اجتماع ملّی کے ذریعہ استحکام واستمرار بخشا۔ آپ سے صدیق اکبرؓ نے اختتام نبوّت کے ساتھ کمالاتِ نبوت یعنی صدیقیت کے ہم دوش خلافت الٰہی کا شرف پایا۔ علیٰ ہذا فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ اور علی ابن طالبؓ اس منصب کبریٰ پر فائز ہوئے۔ صحابہ پر مضمون کتاب وحکمت کی تکمیل کہ وہ منجملہ کمالاتِ نبوّت حامل تزکیہ وتعلّم ہے۔ صحابہ کے مزکّی ومعلّم ہونے کو ... م ... جو موجب تسلسل ہے۔ اور اسی طرح وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[1] کا مضمون تمام ملّتِ مصطفویہ کے لئے مقصد عمومیت کو مکمل کر دیتا ہے۔ جو ہر دہر اور ہر عہد کو محیط ہے۔ اور اہتمام تسلسل تزکیہ وتعلّم کا آئینہ دار ہے اور سطح ارض پر میزان العدل کا اجرائے متواتر ہے۔ یا اس کا قیام مستقل ہے اور علماً وعملاً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے وابستگی کی دلیل کے ساتھ استحکام اعتدال کا ذریعہ ہے۔ اور کافۃ الناس کی طرف رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مضمون بعثت کی تکمیل پر شہادت دیتا ہے۔

پس جب اللہ عزّ وجل زمین پر ملّتِ اسلامیہ کے دورِ آخرین میں آئتِ استخلاف کا منشا پورا کرنا چاہیں۔ جس پر معجز اور صحیح احادیث نبوی صلعم شاہد ہیں۔ مشکوٰۃ باب ثواب ہٰذہ الامت میں حضرت انس اور حضرت جعفر عن جدّہ عن ابیہ

---

[1] ان کو پاک کر دے اور کتاب وحکمت سکھا دے۔ (جمعہ)

یعنی دو سلسلۂ اسناد سے یہ مضمون مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ میری اُمّت بارش کی مانند ہے۔ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس کا پہلا حصّہ بہتر ہے یا آخری حصّہ[1] نیز بروائت عبدالرحمٰن ابن علاء الحضری اسی باب میں یہ روائت نقل کی گئی ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا اس اُمّت کے آخر میں ایسے لوگ ہونگے۔ جن کا اجر اس کے اوّلین (خلافت راشدہ) کی مانند ہوگا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور اہلِ فتن سے لڑیں گے۔ یعنی ملّت اسلامیہ کا گروہ اوّل مضمون استخلاف فی الارض کا حامل و مصداق تھا۔ اس نے قیام بالقسط کو زمین میں تمکین دی اور مفرط موانع کو شمشیر کے ذریعہ جادۂ اعتدال سے ہٹا دیا۔ اسی طرح دورِ مصطفوی کا عہدِ آخریں قوّتِ استخلاف فی الارض کے ہمراہ ہیبت شمشیر کے ذریعہ تمام روئے عالم پر قائم بالقسط کی حیثیت سے ضرور چھا جائے گا۔ خیر امتی اولها و آخرها و فی وسطها الکدر[1] اسی حقیقت عظمٰی کی وضاحت ہے تو لابد ہے۔ کہ خلیفۃ اللہ کے صدرِ مبارک میں بواسطہائے مسلسل رسول اللہ۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدرِ پاک سے علوم کتاب و حکمت وارد ہوں جو کائنات انسانی کے قیام بالقسط کا ذریعہ ہیں کہ اسی قیام اعتدال کے لئے مرسلین مبعوث ہوئے۔ اور اسی جادۂ اعتدال سے رفع موانع کے لئے خلافت الٰہیہ کی شمشیر حرکت کرتی ہے۔ تاکہ خلیفۂ حق ملّتِ اسلامیہ کے قائم بالقسط اجتماع کو متحقق کرتا ہوا (جو قصرِ خلافت ہے اور اس کے افراد خلیفۃ اللہ کے ذریعہ رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پر مجتمع ہو کر اپنے نفوس کو قیام بالقسط سے متود کرتے ہوئے ارکین خلافت الٰہیہ ہیں) مفرط موانع کو قوّت شمشیر کے ساتھ اس کے جادۂ مستقیم سے ہٹا دے۔ اور وہ اپنے عہد میں بمطابق کما استخلف الذین من قبلهم[2] آدم دوراں[3] ہو یا موسٰی عہد ہو یا داؤد[4] روزگار ہو یا سلیمان

---

[1] میری اُمّت کا بہتر اس کا اوّل و آخر ہے اور اس کا درمیان ٹیڑھا۔ (الغنیٰ سیوطی) [2] جس طرح ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔

[3] إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (بقرہ) [4] يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ (ص)

زمانہ ہو اور وہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا[1] اور مضمون وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[2] کا مصداق کامل ہو یعنی مسلم حکیم ہو اور كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ[3] اور فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ[4] کا مصداق ہو۔ یعنی مسلم عادل ہو اور مضمون وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ[5] اور وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ[6] سے منور ہو۔ یعنی مسلم عفیف ہو اور مضمون وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ[7] اور وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ[8] کی قوت شمشیر اسے تصدیق کردے۔ یعنی مسلم شجاع ہو۔ الحاصل بمطابق وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ[9] اس کے نفس ناطقہ میں حقائق علوی وسفلی کے کشف واستقامت سے اس کی حکمت اور اس کی فیصل قوت بیانیہ اور اس کی شمشیر (حدید) اپنے اسباب معادن کے ساتھ شجاعت ظاہرہ سے قصر خلافت کو بنیاد مستحکم پر شدید کردے۔ یعنی وہ صحرائی عرب محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم سے کمالات نبوت وخلافت کا اختتام نبوت پر اس وراثت کو دلیل قائم کرتے ہوئے وارث ہو۔

گر شستہ بانیٔ جہاں بانی کنی — زیب سرتاج سلیمانی کنی
نائب حق در جہاں بودن خوش است — بر عناصر حکمراں بودن خوش است
صد جہاں مثل جزو و مثل کل — روید از کشت خیال او چو گل
جلوہا خیزد ز نقش پائے او — صد کلیم آوارۂ سینائے او
خشک سازد ہیبت او نیل را — می برد از مصر اسرائیل را

(اقبال)

---

[1] آدم کو اس نے سب نام سکھا دیئے (بقرہ) [2] اور ان کو پاک کردے اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے (جمعہ) [3] قائم بالقسط ہو جاؤ (نساء) [4] لوگوں کے درمیان حق سے حکم کر (ص) حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ عز وجل نے فرمایا [5] تحقیق اسے (داؤد) کو ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے (ص) [6] اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں (انعام) [7] ہم نے اس (داؤد) کے لئے لوہا نرم کردیا (سبا) [8] ہم نے لوہا نازل کیا (تلوار اور اس کے اسباب معادن وغیرہ) (حدید) [9] ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کردیا اور اسے ہم نے حکمت اور فیصلہ کردینے والی قوت بیانیہ عطا کی (ص)

اجتہاد اور نفاذ امر

کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

(آل عمران)

خالق و مدبّر حقیقی اللہ عزّ وجل قائم بالقسط[1] یا بالعدل ہے۔ اور بنی نوع انسان کے لئے بحیثیت خلائف[2] الارض قیام بالقسط مقتضائے فطرت انسانی ہے اور وہ اس عزّ وجل کی کامل ادراکی و تحریکی تصدیق سے نفس انسانی میں متحقق ہوتا ہے۔ وہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ (النساء) اے مومنین قائم بالاعتدال ہو جاؤ (کُوْنُوْا میں ادراکی و تحریکی تصدیق کا حکم ہے۔ جو کمال ایمان و عمل صالح ہے اور اعتدال ادراک و تحریک ہے۔ جسے رؤیت و استقامت کہنا چاہیے۔)

وہ اللہ عزّ وجل اپنی ذات کے علم سے اپنی الوہیت میں فردیت پر شہادت دیتے ہوئے جملہ مخلوقات ارضی و سماوی میں قائم بالقسط ہے اور نفس انسانی کو جو جامع حقائق علوی و عنصری ہے۔ افتتاح[3] اعتدال کی بنیاد پر کشف و استقامت کا حکم دیتا ہے۔ جو نفس انسانی کا قیام بالقسط ہے۔ یعنی روح علوی کے رُخ تاباں سے کشف حجاب ہے اور استقامت نفس سے اس کا ہر گونہ امر بالعدل ہے۔

---

[1] شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ملائکہ اور صاحبان علم اور وہ قائم بالقسط ہے (یعنی اللہ عزّ وجل)۔ [2] وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (انعام)۔ [3] چونکہ ذکر (ص ۶۵ پر)

جملہ موجودات کے متعلق اللہ عزّ وجل کا ارادۂ تخلیق اور اس کا ایفا اور ان کے جملہ خلقی جزئیات کی صحیح تنصیف اور نظام کائنات میں ارض و سما اور موجوداتِ ارضی و سماوی کی غیر متبدل اور غیر مختل تعیین و تقدیر جو اعتدالِ تخلیق و نظام کی تجلّی ہے۔ اللہ عزّ وجل کا مخلوقات میں قیام بالقسط ہے۔

پس اس عزّ وجل نے خلائف الارض یعنی انسان کی ترکیب خلقت میں جو اس کے قائم بالقسط دستِ قدرت سے بحیثیت احسن الخلق استوار ہے۔ ہر دو گونہ حقائق کے اجتماع سے قیام بالقسط کی بنیاد قائم فرمائی۔ اور وہ کثافت ارضی اور حقیقت علوی کی ودیعت ہے۔ جو نفس انسانی میں خلقی ترازو کے دونوں پلڑے ہیں۔ اور اس حقیقت قیام بالقسط کے بالقوہ حامل ہیں۔ جو آیہ[1] وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ سے مقصود ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور کے پرتوِ انوار سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ کشف و استقامت حقائق علوی و سفلی کا نور و تحمّل ہے اور ہر دو حقائق کی ایفاء سے نفسِ انسانی میں تنصیف فطرت کی بروئے وزن کامل راستی و استقامت ہے۔ جس کی نورانی حقیقت معرفت الٰہی ہے۔ جو کثافت پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور اللہ عزّ و جل کی الوہیّت میں فردیّت پر شہادت کے ساتھ جامع جملہ فضائل اور ہر گونہ امر بالعدل ہے۔ اور شرط[2] استخلاف فی الارض ہے۔ گویا خالق و مدبّر حقیقی عزّ وجل کا قیام بالقسط جو اپنی الوہیّت پر شہادت کے ساتھ تخلیق و تدبیر عالم میں جاری و ساری ہے۔ من جملہ دن رات کی گردش اور ان کے اختلاف اور

(بقیہ ص۶۴) اساسِ عمل ہے۔ اس لئے قائم بالقسط عزّ وجل کی فکری تصدیق یعنی ایمان افتتاح اعتدال ہے۔ جو فکر و عمل کو تکمیل اعتدال کے لئے مصروف کر دیتا ہے۔ [1] تو نے تیر نہیں مارا۔ جب کہ مارا بلکہ اللہ نے تیر مارا۔ (انفال) [2] وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ .... (نور)

آن کے تسلسل سے تنصیف و تعدیلِ اوقات اور تقدیر آفتاب وجودِ ماہتاب سے دن رات مہینوں اور سالوں اور موسموں کے نظام میں تعدیل صحیح الحاصل یہ تمام نظام مقدرہ کائنات صرف اسی احسن الخلق کے لئے ہے۔ جس کی فطرت اساس قیام بالقسط ہے۔ وہ ارضی موجودات کے ساتھ ایک گونہ جنسی اشتراک رکھتا ہے۔ اور اسے شعور حاصل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ عالم انسانی کو منزل و مدار کے نظام میں داخل کر دیتا ہے اور حیوانات و نباتات کو اپنی خدمت میں گوناگوں حیثیتوں سے تنظیم دیتا ہے۔ یہ اس کی تنصیف فطرت ہے۔ جو اس کی کثافت پر علوی پرتو ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۙ وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۙ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۙ (النبأ)

اور کیا ہم نے رات کو پردہ اور کیا ہم نے دن کو وقت معاش اور بنائے ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان سخت اور بنایا ہم نے چراغ روشن اور اتارا ہم نے بکثرت گرتا ہوا پانی نچوڑنے والی بدلیوں سے تاکہ نکالیں ہم اس سے اناج اور نباتات اور لپٹے ہوئے باغات۔

تمام موجودات کی تخلیق و تنظیم جس موجود کے لئے ہو اور وہ اپنے نفس میں حقائق علوی و سفلی کے اجتماع سے جو قیام بالقسط کی اساس ہے۔ عناصر پر مستولی ہو۔ یہ علامت ہے کہ قلب اور کان آنکھوں اور دماغ وغیرہ کے ساتھ جو انسان کو ظاہری طور پر حاصل ہیں۔ اور حقائق سفلی کے اجتماع اور ترکیب کی آئینہ دار ہیں۔ اور حیوانات کے اعضا کے ساتھ انہیں جنسی اشتراک کی ایک نوعیت حاصل ہے۔ ایک علوی کائنات متعلق ہے۔ جو نظام عالم پر

ٓ اَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ۔ (یٰسین)

غالب وقاہر ہے اور وہ خالق ومدبّر حقیقی اللہ عزّ وجل قائم بالقسط کے اعتدال کا پرتو ہے۔ جو اس کی معتدل ترکیب عناصر پر جلوہ ریز ہے۔ اور اپنی حقیقت کا تحقق چاہتا ہے۔ اور چونکہ تمام نظام عالم میں تنظیم بلا خلل ایک منظم پر دلیل ساطع ہے۔ اس لئے انسان میں ایسا شعور جو تنظیم عناصر سے عناصر پر تصرف کا موجب ہے۔ اس خالق حقیقی اور منظم عالم سے انسان کے لئے اُس عزّ و جل کی نیابت پر دلیل روشن ہے۔ اللہ عزّ وجل خالق حقیقی منتظم و مدبر الامور ہے۔ اور تنظیم و تدبیر امور ومہمات کا بالارادہ والاختیار ملکہ انسان کے سوا کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں۔ گویا خلافت الٰہی انسانی فطرت ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۤئِفَ الْاَرْضِ (انعام) — اسی نے تمہیں زمین پر خلفاء بنایا ہے۔

اور حقائق اشیاء کا وجود مسلمات ہیں۔ لفظ ومعنیٰ۔ جسم و روح۔ بقیدیت مادی اور اس کا کشف کثافت ارضی اور اس کا تحمل لفظ نور اور اس کی معنوی تجلّی مسمّٰی اور اس کا وجود لازم وملزوم ہیں۔ گویا خلافت الٰہی کا اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق قانون ربانی کی قاہر وغالب جلوہ گری ہے۔ جس سے آج دور مصطفوی یعنی حکیم اور عادل اور شجاع اور عفیف ملّت اسلامیہ مشرف وممتاز ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ...... الخ (نور) — اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور ان کا عمل صالح ہے۔ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔

خالق حقیقی مستغناء عزّ وجل کا قیام بالقسط اپنی الوہیّت میں فردیّت پر

شہادت کے ساتھ تمام مخلوقات کی تخلیق و تنظیم میں جاری و ساری ہے۔ پس حقیقت استخلاف کا یہ لابدی تقاضا ہے کہ خلیفۃ اللہ بحیثیت مخلوق قائم بالقسط ہو یعنی اس کے نفس مبارک میں اعتدال جو معرفت الٰہی ہے اس عزّ وجل کی الوہیت میں فردیت پر شہادت ہے۔ اور دستور عدل (قرآن و سنّت) کی نورانی معنویت ہے متحقق ہو۔ (قرآن مجید قائم بالقسط عزّ وجل کے ترشحات ذاتیہ ہیں۔ اور سُنّتِ نبوی صلعم اس کی شرح متشکل ہے۔ اور منبع اعتدال ہے) اور وہ اس کے معیار پر مقتضیات دہر کی تشخیص کرتے ہوئے معروف کا حکم دے۔ اور منکرات سے روک دے۔ یہ اس کا اجتہاد اور نفاذ امر ہے۔ اور وہ اس ملّتِ اسلامیہ کا ایک فرد ہے۔ جو اس دستور عدل میں استغراق سے قائم بالقسط عزّ وجل کے پرتوِ علم کو نفوس میں اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ یعنی علوی پرتو کے نورانی حقائق اس کی کثافت پر جلوہ ریز ہیں گویا وہ حقائق علوی وسفلی کے کشاف و استقامت سے قسطاس مستقیم اپنے ہاتھوں میں سنبھالے ہے۔ جو رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک نے تواتر کے ساتھ اس کے سپرد کی ہے اور اس دلیل کے ساتھ نفسِ کائنات کے تقاضاؤں کی تشخیص و اصلاح یعنی اجتہاد اور نفاذ امر کا استحقاق صرف عادل ملّت اسلامیہ کو پہنچتا ہے اور خلیفۃ اللہ اپنے عہد مبارک میں آسے خاتم النبیین محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پر جمع کر دیتا ہے اس ملّتِ اسلامیہ کی قوّتِ نظری نامناسب نشاط ادراک سے بہ کمال نفرت محفوظ ہے۔ اور کمال حکمت سے بہرہ یاب ہے اس کی قوّتِ عملی میں تقدّس عدل متحقق ہو چکا ہے۔ اس کی قوّتِ غضبی وحشت اور درندگی سے بیگانہ ہے۔ اور جادۂ اعتدال سے موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ اور اس کی قوّتِ شہوی حظوظِ نازیبا کے لئے حرکت نہیں کرتی۔ تعمیل عدل کے لئے متحرک ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا وطن پناہِ امن ہے۔ اس کا ادراک اطمینان و تقدس ہے۔ اس کی تحریک محافظِ اعتدال ہے۔

اور اہتمام عدل و قسط رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃ
بہ تسلسل و تواتر اس میں جاری کر دیا گیا ہے اور اس کے ہر عہد کو محیط ہے۔
پس استخلاف فی الارض کی مقدس امانت اس کے سپرد کر دی گئی ہے۔ جب
اس کی تمکین کا فیصلہ قائم بالقسط مستخلف عزّ وجل کی طرف سے صادر ہو
جاتا ہے۔ تو وہ سطح ارض پر اپنی شوکت قاہرہ کے ساتھ چھا جاتی ہے۔
تنزیل دستور میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان خود اپنے لئے مقنن نہیں ہو
سکتا۔ مقنن خالق حقیقی عزّ وجل ہے۔ اس لیئے تمام کائنات انسانی کے لئے
دستور صرف قرآن حکیم ہے۔ جو قائم بالقسط مقنن عزّ وجل کی جانب سے رسول
پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کافۃ النّاس کی طرف نازل ہوا ہے۔ اور
وہ نور مبین[1] ہے۔ کیونکہ نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کا ترشح ذاتی ہے اور وہ عزّ وجل
جملہ ملکوت کا خالق و مدبّر ہے۔ پس بلا ریب کتاب مجید کی نورانی معنویّت
تمام مقتضیات عالم کو محیط ہے۔ اور دنیا و آخرت اس کی آغوش وسعت میں
گم ہے۔ اور ملّت اسلامیہ کے عادل نفوس میں بالتدریج تا ابد متحقق ہوتی رہتی
ہے۔ یہ حقیقت اجتہاد اور نفاذ امر ہے۔ جو توضیح اور اجرائے دستور ہے۔
جس کا استحقاق صرف خیر الامم اور اُمّت وسط یعنی ملّت مصطفویہ کو پہنچتا
ہے۔ جس کے نفوس معنویّت قانون کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ اللہ عزّ و
جل فرماتا ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)	تم بہترین اُمّت ہو۔ جو انسانوں کے لئے مقرر کی گئی ہے کہ تم معروف کے لئے حکم دو اور منکرات سے روک دو۔

یعنی کائنات انسانی معروف و منکر کی تشخیص میں مقنن حقیقی کی طرف فطری

[1] يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء)

احتیاج رکھتی ہے۔ اور ملّتِ اسلامیہ اس ربانی تشخیص کی حامل اور نقّاد ہے۔ اس لئے مقنن عزّ وجل کی طرف سے ملّتِ اسلامیہ کی افضلیت کا فیصلہ کائناتِ انسانی کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔

اور اس دستور مجید کا حصول اور نفاذ جو اس میں استغراق کو مستلزم ہے۔ تعمیل احکام اور اس کی ترتیل پر مشتمل ہے۔ اور سیّد وسرور محمّد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسوۂ حسنہ تعمیل وترتیل کی شرح متشکل ہے اور منبع اعتدال ہے اور تعمیل وترتیل کا جادۂ مستقیم بے حجاب کر دیتا ہے۔ اس لئے قرآن وسنّت کا وہ علم جو زبان وقلم سے تعلق رکھتا ہے۔ اعتدال اور معنویّت وستور کے لئے لزوم کامل سے مایہ دار ہے اور وہ الفاظ کے معانی اوّلیہ ہیں۔ جو راہِ عمل کی وضاحت ہے۔ جس کا نتیجہ وہ علم کامل ہے۔ جو کتاب مجید وسنّت کی نورانی معنویّت ہے اور وہی علم نافع ہے۔ اور چونکہ عمل کے بغیر علم نافع حاصل نہیں ہوسکتا۔ جو کمال حکمت ہے۔ اس لئے حضور صلعم نے فرمایا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ۔ (جامع الصغیر سیوطی) میں اللہ کی طرف پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو غیر نافع ہو۔

چنانچہ مشکوٰۃ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ کعب احبار سے فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ اربابِ علم کون ہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا اَلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ بِمَا یَعْلَمُوْنَ (جو علم کے ساتھ جامع عمل ہیں) یعنی علم وعمل لازم وملزوم ہیں اور ان کا اجتماع رسوخ[1] فی العلم کو متحقق کرتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا۝ (مزمّل) قیام الیل سے روئیدہ حقیقت نفس کو روندنے کے لئے نہایت شدید ہے۔

---

[1] ...... وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ .... الخ (آل عمران)

اور تلفظ قرآن کو راست کر دیتی ہے یعنی
فہم قرآن کے لئے فاتحۃ الابواب ہے۔

نَاشِئَةَ الَّيْلِ کتاب مجید کے ان معانی کے ساتھ جو تلاوت آیات کے بعد فوراً ذہن میں منتقل ہوتے ہیں۔ ہر لفظ کی نورانی حقیقت سے واقف کر دینا ہے۔ جیسے اِنِّیٓ اَنَا اللّٰہُ کی نورانی معنویت شجرۂ مبارکہ سے اِنِّیٓ اٰنَسْتُ نَارًا میں درخشاں تھی۔ پس اجتہاد اور نفاذ امر کا حق ملت اسلامیہ میں ان علمائے راسخین کو پہنچتا ہے۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعّال کے ساتھ متحد ہیں۔ اور آپ کی قوت تزکیہ ان کے نفوس میں متصرف ہے۔ اور انہوں نے کلام مجید اپنے حقائق کے ساتھ حضور صلعم سے اخذ کیا ہے اور وہ کتاب و سنت کے علم کامل سے جادۂ مستقیم پر آپ کی تبعیت میں رواں ہیں۔ اور حقیقت کتاب یعنی حکمت یا علم کامل ان کے نفوس میں جاوہ ریز ہو چکا ہے۔ جو حکمت لَدُنْیٰ کا نورانی پرتو ہے۔ پس قرآن و سنت کی روشنی میں مسلم حکیم کی ایک جنبش لب ایک نورانی قانون ہے۔ جو اس کا اجتہاد ہے اور اسے سطح ارض پر اس کے نفاذ کا حق پہنچتا ہے۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل حدیث نبوی میں مسلم عادل کا حق اجتہاد اور نفاذ امر ثابت و مستحکم ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ

ے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ۔ فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔
آپ نے اپنے اہل سے فرمایا۔ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید تمہارے لئے میں کوئی اطلاع یا آگ کی چنگاری لاؤں۔ پس جب وہ وہاں پہنچا تو بابرکت میدان کے کنارے سے بقعۂ مبارک میں درخت کی جانب سے وہ پکارا گیا۔ اے موسیٰ میں تحقیق ہوں اللہ رب العلمین۔ (قصص)

ے عنوانات تزکیہ و تعلیم مطالعہ فرمائیں۔

لمعاذ ابن جبل حین وجهہ الی الیمن بم تقضی قال بما فی کتاب اللہ قال فان لم تجد قال بما فی سنت رسول اللہ قال فان لم تجد قال اجتہد رائی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یحب رسول اللہؐ (ترمذی)

ابن جبل کو یمن کی طرف بھیجا۔ تو فرمایا کس چیز سے مقدمات میں فیصلہ کرو گے۔ تو آپ نے عرض کیا۔ کتاب اللہ سے۔ تو حضور نے فرمایا۔ اگر اس میں نہ پاؤ۔ تو پھر آپ نے جواب دیا۔ سنّتِ نبوی صلعم سے۔ پھر حضور نے فرمایا۔ اگر اس میں بھی نہ پاؤ۔ تو آپ نے عرض کی اپنے رائے سے اجتہاد کروں گا۔ تو حضور صلعم نے فرمایا۔ اس خدا کا شکر ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے رسول کو اس چیز کی توفیق عطا کی ہے۔ جو اس کے رسول کو محبوب ہے۔

گویا کتاب و سُنّت کی نورانی معنویّت جو مستلزم الفاظ کتاب و سنّت ہے جب مسلم عادل کے نفس ناطقہ میں متحقق ہو جاتی ہے۔ تو اس کے ترشحات کتاب وسنّت کی پیروی میں کامل دستوری حیثیّت رکھتے ہیں۔ اور اگر الفاظ کے ساتھ نورانی معنویّت جو عمل کا نتیجہ ہے مسلم کے نفس میں متحقق نہیں ہے۔ تو اس کا یہ جہل اجتہاد اور نفاذ امر کے بارہ میں وبال ہے۔ چنانچہ رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔

العلم بدون العمل وبال والعمل بدون العلم ضلال۔ (لوامع الاشراق)

علم عمل کے بغیر وبال ہے اور عمل علم کے بغیر گمرہی ہے۔

اور ملّتِ اسلامیہ کے سوا دوسری جماعتیں چونکہ دستور عدل اور منبع اعتدال سے بیگانہ ہیں۔ بحالیکہ نفسِ انسانی بخود اعتدال کی طرف کبھی راہ نہیں پا سکتا۔ اس لئے وہ افراط و تفریط کی گمرہی میں بہتی جاتی ہیں۔ اور ہرگز نہیں تھم سکتیں۔ پس نظامِ عالم کی عنان اگر ان کے ہاتھوں میں آتی ہے۔

تو گویا مفرط ادراک و تحریک اس نظم و تدبیر کے استحقاق کو غصب کر لیتا ہے جس کی فطرت قیام بالقسط کی متقاضی ہے۔ اور ان جماعتوں کا مفسد فرط فضائل و مکارم سے جو اعتدال نفس کے آثار و شواہد ہیں۔ قطعاً نابلد ہے اور اپنی حیاتِ عنصری کے ماحول میں خواہش رانی کے سوا اس کا کچھ مقصود نہیں جو وحشت اور درندگی اور بہیمیت ہے۔ اس لئے اس افراط و تفریط کو دبا دینا بنی آدم پر مقصود آیۂ عدل و احسان کی ایفائے عادل ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (توبہ)

لڑائی کرو اُن لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور اس چیز کو حرام نہیں جانتے۔ جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہے اور دینِ حق کو نہیں قبول کرتے۔ اُن لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ جزیہ ادا کریں اپنے ہاتھ سے اور ذلیل ہو کر رہیں۔ (اللہ اور اس کے رسول نے جس چیز کو حرام کیا ہے وہ فرط ہے۔ جو وحشت اور درندگی کا مظاہرہ ہے اور دین حق اعتدال کامل ہے۔ جو حکمت۔ عدالت۔ شجاعت۔ عفت کے ساتھ جان و مال و آبرو کا محافظ ہے۔ اور منزل و مدن میں روح اعتدال ہے۔ اور دول اور اقوام کو عدل کے سامنے جھکا دینے کا حق رکھتا ہے۔

گویا سطح ارض پر نظم عادل کا استحقاق صرف ملّتِ اسلامیہ کے عادل علمائے راسخین کو ہے۔ جن کے نفوس میں دینِ حق کے الفاظ و اسرار متحقق ہیں اور وہ کمال رغبت کے ساتھ معروف کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور وہ ان کی فطرتِ سلیم کے

ساتھ کاملاً سازگار ہے۔ اور کمال نفرت کے ساتھ نواہی اور رذائل سے محفوظ ہیں یعنی ان کی فطرتِ نفس فسادِ فرط سے پاک ہو چکی ہے۔ یعنی دستورِ عدل (دینِ حق) کا ہر قانون اُن کی نورانی فطرت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور دستورِ عدل کی نورانی معنویت جو تمام مقتضیات دہر کو محیط ہے۔ ان کے نفسِ ناطقہ میں متحقق ہے۔ اور اس کا تدریجی ارتقاء جاری ہے۔ پس قرآن و سنت کی روشنی میں اُن کی ایک ایک حرکت و سکنت ان کی جنبشِ لب دستورِ عدل کی شرح ہے۔ اور مستقل آئینی حیثیت رکھتی ہے جس کے سامنے تمام کائناتِ انسانی کو جھک جانا چاہیئے۔ مقنن عز و جل فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنایا ہے۔ اُمت وسط (پیکرِ عدل جامع ہر گونہ عدل و وسط) تاکہ تم لوگوں پر شہادت دو اور رسول تم پر شاہد ہو۔

تشبہ بہ حکمت

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ط (نجم)

علم تابع کتاب و حکمت ہے۔ آیۂ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[1] میں تعلم جامعیت علم پر شہادت روشن ہے۔ اللہ عز و جل نے بمطابق فرمان[2] وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا حضرت آدم علیہ السلام کی روحِ الٰہی[3] کے رخِ تاباں کو منکشف فرمایا۔ آپ اس علم و حکمت کے ہمراہ جلوہ فرمائے سطحِ ارض ہوئے۔ زاں بعد قرونِ مسلسل میں انبیائے

---

[1] اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے (جمعہ) [2] اور اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے۔ (بقرہ)

[3] وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص)

کرام نے تجلیاتِ حکمت سے سطحِ ارض کو نور وضیا بخشا۔ اور اسی انوارِ حکمت کی روشنیوں میں سب انبیاء نے حکیم فرد سید و سرور احمد ن المجتبٰی محمد ن المصطفٰے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جس پر گذشتہ کتب سماوی شہادت دیتی ہیں اور قرآن حکیم میں اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (آل عمران)

جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا۔ کہ جو کچھ میں تم کو کتاب وحکمت سے دوں پھر تمہارے پاس آئے پیغمبر جو تصدیق کرے اس چیز کی کہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔

تاآنکہ اس سید الحکماء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان علوم کتاب وحکمت کو اس عزّ وجل کی طرف سے مکمل[1] کر دیا گیا۔ اور آپ نے ملتِ اسلامیہ میں ان دریا ہائے علوم کو بہ تسلسل وتواتر جاری فرمایا۔ وہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (جمعہ) اور ان کو پاک کر دے اور ان کو کتاب وحکمت سکھا دے۔

القائے کتاب وحکمت قوتِ تزکیہ کو مستلزم ہے۔ وہ عزّ وجل علیم وحکیم اور نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور بمطابق یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ[2] جن مقدس قلوب پر انوارِ حکمت جادہ ریز ہوتے ہیں۔ انہیں وہ نورانی قوت عطا کی جاتی ہے۔ جو

---

[1] وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (نساء) اور فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ)

[2] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

[3] حکمت اور تزکیہ وغیرہ عنوانات کے تحت ان کے حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

نورٌ علیٰ نور خالقِ حقیقی کی نورانی قوت کا پرتو ہے۔ وہ نورٌ علیٰ نور جملہ ملکوت کا خالق ہے۔ اور ان پر قاہر و غالب ہے۔ پس جلوہ گاہان نور کے ساتھ جو نفوس انسانی ارواح علوی کے شعوری ترشحات کے ذریعہ اعترافی اور عملی تصدیق سے عنصری اور علوی حیثیت کے ساتھ متحد ہو جاتے ہیں۔ ان حکمائے حق کی نورانی قوتِ تزکیہ ان کے نفوس میں متصرف ہوتی ہے۔ اور ان کو مزکّی کرتی ہوئی حکمت الٰہی کے خزائن علم سے منوّر و معمور کر دیتی ہے۔ گویا ان کی قوتِ تزکیہ نورانی نسبت سے اللہ عزّ وجل کا دستِ تصرف ہے۔ جو خلقتِ انسانی میں متصرف ہوتا ہے۔ اور حکمت و نور چونکہ اس نورٌ علیٰ نور اور حکیم مطلق کا ذاتی ترشح ہے۔ اور اس کا العام[1] ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ تعلق اطاعت کا تحقق لزوم رکھتا ہے۔ الحاصل حکمت اللہ عزّ وجل علیم و حکیم کے انوار حکمت کا پرتو ہے۔ جس سے حکمائے حق مایہ دار ہیں۔ اور وہ صراطِ مستقیم[2] کے رہرو انبیاء۔ صدّیقین۔ شہداء اور صالحین ہیں۔ جو نفسِ ناطقہ کے حقائق علوی و سفلی کے کشف و استقامت سے جو اس کا اعتدال ہے۔ آمر[3] بالعدل ہیں۔

حقیقتِ علوی کا کشف روح[4] الٰہی کی اپنی حقیقت کے ساتھ تجلّی[5] ہے اور یہ قوتِ نظری کا اعتدال ہے۔ جس کے نفس میں وہ منکشف ہو جاتی ہے۔ وہ حکیم ہے۔ اور روح بخاری اس کا محل ہے۔ اور اس انکشاف کا تحمل اس کا اعتدال ہے۔ گویا حکیم جامع جملہ فضائل ہے اور حکمت حقائق نفس کی جلوہ گری اور استقامت ہے جو معرفت[6] الٰہی

[1-2] وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورہ نساء) [3] وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النحل) [4] وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص)، [5] يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (نور) اور لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید) کا انطباق اس حقیقت پر شاہد ہے۔

[6] عنوانات تعلّم و تزکیہ مطالعہ فرمائیں۔

کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور ملکوت کے علم کو مستلزم ہے۔ اور یہ نورانی قوت کا تقاضا ہے۔ کیونکہ وہ عزّ وجل نورٌ علیٰ نور اور علیم و حکیم ہے۔ اور حکمت اس کے پرتوِ انوار سے متحقق ہوتی ہے۔ یہ حقیقت بدیہیہ ہے۔ اور معمولی انعطاف توجہ سے ذہن میں روشن ہو جاتی ہے۔ کہ جو کچھ سطحِ ارض پر ایک مرتبہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ بالعموم بنی نوعِ انسان کے قلوب میں اور زبانوں پر مسلمات یا امثال کی صورت میں قائم رہتا ہے۔ پس خصوصیت کے ساتھ وہ حقائق جو اس کی خلقی تشخیص اور تجزیہ اور اس کے اجزائے ترکیب کی کشف و استقامت سے تعلق رکھتے ہوں۔ فطری طور پر عام اذہانِ انسانی میں ان کے قواعد و ضوابط کا خاکہ اس حد تک ضرور موجود رہتا ہے۔ جہاں تک ظن یا خیال اس کے ظاہر کو سمجھتا ہے۔ پس حکمت کے قواعد جو نفسِ انسانی کی تہذیب یا اس کا قیام بالقسط ہے۔ اور منزل و مدن میں قسط و اعتدال کا ذریعہ ہے۔ قائم بالقسط عزّ وجل کے ترشحات عدل اور میزان العدل کے حاملین انبیاء علیہم السلام کے عزم و عدل کے ذریعہ کہ ہر دو امہاتِ فضائل کا مرجع ہیں۔ سطحِ ارض پر حکیمِ مطلق کی جانب سے نزول فرما ہوئے۔ اور فلاسفۂ اخلاق نے ان اصولوں سے معلوم اور غیر معلوم طریق سے خوشہ چینی کی۔ اور اپنی شعوری استعداد کے ذریعہ جو حقیقت علوی اور کثافت ارضی کی ترکیب سے ان کے نفوس میں ودیعت ہے۔ ان اصولوں کو اس حد تک اخذ کیا جہاں تک ظن یا خیال ان کے ظاہر کو سمجھتا ہے۔ چونکہ انسان کی فطرت قیام[۲] بالقسط کی اساس پر استوار ہے۔ اس لئے اعتدال کو محورِ فضائل اور فرط

---

[۱] لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف)۔ [۲] اور وہ حقائق سفلی و علوی کی ودیعت ہے۔

کو وہ رذائل سمجھے اور قرار دیتے ہیں ان کی فطرت نے ان کا ساتھ دیا۔ اور اپنی اسی فطری استعداد کے ذریعہ ان کی ظنی تاخت نے ان کے فہم اور تشخیص جزئیات میں بہت تگ و دو کی۔ لیکن فضائل کی نورانی حقیقت کا تحقق یا نفوس کی کشف و استقامت ظنی استدلال یا انسانی طاقت سے برتر ہے۔ وہ اس حکیم مطلق کے نورانی دستِ تصرف کی محتاج ہے۔ جو اس کا خالق اول ہے۔ اور وہ حکمائے حق کی نورانی قوت تزکیہ کے ذریعہ متعلقہ نفوس ناطقہ میں متصرف ہوتا ہے۔ اور ان کے حقائق کو منکشف اور مستقیم کر دیتا ہے۔ اور ان فلاسفۂ اخلاق کی اس ظنی تگ و دو کی بنیاد وہ غیر منکشف حقیقت علوی ہے جس کا کثافت پر انکشاف جامع جملہ فضائل یا حکمت ہے۔ اور اس کے ترشحات شہود حقائق سے مستحکم ہیں اور اس غیر منکشف حقیقت علوی کے ترشحات تاریک تگ و تاخت کا نتیجہ ہیں۔ جو معیار اعتماد پر راسخ نہیں ہو سکتا۔ مگر اتحاد اساسی ان دونو میں ایک گونہ مشابہت کا سبب ہے۔ اور یہی حکمائے ظاہر کے تشبہ بہ حکمت کا سرمایہ ہے۔

حکمائے ظاہر کی فلکیات اور الٰہیات میں ظنی تاخت بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور عناصر اور عنصریات میں ان کا غور و فکر اس لئے بعض یقینی نتائج پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ ان کا ماحول ہیں۔ اور ان کی عنصری آنکھیں ان کے اجزا کی مشاہد ہیں اور ان کی علوی استعداد عناصر اور عنصریات میں اپنا شعوری کام انجام دیتی ہے۔ اور ترکیب عناصر اور ترتیب مقدمات سے ان کا شعور نتائج مرتب کرتا ہے۔ اور حکمت کے ساتھ ان کی مشابہت میں ایک گونہ استدلالی قوت پیدا کر دیتا ہے۔ مگر فضائل اخلاق میں ان کی قلم اور زبان کی تگ و تاخت فکر تاریک میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور سطحیات سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور نہ اسے الٰہیات اور فلکیات میں راہ یقین میسر ہو سکتا ہے۔

از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ رسید　مرکب ظن بر فلکہا کے دوید　(رومی)

کیونکہ حکمت واخلاق اپنی نورانی حقیقت سے تحقق پاتا ہے۔ جو نفس ناطقہ کی تنویر ہے۔ اور معرفت الٰہی کے ساتھ اس کی نورانی حقیقت اتحاد جنسیت رکھتی ہے۔ جس کی روشنی میں ملکوت اس کے سامنے اجاگر ہوجاتی ہیں۔ اور حکمائے ظاہر ان حقائق سے بے خبر ہیں۔ انہوں نے ظاہر کو حقیقت سمجھا اور حقیقت سے بے خبر رہے۔ اور ان کا جدید و قدیم فلسفۂ اخلاق جو درحقیقت گلستانِ نبوت سے سطحی حیثیت کے ساتھ خوشہ چینی ہے طب کی مانند جیسے وہ جسم کی کیفیات صحت و مرض کی تشخیص کرتی ہے۔ نفس انسانی کی تشخیص اور تجزیہ سے اس کی معرفت اور علاج چاہتا ہے۔ جو ان کی ناتمام کوشش ہے۔ کیونکہ نفس انسانی میں کثافت کے ساتھ علوی پرتو ودیعت ہے۔ جو اپنے نورانی انکشاف سے متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ علوی نورانی تصرف کا محتاج ہے۔ مگر چونکہ نفس کا تجزیہ اور اس کی تشخیص فطرت نفس کی مطابقت ہے۔ اس لئے علوی دستور یعنی قرآن مجید اور اس کی شرح سنّت کی روشنی میں یہ نہج علم[1] علی اللسان کا تشخیصی طرز بیان ہے۔ اور مطابق حقیقت ہے۔ مگر نفس کا کشف و استقامت معرفت الٰہی اور کتاب وسنّت کے نور کبیر کے ساتھ چونکہ متحد المعنیٰ ہے۔ اس لئے یہ نہج بیانِ حقیقت یا بیان علم[2] فی القلب میں ان حکمائے الٰہی یا علمائے ربانی کے تصرف کی محتاج ہے۔ جن کے نفوس اپنی معرفت سے منکشف اور مستقیم ہیں۔ اور وہ مفکرین الفاظ یا سطحیات جن کی محض سطحی اور ظنی تاخت حقیقتِ نفس کو نہیں پاسکتی۔ ان کا پایہ تشبہ بہ حکمت یا تشبہ بہ علم تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور ظن سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ظنی تاریکی ایک وبال ہے۔

---

[1] عنوان علم علی اللسان کے زیر تحت اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ [2] عنوان علم فی القلب کے زیر تحت اس حقیقت کو روشن کیا گیا ہے۔

اور گرداب حیرت ہے جس میں امم سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد مبتلا ہو کر گم گشتہ راہ ہو گئیں۔ اور شرک اور کجروی یعنی فرط نے ان کو آلیا۔ اور کثافت کے تاریک پردوں میں ان کی علوی حقیقت ہمیشہ کے لئے محجوب ہو گئی۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ (نجم) — نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی اور خواہشات نفس کی۔

ہر ہلاک اُمّت پیشیں کہ بود — زانکہ بر جندل گماں بردند عود (رومی)

انہوں نے ظنون تاریک اور عنصری خواہشات کی پیروی میں اپنے نفوس میں یہ تغیر[1] پیدا کیا تو نتائج کی ترتیب چونکہ خالق حقیقی کا فعل ہے۔ اس لئے اللہ عزّ وجل نے ان کے نتائج افعال کو متحقق فرمادیا اور ان کے ان[2] دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ جو ان کے ارواح علوی کے اعضائے رئیسہ ہیں۔ اب علویات میں ان کی شہودی تاخت کا امکان ختم ہو گیا ہے۔ وہ علویات کا صراطِ مستقیم اب نہیں پا سکتے۔ پس نہ وہ علوی کائنات کو دیکھ سکتے ہیں۔ نہ خروش فلک ان کے کانوں میں پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ ان کے قلوب میں حقائق معرفت متحقق ہو سکتے ہیں۔ یعنی اب ان کی رُوح علوی اپنی حقیقت کے ساتھ منکشف نہیں ہو سکتی۔ مگر نفس انسانی میں اپنی موجودگی کی وجہ سے اپنا کام انجام دیتی رہتی ہے۔ اور یہی حق سے غافل حکمائے ظاہر کے تشبہ یہ حکمت کی بنیاد ہے۔ اور اسی کے ذریعہ وہ مشبّہ بہ حکیم ہیں۔ اور ان کی تاریکی ان کے ترشحات کو معیار اعتماد سے ساقط قرار دیتی ہے۔

---

[1] اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (رعد) [2] خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ۚ وَعَلٰۤی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۠ (بقرہ)

مکارم اخلاق کی حقیقت

ذَالِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (بنی اسرائیل)

مکارم اخلاق ان اشعۂ انوار کا پرتو ہیں جو فہم قرآن یعنی علم نافع کے حقائق ہیں۔ یا نفس انسانی کے نورانی کشف و استقامت کے ترشحات ہیں۔ نفس انسانی میں حقیقت علوی یا روحِ[1] الٰہی سے کشف حجاب کثافت کو منوّر کردیتا ہے۔ جو ہر دو کا اعتدال ہے۔ یعنی قوتِ ادراک میں فکر صحیحہ جو اساس عمل ہے اور اعمال صالحہ جو قوائے تحریک کے ذریعہ متحقق ہوتے ہیں۔ ان ہر دو کا ثمر حقیقت علوی کا کشف ہے۔ یا فکر صحیحہ یعنی ایمان کی نورانی حقیقت کا تحقق ہے۔ جو اس کا اعتدال ہے یا حکمت ہے اور چونکہ کثافت معتدل ترکیبی نسبت سے اس کا محل ہے۔ اس لئے تحمل کثافت سے اس میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے۔ اور معتدل قوتِ تحریک تمام تحریکی فضائل و مکارم کا موجب ہے۔ جس کا منبع وہ حکمتِ درخشاں ہے۔ جو اعمال پر مبدأ کی حیثیت سے قادر ہوتی ہے۔ اور اس حیثیت کے ساتھ اسے عادل قوت عملی کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ جو تمام اعمال و افعال میں آئین اعتدال کو فطرت قرار دے دیتی ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران)

اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولوا العلم اور وہ قائم بالقسط ہے۔

یعنی وہ عزّ و جل قائم بالقسط یا بالاعتدال ہے۔ اور اپنی الوہیت میں فردیت پر اپنی ذات کے علم سے شہادت دیتا ہے۔ گویا اولوا العلم کے لئے بحیثیت مخلوق

---

[1] وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوْحِىْ (ص)

ذاتِ الٰہی کا علم اور قیام بالقسط لازم و ملزوم ہیں۔ جو اس کی ذات پر اولوا العلم کی شہادت کا استحقاق ہے۔ اور علم قوتِ نظری میں متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ فکرِ صحیح یا ایمان کی حقیقت ہے۔ جو شعور کے ذریعہ قوتِ نظری میں تمکین پاتا ہے۔ پس وہ حقیقت علوی کے کشف کا نام یا روح الٰہی کے رُخِ تاباں کی درخشانی ہے۔ جو اس کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اس کا اعتدال ہے۔ جو کثافت کی تنویر اور اس کے اعتدال کو مستلزم ہے۔ اور یہی حکمت[1] ہے۔ جو تمام ادراکی و تحریکی فضائل کی جامع ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل نے سورہ بنی اسرائیل میں مکارم و فضائل کا بیان فرماتے ہوئے جو ترشحاتِ اعتدالیہ ہیں۔ انہیں حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۚ یہ اس سے ہے جو اللہ نے تیری طرف (بنی اسرائیل) وحی کی ہے حکمت سے۔

یعنی حکمت جامع جملہ فضائل ہے۔ جو اللہ عزّ و جل کی فردیتِ الوہیت میں نفسِ انسانی کے استغراق و فنا سے یا عبادت سے حقیقتِ نفس کو منکشف اور مستقیم کر دیتی ہے۔ کیونکہ روح الٰہی صرف فردیتِ الوہیت میں استغراق سے ہی منکشف ہو سکتا ہے۔ اور منکشف ہو کر تنویرِ کثافت کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہ ہر دو کا اعتدال یا قیام بالقسط ہے۔ اور چونکہ اللہ عزّ و جل کے بعد وجودِ انسانی اور اس کی پرورش کا ظاہری ذریعہ والدین ہیں۔ اور نفسِ انسانی میں احسان کا وزن اپنی راستی و استقامت کے لئے مکافاتِ احسان چاہتا ہے۔ اس لئے والدین پر احسان اعتدال ہے۔ علیٰ ہذا وہ تعلقات جو باہم کثافتی اشتراک رکھتے ہیں۔ جن کی وسعت تمام بنی آدم کو محیط ہے۔ حالات کے تقاضاؤں سے اوّلیت و ثانویت۔ تقدیم و تاخیر کے استحقاق کے ساتھ مختلف

[1] عنوان حکمت کے تحت اس کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے۔

حیثیتوں سے اپنی فطرت میں ایفا کے متقاضی ہیں۔ اور ان کا ایفا اعتدال ہے۔
کثافت و لطافت اساسِ اعتدال ہے۔ اور جب اس میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے۔ جو للہیت[1] ہے۔ تو اس کی اس جد و جہد کے نتائج کو جو وہ کسب طیبات میں صرف کرتی ہے۔ اعتدال کے ساتھ صرف کرنا فطرتِ اعتدالیہ کا ترشح ہے۔ اور اعتدال ہے۔ (اور اگر ایسا نہیں تو گویا اس کی فطرت میں فرط ہے)
اور جان و مال، آبرو کی حفاظت ادراک و تحریک کے اس اعتدال سے متحقق ہوتی ہے۔ جس میں ادراک و تحریک کا فعل تعمیل آئین کے لیے ہو۔ خواہش پروری کے لئے نہ ہو۔ (اور اگر ایسا نہیں تو وہ فرط یا وحشت اور درندگی ہے)
اور ایفائے[2] عہد کثافت ارضی اور لطافت علوی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے اور ان فطری عہود کی رعائت و حفاظت ہے۔ جن کی فطرت تعقید و توثیق کرتی ہے۔ یا کثافت کے اشتراک سے یا شعوری ترشحات کے ذریعہ اعترافی تصدیق سے عنصری اور علوی حیثیت کے ساتھ عقد و وثاق پاتے ہیں۔ یہ ایفا و رعائت، کثافت و لطافت ہر دو کا اعتدال ہے۔ علیٰ ہذا وزن میں راستی و تنصیف ایفائے عہد کی ایک شق ہے۔ اور اعتدال کیل و قسطاس ہے اور یہ معاملات میں قانونِ عدل کا نفاذ ہے۔
اور دل اور آنکھوں اور کانوں کا اس علم اور یقین کی پیروی کرنا جس میں شبہ نہ ہو۔ ادراک و تحریک میں تحقق اعتدال کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ خیال یقین سے اعتدال پاتا ہے۔ جو مستلزم حقیقت ہے۔ اور نفسِ انسانی کا اطمینانِ کامل جسے کوئی کثافتی اثر بطر و جزع وغیرہ متاثر نہیں کر سکتا اور اس کے کسی قول و فعل اور انداز رفتار و گفتار سے جو ترشحات نفسانیہ ہیں۔ اس کی مفرط اثر پذیری ظاہر نہیں ہوتی۔ اس

---

[1] عنوان تنزیل دستور ملاحظہ فرمائیں ص۴۲-۴۳ [2] عنوان وفا ملاحظہ فرمائیں۔

کے ادراکی و تحریکی اعتدال پر شہادت بیّنہ ہے۔ یہ سب نفس انسانی کے نورانی اور مستقیم ترشحات ہیں۔ اور اس کے اعتدال پر شواہد ہیں۔ اللہ عزّ و جل نے ان کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتے ہوئے انہیں حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ کیونکہ ان میں قیام بالقسط یا آفتاب اعتدال درخشاں ہے۔ جو محور ہے۔ جس کے گرد جملہ فضائل گھومتی ہیں۔ اور حکمت جامع جملہ فضائل ہے۔ گویا یہ ایسی جزئیات ہیں۔ جن میں کلیات اپنی حقیقت کے ساتھ روشن ہیں۔ اور اللہ عزّ و جل نے بعضیت اور جزئیت کی خصوصیت کے ساتھ ان مکارم اخلاق کا ذکر فرماتے ہوئے تمام قرآن مجید کو حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ دلیل ہے کہ فضائلِ اخلاق کلام مجید یا حکمت کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ گویا نفسِ انسانی میں فضائل کا تحقق کتاب مجید یا نورِ مبین یا ترشح ذاتِ الٰہی میں استغراق ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور کی جانب نورانی ہدائت ہے۔ اور یہی نفس انسانی کا کشف و استقامت ہے۔ اور یہی مکارم اخلاق کی حقیقت ہے۔ اگر نفس ناطقہ میں قرآن مجید کے الفاظ اپنی معنویت کے ساتھ متحقق نہیں ہیں۔ تو مکارم اخلاق کو فطرت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ تکلّف اور خطرہ ہے۔ اور رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے خطرہ سے اللہ عزّ و جل کی بارگاہ میں پناہ چاہی ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا ہے۔

اعوذ باللہ من علم لا ینفع (جامع الصغیر) میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نافع نہ ہو

ہدایت

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (النور)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی جانب متعدد تدریجی انواع سے ہدائت فرمائی ہے۔

اوّلاً اس ذات برتر و اعلیٰ نے نفس انسانی میں بمطابق لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (ہم نے انسان کو بہترین ترکیب (نگاشت) سے خلق فرمایا۔ (والتین)) وہ استعداد ودلیعت کی جو اس کی کثافت پر حاوی پرتو ہے۔ جو فطری طور پر حق اور باطل کے درمیان دلائل فارقہ کو معلوم کر سکتی ہے۔ اور راہِ حق کو اپنا رہِ عمل قرار دے سکتی ہے۔ اور علم و حکمت، کو قبول کر سکتی ہے۔ اور یہ اساس قائم بالقسط یا اعتدال ہے۔

ثانیاً اس عزّ وجل نے بمطابق وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (ہم نے اسے دو راہ دکھلائے ... (البلد)) صالح و فساد، حق و باطل، خیر و شر کو مشخص فرماتے ہوئے جو لطافت وکثافت ممتزجہ کا کہ وہ اساس نیابت الٰہی ہے۔ عدل و فرط ہیں۔ حجتہائے محکم اور دلائل فارقہ قائم فرمائیں۔ تاکہ عقل انسانی خیر و شر میں تمیز کرتی ہوئی راہِ حقیقت اور صراطِ مستقیم پہچان لے۔

ثالثاً بمطابق وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (ہم نے ان میں سے امام بنائے تھے کہ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے (سجدہ)) ارسال رسل اور ان کے ساتھ نزول کتب و میزان العدل سے اور انجام کار خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ قرآن مجید کی تنزیل اور اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ تسلسل تزکیہ و تعلّم سے دین حق اور حجت الٰہی کو مکمّل اور نعمت کو متمم فرمایا۔ جو قائم بالقسط عزّ وجل کی جانب سے صراطِ مستقیم کا نزول اور اس کے سفر کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم کے معانئ اوّلیہ و دستورحیات اور جزا و سزا کی اطلاع کاملہ پر مشتمل ہیں۔ اور جملہ مقتضیات اکمالِ دین اور اتمام نعمت کے ترجمان ہیں۔ اور آن پر عمل قرآن حکیم کی معنوی صورت یعنی انوار ربانی یا حکمت سے نصیبہ ور ہونے کا موجب ہے۔ اور یہ نصیبہ وہی حقیقت ہدایت اور اس کی فاضل ترین نوع ہے۔ کیونکہ ان انوار حکمت میں نفس ناطقہ کا استغراق اپنے نورانی انکشاف و استقامت سے جو اس کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اس کا

اعتدال ہے۔ اُن کے ساتھ متحد الحقیقت ہو جاتا ہے۔ اور ظن یقین سے اور تاریکی ضیا سے بدل جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل آیاتِ الٰہیہ۔ انہی حقائق کی طرف مشیر ہیں۔

یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور) اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ (حدید) اُن کے لئے اُن کا اجر ہے اور نور ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت) جو ہم میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے اُن کو دکھا دیتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ (انعام) وہ ہیں جنہیں اللہ نے دائنی جانب ہدائت کی ہے۔ پس اُن کی ہدائت کی پیروی کر۔

گویا علم دو قسموں پر مشتمل ہے۔ ایک وہ علم جو الفاظ کتاب کے معانیٔ اوّلیہ ہیں۔ اور ذہن فوراً ان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور ان کی شرح رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث طیبہ کے الفاظ مبارک اور اُسوۂ حسنہ کی ظاہری صورت ہے۔ جو بہ سلسلۂ روایات ہم تک پہنچی ہے۔ اور یہ علم ظاہر ہے۔ دوسرا وہ علم جو آیاتِ کتاب کے معانیٔ ثانویہ ہیں یا نورِ مُبین ہے[1] یا سنتِ نبوی صلعم کی نورانی معنویت ہے۔ جو تسلسل تزکیہ و تعلّم کے ساتھ متواتر اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ملتِ مصطفویہ میں جاری ہے۔

روایاتِ ذیل اسی حقیقت پر شہادت ہیں۔

وعن الحسن العلم علمان فعلم فی القلب فذالك العلم النافع وعلم علی اللسان فذالك حجة الله عزوجل علی ابن آدم (رواہ الدارمی۔ مشکوٰۃ)

حضرت حسن بصری سے روائت ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ علم جو قلب کے اندر ہے۔ پس یہ علم نافع ہے اور ایک علم

---

[1] وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (النساء)

زبان پر پس یہ خدائے بزرگ و برتر کی حجت و برہان ہے انسان کے لئے۔

وعن ابی ھریرۃ حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما مبثثۃ فیکم واما الاخر فلو بثثۃ لقطع ھذا البلعوم۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم کے دو ذخیرے جمع کئے ہیں۔ ایک تو میں نے تم میں شائع کر دیا لیکن دوسرا پس اگر میں شائع کروں تو یہ شاہ رگ، کاٹ ڈالی جائے۔

عِلم علی اللّسان (حجتِ الٰہی)

یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ۔ (جمعہ)

یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ (تاکہ اس کی آیات اُن پر تلاوت کرے) سے مقصود علم علی اللّسان یا علم ظاہر ہے۔ جو قائم بالقسط عزّ وجل کے ترشح ذاتی قرآن مجید کی آیات اور الفاظ مبارک سے سید و سرور خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور احادیث نبویہ صلعم کی روشنی میں جو شرح اعتدال ہے۔ استنباط شدہ احکام و اطلاعات پر مشتمل ہے۔ اللہ عزّ وجل نے بمطابق منشورِ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] بے شک قرآن ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن حکیم کی حفاظت کا ایسا عظیم الشّان اہتمام فرمایا۔ کہ آج قرآن حکیم اپنی اسی کامل صحت الفاظ کے ساتھ ہمارے قلوب وصدور میں محفوظ ہے۔ جس

---

[1] تحقیق ہم نے ہی ذکر نازل کیا اور بالتحقیق ہم ہی اس کے نگہبان بھی ہیں۔ (الحجر)

صحتِ کاملہ کے ساتھ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا ؎

آنکہ دوش کوہ بارش بر نتافت سطوت او زہرۂ گردوں شگافت
بنگر آں سرمایۂ آمالِ ما گنجد اندر سینۂ اطفالِ ما (اقبال)

علیٰ ہذا اس کی شرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ۔ صحت۔ وسعت۔ حفاظت (احصائے کلیات وجزئیات) کے عظیم الشان اہتمام کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ جس کی مثال ابتدائے خلق سے آجتک نہیں مل سکتی۔ اور آئندہ تو اس کی نظیر ملنے کا مطلق امکان ہی نہیں ہے۔ حضور ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال حتیٰ کہ تبسم۔ جنبشِ لب۔ اشارۂ چشم ایک ایک حرکت وسکنت صحت کے ایسے اہتمام کے ساتھ محفوظ ہم تک پہنچتی ہے۔ کہ آج تک کسی نبی مرسل کے سوانح یا صحیفۂ آسمانی کے لئے حفاظت کا ایسا اہتمام میسر نہیں ہوا۔ اور یہ تمام اہتمام اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا[1] کے منشا کا مصدّق ہے۔ چونکہ تکمیل دین اور اتمامِ نعمت سے کوئی گذشتہ شریعت مکمل ومتمم نہیں ہوئی۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی دائمی حفاظت کا اہتمام بھی نہیں فرمایا۔ مگر شریعتِ اسلامیہ (قرآن وسنت) تہذیب شخصی۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن وسیاست بین الدول کی اس عادل حیثیت کے ساتھ جامع کامل ہے۔ کہ تمام مفرط جماعتوں کو اس کی سنت عدل کے روبرو پست ہو جانا چاہیئے۔ آئینِ عدل کی جامعیتِ مکمل اور اس کی جزئیات کا لغائت استقصا اور لغائت حفاظت اس استحقاق پر دلیل مستحکم ہے چنانچہ جہاں بانی اور اعلائے کلمۃ الحق کے جادۂ اعتدال سے رفع موانع کی صورت میں کشور کشائی کی شرح جامع سے لے کر سیاست مدن اور تدبیر منزل اور

---

[1] آج میں نے تمہارے اوپر تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور نعمت تمام کر دی۔ اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لئے پسند کر لیا۔ (مائدہ)

تہذیب شخصی کے اصول وفروع کا اس حد تک استقصا اور اس حد تک حفاظت کی گئی کہ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک لمحہ روزمرہ کے معمولی سے معمولی واقعات اور جزوی حالات حتیٰ کہ آنحضرت کے بال۔ کنگھی۔ پکے ہوئے بال۔ خضاب۔ سرمہ۔ موزہ۔ جوتا اور اس کے تسمے۔ انگوٹھی۔ عمامہ۔ پاجامہ۔ رفتار نشست۔ تکیہ۔ بستر۔ تکیہ لگانا۔ پیالہ کیا کیا پیتے تھے۔ کیسے پیتے تھے۔ خوشبو۔ حجامت رات کی باتیں۔ تبسم وغیرہ سے ملتِ اسلامیہ آج بھی تیرہ سو برس کے بعد اسی طرح اسی وسعت اور صحت کے ساتھ باخبر ہے۔ جس طرح صحابۂ کرام اور حضارِ مجالس نبوت واقف و باخبر تھے۔ رویت اور سمع کا فرق ممیز ضرور ہے۔ مگر کیفیتِ علم آج بھی بلا تمیز اسی طرح موجود ہے۔

آنحضرت سے تقریباً تیرہ ہزار صحابۂ کرام نے حالات روائت فرمائے ہیں۔ ان تیرہ ہزار یعنی رواۃ کے علاوہ تابعین یا تبع تابعین وغیرہ جنہوں نے ایک یا دو واسطوں سے آنحضرت کے ارشادات یا اُسوۂ حسنہ کے متعلق روایات نقل فرمائی ہیں۔ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ان سب حضرات کے حالاتِ زندگی کی صحیح تشخیص اور ان کے اخلاق۔ علم۔ اعتماد۔ حافظہ۔ صداقت امانت۔ ایفائے عہد۔ عقلِ کامل وغیرہ جملہ مکارمِ اخلاق یعنی اعتدال سے اتصاف اور رزائل اخلاق سے اجتناب کی تحقیق اور ان کی زندگی کے ہر پہلو سے وقوف بہم پہنچانے کے لئے فنِ اسماء الرجال ایجاد کیا گیا۔ تاکہ اس سرچشمۂ علوم کے متعلق روایات کی صحت مخدوش نہ ہو۔ اور بالتبع دستور حیات میں خلل اور ضلال راہ نہ پائے۔ پس جہاں کہیں سلسلۂ روایات میں کسی صاحب روائت کے حافظہ کی کمزوری یا مکارمِ اخلاق یعنی عدل سے اتصاف میں کمی یا تسلسلِ روائت میں سقم محسوس ہوا اس روائت کو اس کی مطابقت کے ساتھ اسی قدر معیار اعتبار سے ساقط کر دیا گیا۔ پس قرآن مجید کی نصوص اور

ان کی شرح یعنی صحاح ستّہ اور دیگر کتب احادیث کے الفاظ مبارک کے ذریعہ جن کے معانی اولیہ علم ظاہر ہیں۔ ملت اسلامیہ کو اس دستورِ حیات سے مشرف فرمایا گیا۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ذاتِ حق میں وصول میسّر ہوتا ہے۔ جو علم فی القلب ہے۔ اور ہر دو کا اجتماع عادل اجتہاد اور نفاذِ امر کے ساتھ راسخون فی العلم آمرین کے لئے امامت دہر کا استحقاق ہے۔

راہِ حق باکارواں رفتن خوش است ہم چو جاں اندر جہاں رفتن خوش است

علم فی القلب (حکمت)

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (اور ان کو پاک کر دے اور کتاب و حکمۃ کی تعلیم دے) سے مقصود علم فی القلب یا علم باطن ہے۔ کیونکہ تزکیہ لوحِ قلب کا تصفیہ ہے۔ اور قلب سے مقصود نفسِ[1] ناطقۂ انسانی ہے۔ اس لئے وہ حقائق علوی و سفلی کا کشف و استقامت یا اعتدال ہے۔ جو اُن کا نور و تحمّل ہے۔ لہٰذا وہ حامل کتاب کی قوّتِ تزکیہ و تعلم کے ذریعہ کتاب کے معانیٔ اولیہ کے ساتھ اُس کے معانیٔ ثانویہ یا نورانی معنویّت کی تاثیر سے متحقق ہوتا ہے۔ کتاب اس نورٌ علیٰ نور کا ترشح ذاتی ہے۔ اور اس کی معنویّت نور ہے۔ اور وہ عزّ وجل حکیم مطلق ہے۔ اس لئے وہ معنویّت حکمت ہے۔ اور نفس انسانی میں روح[2] الٰہی باحقیقت علوی ودیعت ہے۔ جب وہ کتاب مجید میں استغراق سے اپنی

---

[1] وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (والشمس) لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ (فرقان) کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے۔ [2] وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (ص)

نورانی حقیقت کے ساتھ کثافت پر منکشف ہو جاتی ہے۔ تو اُس کو منوّر کرتی ہوئی جو نفس کا تزکیہ و تصفیہ ہے۔ نورٌ علیٰ نور کی معرفت یا کتاب کی نورانی معنویت یا حکمت کے ساتھ متحد الحقیقت ہو جاتی ہے اور تزکیہ سے نفسِ ناطقہ یا قلب میں کتاب و حکمت کا تحقق اس نورانی اتحاد پر دلیل روشن ہے۔

من نیم جنسِ شہنشاہ دور ازو لیک دارم در تجلّی نور ازو
نیست جنسیّت ز روئے اسم و ذات آب جنسِ خاک آمد در نبات (رومی)

اِس اتحادِ حقیقت کی کیفیّت نہ قلم بیان کر سکتی اور نہ زبان اُن اسرار کو وا کر سکتی ہے۔ اس کا مطالعہ اپنے حقائقِ نفس کا کشف و استقامت ہے۔ جو نورِ کتاب میں استغراق سے ظنِّ تاریک کی شفا ہے۔ اور حقیقتِ[1] ہدائت ہے۔ اور سیّد الحکماء خلیفۃ اللہ فی الارض محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نورانی تزکیہ و تعلّم سے اس حکمت کے دریائے نور کو اِلیٰ یوم القیامۃ ملّتِ مصطفویہ میں جاری فرما دیا ہے۔ اور وہ پورے زورِ تموج کے ساتھ حکمائے اُمّت کے قلوب مجری البحور میں عہدِ مبارک نبوی صلعم سے لے کر قیامت تک جاری رہے گا۔ اور ہر عہد میں اس کی آبیاری ملّتِ اسلامیہ کے نفوس میں ان کی کشف و استقامت یا تحقق اعتدال کا موجب ہوتی رہے گی۔ اور چونکہ اعتدال قائم بالقسط عزّ و جل کی تجلّی عدل ہے۔ اس لئے تمام عالم پر وہ دلیل افضلیت اور استحقاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ پس اس لازم برہانی شوکت کے ساتھ امانتِ استخلاف فی الارض اس کی کیفیتِ تموّج میں روح تموّج ہے۔ کہ جب وہ مستخلف عزّ و جل سطح ارض

---

[1] یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس) اور وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ) کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے۔

پر اس کے نفاذ کا فیصلہ ناطق فرما دیتا ہے۔ تو ملّتِ اسلامیہ کا ایک فرد حکیم نفوسِ ملّت میں اپنے نورانی تزکیہ و تعلّم کے ذریعہ جو وراثت مصطفوی ہے اس دریائے حکمت کو نوع بنوع کیفِ تموّج سے جاری کرتا ہوا اس کے منبع رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک پر ملّت کے اجتماع سے تاجِ[1] داؤدی زیب سر فرما کر مضمون[2] کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی تصدیق کر دیتا ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کے پیشرو اوّل حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اس دعا (مندرجہ ذیل) میں جو تعمیرِ کعبہ کے وقت آپ کی اور حضرت اسمٰعیل علیہما السّلام کی پاک زبانوں پر جاری تھی۔ یہ حقیقت روشن و نمایاں ہے۔ کہ اللہ عزّ و جل کی حکمتِ غالبہ (جو تخلیق و تدبیر مع قسط کے ساتھ تمام ملکوت میں جاری و ساری ہے) کی جلوہ گاہ وہ اُمّتِ وسط ہے۔ جس پر اس کا ترشح ذاتی یعنی کتاب اور اس کی نورانی معنویت یعنی حکمت کا تحقق تسلسل کے ساتھ جاری رہے گا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرہ)

ہمارے پروردگار ان میں انہی سے رسول مبعوث فرمائیو۔ جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے اور ان کو پاک کر دے۔ بالتحقیق تو غالب و حکیم ہے۔

آیۂ بالا میں يُزَكِّيْهِمْ کو اللہ عزّ و جل نے مؤخر فرمایا ہے۔ اور اس میں مقصود یہ ہے کہ حضور صلعم کے تعلّم کتاب و حکمت کی تاثیر نفس کو پاک کرتی ہے۔ اور جہاں يُزَكِّيْهِمْ کو مقدم فرمایا ہے۔ وہاں حضور صلعم کی اس نورانی قوّتِ تزکیہ کا تصرّف مقصود ہے۔ جو حضور کے نفسِ مبارک میں کتاب و حکمت کی تکمیل سے اللہ عزّ و جل

---

[1] يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ ...... الخ (ص)
[2] ...... جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا...... الخ (نور)

نے متحقق فرمائی ہے اور وہی ملکہ تعلم ہے جس سے ملت اسلامیہ کے گروہ اول خلفائے راشدہ پر کتاب و حکمت کی تکمیل ہوئی۔ جو تواتر تزکیہ و تعلم کو مستلزم ہے اور ملت اسلامیہ کے گروہ آخریں پر جو مضمون استخلاف فی الارض کا اس کے گروہ اول کی مانند صحیح مصداق ہے۔ تحقق وراثت کتاب و حکمت کا ذریعہ ہے۔ جو الوہیت اور رسالت کی نیابت میں نورانی شوکت علم و قدرت ہے۔ کیونکہ مستخلف عزّ و جل حکیم ہے۔ اور کتاب و حکمت مضمون نبوت ہے۔ چنانچہ عہد خلافت سلیمانی کے ایک صاحب قوت عالم معنوی (حکیم) کا ذکر جو خلافت الٰہیہ کی اس علمی قدرت کے لزوم پر شہادت روشن ہے۔ قرآن مجید اس طرح بیان فرماتا ہے۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (النمل)

اس شخص نے کہا۔ جسے علم کتاب حاصل تھا۔ میں اسے لے آتا ہوں۔ قبل اس کے کہ تیری پلکیں تیری طرف لوٹیں۔ پس جب اس نے اُسے اپنے سامنے مستقر پایا تو کہنے لگا۔ یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے۔

یہ واقعہ صاحب علم کتاب کی اس نورانی قوت کی ترجمانی کرتا ہے۔ جو تدبیر و غالب نورٌ علیٰ نور کے نور قوی کی رویت یا اس کی جانب ہدایت سے متحقق ہوتی ہے۔ اور اُسے اصطلاح الٰہی میں علم سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جو کتاب کی نورانی معنویت ہے۔ یا نور الٰہی ہے۔ کیونکہ کتاب اس عزّ و جل کا ترشح ذاتی ہے۔ اس لئے وہ حکیم مطلق اور نورٌ علیٰ نور کی معرفت ہے اور نور یا حکمت ہے۔ اور اس کی ذات کا علم ہے۔ اور اپنی علمی وسعت کے

---

[1] وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ ...... الخ (نور) [2] سیکون فی اٰخر ھذہ الامت قوم لھم مثل اجر اولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن ط (مشکوٰۃ باب ثواب ھذہ الامۃ)

ساتھ ملکوت کو محیط ہے۔ کیونکہ وہ عزّوجل علیم ہے اور قلب یا نفس میں متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے علم باطن ہے۔ اور آج خاتم النّبیین محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مبارک پر آیات کتاب کے الفاظ اور معانیٔ اولیہ کے ساتھ اس عزّوجل نے اُسے مکمّل فرما دیا ہے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آلِ عمران)

اور نہ تھا کہ اللہ غیب (غیب مطلق غیر محدود و غیر مقید) پر تم کو مطلع کرتا۔ لیکن جسے اپنے مرسلین سے چن لے۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن)

اور اللہ اپنا غیب (مطلق غیر محدود و غیر مقیّد) کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن اس پیغمبر پر جس کو وہ پسند کرلے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (نساء)

اللہ نے تجھ پر کتاب وحکمت نازل کی اور تجھ کو وہ علم دیا۔ جو تو نہیں جانتا تھا۔

آیات بالا علم علی اللّسان کے ساتھ علم کی اس قسم ثانی یعنی علم فی القلب کی طرف مشیر ہیں جس سے حضور نبی کریم صلعم کو مشرف و ممتاز فرمایا گیا۔ اور یہ اسی ادّعا کا مطلوب ہے۔ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان مقدّس الفاظ کے ساتھ کلامِ الٰہی کے مخصوص وقت میں عرض کیا تھا۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (طٰہٰ) اے الٰہی میرا سینہ کھول دے۔

اور جس سے حضور نبی کریم صلعم کو بمطابق

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الم نشرح) کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

کے منشورِ عظیم سے حامل علوم فرمایا گیا۔ اور آیۂ ذیل سے وراثت شرح صدر

آپ کی اُمّت میں قیامت تک کے لئے جاری کر دی گئی۔ جو اختتامِ نبوّت پر دلیلِ قاطع ہے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ (زمر)

کیا پس اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہے۔

آیاتِ ذیل علم کی اسی قسمِ ثانی کی وسعت اور کیفیت اور اس کے اسرار و انوار ظاہر کر رہی ہیں، جس سے انبیاء و مرسلین علیہم السّلام اور سیّد و سرور محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عرفان و وصول حق کے سے اور عرفانِ حق کی روشنی میں علم موجودات سے بہرہ ور ہوئے۔

۱۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ (بقرہ)

اُس نے آدم (علیہ السّلام) کو تمام نام سکھا دیئے۔

۲۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ (سورہ انعام)

ہم نے اُسے (ابراہیمؑ) کو اسحٰق و یعقوب عطا کیا۔ ہم نے اُن سب کو اپنی جانب راہنمائی کی۔ اور اس سے پہلے نوح کو اور اس کی اولاد سے داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو ہم اپنی جانب رہنمائی کر چکے ہیں (یعنی انہیں شہودِ انوار اور وصال ذات اور علوم سے مشرّف فرمایا ہے) اور اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں۔ (یعنی انہیں وصال و انوار و علوم سے بہرہ ور کرتے ہیں)

۳۔ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ

ہم اسی طرح دکھاتے ہیں ابراہیم کو آسمانوں

وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔ (انعام) اور زمین کی ملکوت اور اس لئے کہ یقین کرنے والوں سے ہو۔

۴۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ (سورہ اعراف) جب اس کے پروردگار نے پہاڑ کی طرف تجلّی فرمائی تو اُس کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسٰی بیہوش ہوکر گر پڑے۔

۵۔ وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف) ہم نے اسے اپنی جانب سے علم سکھایا۔

۶۔ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ٥ (نمل) سلیمان داؤد کا وارث ہؤا۔ اور کہنے لگا۔ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی۔ اور ہمیں ہر چیز سے عطا کیا گیا (علم و حکم)

۷۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (بنی اسرائیل) پاک ہے وہ ذات جو رات کے وقت اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی جانب لے گیا۔ جس کے گرد کو ہم نے برکت دی تھی۔ تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں۔

۸۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (نجم) پھر اس نے اپنے بندے کی جانب وحی فرمائی جو فرمائی۔

آیاتِ ذیل میں جملہ اولیاء اللہ اور حکمائے اُمّتِ مصطفویہ کو علم کی اس دوسری نوع کے انوار و اسرار سے مشرف و بہرہ ور فرمانے سے مطلع کیا گیا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (یونس) مطلع ہو جاؤ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دوستوں کو مطمئن کردیا گیا۔ انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔ (مردِ ترسندہ را ساکن کند) جو مومن

اور متقی ہیں۔ ان کو دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی اللہ کے کلمات نہ بدل نہیں سکتے اور یہ عظیم کامیابی ہے۔

نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ یَّشَاءُ (نور)

وہ نور علی نور ہے جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (جمعہ)

وہ ذات پاک جس نے اُمیوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے گو اس سے قبل وہ گمراہی ظاہر میں تھے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت)

جو ہماری ذات میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کے سینوں میں اپنے راہ کشادہ کردیتے ہیں۔

اور آیۂ ذیل میں صرف حکمت کا ذکر کتاب کی نورانی معنویت کی تخصیص کے لئے ہے۔ جس کی وسعت کثیر یعنی بے پایاں ہے

یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (بقرہ)

جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ چاہتا ہے۔ حکمت بخش دیتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی۔ اس کو کثیر دولت دی گئی۔

یعنی علم کی اس دوسری قسم کا نام حکمت ہے اور آیۂ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ میں یُعَلِّمُهُمْ حکمت کو علم کا ہم معنیٰ قرار دیتا ہے۔ گویا اس آیت مبارکہ کے معانی اس طرح کئے جائیں گے کہ اور وہ (صلعم) کتاب اور اس کی نورانی معنویت (حکمت) کی ان کو تعلیم دے کہ چونکہ نورانی معنویت کی جلوہ گاہ اندرون قلب یا نفس ہے۔ اور اس کا تحقق حقائق نفس کا کشف و استقامت یا اعتدال ہے۔ اس لئے بالیقین حکمت اور علم فی القلب ہم معنی ہیں۔ نیز ماہرین لغت کے چند

ایک اقوال جو قابلِ احترام سیّد سلیمان ندوی صاحب نے سیرۃ النبی جلد چہارم میں جمع فرمائے ہیں۔ بطور استشہاد پیش کئے جاتے ہیں۔

امام جوہری صحاح اللغات میں فرماتے ہیں۔

الحکمۃ من العلم والحکیم العالم وصاحب الحکمۃ۔ حکمت علم سے ہے اور حکیم عالم اور صاحبِ حکمت کو کہتے ہیں۔

لسان العرب میں جو عربی لغت کی مستند کتاب ہے۔ اس طرح ہے۔

وَالحکمۃ عبارۃ عن معرفت افضل الاشیاء بافضل العلوم۔ حکمت افضل چیز کو افضل علم کے ذریعہ سے جاننے کو کہتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں۔

والحکمۃ اصابۃ الحق بالعلم والعقل فالحکمۃ من اللہ تعالیٰ معرفت الاشیاء وایجادھا علیٰ غایۃ الاحکام ومن الانسان معرفت الموجودات وفعل الخیرات۔ حکمت علم کے ذریعہ سے حق کو پہنچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت چیزوں کا جاننا اور اُن کی تخلیق ہے۔ بغایت کمال اور انسان کی حکمت موجودات کو جاننا اور اعمالِ صالحہ ہے۔

قال ابن زید الحکمۃ الدین الذی لایعرفونہ اِلّا بہ صلعم یُعَلِّمُھُمْ ایاھا، قال الحکمۃ العقل فی الدین وقرء وَمَنْ یُّؤْتَ الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً، وقال لعیسیٰ ویعلمہٗ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل وقرأ ابن زید واتل علیھم نباء الذی اٰتینٰہُ اٰیٰتنا فانسلخ منھا قال لم تنتفع الاٰیات حیث لم تکن معھا حکمۃ والحکمۃ شیئ یجعلہ اللہ فی القلب ینورلہٗ بہٖ۔ حکمت دین کا وہ حصّہ ہے۔ جو صرف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے معلوم ہوتا ہے۔ وہی اس کو سکھاتا ہے۔ نیز انہیں کا قول ہے کہ حکمت دینی عقل کا نام ہے۔ اور اس پر یہ آئت پڑھی کہ جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو بڑی دولت دی گئی اور اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب و حکمت۔ تورات و انجیل سکھاتا ہے اور ابن زید نے یہ

آئت بھی پڑھی گئی ہے کے سامنے اس کا حال بیان کر جس کو ہم نے اپنی آیات عطا کیں۔ مگر وہ اُن سے الگ ہو گیا یعنی ان آیات سے نفع نہیں اُٹھایا۔ کیونکہ اُن کے ساتھ حکمت نہ تھی۔ حکمت وہ چیز ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کے قلب میں رکھتا ہے اور اس سے اس کو منور کر دیتا ہے۔

مالک اور ابو رزین فرماتے ہیں:۔

الحکمۃ الفقہ فی الدین والفہم الذی ھو سجیۃ منہ ونور من اللہ تعالیٰ

حکمت دین میں فہم اور اس سمجھ کو کہتے ہیں۔ جو ایک محمود ملکہ ہے اور نورِ حق ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں:۔

الحکمۃ فہم القرآن۔

حکمت فہمِ قرآن ہے۔ (یعنی کتاب کے معانی اولیہ و معانی ثانویہ یعنی اسرار و انوار سے باخبر ہونے کا نام حکمت ہے)

مقاتل فرماتے ہیں:۔

العلم والعمل بہ لایکون الرجل حکیما حتیٰ یجمعھا۔

علم اور اس پر عمل کا نام حکمت ہے۔ کوئی آدمی اس وقت تک حکیم نہیں ہو سکتا۔ جب تک عالم و عامل نہ ہو (اجتماع علم و عمل حقائق نفس کا کشف و استقامت متحقق کرتا ہے۔)

قرآن حکیم کی آیات کی ترتیب سے اور اُن کی تشریح میں امامانِ لغت کے اقوال سے واضح و عیاں ہے کہ حکمت علم کی اس دوسری قسم کا نام ہے۔ جو

نتیجۂ عمل ہے اور اندرونِ قلب اس کی جلوہ گاہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں سفیان سے روائت ہے۔ کہ حضرت عمرؓ ابن خطاب نے کعب سے فرمایا کہ ارباب علم کون ہیں۔ حضرت کعب نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ بِمَا یَعْلَمُوْنَ ؕ وہ جو علم کے ساتھ جامع عمل ہیں۔ یعنی عالم باعمل ہی اس علم کتاب و حکمت کے سے بہرہ یاب ہو سکتا ہے۔ جو اتباع ظن سے بلند انوار ذاتیہ میں استغراق ہے۔ اور بالتبع علم ملکوت کو مستلزم ہے۔ بحالیکہ علم ظاہر ظنی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ رسید مرکب ظن بر فلکہا کے دوید (رومیؒ)

اللہ عزّ و جل نے انسان کو احسن التقویم سے خلق فرمایا۔ اور مخلوق میں افضل ترین تقویم صرف وہی ہو سکتی ہے۔ جسے خالق حقیقی کے ساتھ اپنی خلقی ساخت میں قرب حاصل ہو اور اس کی صفات کا مظہر ہونے کی قابلیت اس میں پائی جائے۔ صرف وہ ایک خالقِ حقیقی ہے۔ اور باقی سب موجودات مخلوق ہیں اور جملہ موجودات میں انسان احسن الخلق ہے۔ یعنی وہ خالق حقیقی کی نیابت کی استعداد سے مشرف ہے۔ پس اس کی صفات سے اس کا متخلّق ہونا الفائے حق استعداد فطری ہے۔

ذات اللہ عزّ و جل نورٌ علیٰ نور ہے۔ پس احسن الخلق (انسان) کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے) کا صحیح مصداق ہو تا کہ وہ مظہر صفاتِ الٰہی ہو سکے۔ وہ نورٌ علیٰ نورٌ علیم و حکیم ہے۔ پس علم و حکمت سے انسان کو کیسے شرفیابی ہو سکتی ہے۔ جب تک مطابق آیۂ بالا انوار الٰہی سے منوّر و کامران نہ ہو۔ جو کتاب و حکمت کی معنوی صورت ہے۔ کیونکہ کلام متکلّم کا ذاتی ترشح ہوتا ہے۔ اور اس لئے علیم و حکیم کے کلام میں استغراق معرفت ذات الٰہی سے علم ملکوت کو مستلزم ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًاo (النساء) اے لوگو! تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے برہان آچکی اور نور ظاہر ہم نے تم پر نازل کیا۔ یعنی قرآن حکیم کی منسوبہ صورت نور ہے اور کافۃ الناس سے خطاب مندرجہ تسلسل ظاہر کرتا ہے۔

مندرجہ ذیل آیات ربانیہ سے علم کی معنوی حیثیت اور کتاب وحکمت کی علمی وسعت ظاہر و روشن ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ (آل عمران) اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولوالعلم اللہ قائم بالقسط ہے۔

ذات اللہ عزّ وجل اپنی ذاتِ یکتا کی اُلوہیّت اور یکتائی پر بحیثیت علیم ویکتا والرسب سے زیادہ حقیق بالشہادت ہے۔ اور ملائکہ مقرّبین جو اس کے حضور ونور سے مشرف ہیں۔ اس کی الوہیّت و بزرگی پر شہادت باہرہ کے لیئے اقرب ہیں۔ اور اولوالعلم (ذاتِ الٰہی کو جاننے والے یعنی عارفین) جو نورٌ علیٰ نور کے انوار میں غرق اور فانی ہوکر باقی ہو چکے ہیں اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کے معانی نفی و اثبات ان کے اندرون قلوب میں متحقق ہیں۔ یعنی ان کے نفوس کشف واستقامت سے معرفتِ الٰہی اور نفی غیر اللہ کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ جو رُوحِ[1] الٰہی کے رُخِ منوّر سے پردہ کشائی ہے۔ صرف وہی اس کی الوہیّت میں یکتائی پر شہادت عینی کا استحقاق رکھتے ہیں۔ کیونکہ معنئِ شہادت شہود وحضور کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتے۔ جو علیم وحکیم کی نورانی معیّت ہے۔ اور کلامِ حق کے الفاظ مبارکہ میں استغراق سے کشفاً و استقامتِ نفس

---

[1] وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

یا رسوخ فی العلم ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران)

اسی نے تجھ پر یہ کتاب اُتاری۔ اس میں ایک تو آیات محکمات ہیں۔ جو قرآن حکیم کی جڑ یا اصل ہیں۔ اور دوسری آیات متشابہات ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ تاویل پیدا کرنے اور فتنہ کے اُٹھانے کے لئے تشابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس کی تاویل اللہ جانتا ہے۔ اور راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور عقلمند ہی نصیحت (راہ حقیقت) اختیار کرتے ہیں۔

علماء کو راسخون فی العلم کے خطاب سے تشریف بخشی۔ آیات متشابہات کے اسرار سے ان کے علم و وقوف پر دلیل بیّن ہے۔ اور ان کی شہادت مشاہدہ کو مستلزم ہے۔ کیونکہ اللہ عزّ وجل اپنی الوہیت کی یکتائی پر اپنی ذات کے علم سے شاہد ہے۔ اور اولوالعلم اس کی معرفت سے اس کی الوہیت پر شہادت دیتے ہیں۔ گویا علم معرفت الٰہی ہے۔ اور علم ملکوت اس کا تابع ہے۔ نیز اولوالالباب راسخین فی العلم کی دوسری تعریف ہے۔ یعنی راسخین فی العلم اور عاقل ہی راہ حقیقت پاتے ہیں۔ جو آیاتِ متشابہات میں مخفی ہے۔ اور آیات محکمات اِن حقائق اور اسرار تک پہنچنے کا ذریعہ اور بنیاد ہیں۔ یعنی آیات متشابہات کی تاویل سے اللہ عزّ وجل واقف و علیم ہے۔ اور علمائے راسخین کی تصدیق و تذکر دلیل روشن ہے۔

معرفت الٰہی۔ کلام الٰہی معنی نبوّت۔ مفہوم اطاعت۔ رفاقت صلحا۔ اوامر د

نواہی ملائکہ۔ حشر و نشر۔ جنّت و دوزخ۔ عالم دنیا اور عالم آخرت جزا و سزا علیٰ ہذا سب حقائق ملکوت ارضی و سماوی وغیرہ کا اپنی معنوی صورت میں انکشاف علم باطن ہے۔ یعنی وہ حقائق جن پر ایمان عمل کا باب اوّل ہے۔ عمل سے عالم راسخ پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور یہی علوم کتاب و حکمت ہیں۔ کیونکہ کتاب و حکمت معرفت خالق اور جملہ حقائق مخلوق کی جامع ہے۔ الغرض حقائق کا لفظی طور پر جان لینا علم ظاہر ہے۔ اور روئتِ حقائق علم باطن ہے اور روئت حقائق ہی حقیقتِ علمی ہے۔

میراثِ علوم

مطلق علم اُس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتا۔ جب تک نوعین (علم ظاہر و باطن) کا جامع نہ ہو۔ اور اصطلاح شریعت میں عالم راسخ وہ انسانِ کامل ہے جو علم مطلق سے بہرہ ور ہو اور رسُولِ پاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی وراثتِ صحیحہ کا صرف وہی درحقیقت مصداق ہو سکتا ہے۔ اللّٰہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ (انعام)

یہ ہیں ہماری دلائل جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا کی تھیں۔ جس کے ہم چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ (مجادلہ)

اللّٰہ اُن لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے۔ جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ لوگ جن کو علم عطا کیا گیا۔

حضورِ الٰہی میں انبیاء کی مانند اُمّت مرحومہ کے علماء کے درجات کی بلندی وراثتِ نبوّت کے مضمون کو روشن کر رہی ہے۔ اور علماء کے اُس علم سے

نصیبہ ور ہونے پر دلیل ساطع ہے۔ جس علم سے انبیاء علیہم السلام بہرہ ور ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء علیہم السّلام کو کتاب و حکمت سے مشرف فرمایا۔ جو مضمون نبوت ہے۔ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ..... الخ (آل عمران) جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت عطا کروں ..... الخ

اور فرماتا ہے۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (النساء) بلاشبہ ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب و حکمت عطا کی اور ان کو بڑی سلطنت بخشی۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرماتا ہے۔

وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (مائدہ) اور جب میں نے تجھ کو کتاب و حکمت اور توراۃ و انجیل کی تعلیم دی۔

تا آنکہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ علیہ وسلّم پر اکمال[1] دین اور اتمام نعمت کے ساتھ وہ عزّ وجل کتاب و حکمت مکمّل فرما دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ..... الخ (النساء) اللہ نے تجھ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور وہ کچھ سکھایا۔ جس سے تو ناواقف تھا۔

علیٰ ہذا اللہ عزّ وجل نے اُمّت مرحومہ کے علمائے راسخین کو رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وراثت (یعنی کتاب و حکمت) سے فائز المرام فرمایا۔ وہ

[1] اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ)

عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران)

یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا۔ جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْ عَلَيْكُمْ آيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ)

جس طرح ہم نے تمہیں میں سے رسول بھیجا۔ جو ہماری آیات تم پر تلاوت کرتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے۔ جس سے تم ناواقف تھے۔

اور مندرجہ ذیل احادیث صحیحہ اسی حقیقت کی وضاحت کر رہی ہیں۔

وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ)

علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء سے دینار اور درہم کی وراثت نہیں پہنچتی بلکہ ان سے وراثت میں علم حاصل ہوتا ہے۔ پس جو اُن سے علم میں فیضیاب ہُوا۔ اس نے کثیر حصّہ پایا۔

عن انس ابن مالک قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم هل تدرون من اجود جودا قالوا الله ورسوله اعلم قال الله اجود جودا ثم انا اجود بنى آدم واجودهم من بعدى رجل علم علما فنشره ياتى يوم القيمة اميرا وحده اوقال

انس ابن مالک سے روایت ہے۔ کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسُول واقف تر ہے۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا۔ اللہ عزّ وجل سب سے زیادہ سخی ہے اور اس کے

امۃ واحدۃ (مشکوٰۃ) بعد جملہ بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد وہ شخص سب سے زیادہ سخی ہے۔ جو علم حاصل کرتا ہے اور اس کو پھیلا دیتا ہے۔ وہ قیامت کے دن بمنزلہ ایک امیر کے آئے گا یا اس طرح فرمایا مانند ایک گروہ کے۔

اس حدیث طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ عزوجل کی صفت جود کا ذکر فرمایا۔ اور یہاں جود الٰہی سے خصوصیت کے ساتھ سخاوت علم مراد ہے۔ جس سے اللہ عزوجل نے سید و سرور محمد نور جان اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور آنحضرت کے ذریعہ علمائے راسخین فی العلم کو عرفان و وصول سے نوازا اور علم ملکوت ان کے سامنے منکشف کر دیئے۔

پھر آنحضرت صلعم نے اپنی ذات بابرکات کو اجود بنی آدم فرمایا۔ کیونکہ آنحضرت کے توسط سے وہ علوم الٰہی علمائے راسخین کے صدور میں منتقل کر دیئے گئے۔ جن میں ہر ایک بنی اسرائیل کے انبیاء کی سی فضیلت و منزلت[1] رکھتا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم کو اجود الناس فرمایا۔ جس نے علم اخذ کیا۔ اور عالم میں اس کو پھیلا دیا۔ یعنی اس عالم و معلم کے ذریعہ شرح صدر سے صدور مومنین (بمطابق اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (کیا پس اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہے) عرفان الٰہی اور علم ملکوت سے مملو ہو گئے۔

عرفان و علم مقصود اعظم اور دولت نادر ہے۔ اس دولت نادر کی اعظم بخشش ہی سخاوت اللہ علیہ ہے۔ جس سے بڑھ کر سخاوت کا اور کوئی درجہ نہیں اور حدیث طیبہ

---

[1] وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا اور آیۂ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے۔

ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نشر علم کو جود کا ہم معنی قرار فرمایا ہے اور یہی معانی جود نبوی اور جود الٰہی میں مضمر و روشن ہیں۔

رَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا سے وہ عمومیت اور تواتر روشن و ساطع ہے۔ جو ہر زمانہ کو شامل ہے۔

یاتی یوم القیمۃ امیرًا وحدہ اوقال امۃ واحدۃً سے عالم و معلم کتاب و حکمۃ کی حیثیت اور درجہ علیہ کا وضوح ہے۔ جس سے ■ بارگاہ الٰہی میں ممتاز و مشرف ہوگا۔ اور بمطابق کفضلی علی ادناکم آسے اپنے متبعین کی سیادت ایسے حاصل ہوگی۔ جیسے انبیاء کو اپنی امم پر فضیلت و مرتبہ حاصل ہے۔

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش
چوں نبی باشد میان قوم خویش

چوں پیمبر درمیاں امتاں
در کشائے روضۂ دارالجناں (رومی)

..... قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنٰکم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملئکتہ واھل السموات و الارض حتی النملۃ فی جحرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر
(رواہ الترمذی - مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے، جیسے میری فضیلت ایک ادنیٰ صحابی پر۔ اللہ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان و زمین حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں انسانوں کو خیر سکھلانے والے پر درود بھیجتی ہیں۔

معلم الناس الخیر میں خیر سے مراد کتاب و حکمۃ ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔
مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (البقرہ) جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی۔

لہٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بمطابق یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ اور بمطابق حدیث اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا معلم کتاب و حکمت ہیں۔

لہ میں معلم مبعوث کیا گیا ہوں۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

اور مندرجہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں عیاں وظاہر ہے کہ علمائے راسخین بھی معلم ہیں۔ کیونکہ کتاب وحکمت مضمون نبوت ہے۔ اس لئے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے مفہوم کی تکمیل ملکہ تعلّم کی ودیعت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ (ملکۂ تعلّم سے مراد علم وحکمت کو دوسرے سینہ میں منتقل کرنے کا ملکہ ہے) اور دارمی کی روائت کے مطابق حضور صلعم نے کفضلی علیٰ ادناکم کے بعد مندرجۂ ذیل آئت تلاوت فرمائی۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر) اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے عباد علماء

علم فی القلب میں ثابت ہو چکا ہے کہ علم مستلزم شہود یعنی روئت ہے اور آیات ذیل کے تطابق سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روئت یقین کو متحقق کرتی ہے۔ اور وہ نتیجۂ عبادت یا عمل ہے۔ جو صاحب خشیہ عباد علماء کے نفوس میں متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ حقائق نفس کا کشف واستقامت یا اعتدال ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (حجر) اپنے پروردگار کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین کامل حاصل ہو جاوے (یعنی عبادت کے انتہائے مدارج طے کر)

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (انعام) اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو زمینوں اور آسمانوں کی ملکوت تاکہ وہ موقنین سے ہو جاوے (صاحبان یقین سے)

يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ میں اللہ عزّوجل نے جس یقین کو مقصود رکھا ہے۔ وہ معرفت ذات الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ روئت مستلزم یقین ہے۔ اور بالتبع اس علم ملکوت کو مستلزم ہے۔ جسے اللہ عزّوجل نے بوجہ روئت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موقن ہونے کی وجہ فرمایا ہے۔ یہ امر بدیہہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے جملہ احکام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ جملہ امّت کے لئے عام فرمائے ہیں۔ چنانچہ بمطابق اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (یہ دستور العمل ہے۔ بس جو چاہے

اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرلے۔) وصالِ الٰہی اور عرفان کا حکم و دستور جملہ امّت کے لئے نافذ و ساری کر دیا گیا ہے۔ جو اقتضائے عبادت سے اُس یقینِ کامل کا موجب ہے۔ جو حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ اور مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ میں مخفی ہے۔

یہی عمومیّتِ حکم وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ[1] کا مقصود و مدّعا ہے۔ اور قیامت تک ہر عہد میں اس علم و یقین سے بہرہ وری مدّعائے بعثت ہے۔ جو وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ میں مضمر ہے۔

عبادت علم و شہود کی موجب ہے۔ اور مشاہدہ استواری یقین کا باعث اور خشیت الٰہی ایک کیفیّت ہے۔ جو نتیجۂ علم ہے۔ اور مستلزم محبّت ہے اور عالم اور موقن کو متکیف کرتی ہے۔

عابد کے لئے عالم ہونا موقن ہونا صاحب خشیہ اور نتیجۃً خاشع ہونا لابد ہے اور یہی آیاتِ ذیل سے مقصود ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر) اللہ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔

وَهُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (مومنون) وہ اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

خشیتہ کے معنی خوف کے ہیں۔ اور خشوع کے معنی فروتنی اور انکسار کے اور خشوع خشیتہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور خشوع کامل کا مفہوم تبھی متحقق ہو سکتا ہے جب نماز[2] حقائق فکر و اعتراف کی مصدّق ہو اور نماز میں یہ شہود عالم و موقن کو ہی نصیب ہو سکتا ہے۔ مدارج علم کی بلندی کیفیّت خشیت میں اضافہ کی موجب ہوتی جاتی ہے۔ حضورِ شہنشاہ سے غائب ان کیفیات و آداب خشیہ سے متکیف و مؤدب نہیں ہو سکتا۔ جن سے مقرب بارگاہ لرزہ براندام ہوتا ہے۔

---

[1] ہم نے تمہیں تمام ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہے۔ (سبا) [2] نماز کی تفصیل مقدمہ "تذکرہ" صفحہ ۲۷ پر مرقوم ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ط (زمر)

کہہ دے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں. بالتحقیق صاحب عقل (صاحب علم) ہی راہِ نصیحت (حقیقت) اختیار کرتے ہیں۔

کو کسیکہ پیش شاہ بند دکر | تا کسیکہ ہست بیروں سوئے دَر
فرق بسیار است ناید در حساب | آں ز اہلِ کشف و آں ز اہلِ حجاب (رومی)

صحابۂ کرام، ائمۂ اربعہ، اصحابِ تذکرہ[1] اور جملہ علمائے ربانی کے حالاتِ زندگی اور کیفیاتِ عبادات اور سمع آیاتِ کتاب سے اثر پذیری اور جذب اور تڑپ اور وارفتگی یہ سب کچھ معرفت الٰہی کی علامات اور محسوسات بشری اور خواہشاتِ نفسانی کے فنا کی آیات ہیں. جو حقائقِ نفس کا کشف و استقامت یا لطافت و کثافت کا قیام بالقسط (بالعدل) ہے۔

اور یہی خشیت اور یقین کامل وراثتِ مصطفوی ہے. جو بمطابق فرمانِ ربانی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[2] محبت کی کیفیتوں کے ساتھ عبادت کا نتیجہ اور ثمر ہے. اور مستلزم رویئت و شہود (علم) ہے. کیونکہ یقین مطلق ایسی رویئت و شہود ہے. جس میں شبہ یا حجاب حائل نہ ہو. چنانچہ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے. كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ط نہ نہ اگر تم جان لیتے حقیقت کار کو علم یقین سے (تو ہرگز غافل نہ ہوتے) البتہ تم دیکھو گے دوزخ کو عین الیقین۔ (گویا یقین مطلق رویئت بلا ریب و حجاب ہے) پس عبادت ربانی بمطابق وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ اس یقین کو مستلزم ہے. جو معرفت ربانی یعنی رویئت انوار الٰہیہ اور بمطابق وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

---

[1] تذکرہ مصنفہ خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن

[2] تو کہہ دے اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں محبوب فرمائے گا۔

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ روئت حقائق ملکوت کو لازم قرار دیتا ہے۔ گویا عبادت اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق نہیں ہوتی۔ جب تک روئت انوار متحقق نہ ہو۔ جو اس کا ثمر اور علم حقیقی ہے اور وہ روئت حقائق ملکوت کو مستلزم ہے اور ان ہر دو عبادت و علم کی وراثت سے بمطابق فرمان ربانی وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اور فرمان نبوی اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ علمائے ربانی بہرہ ور ہیں۔

احادیث طیّبہ کی روشنی میں علوم نبوّت کی وسعت

قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ۔ (عن ابن عباس، مسلم)

نفس ناطقۂ انسانی ہیں حقیقت علوی اور کثافت ارضی ودیعت ہیں۔ اور اللہ عزوجل نورٌ علیٰ نور ہے اور فرماتا ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (نور) اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

گویا جس نفس مبارک میں حقیقت علوی اپنی نورانی معنویّت کے ساتھ جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ تو بمطابق

لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ... الخ (حدید) ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔

وہ اس استعداد کا کشف ہے۔ جو اس عزّوجل کے حکم سے اور خاص اس کی

لہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔ (بنی اسرائیل)

ذات پاک کی طرف سے نفس انسانی میں ودیعت ہے اور اسی نسبت سے اس عزّوجل نے اسے بلفوائے

...... وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ...الخ اور جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں۔ (ص)

اپنی روح سے تعبیر فرمایا ہے۔ ذات نورٌ علیٰ نور کی جانب اہدائے نور اس حقیقت پر شہادت ربانی ہے۔ کہ نفس ناطقہ میں منکشف روح علوی تجلیات نور کی مشاہد ہے۔ اور اللہ عزّ وجل نے جہاں کفار کے قلوب[1] اور سمع و بصر پر مہر اور پردہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے وہی قلب اور سمع و بصر مقصود ہے۔ جس میں نورانی تجلّیات کی استعداد رویٔت ودیعت ہے۔ اور وہ روح علوی ہے۔ جس کے کشف سے اس کا وجود اپنی نورانی قوتوں کے ساتھ متحقّق ہو جاتا ہے۔ اور کفّار کے نفوس میں وہ محجوب ہے۔ قیامت کے دن جو آنکھیں پروردگار کو دیکھیں گی۔ وہ انہی ارواح علوی کی رویٔت ہے۔ جو آج اس وقت سطح ارض پر نفوسِ انسانی میں ارواحِ بخاری کے ساتھ ودیعت ہیں۔ اور ان کا احتساب (جزا و سزا) دنیا و آخرت میں ان کے اتحادِ حقیقت پر دلیل روشن ہے۔

گویا جو نفوسِ انسانی بطابق فرمانِ ربانی

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ کتنے منہ اس دن تر و تازہ اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہیں۔ (قیٰمہ)

اس دن (آخرت میں) رضوان[2] اور رویٔتِ الٰہی سے بہرہ یاب ہوں گے۔ جیسے رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ جریر ابن عبد اللہ سے روایت ہے۔ کہ

---

[1] خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ..... (سورہ بقر)

[2] ..... وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ (البقرہ)

رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا وَفِی رِوَایَۃٍ قَالَ کُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰہِ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ ..... الخ (متفق علیہ)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق تم عنقریب اپنے پروردگار کو عیاں دیکھو گے اور ایک روائت میں اس طرح ہے۔ اس نے کہا کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بیٹھے تھے کہ آپ نے لیلۃ البدر کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے۔ جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو..... الخ

وہ نفوس مقدس وہی ہیں۔ جو آج اس دنیا میں سطح ارض پر اپنے ارواح علوی کے ارواح بخاری پر نورانی انکشاف سے بہرہ ور ہیں۔ اور نور ربانی کو دیکھتے ہیں۔ مضمون باقیات الصلحت اسی حقیقت پر شہادت روشن ہے۔ صالحات کا وجود اور ان کا بقا دنیا و آخرت میں ان کا معنوی اتحاد ہے۔ اور کیفیات کے اتحاد نوعی کو متحقق کرتا ہے۔ اور یہی اس آئت ربانی کا مقصود ہے۔

..... لَہُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ..... (یونس)

ان کے لئے بشریٰ ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔

اور محض اعتراف بھی انجام کار رافع غیریّت ہے۔ کیونکہ اعتراف کا مبداء وہ شعور ہے۔ جو روح علوی کا ترشح ہے۔ اور اسے اعتراف پر قدرت حاصل ہے۔ روئت انوار یا کشف روح علوی کا خاصہ ہے اور کثافت اس کی متحمل ہے یعنی روئت کثافت کی استعداد نہیں ہے۔ کثافت کی استعداد تحمل ہے اور یہی عجز روئت ہے۔ اور یہی روئت بصر اور روئت فواد کی متحدہ حقیقت ہے۔ اس لئے چشم عنصری کے متعلق بحث روئت خروج از مقصد ہے۔ ہر گونہ روئت بہر کیفیت

ؔ والبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا (کہف)

کے ساتھ روح علوی کا ہی خاصہ ہے۔ مگر کثافت کی تنویر چونکہ روح علوی کے ساتھ اس کی تجنیس و اتحاد ہے۔ اس لئے روح علوی کی رویت و بصر نفس ناطقہ کی مجموعی رویت قرار پاتی ہے۔ جس کی کیفیات پر بحث زبان و قلم کا کام نہیں ہے۔ حسب درجات العامیہ ان کا تحقق ان کا مطالعہ ہے۔ پس جب نفس انسانی میں روح علوی نورٌ علیٰ نور کی جانب اہدائے نور سے اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ منور ہو جاتی ہے۔ تو ملکوت کو اس کی علمی روشنی احاطہ کر لیتی ہے۔ کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور علیم و حکیم ہے۔ اور چونکہ اس عزّ وجل کی جانب اہدائے نور اس روح الٰہی کی حقیقت ہے۔ اس لئے اس کی وسعت اس عزّ وجل کے درجات العامیہ کی مطابقت کے راستے جو منعم کا تلطف ذاتی یا نور ہے۔ اپنے درجہ میں تا ابد رو بہ ارتقاء رہتی ہے۔ انبیاء۔ صدّیقین۔ شہداء۔ صالحین[۱] کے درجات نعمت و قرب ہیں اور بفحوائے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ یہ مرسلین ہم نے ان سے بعض کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔ (البقرہ)

انبیائے کرام کے درجات فضل کی نورانی وسعتوں میں یہی حقیقت درخشاں ہے۔ پس اکرم الاوّلین[۱] والآخرین۔ قائد المرسلین۔ خاتم النبیین[۲] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی نورانی وسعت اور انوار ذات الٰہی میں سیر بے پایاں اور اس کی روشنی میں علم ملکوت کی کیفیت حضور صلعم کی احادیث مقدسہ سے جو حضور کے نفس مبارک میں حقائق وحی اور شہود کے استقلال کا نورانی نتیجہ ہیں نمایاں ہے۔ نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کی ذات پر شہادت اور اس کی جانب دعوت یعنی اہدائے نور یا سلوک صراطِ مستقیم میں رفاقت۔ حشر و نشر دنیا و آخرت وغیرہ جملہ

---

[۱] وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء) [۲] مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین

حقائق کی شرح الحاصل کتاب وحکمت کے الفاظ اور ان کی نورانی معنویت کا حضور صلعم پر نزول اور نفسِ مبارک میں اس کا تحقق اور تزکیہ و تعلّم سے اس کا اجراء ثم متواتر یہ سب حقائق علیہ حضور صلعم کی علمی وسعت بے پایاں کے شواہد درخشاں ہیں۔ یہاں صرف اس عنوان کے زیر تحت چند احادیث طیبہ تشریح عنوان کے لئے نقل کی جاتی ہیں۔

عن ابن عباس ماکذب الفؤاد مارأی ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ قال رآہ بفؤادہ مرتین رواہ مسلم و فی روایۃ الترمذی قال رأی محمد ربہ قال عکرمہ قلت الیس اللہ یقول لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار قال ویحک ذاک اذا تجلّٰی بنورہ الذی ھو نورہ وقد رأی ربہ مرتین۔ (مشکوٰۃ)

محمدؐ کے دل نے تکذیب نہیں کی جو اس نے دیکھا اور تحقیق اس کو دیکھا اس نے یک بار دگر (نجم) اس فرمان ربانی کے متعلق ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے اللہ عز وجل کو اپنے قلب سے دو بار دیکھا۔ اسے مسلم نے روائت کیا ہے اور ترمذی کی روائت میں ایسے ہے! کہ اس نے یہ کہا کہ محمدؐ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا...... الخ

مندرجہ ذیل حدیث نبوی متعدد کتب احادیث میں روائت کی گئی ہے۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصنیف لطیف حجۃ اللہ البالغہ ذکر الملأ الاعلیٰ میں بھی اسے نقل فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قمت من اللیل فتوضأت وصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوٰتی حتّٰی استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورۃ فقال محمدؐ قلت لبیک ربی قال فیم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت لا ادری

حضور صلعم نے فرمایا۔ میں رات کو اٹھا اور وضو کیا اور جو نماز میرے لئے مقدر تھی۔ میں نے پڑھی اور مجھے اثنائے نماز میں ہی اونگھ آکر وجود بھاری معلوم ہونے لگا۔ کہ میں نے اچانک اپنے پروردگار کو اپنے سامنے بہترین تجلّی میں پایا۔ پھر اس

قالہا ثلاثاً قال فراتیہ وضع کفہ بین کتفی حتیٰ وجدت برد انامہ بین ثدی فتجلی لی کل شئ وعرفت ..... الخ

نے فرمایا۔ ا محمدؐ میں نے عرض کی لبیک اے میرے پروردگار پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فرشتے کس بارہ میں باہم بحث کر رہے ہیں میں نے عرض کی۔ مجھے معلوم نہیں۔ اس سوال کو تین بار فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ اور میں نے اس کے بند انگشتاں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی اور اس کے بعد میرے سامنے ہر چیز روشن ہو گئی..... الخ

ان اللّٰہ زوی لی الارض فرائت مشارقھا ومغاربھا (مسلم)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ کر میرے سامنے فرمادیا ہے۔ پس میں اس کے مشارق ومغارب دیکھ رہا ہوں۔

قالو یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رائناک تناولت شیئاً فی مقامک ھذا ثم رائناک تکعکعت فقال انی رائیت الجنۃ فتناولت منھا عنقوداً ولواخذتہ لاکلتم منہ ما لبقیت الدنیا ورائت النار فلم ارکا الیوم منظراً (مؤطا امام مالک)

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پھر دیکھا کہ آپ رک گئے۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ میں نے بہشت کو دیکھا اور خوشۂ انگور لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور اگر میں لے لیتا۔ تو تم اس کو رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔ اور میں نے آگ دیکھی کہ آج سے بڑھ کر کوئی ہولناک منظر نہیں دیکھا

فواللہ ما یخفی علیّ خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظہری (موطا امام مالک)

اللہ کی قسم مجھ پہ تمہارا رکوع وخشوع مخفی نہیں رہتا۔ میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

انی فرطٌ لکم وانا شہیدٌ علیکم وانی واللہ لانظر حوضی الآن وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض ...... الخ (من عقبہ ابن عامر بخاری ومسلم)

تحقیق میں تمہارے لئے سر اول اور پیشوا ہوں اور تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور ایک روائت میں ہے کہ زمین کی کنجیاں .... الخ

انی لاعلم اٰخر اہل النار خروجاً منہا واٰخر اہل الجنۃ دخولا الجنۃ۔ (من ابن مسعود۔ بخاری ومسلم)

تحقیق میں جانتا ہوں جو شخص سب سے پیچھے دوزخ سے نکلے گا اور اس شخص کو جو سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا۔

مندرجہ احادیث صحیحہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مقصود اصلی معرفت ذات الٰہی ہے اور حضور صلعم کے نفس مبارک میں اس کے تحقق پر جس کی وسعت اور کیفیت جملہ انبیائے کرام سے ممتاز ہے۔ سب ملکوت حضور صلعم کے سامنے اپنے حقائق کے ساتھ روشن ہو گئیں۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلَی التَّابِعِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ تَابَعَھُمْ مَنْ تَابَعَھُمْ ...... بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

احادیثِ طیبّہ کی روشنی میں علمائے ورثۃ الانبیاءؑ کی وسعت علوم

رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ (بخاری)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثِ اول افضل الصحابہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصاحبت مخصوصہ اور یگانگت مختصہ میں فردیت اِس نورانی اور علمی مکمل جنسیت کی وجہ سے تھی جو تقاضائے منصب صدیقیت ہے۔ اور صدیق کی کمال قوتِ نظری مثلِ انبیاء پر یہ فردیت مصاحبت جس پر قرآن[1] حکیم اور احادیثِ طیبہ شاہد ہیں۔ حجت روشن ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی صلعم ہے۔

لوکنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ)

اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو دوست اختیار کرتا تو ابوبکر کو اختیار کرتا۔

لوکنت متخذا خلیلا لاتخذ ابابکر خلیلا ولکنہ اخی وصاحبی وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا۔ (رواہ مسلم)

اگر میں کسی کو دوست اختیار کرتا تو ابوبکر کو اختیار کرتا۔ لیکن وہ میرا بھائی اور صاحب ہے اور اللہ نے تمہارے صاحب (ذاتِ شریف نبوت) کو خلیل اختیار کیا ہے۔

کمالات نبوت کی تصدیق کاملہ صدیق میں ان کمالات کے تحقق کو مستلزم ہے۔ کیونکہ کمالِ تصدیق یہ ہے کہ صدیق صاحب کتاب وحکمت کے نفس فعّال کے

---

[1] ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (توبہ)

ساتھ عنصری و علوی حیثیّت سے متحد ہو کر کتاب و حکمت کی شعوری اور اعترافی تصدیق کے ساتھ عمل سے اس حد تک تصدیق کر دے کہ اس کے حقائق اس کے نفس مبارک میں اس حیثیّت کے ساتھ مکمّل طور پر متحقق ہو جائیں جس طرح نبی کریم صاحبِ کتاب و حکمت کے صدرِ مبارک میں ان کا تحقّق ہے۔ اور اس غائت کمال سے تشریف انبیاء کی مانند صدیق کی تکمیل قوتِ نظری کے ہم معنی ہے۔ جو اس کا قیام بالقسط ہے اور کمالِ علم ہے اور اللہ عزوجل کے نزدیک اس قرب کو متحقق کرتا ہے۔ جو انبیاء کا خاصہ ہے۔ چنانچہ یہ حدیثِ نبوی صلعم اس حقیقتِ عظمیٰ کی شرح کرتی ہے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روائت ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ اہلِ جنّت اپنے اوپر والوں کو ایسے دیکھیں گے۔ جیسے تم روشن ستارے کو جو مشرقی کنارے یا مغربی کنارے سے قریب ہو دیکھتے ہو۔ بوجہ اس تفاوت کے جو ان میں باہم ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ انبیاء کے مقام ہیں۔ کوئی اور وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

رجالٌ امنو باللّٰہِ وصدّقوا المرسلینؑ ■ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے مرسلین کی تصدیق کی۔
(صحیح البخاری)

یعنی ایمان اور تصدیق کا پورا حق ادا کیا۔ تاآنکہ فکرِ صحیحہ اور اعترافاتِ صحیحہ کے حقائق ان کی قوتِ نظری میں مکمّل طور پر متحقق ہو گئے۔ جو توحید و رسالت پر ایمان کی نورانی حقیقت ہے۔ اور کمالِ نبوّت کا تحقّق ہے اور سب سے پہلا اس کا مصداق و مصدق اوّل الصّحابہ صدیق اکبر عتیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ہے۔ علیٰ ہٰذا فاروق اعظم اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہما کے درجاتِ شہادت حقیقت کتاب و حکمت کی اس روئت سے متحقق ہیں۔ جو اس کی نورانی معنویت ہے۔ کیونکہ شہادت اپنی فطرت میں روئت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور ہر امر اپنی حقیقت سے تحقق پاتا ہے۔ احادیث نبویہ صلعم میں ہر

دو حضرات رضی اللہ عنہما کے درجاتِ شہادت کی وضاحت روشن ہے۔
صحیح البخاری میں بروایت حضرت انس منقول ہے۔ کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کوہ اُحد پر تشریف لے گئے۔ اس میں زلزلہ پیدا ہوا تو آنحضرت نے اُس پہ پاؤں مارا اور فرمایا۔ اے اُحد ٹھہر کہ تیری پُشت پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔
اور بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک احد فی امتی فانہ عمرؓ (متفق علیہ)

امتوں میں محدث (بفتح دال مشدد) تھے۔ (جن پر علوم کتاب و حکمت الہام کئے گئے جیسے بارگاہِ سلیمانی میں وہ مردِ کامل جو عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ کا مصداق تھا) پس میری اُمت میں ایسا شخص عمرؓ ہے۔

اور صحیح البخاری میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ مجھے بحالت خواب دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ تو میں نے پیا۔ حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا۔ کہ سیری ناخنوں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر ابن خطاب کو دے دیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے اس سے کیا تعبیر لی۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ علم۔ ان ہر دو احادیث بالا سے شہید کی وسعت علمی نمایاں ہے۔
علیٰ ہذا شاہسوار ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حضور صلعم نے مخاطب کر کے فرمایا۔

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی۔ (متفق علیہا)

تم میرے لئے ایسے ہو۔ جیسے ہارون موسیٰ کے لئے مگر میرے بعد نبی کوئی نہیں ہو سکتا۔ (یعنی کمالاتِ نبوت یا علم کی وراثت آپ کو میسر ہے)

خلفائے اربعہ اور جلیل القدر صحابہ کرام کے فضائل میں بہت سی احادیث

طیبہ مروی ہیں۔ جن سے وراثت علوم نبوت مبرہن ہے۔ منجملہ مندرجہ ذیل حدیث طیبہ سے کیفیت علمی کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو جائے گی۔ کہ معرفت الٰہی مقصود اصلی ہے۔ اور علمائے ورثۃ الانبیاء کے لئے علم ملکوت کی موجب ہے۔ کتاب الرحمۃ الہداۃ میں بروائت ابی بکر ابن شیبہ منقول ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عوف ابن مالک سے فرمایا۔ اے عوف ابن مالک تو نے کیسے صبح کی۔ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ مومن صادق ہونے کی حیثیت سے پھر حضور صلعم نے فرمایا۔ ہر بات کی حقیقت ہوتی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ عوف نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں نے دنیا کی محبت سے نفس کو الگ کر لیا۔ اور راتوں کو جاگا کیا۔ اور دوپہروں کو پیاسا رہا۔ (قائم اللیل اور صائم النہار رہا) اب گویا کہ میں اپنے پروردگار کے عرش کو دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا کہ میں اصل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ اس میں باہم ملاقات کرتے ہیں۔ اور گویا کہ میں اصل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ اس میں وہ چلا رہے ہیں۔ گویا احادیث نبویہ سے یہ بیان ہے کہ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[1] کا منشا حضور صلعم کے تزکیہ و تعلم سے جس وجود پر متحقق ہو جاتا ہے۔ وہ کمالات نبوت پاتا ہے۔ گو نبی نہیں ہو سکتا۔ اسے وہ قوتِ تزکیہ و تعلم حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کتاب مجید کے علم و نور[2] میں استغراق سے کہ وہ کشف و استقامت حقائق علوی و سفلی ہے۔ متحقق ہوتی ہے۔ اور تزکیہ نفس میں اس قوتِ تزکیہ و تعلم اور کتاب مجید میں استغراق کا باہم لزوم ان کے معنوی اور نورانی اتحاد پر دلیلِ روشن ہے۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي[3] اور وَكَذَٰلِكَ[4]

---

[1] اور اُن کو پاک کردے اور اُن کو کتاب وحکمت سکھادے (ترجمہ) [2] الٓرٰ کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (ابراہیم) [3] کہہ دے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے (بنی اسرائیل) [4] اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے روح تیری طرف بھی (شوریٰ)

اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا کا تطابق اسی حقیقت پر شاہد ہے کیونکہ روح ہی کی حقیقت اور کتاب مجید کی معنویت دونوں نور ہیں۔ اور یہ فطرت قوت ہے۔ پس حضور صلعم کے ذریعہ کتاب وحکمت کی آیت کے نفوس میں ودلیعت تواتر تزکیہ وتعلّم کو مستلزم ہے۔ جس سے علمائے ورثۃ الانبیاء، جودۂ الٰہی اور جودۂ نبوی یعنی کتاب مجید اور سنّت کی نورانی معنویت کو اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ملّت مصطفویہ میں مُعَلِّمِ النَّاسِ الخَیْر کی حیثیت سے جاری اور نشر کرتے ہوئے وراثت مضمون اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا کی تصدیق کرتے رہیں گے۔ صلوٰۃ اللّٰہ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ

اخلاق نبوی اور قرآن حکیم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب)

نفس انسانی میں قائم بالقسط عزّ وجل نے کثافت ارضی کی ترکیب میں کمال قسط واعتدال ملحوظ فرمایا۔ اور یہ اعتدالی نسبت روح الٰہی کا محل ہونے کی قابلیت ہے جس کی حقیقت اس قائم بالقسط عزّ وجل کی معرفت یا اس کے کلام کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور کشف حقیقت اس کا قیام بالقسط ہے۔ اور کثافت تحمّل کشف سے قائم بالقسط ہو جاتی ہے۔ اور ان ہر دو اوزان کی صحیح تنصیف وتعدیل نفس ناطقۂ انسانی کا مجموعی طور پر قیام بالقسط ہے اور یہ اس قائم بالقسط عزّ وجل کے اخلاق سے اس کا تخلّق ہے۔ جس ہمنگا اس کے

۱، ۲، ۳، ۴، ۵ متعلقہ احادیث طیبہ عنوان میراث علوم میں مطالعہ فرماویں۔

کلام نفسی متحد الحقیقت ہونا لابد ہے۔ کیونکہ کلام الٰہیہ اس قائم بالقسط عزّ وجل کے نورانی ترشحات ذاتیہ ہیں۔ اور ان میں استغراق تجلیات نور کے ساتھ اخلاق الٰہیہ سے تخلق کا موجب ہے۔ سید و سرور محمدن المصطفیٰ احمدن المجتبیٰ رسول اللہ وخلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم بمطابق آیات

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران)

جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب و حکمت سے دوں۔ پھر تمہارے پاس آئے پیغمبر جو تصدیق کرے اس چیز کی کہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ)

یہ مرسلین ہم نے ان سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے گفتگو کی اور بلند کیا بعض رسل کو درجات میں (محمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو)

تمام مخلوق سے بزرگ تر اور قائد المرسلین[1] اور اکرم الاولین والآخرین[2] اور خاتم النبیین[3] ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء کی تصدیق کا ضروری تقاضا ہے۔ کہ اس کی نبوت فاضلہ نبوت کی ضرورت کو ہمیشہ تک کے لئے ختم کر دے اور وہ جامع دین مکمل اور نعمت متمم ہو۔ اور تمام انبیاء سے افضل ہو۔ اور بمطابق آیات

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (زمر) اور میں مامور کیا گیا ہوں کہ اول المسلمین بنوں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو تم میں سے

---

[1] [2] [3] مشکوۃ فضائل سید المرسلین۔

لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ ایمان لائے ہیں. اور اُن کا عمل صالح ہے.
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا. جیسے
ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا. اور ضرور اُن
خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کا وہ دین جو اُن کے لئے اس نے پسند
وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کر لیا ہے. ان کے واسطے مستحکم کر دے گا.
(نور) اور ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دیگا.
وہ عبادت کریں گے میری اور کسی کو
میرے ساتھ شریک نہیں کریں گے. جو
اس کے بعد کفر کرے گا (اُن کی خلافت
سے انکار کرے گا) وہ فاسقین ہیں۔

وہ سب سے پہلا مصداق آیۂ استخلاف ہے. کیونکہ وہ اوّل المسلمین ہے.
اور ترشحاتِ ذاتیہ الٰہیہ کا جو اخلاق الٰہیہ سے تخلق کا موجب ہیں. وہ سب سے
پہلا حامل ہے اور یہ نبوّت اور خلافت فاضلہ کا منصب ہے. کہ کافۃ الخلق
اور اللہ عزّ وجل کے درمیان وہ بحیثیت حاملِ الفاظ و انوار قرآن واسطہ اور
ذریعہ ہو. اور مستخلف عزّ وجل کے اخلاق جمال و جلال سے متخلق ہو کر اس کی
کبریائی کو زمین پر متمکن کر دے۔

پس اس بزرگ ترین خلائق جو قرب ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی[1] سے مشرف و مکرم
ہے. کے نفس مبارک کا کشف و تحمّل یا نور و تنویر کی وسعت بیرون از قیاس
ہے. اس کی شوکت رویت سے بمطابق آیات[2] فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ۞ مَا
كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی[3] اور وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی[4] اور مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا[5]

---

[1] پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا (نجم) [2] پس اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کی۔ [3] اُس کے دل نے رویت کی تکذیب نہیں کی (نجم) [4] اور البتہ تحقیق اس کو دیکھا اس نے ایک بار دگر (نجم) [5] اس کی آنکھ نے کجی نہیں کی اور نہ حد سے بڑھی (نجم)

طغیٰ صرف وہ خود صلعم واقف ہے۔ جس پر اس رویت کا تحقق ہوا یا وہ عزّ وجل نورٌ علیٰ نور قائم بالقسط علیم وخبیر ہے۔ جس نے اس رویتِ عظمیٰ سے اسے منوّر ومکرم فرمایا۔ نور بر نور اپنے معانی کے لحاظ سے ایک حد یا مقام تک محدود نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اس نورٌ علیٰ نور عز وجل کی ذات بزرگ لامتناہی اور بیروں از حد وقیاس ہے۔ پس اس کے تصرف سے نفس انسانی میں کشف واستقامت درجات انعامیہ کی مطابقت کے ساتھ افضلیت پر افضلیت رکھتا ہے۔ اور تمام مخلوق سے بلاشبہ افضلیت صرف اسی بزرگ وجود یعنی محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم پر متحقق ہے۔ جو بیروں از حد وقیاس تجلیات انوار و رویت سے بہ کمال وتمام جملہ اخلاق الٰہیہ یعنی قیام بالقسط کا مظہر کامل ہے۔ اور تمام کائناتِ انسانی میں امر[1] بالعدل پر مامور ہے۔ جو مضمون[2] اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کی نیابت کاملہ ہے اور اس کے امر بالعدل کی قوت معجز دستور کامل کلام حکیم ہے۔ جس سے وہ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور بین الدول میں آمر بالعدل اور قاہر و غالب ہے۔ چنانچہ وہ زبان رسالت وخلافت سے ارشاد فرماتا ہے۔

فضلت علی الانبیاء بستٍ اعطیت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب احلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدًا وطهورًا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (رواہ مسلم مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)	میں انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں چھ (حقائق) سے مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور میں رعب سے منصور کیا گیا ہوں اور غنائم میرے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ اور زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور طہور (تقدس)

---

[1] هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل) اور آیۂ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (زمر) کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے۔
[2] اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے (نحل)

بنادی گئی ہے۔ اور تمام خلق کی طرف مجھے
مبعوث کیا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کو ختم کر
دیا گیا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

یعنی وہ صلعم کافۃ الناس کی طرف مبعوث ہے۔ تمام خلق کی طرف اس کی بعثت دلیل افضلیت ہے۔ اور ان آئینی لوازم کی جامع ہے۔ جو کائناتِ انسانی کے فطری تقاضاؤں تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور بین الدول میں فطرت تہذیب و تدبیر و سیاست ہیں۔ اور ان کی صحت اعتدال سے متحقق ہے۔ جو قائم بالقسط عز و جل کی جانب سے نزول دستور عدل کو مستلزم ہے۔ اور وہ نبوّتِ فاضلہ اس کا محل نزول ہے۔ اور اس کا نفاذ خلافت الٰہیہ کی قوّتِ غالبہ سے تحقق پاتا ہے۔ جس سے وہ مشرف ہے۔ اور کافۃ النّاس کی طرف بعثت اس کی نبوّت اور خلافت الٰہیہ میں فردیت کو مستلزم ہے۔ اور اس کی اُمّت میں کمالات نبوّت (ولایت) کا اجراء و تواتر اور امانت استخلاف فی الارض کی تفویض اس کی فردیت کی شرح متشکل ہے۔ نبوّت و خلافت کا اس کی ذات پر اجتماع اس کے نفس مقدّس میں اس حکمت تاباں کے تحقق پر شہادت روشن ہے۔ جو اس کتاب کی نورانی معنویت ہے کہ تمام مقتضیات عہود و دہور کو اور تشخیص نفوس کافۃ الناس کو اور ان میں فرداً و منزلاً و مدناً تحقق اعتدال کو الحاصل دنیا و آخرت کو اس کی آغوش وسعت محیط ہے۔ یعنی وہ دستور مکمّل اور نعمت متمم ہے۔ اور اس کی ہر گونہ جامعیت پر اس کی معجز[1] فصاحت و بلاغت دلیل روشن ہے کہ تمام خلق اس کے معارضہ سے عاجز ہے۔ اور یہ عجز کافۃ الخلق کی طرف بعثت پر شہادت باہرہ ہے اور اس نبی برحق کے نفس مبارک میں اس کے تحقق پر اس کے جوامع الکلم شاہد

---

[1] اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ..... الخ (البقرہ)

ہیں۔ جو فصل الخطاب ہے اور وہ کتاب مجید کی شرح ہیں۔ اور وہ ہر دو یعنی کتاب مجید اور اس کی شرح ہر گونہ حیات کا دستور کامل ہے۔ یعنی نفس ناطقہ اور منزل و مدن اور بین الدول میں قیام بالقسط یا عدالت ہر گونہ حیات کی مطابقت کے ساتھ اس کا مضمون مکمل ہے۔ اور اس صلعم کے نفس مبارک میں متحقق ہے۔ اور وہ برفع موانع شوکت فطری و منزلی و ملی کے ساتھ منصور بالرعب ہے اور شجاعت کاملہ سے وہ قوی و غالب ہے۔ اور مفاتیح محاصل و مخارج اس کے سپرد کر دی گئی ہیں۔ جو اجتماع اسباب ہر گونہ حیات ہے۔ اور اس کا نفس مبارک فطری مطلوب عزوجل کی طرف فطری رجوع کی الفائے عادل سے عفیف کامل ہے۔ اس کا ہر قول و فعل مقصود حقیقی اللہ عزوجل کے لئے خالص[۲] ہے۔ اور وہ رجحان کثافت یا فرط میں ہرگز مبتلا نہیں ہوتا۔ یعنی اس کا نفس مبارک تربیت الٰہی اور شرح صدر اور حقائق وحی و شہود کے ذریعہ مزکی و مصفیٰ ہو کر مزکی امت ہے۔ اور زمین پر اس کی شمشیر جادۂ طہور و اعتدال سے رفع موانع کے لئے حرکت کرتی ہے۔ اور تمام روئے ارض پر اس کی حرکت اور غلبہ کافۃ الناس کی طرف بعثت کا ضروری تقاضا ہے۔ اور اس کی امت میں اس کے کمالات کا اجراء و تواتر اور امانت استخلاف فی الارض کی تفویض اس کی ذات بابرکات پر اختتام نبوت اور خلافت الٰہیہ میں فردیت پر دلیل قاطع ہے۔

کافۃ الناس کی طرف بعثت ہر عہد اور ہر زمانہ کو محیط ہے۔ اس لئے حضور صلعم کی اپنی ذات مبارک کے ساتھ نسبت ان کمالات نبوت کے تسلسل و اجراء پر شہادت ہے۔ جو حضور صلعم کے نفس مبارک میں کتاب و حکمت کے تحقق سے جلوہ گر ہے۔ اور صدور علمائے ورثۃ الانبیاء کو حضور صلعم کے نفس

---

[۱] وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) [۲] قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (انعام)

مبارک سے متحد قرار دیتی ہے۔ گویا ان تمام حقائق نے سطح ارض پر اوّل المسالین خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے عہد مبارک میں تمکین پائی اور اس کے بعد ہمیشہ اس وقت متمکن ہو جاتے ہیں۔ جب نفس زمانہ کے اخطاطی تقاضاؤں سے اللہ عزّ وجل استخلاف فی الارض کا فیصلہ ملّتِ اسلامیہ کے لئے ناطق فرما دیتا ہے۔ اور وہ تمام روئے ارض پر اخلاق نبوی حکمت اور عدالت اور شجاعت اور عفت کی حسن و شوکت کے ساتھ چھا جاتا ہے۔ گویا خلیفۃ اللہ فی الارض اپنے عہد میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر ملّتِ اسلامیہ کو جمع کر دیتا ہے۔ اور اس کا علم و قدرت اخلاق نبوی اور قرآن حکیم کی متحدہ حقیقت کا آفتاب درخشاں ہے۔ قرآن حکیم کے معانیٔ اوّلیہ جن کی طرف فوراً ذہن منتقل ہوتا ہے۔ وہ قرآن حکیم کی لفظی شکل و صورت ہے۔ اور اس کے معانیٔ ثانویہ قرآن حکیم کی نورانی حقیقت ہیں۔ جو آیۂ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (اور لیکن ہم نے اسے نور بنایا ہے اپنے بندوں سے جسے ہم چاہتے ہیں اس کے ذریعہ رہنمائی فرماتے ہیں ۔ شوریٰ) سے مقصود ہے۔ اسی طرح بمطابق فرمان ربانی

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں

..... (احزاب) اقتدائے پسندیدہ ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ قرآن مجید کے معانیٔ اوّلیہ کا عملی نمونہ ہے۔ اور بمطابق آیات [1] یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اور [2] مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وہی نور ربانی اسوۂ حسنہ کی نورانی حقیقت ہے۔ یعنی قرآن حکیم کے معانیٔ اوّلیہ اور ثانویہ اور اسوۂ حسنہ میں اعمال اور ان کے نتائج ایک متحدہ حقیقت ہیں۔

---

[1] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔ (نور) [2] دل نے تکذیب نہیں کی۔ جو کچھ اس نے دیکھا۔ (نجم)

اور حضور صلعم کی نورانی قوت تزکیہ و تعلّم اس متّحدہ حقیقت کی دلیل جاریہ ہے۔ کیونکہ تزکیۂ نفوس میں قرآن حکیم اور قوت تزکیہ کا تصرف لازم و ملزوم ہیں۔ اور ان کا نتیجہ واحد ہے۔

حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے حضور صلعم کے اخلاق کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

کان خلقہ القراٰن ۔ (ابوداؤد) آپ کے اخلاق قرآن تھے۔

یہ حضور صلعم کے اخلاق کی عملی اور نورانی حیثیت پر شہادت راسخ ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانیٔ اولیہ اور ثانویہ کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ اور حضور صلعم کی ایک ایک جنبش لب ہر حرکت و سکنت کامل دستوری حیثیت رکھتی ہے۔

چنانچہ بروائت ابوداؤد حضور صلعم نے ایک موقعہ پر عبد اللہ ابن عمر کو اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا۔ تم لکھ لیا کرو۔ اس سے جو کچھ نکلتا ہے۔ حق نکلتا ہے (اور حق عدل ہے) یہ اس حقیقت عظمیٰ پر شہادت ہے۔ کہ وہ رسول اللہ اور خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم ہر گونہ امر بالعدل سے قائم بالقسط عزّ وجل کی تجلّی قسط کا مظہر جمال و جلال ہے۔ اور وہ اس علم عینی کو مستلزم ہے۔ جو اللہ عزّ وجل کی فردیّت الوہیّت پر دلیل شہادت ہے۔ اور مضمون کتاب کی حیثیت سے حضور صلعم کے نفس مبارک میں متحقق ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولو العلم وہ قائم بالقسط ہے۔

اور اس قوت تصرف (تزکیہ و تعلّم) کو مستلزم ہے۔ جو بہ دلیل علم و شہادت قائم بالقسط عزّ وجل کا دست قائم بالقسط ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور سے نورانی معیت

لہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ (فتح)

وجنسیت اور بنی نوع انسان کے ساتھ اشتراک اساسی کی وجہ سے اسے قائم بالقسط عز وجل اور کافۃ الخلق کے درمیان وسیلہ کی حیثیت حاصل ہے۔ جس نے نفس ناطقہ کے جملہ اجزائے تخلیق یا اس کی ہر چہار قوی میں تصرف سے اخلاق عالیہ حکمت۔ عدالت۔ شجاعت۔ عفت کو جن کی نورانی حقیقت قرآن حکیم کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ الی یوم القیمۃ ملت وسط (عدل) میں جاری فرما دیا ہے۔ کیونکہ کتاب وحکمت قوت تزکیہ وتعلم کو متحقق کرتی ہے اور امت کے نفوس میں اس کا تحقق قوت تزکیہ وتعلم کے تواتر کو مستلزم ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلعم سے مقصود ہے۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال۔	جابر سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے کہ مکارم اخلاق متمم اور محاسن افعال مکمل ہوں۔
رواہ فی شرح السنہ (مشکوٰۃ)	

مکارم اخلاق ادراکی وتحریکی فضائل کے جامع ہیں۔ کیونکہ خلق کیفیت نفس ہے اس لئے ان میں جمع جملہ فضائل کو مستلزم ہے۔ اور ادراکی حیثیت کو زیادہ ظاہر کرتی ہے اور ادراک تحریک پر قادر ہے۔ اور یہ قدرت وجہ جامعیت ہے اور فعل تحریک کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس سید الحکماء محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مقدس میں ادراکی فضائل حکمت و عدالت اور تحریکی محاسن شجاعت وعفت کی تشخیص وجامعیت فصل الخطاب اور مضمون اعطیت بجوامع الکلم کا آفتاب درخشاں ہے۔ جو نفس مقدس نبوی صلعم میں قرآن حکیم کے نورانی حقائق کے استقلال کا نتیجہ منور ہے۔ چنانچہ

لہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ...الخ ( ) ٢ہ وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق اللہ نے فرمایا۔ ٣ہ اسی عنوان زیر بحث یہ حدیث طیبہ مرقوم ہو چکی ہے

اَب اوراقِ آئندہ میں قلم جو مضمون عَلَّمَ بِالْقَلَمِ کے فیض تصرّف کی محتاج اور اس سے مایہ دار ہے۔ قرآن وسنّت کی روشنی میں مکارمِ اخلاق اور محاسن افعال کی شرح کے لئے رواں ہوتی ہے۔ کہ وہ نفسِ ناطقۂ انسانی کی تشخیص کرتے ہوئے دلائل ساطعہ کے ساتھ آیاتِ کتاب یا اسوۂ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی معنویت یا حقیقت ہیں۔ اور انہیں منبع صدرِ مصطفوی صلعم سے ملّتِ وسط (عدل) میں تواتر کے ساتھ جاری کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ نفوس ناطقہ پر امر بالعدل کی دلیل کے ساتھ تدبیر منزل اور سیاستِ مدن اور بین الدّول میں امر بالعدل کا استحقاق مخصوص ہیں اور ملّتِ اسلامیہ کے لئے امانتِ استخلاف فی الارض کی تفویض پر حجتہائے غالب اور دلائل قاہرہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ تَابَعَهُمْ مَنْ تَابَعَهُمْ مَنْ تَابَعَهُمْ .... بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ كُلِّهِمْ اَجْمَعِیْنَ ط

دار التّصنیف والنّشر
آلومہار شریف

محمد سعید

لہ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ه الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (علق) پڑھ اور تیرا پروردگار اکرم ہے جس نے قلم کو تعلیم دی۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق وکمال
محاسن الافعال (مشکوٰۃ)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

مکارمِ اخلاق و محاسنِ افعال

(حکمت و عدالت۔ شجاعت و عفّت)

(خلیفہ) محمد سعید
درگاہ عالیہ صدیقیہ

دار التصنیف والنشر
آلو مہار شریف

إن الله بعثني لتمام مكارم الأخلاق وكمال محاسن الأفعال

(اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے کہ مکارم اخلاق متمم اور محاسن افعال مکمل ہوں) (مشکوٰۃ)

نفسِ ناطقہ کی تشخیص اور تجزیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس کے ہر چہار قویٰ۔ نظری۔ عملی۔ غضبی۔ شہوی کا عدل یعنی حکمت۔ عدالت۔ شجاعت۔ عفت نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی الف با ہے اور کتاب[1] درمیزان العدل کی حامل صرف اُمت وسط یا ملت اسلامیہ ہے۔ اس لئے کافۃ النّاس کے افکار و افعال پر صرف اُسے ہی احتساب اور شہادت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور صرف اسی کی شمشیر محافظِ عدل ہے۔

محمد سعید

[1] دستور عدل

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ

(آل عمران)

حکمت

جعلت لی الارض کلها مسجدًا

(تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی) (بخاری و مسلم)

سطح ارض پر صرف حکیم ملّت اسلامیہ کو ہی فضل اور برتری کا جائز استحقاق ہے

محمد سعید

حکمت

اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ہود)

اس کتاب کے آغاز میں کثافت ارضی اور حقیقت علوی کے زیر عنوان تخلیق انسانی کی کیفیت اور اس کے اجزائے ترکیب پر کسی حد تک روشنی ڈالی گئی ہے۔ عناصر کی ترکیب سے روح بخاری نتیجہ پذیر ہوتی ہے۔ جس میں فطری لگاؤ ایک حیوانی شعور ہے۔ اور اپنی عنصری ترکیب میں کمال اعتدال کے سبب قائم بالاعتدال اللہ عزّ وجل کی جانب سے بمطابق وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ[1] روح الٰہی کا محل ہے سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّہَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ[2] اسی حقیقت پر خالق حقیقی عزّ وجل کی شہادت ہے۔ روح الٰہی جس کی حقیقت نور ہے۔ اور انکشاف

---

[1] جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں (ص) [2] پاک ہے وہ ذات جس نے تمام اشیائے ازدواج (دو۔ دو) بنائیں۔ اس سے جو کچھ زمین سے اگتا ہے اور ان کے نفوس سے اور اس سے جسے وہ نہیں جانتے (یٰسین)

حقیقت اس کا فطری تقاضا ہے۔ اور وہ روح بخاری نسبت تخلیق سے جو اُسے
خالقِ حقیقی کے ساتھ حاصل ہے۔ برفعِ موانع اس کی طرف فطری طور پر رجوع کرتا
ہے۔ اور اعتدالی جنسیت سے جو اس قائم بالقسط عزّوجل کے ساتھ وہ رکھتا ہے۔
رُوحِ علوی سے تعلق اس کی اعتدالی فطرت کا خلقی تقاضا ہے۔ پس رُوحِ بخاری اور
رُوحِ علوی کا باہم تعلق نفسِ انسانی میں ایک ایسی ممزجہ کیفیت قبول پیدا کر دیتا ہے۔
کہ نفسِ انسانی کشف روح علوی کے لئے صورِ علمیہ جو اپنی حقیقت میں رُوحِ علوی
سے متحد ہیں۔ اللہ عزّوجل سے انفعالی حیثیت کے ساتھ قبول کرتا ہے (ترکیب
عناصر سے حیات عناصر رُوحِ بخاری کی انفعالی کیفیت پر شاہد ہے۔ اور وہ رُوحِ
علوی کا محل ہونے کی حیثیت سے مجموعی طور پر نفسِ ناطقہ کی انفعالی کیفیت کا
موجب ہے) جو تا ابد نفس انسانی کے ارتقائے مسلسل کی استعداد ہے۔ اور کشف
وتحمل سے جب وہ اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے تو اُسے فعالی حیثیت
حاصل ہو جاتی ہے۔ جو رُوحِ الٰہی کی نورانی حقیقت کا تقاضا ہے۔ اور اس کی اس نورانی
حقیقت کا انکشاف اس اللہ عزّوجل کی معرفت کے ساتھ لزوم رکھتا ہے۔ کیونکہ
اس کی طرف سے وہ ودیعت ہے۔ پس اس کشف و معرفت کا افتتاح ہی فکر صحیحہ
ہے۔ جو اس عزّوجل پر ایمان ہے۔ اور افتتاح حکمت ہے۔ اور اس کی حقیقت رؤیت
ہے۔ اور صرف یہی حکمت ہے۔ کیونکہ انسانی شعور یا روح الٰہی کے فطری تقاضا کی ایفا
ہے۔ اور قوتِ نظری میں متحقق ہوتی ہے۔ کہ وہ نفسِ انسانی کا ادراکی یا شعوری ثمر ہے۔
جو رُوحِ بخاری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے بحیثیت مبداء اعمال یا ارادہ یا قوتِ عملی
قوائے تحریک پر قادر ہے۔ گویا قوتِ ادراک کی دو قسمیں ہیں۔ قوتِ نظری اور قوتِ
عملی۔ علیٰ ہذا دفعِ موانع اور فطری رجوع یا لگاؤ کی دلیل سے قوت تحریک کی بھی
دو قسمیں ہیں۔ قوتِ غضبی اور قوتِ شہوی۔

پس جب قوتِ نظری صحیح کد و کاوش پر صبر سے اور نامناسب نشاط فکر
سے صبر کے ذریعہ فکر صحیحہ یا ایمان ظنی پا لیتی ہے۔ جو نفسِ ناطقہ کی مجموعی جد وجہد

کا نتیجہ ہے۔ تو ما بہ الایمان کی روئیت اور فکرِ صحیحہ کی حقیقت بھی جو کمالِ علم ہے۔ قوّتِ نظری میں نفسِ ناطقہ کی مجموعی جدّ وجہد سے مرتب ہوتی ہے۔ گویا ابتدائی ایمان جو محض ظنی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایمان کا ایک پہلو ہے۔ جس میں نورٌ علیٰ نور کہ اس کی شعوری اور اعترافی تصدیق کی گئی ہے۔ مشاہد نہیں ہے۔ اور اس کی دوسری حیثیت اس کے انوار کا شہود یا ایمان کی تکمیل ہے۔ کیونکہ شعوری یا اعترافی تصدیق روئیت سے اپنے حقائق کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ گویا ایمان کا شہود سے تحقق اس کی صحیح تعدیل ہے۔ یعنی قوّتِ نظری پر حکم عدل جو منشائے آیۂ ذیل ہے۔

وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (النحل) جو آمر بالعدل ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔

نفسِ ناطقہ کے مجموعی صبر سے اس پر نفاذ پا کر مسلسل صبر سے ایمان کو اپنے حقائق کے ساتھ مکمل کر دیتا ہے۔ اور یہ قوّتِ نظری کا اعتدال ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ہ (ہود) جنہوں نے صبر کیا اور نیک کام کئے اُن کے لئے مغفرۃ اور اجر کبیر ہے۔

اللہ عزّ وجل نے اس آیۂ مقدس میں صبر کو بجائے ایمان استعمال فرمایا ہے۔ یعنی قوّتِ نظری میں فکرِ صحیحہ کی تمکین اور اس کا کشف حقیقتِ صبر یا ایمان ہے۔ اور صالحات کو اس کے ساتھ لزوم حاصل ہے۔ وہ تکمیلِ ایمان کا ذریعہ ہیں۔ اور تقاضائے ایمانِ کامل ہیں۔

قولِ علی المرتضیٰ وعبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما

الصبر ھو الایمان کلہ (فتح العزیز) صبر ہی ایمان کامل ہے۔

اسی حقیقت کی شرح ہے۔ اور بمطابق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

الصبر نصف الایمان (فتح العزیز) صبر نصف ایمان ہے۔

صبر اس حیثیت سے نصف ایمان ہے کہ وہ نفسِ ناطقہ کے مجموعی فکر وعمل

کی حیثیت ہے۔ جس کا ثمر ایمان شہودی ہے۔ گویا وہ ایمان کا ایک پہلو ہے۔ جو از ابتداء تا انتہا اس کے وجود اور تکمیل اور استمرار اور استقلال کا سبب ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ مرجع فطری عزوجل کے ترشح ذاتی قرآن مجید اور اس کی شرح بشکل اسوۂ حسنہ نبوی صلعم کی روشنی میں آیات محکمات و متشابہات اور ذات و صفات الٰہی ملائکہ مقربین انبیاء و مرسلین اور صالحین اور ان کی طاقت ہائے روحانی اور وسعتہائے علمی اور ان کی رفاقت اور معنی وحی اور نبوت و الہام و کشف و شہود اور مفہوم اطاعت اور اوامر و نواہی اور قدر خیر و شر من اللہ اور حقیقت جنت و دوزخ و اعراف و عد ماہتاب و تقدیر آفتاب و شیطان کے خطرات قلب کی حقیقت زمین و آسمان کے ملکوت اور ان کی تسبیح و تہلیل گنجائش اللہ در قلب مومن استوائے رحمٰن علی العرش وغیرہ سب حقائق پر ایمان اور اس شعور سے ان کا فہم جو نفس انسانی میں کثافت ارضی اور لطافت علوی کی ترکیب کا نتیجہ ہے۔ حکمت سے اتصاف کے مفہوم ابتدائیہ کو پورا کر دیتا ہے۔ کیونکہ قوت نظری ان کا مبداء قبول ہے۔ اس حیثیت سے کہ نفس ناطقہ کے مجموعی عمل کو مستلزم ہے علی ہذا حکمت یا ایمان کا نورانی یا شہودی مفہوم نفس ناطقۂ انسانی کی ہر چہار قوتیں قوت نظری و عقلی و غضبی و شہوی کی مجموعی تعدیل سے تکمیل پاتا ہے۔ حکمت یا ایمان صحیحہ اس حقیقت کا اپنے اصل کی طرف رجوع ہے۔ جو بمطابق

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص) جب میں اسے استوار کر چکوں اور اپنا روح اس میں پھونک دوں۔

نفس انسانی میں ودیعت کی گئی ہے۔ اور وہ لطافت علوی ہے یا روح الٰہی ہے۔ اللہ عز و جل المنقوش نور علی نور ہے۔ اس لئے اس روح کی حقیقت جو روح بخاری سے متعلق ہے۔ نور ہے جو روح بخاری یعنی کثافت کے پردہ میں پنہاں ہے۔ اور یہ اس کی عظمت کا تقاضا ہے۔ کہ وہ زیر حجاب ہو تا آنکہ وہ حجاب بھی نورانی جنسیت سے اس کی حقیقت کے ساتھ متحد ہو جائے اور وہ اس

کے نورانی حقائق کا حامل ہو۔ اور اس کا تحمل ثقلی حیثیت کے ساتھ موجب استقلال ہو۔ یہ شوکت عظمیٰ بھی اسی مضمون درخشاں کی قبیل سے ہے۔ جو اس آیۂ ربانی میں جلوہ گر ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ (شوریٰ)

کسی بشر کے لئے یہ نہیں ہے کہ اللہ اس سے گفتگو کرے لیکن وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا وہ رسول بھیجتا ہے کہ اس کے حکم سے وہ پیغام پہنچا دیتا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے۔

پس روح الٰہی کی عظمت روح بخاری کو بحیثیت حجاب ضرور چاہتی ہے اور معتدل خلقی نسبت سے جو اللہ عزّ وجل کے ساتھ اسے حاصل ہے۔ وہ اس کا محل ہے۔ تاآنکہ کلام الٰہی کے نور سے روح الٰہی اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ منکشف اور روح بخاری اس کا متحمل ہو۔ جو حقائق بالا کی روشنی میں نفس ناطقۂ انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ جس کی ایفا اس کا عدل ہے۔ اور وہ روح الٰہی کے اصل قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ وجل کے ترشحات ذاتی یعنی کتاب مجید میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ جو نورانی تاثر کو مستلزم ہے۔ اور استغراق یعنی احکام الٰہی کی تعمیل اور نماز میں کلام مجید کی ترتیل فکری احساس پہ تحریک جسم کو مستلزم ہے۔ اور یہ نفس ناطقۂ انسانی کا مجموعی عمل ہے۔

یعنی روح علوی اپنی استعداد شعور سے یا تقاضائے فطرت سے ملک الحق کی جستجو کرتی ہے۔ جو اس کا اصل ہے یعنی اپنا نورانی انکشاف چاہتی ہے۔ اور روح بخاری اپنے فطری لگاؤ سے جو معتدل تخلیقی نسبت کے سبب اسے خالق حقیقی کے ساتھ حاصل ہے۔ اس کی طرف برفع موانع رجوع کرتی ہے۔ کہ وہ اس کا تقاضائے تحمل نور ہے۔ تو اس حیثیت کے ساتھ کہ یہ اتحاد شعور و رجوع برفع موانع صابر کیفیت ارادی ہے۔ اور افتتاح محبت الٰہی ہے۔ قوت نظری میں

فکرِ صحیحہ تمکین پاتا ہے۔ اور اس کا اپنی حقیقت کے ساتھ انکشاف اس کی تعدیل و تکمیل ہے۔ جس کے تحقق کی کیفیت اس طرح ہے۔ کہ قوتِ عمل فکرِ صحیحہ کے حقائق شہودیہ کی طرف فکری توجہ سے جو فطری رجوع کے ساتھ مختلط ہے۔ تعمیل صالحات پر رفع موانع سے قدرت حاصل کرتی ہے۔ اور یہ اس کی صابر ارادی اور مستقل حیثیت کا دوسرا مرحلہ یا تدریجی ارتقاء ہے۔ جو قوتِ تحریک کے فعل کا مبداء ہے۔ جو بصبر بر مکارہِ مامور اور بصبر از نواہی مطلوب جادۂ مقصد سے موانع کو ہٹاتی ہوئی صالحات کو ظاہری شکل و صورت کا لباس پہناتی ہے۔ تاآنکہ ادراکی احساس پر قوتِ تحریک کی مجموعی فعلی جدّ و جہد فکرِ صحیحہ کے حقائق سے نفسِ انسانی کو منور کرتی ہوئی قوتِ عمل میں تنویر سے رسوخ پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ مبداءِ افعال ہے۔ یہ ارادہ کی تیسری حیثیت ہے۔ اور بہ تدریج و استقلال اس کا اعتدال و کمال ہے۔ پس قوتِ عملی کی تنویر جو اس کا رسوخ و عدل ہے۔ قوتِ نظری میں فکرِ صحیحہ کے حقائق شہودیہ کو متحقق کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں قوتیں قوتِ ادراک کی ہی دو حیثیتیں ہیں۔ جو نفسِ ناطقہ میں فطری رجوع پر شعوری قدرت کا تحقق ہے۔ پس قوتِ نظری فکرِ صحیحہ اور اس کے تقاضا یعنی حقائق فکر کی شہودی تصدیق سے اعتدال یا علم میں کامل ہو جاتی ہے۔ اور یہی کمال حکمت ہے۔ جو نفس ناطقۂ انسانی کے مجموعی فکر و عمل یعنی ادراک و تحریک سے متحقق ہوتا ہے۔ گویا حکمت نفس ناطقہ یا اندرونِ قلب میں مجموعاً جلوہ ریز ہوتی ہے۔ (عنوان علم فی القلب یا حکمت اس بیان فضیلت حکمت کے ساتھ متحداً مطالعہ فرمائیں) اور قلب یا نفس ناطقہ میں اس کا تحقق جامع جملہ فضائل (حکمت۔ عدالت۔ شجاعت۔ عفت) ہے۔ کیونکہ نفس انسان کی اس حیثیت کا نام ہے۔ جو روح بخاری اور روح علوی کے تعلق و اختلاط سے رو نما ہوتی ہے۔ اور مستلزم ارادہ ہے اور جبتک اس کی وہ فطرت قائم ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی اس کی فطرت نفس میں عنصری و علوی حیثیت سے خالق حقیقی کی طرف کیفیت رجوعی شعوری قدرت

کے تحقق کے ساتھ موجود ہے۔ اس وقت تک نفسِ ناطقہ یا قلب کی حیثیت خلقی قائم رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ (ق) اس کیلئے جسے دل حاصل ہے۔

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ (یٰسین) تاکہ ڈرائے اُسے جو زندہ ہے اور کافرین پر قول یعنی حجت کو متحقق کردے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ (النحل) اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے دو آدمیوں کی کہ ان میں ایک گنگ ہے۔ (یعنی اس کی حیثیت خلق فنا ہو گئی ہے۔)

اور جب اس کے تقاضائے فطری (جس پر اُسے پیدا کیا گیا ہے۔) کی ایفاء سے اس میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے تو وہ یعنی نفس ناطقہ اور قلب اپنے حقائق کے ساتھ تکمیل پاتا ہے۔ جو اس کا کشف واستقامت ہے۔ اور کمال حکمت ہے۔ اور کشف چونکہ خاصۂ ادراک ہے۔ اور اس سے نفس مجموعی طور پر استقامت پاتا ہے۔ اور وہ علم ہے۔ اس لئے اسے قوتِ نظری کے اعتدال کے ساتھ اسمی خصوصیت حاصل ہے۔ گویا قوتِ نظری کا علم مشاہدہ کی بنا پر حقیقتِ اعتدالیہ کا حامل ہے۔ جو ظن صحیحہ اور شہود دونو کے تحقق سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ یعنی ایمان صحیحہ نفس انسانی میں جب تک قوائے ادراک وتحریک کے ذریعہ اپنی حقیقت یعنی مشاہدہ سے متحقق نہیں ہوتا۔ نقطۂ اعتدال پر راست نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ ایمان صحیحہ روئت ما بہ الایمان سے تکمیل وتحقق پاتا ہے۔ اس لئے حقیقت اعتدالیہ ہے۔ جو نفس انسانی سے تحقق اعتدال کا تقاضا کرتی ہے۔ کیونکہ حقیقت نفس ما بہ الایمان کی معرفت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ پس جب قوتِ نظری میں فکر صحیحہ کی حقیقت یعنی شہود کو اساس فکری پر رکھ اس وقت اسے ارادی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے۔ جسے قوتِ عملی یا مبداء اعمال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ فکری صبر کو مستلزم ہے۔ عمل صالح سے بالتدریج استقلال ہوتا جائے گا۔ تو اس وقت قوتِ نظری کا صبر وہ ایمان مستحکم ہوگا۔ جسے اللہ عزّوجل

نے آیۂ ذیل میں یقین کامل سے تعبیر فرمایا ہے۔
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (حجر) اپنے پروردگار کی عبادت کرحتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہو۔

اور یقین کامل رویت وشہود کو مستلزم ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔
وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (انعام) اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو زمین اور آسمانوں کی ملکوت تاکہ وہ یقین کرنے والوں سے ہو۔

عبادات یا اعمال صالحہ جو یقین کامل یا تکمیل ایمان کا موجب ہیں۔ ان کی ابتداء اس صحت ایمان سے ہے۔ جسے قوتِ نظری ہوا وہوس ننگ و ناموس مادی حوائل و موانع سے بلند ہوکر ضرور پالیتی ہے۔ اور ایمان صحیحہ حقیقت عظمیٰ ہے۔ جو دلائل باہرہ سے معقول و مدلل ہے۔ اور اس پر شاہدان صادق موجود ہیں تو پھر اس قوتِ نظری کے لئے جسے محسوسات ارضی (جذبات ہوا ننگ وناموس جاہ و اقتدار خطرات خوف وغیرہ) نے ڈھانپ نہ لیا ہو۔ اسے نہ پالینا ایک ناممکن امر ہے۔ بحالیکہ فطرتِ انسانی میں خالق حقیقی کی طرف کیفیت رجوع (یعنی ذرہ نور) موجود و مخلوق ہے۔ پس ایمان صحیحہ کے حصول میں انسانی مجبور اختیاری ہے۔ غیر اختیاری نہیں ہے اور یہ دلیل احتساب ہے۔

پس جب قوتِ نظری محسوسات پر غلبہ حاصل کرتی ہوئی صحیح کدوکاوش یعنی صبر سے صراط مستقیم پالیتی ہے۔ تو وہ ایمان ابتدائی ارضی حجابات اور تلوثات کی وجہ سے اضطراب میں مبتلا رہتا ہے۔ جو نفس انسانی کا امر بالسوء ہے اور وہ اس وقت تک رفع نہیں ہوسکتا جبتک حقیقت عظمیٰ (ما بہ الایمان) کو جو دلائل وشواہد سے معقول و مبرہن ہے۔ بداہت کے ساتھ وہ مشاہد وعیاں نہ دیکھ لے۔ شہود کے بغیر اضطراب اور کشمکش قائم رہتی ہے۔ جس کی وجہ ظن محض ہے۔ اور ہر دو حقائق علوی وسفلی کا کشف واستقامت یا ایفائے عادل قوتِ نظری میں اطمینان

پیدا کردیتی ہے۔ جو مستلزم[۱] تدریج ہے۔ پس جب قوتِ ادراک ارادی حیثیت
کے ساتھ جسے قوتِ عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ منہیات مطلوب سے صبر کرتی
ہے۔ اور مکارہ مامور پر صبر کرتی ہے۔ جسے اصطلاحِ الٰہی میں نفس کی حیثیتِ[۲] لوامہ
سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور صبر بر مکارہ اور صبر از نواہی کی فعلی حیثیت پر اسے قدرت
حاصل ہے۔ تو حقیقت شہودیہ قوتِ نظری میں تدریج و تسلسل کے ساتھ جلوہ ریز
ہوتی جاتی ہے۔ جو روح علوی کا نورانی کشف ہے۔ جس سے مضمون وَشِفَآءٌ[۳] لِمَا
فِی الصُّدُوْرِ کی تکمیل نفس انسانی کو اضطراب سے شفا بخشتی ہے۔ جو روح بخاری یا
کثافت کا تحمل کشفِ لطافت ہے۔ اور اس کی تنویر ہے۔ تا آنکہ نفسِ ناطقہ انسانی
کو اطمینانِ[۴] کامل حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہی نورانی جنسیت عندیت پروردگار ہے اور
تا ابد لامتناہی تجلی ہائے انوار الٰہی کے قبول کی استعداد ہے۔ پس نفس انسانی اس
حقیقت یعنی ما بہ الایمان پر عینی شہادت دیتا ہے اور یہی رویت و یقین آیات
بالا سے مقصود ہے۔ اللہ عزّ و جل علیم و حکیم ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور اپنی ذات
کے علم[۵] سے اپنی فردیت الوہیت پر شاہد ہے۔ اور تمام ملکوت میں اس کا علم و
حکمت جاری و ساری ہے۔ پس جو نفس انسانی اس کے انوار سے متجلی و منور ہوگا۔ صرف
وہی علم و حکمت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ وہ معرفت ذاتِ الٰہی سے حقائق اشیاء
کو جان لے گا۔ اور ملکوت اپنے حقائق کے ساتھ اس کے سامنے روشن ہو جائیں گی۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ (اوراد فتحیہ)

اے الٰہ العالمین ہمیں حقائق اشیاء دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں۔ اور ہم کو مسلم ہونے کی حیثیت سے پورا فرما اور صالحین سے ملا دے۔

[۱] عنوان تنزیل دستور مطالعہ فرمادیں۔ [۲] وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (قیٰمہ) [۳] اور شفا ہے اس کی جو سینوں میں ہے (رمز ۱) (سورۂ یونس) [۴] یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (فجر) [۵] عنوان علم فی القلب ملاحظہ فرمادیں۔

پس وہ مصدق و شاہد ہوگا۔ تصدیق و شہادت مستلزم رؤیت ہے اور رؤیت مستلزم یقین ہے اور رؤیت و یقین مستلزم عبادت الٰہی ہے۔ اور عبادت الٰہی ایفائے مقصد فطری ہے۔ کیونکہ وہ اس کیفیت جوعی اور توجہ نحوی کی ایفا ہے۔ جو نفس ناطقہ میں علوی و عنصری حیثیت سے بطور فطرت ودیعت ہے۔ پس وہ ایفا نفس ناطقہ کا نورانی کشف و تحمل ہے اور مقصد فطری کی ایفاء ہے۔

اور نفس ناطقہء انسانی کا یہ نورانی کشف و تحمل اللہ عزوجل کی ذات پاک و مقدس کی تصدیق و شہادت ہے۔ کیونکہ روح علوی بفحوائے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي[۱] روح الٰہی ہے۔ اور وہ عزوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (حدید) وہی ہیں صدیقین اور شہداء اپنے پروردگار کے نزدیک ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔

اور فرماتا ہے۔

نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ (نور) نور بر نور ہے۔ اللہ ہدایت دیتا ہے اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے۔

گویا نور فکر صحیحہ یا ایمان کی حقیقت ہے۔ اور حکمت ہے۔ اور قوت نظری میں متحقق ہوتی ہے۔ چنانچہ آیۂ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[۲] میں حکمت سے مراد بمطابق وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا[۳] آیات کتاب کی نورانی معنویت اور معرفت الٰہی ہے۔ جو روح علوی کے نورانی کشف کے ساتھ متحد الحقیقت ہے جس پر آیات بالا کا تطابق شاہد ہے۔ اور آیۂ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ[۴] میں معیت الٰہی اسی

---

[۱] جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں (ص) [۲] ان کو کتاب و حکمت سکھا دے (جمعہ) [۳] ولیکن ہم نے اسے نور بنایا ہے اپنے بندوں سے جسے ہم چاہتے ہیں اس کے ذریعہ ہدایت فرماتے ہیں (اپنی جانب) (شوریٰ) [۴] تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (بقرہ)

اتحاد حقیقت کا آفتاب درخشاں ہے۔ اس لئے کتاب مجید کو جو ترشحات ذات الٰہی ہیں۔ اور اسم ذات الٰہی کو جس کی معنویت ذات نورٌ علیٰ نور ہے۔ جب نفس ناطقہ انسانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال سے بلا واسطہ یا بواسطہائے مسلسل انفعالی حیثیت کے ساتھ قبول کر کے اس میں استغراق حاصل کرتا جاتا ہے۔ تو تنویر مسلسل حکمت کے دروازوں کو اس پر کھولتی جاتی ہے۔ اور اسے فعالی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ حکیم اُمت مصطفویہ کے قلوب میں علم و حکمت کی جلوہ گری کا یہی راہ مستقیم ہے۔ جو تواتر و تسلسل کے ساتھ اس میں الیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ جاری کر دیا گیا ہے۔ آیۂ یُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ میں تمام ملتِ مصطفوی سے خطاب اور کتاب و حکمت کی ودیعت اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ جو تواتر ملکۂ تزکیہ و تعلّم کو مستلزم ہے۔ کیونکہ وہ کتاب مجید کی نورانی قوت ہے، جو اس کی نورانی معنویت کے ساتھ نفوس روشن میں متواتر منتقل ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ کافۃ النّاس کی طرف ہر عہد میں کشف و استقامت نفوس یعنی ایفائے مقصد فطری کی طرف دعوتِ مصطفوی ہے پس جب نفس انسانی صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ کا مکمل مصداق ہو جاتا ہے۔ اور اس کی قوتِ نظری استمرار صبر سے ایمان مستحکم اور علم الیقین سے بہرہ ور ہو جاتی ہے۔ تو اس کا عیب[۱] مغفرۃ اور اجر کبیر سے بدل جاتا ہے۔ جو بمطابق وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا[۲] اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ[۳] وصول ذات الٰہی ہے۔ کیونکہ ایمان کا اجر مابہ الایمان ہے۔ پس لطافت یا روح الٰہی جو نفس انسانی میں ودیعت ہے۔ نورٌ علیٰ نور کے نورانی تلطّف و انعام یعنی مغفرۃ سے تاریکیٔ

---

[۱] اسی عنوان کے زیر تحت آیۂ متعلقہ پیچھے گذر چکی ہے۔

[۲] اور جو ہم میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنے راستے ان کو دکھا دیتے ہیں۔ (عنکبوت)

[۳] تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (بقرہ)

کثافت کو منوّر کرتی ہوئی نفسِ انسانی میں منکشف اور جلوہ ریز ہو جاتی ہے۔ اور نور بر نور اللہ عزّ وجل کی خصوصیت ذاتی ہے۔ اِس لئے کشفِ لطافت کہ وہ حکمت ہے۔ اپنی وسعت میں حسب درجات اجتبا و انابت غیر محدود و غیر معین ہے۔ جیسے ہر چہار گروہ منعمین (انبیاؑ۔ صدّیقین۔ شہداء۔ صالحین جو نورٌ علیٰ نور کے انعام سے مشرف و منوّر ہیں) کی اس قوّتِ روحانی (انکشافِ روحِ علوی) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ معرفتِ ذاتِ الٰہی میں مستغرق اور اس کی جمالی و جلالی صفات اور اس کے تحمّل میں منہمک ہیں۔ اور اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب یعنی دستور عدل اور آیاتِ محکمات کا ہر قانون اور اس کی نورانی معنویت ان کی نورانیتِ نفس کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔

الحاصل ان کے فکرِ صحیحہ اور اعترافات کی نورانی حقیقت کی جلوہ گری سے ان کے شعور منوّر و روشن ہیں۔ جو ذات و صفات الٰہی کے لئے ان کی کمال تصدیق و شہادت ہے۔ کیونکہ رویتِ روح تصدیق و شہادت ہے۔ اور شعور رویت سے ہی تکمیل پاتا ہے۔ اور یہی تکمیل شعور حکمت ہے۔ جس کی علمی وسعت روحِ الٰہی کے کشف یا معرفتِ الٰہی سے حقائق ملکوتیہ کو احاطہ کر لیتی ہے۔ اور یہی مضمون حکمت ہے جو جملہ ملکات حکمت ذکا و فہم، اطمینان، تعقل، تحفظ و تذکر، تعلم کا جامع ہے۔ اور سیّد الحکماء محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں اجتباؑ و انابت سے رویت کی اس شوکتِ فاضلہ کے ساتھ متحقق ہے۔ کہ سب حکمائے ربانی انبیاء، صدّیقین، شہداء، صالحین پر آپ کو افضلیت حاصل ہے۔ کیونکہ حضور صلعم کے نفس مبارک میں یہ حکمت اس کتابِ مجید کے اسرار و انوار ہیں۔ جو

لہ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء)

لہ عنوان اطمینان صفحہ ۳۱ مطالعہ فرمائیں۔

دین[1] مکمّل اور نعمت متمم ہے۔ اور یہ اسی کتاب بزرگ کی مخصوص صفت کبیر ہے کہ اس سے قبل اس جامعیت سے کوئی صحیفہ یا کتاب آسمانی متصف نہیں۔ اور حضور صلعم کا صدر مبارک اس دریائے اسرار و انوار کا منبع ہے۔ جس سے اس کتاب مجید کی حکمت متواتر ملت اسلامیہ میں جاری و ساری ہے۔

جو کافۃ الناس پر امت حکیم و وسط[2] کی افضلیت پر دلیل ہے۔ اس لئے آج صرف سید الحکماء محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی صاحب حکمت امت ہی تمام عالم پر برتری کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ صرف حکمت ہی کشف و استقامت نفس کی دلیل کے ساتھ تہذیب و تدبیر و سیاست و تحکیم میں مایۂ امر بالعدل ہے۔ یعنی وہ نور تاباں الٰہی ہے۔ جس کی روشنی میں ہر دو حقائق نفس اور ملکوت اس کے سامنے روشن ہو جاتی ہیں۔ اور بتقاضائے تدریج ارتقا تا ابد اس میں وسعت لامتناہی متحقق ہوتی رہتی ہے۔ اور موت اس پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ روح الٰہی حال ہے اور روح بخاری محل ہے۔ پس جب جسد انسانی کو یہ جان پاک چھوڑ دیتی ہے۔ جو ان دو ارواح سے مرکب ہے۔ تو چونکہ روح الٰہی پر ہرگز فنا کا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے محل یعنی روح بخاری پر بھی موت اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ حال و محل لازم و ملزوم ہیں۔ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا روح بخاری چونکہ تقویم عناصر سے اس عز و جل نے جسم انسانی میں خلق فرمائی ہے۔ اس لئے ان ہر دو ارواح کا بحیثیت حال و محل اس جسد عنصری کی خاک سے تعلق جس کا وہ نتیجہ ہے۔ ضرور قائم رہتا ہے۔ اور یہی ان کے مقابر کے لئے دلیل عزت ہے۔

پس مسلم حکیم کا نفس فعال جیسے سطح ارض پر تخلیقی تقاضاؤں کی ایفا سے منکشف و مستقیم

---

[1] اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ)

[2] وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا ...... الخ (بقرہ)

ہو کر سطح ارض پر برتری اور فضل کا جائز استحقاق رکھتا ہے۔ ایسے ہی اس عالم سے عالم ثانی کی طرف منتقل ہونے کے بعد اس کا فعالی تصرف اس کی حیثیت فضل کا استقرار پائندہ اور ارواح متعلقہ میں نفوذ و سیران سے حکیم ملت اسلامیہ کے فضل و برتری کا استحقاق مستمرہ ہے۔ اور یہی تواتر تصرف و نفوذ (تزکیہ و تعلیم) اسے اوّل المسلمین محمد بن المصطفےٰ احمد المجتبےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال کے ساتھ متحد قرار دیتا ہے۔ جسسے تمام انبیاء گویا تمام کائنات پر فضل اور عزت عطا کر دی گئی ہے۔ اور یہی سطح ارض پر حکیم ملت اسلامیہ کی دلیل افضلیت ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقصود ہے۔ (عنوان اخلاق نبوی اور قرآن حکیم مطالعہ فرمادیں)

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت بجوامع الکلم میں انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ چھ (حقائق) سے ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور میں رعب لی الارض مسجدًا وطہورًا وارسلت الی الخلق سے منصور کیا گیا ہوں اور غنائم میرے لئے حلال کر دی کافۃ وختم بی النبیون (رواہ مسلم بشکواۃ) گئی ہیں۔ اور زمین میرے لئے سجدہ گاہ [1]

ذکا و فہم

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ...الخ (انعام)

عنصری و علوی حقائق کی ترتیب سے سرعت فکری کے ذریعہ صحت نتائج ذکا ہے۔ اور تحقق ملزومات سفلی و علوی سے ان کے لوازم کی طرف واسطہ فکر کے بغیر معاً انتقال ذہن فہم ہے۔ نفس ناطقۂ انسانی جامع حقائق ارضی و علوی ہے۔ اس لئے وہ اپنی خلقت میں عنصری و علوی حقائق کی ترتیب سے اخذ نتائج کی استعداد رکھتا ہے۔ اسی استعداد سے انسان الٰہیات اور فلکیات میں ظنی تگ و تاخت کرتا ہے۔ اور چونکہ عناصر میں اسے معائنہ کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے عناصر اور ان کی ترکیب و ترتیب بعض

[1] اور طہور (اقدس) بنا دی گئی ہے اور تمام خلق کی طرف مجھے مبعوث کیا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔

یقینی نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو علم طبیعات کا مایۂ عزّ و افتخار ہے۔ گویا اس کی استعداد بلند و پست علویات و عنصریات میں صرف شہود کے ساتھ ہی متحقق اور مکمّل ہو سکتی ہے۔

عنصریات و علویات اور ان کے نظم و نسق میں غور و فکر سے ان کے خالق کی معرفت کے جادۂ مستقیم کا افتتاح گویا اس کی اساس تخلیق یعنی کثافت و لطافت کا فطری تقاضا ہے۔ اور جب تک وہ اپنی اس فطرت پر قائم ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے تو وہ ضرور اپنی حقیقت تخلیق کے تقاضا سے اپنے خالق کو عنصری و علوی مقدمات کی ترتیب سے پہچاننے کی پوری سعی کرتا ہے۔ کیونکہ حقیقت علوی کا اپنے اصل کی طرف شعوری رجوع اور کثافتِ ارضی کا معتدل خلقی نسبت سے خالق حقیقی کی طرف فطری لگاؤ فطرت ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اس فطرت نے جس پر آپ کو بحیثیت بشر اللہ عزّ و جل نے خلق فرمایا۔ ملکوت کے مطالعہ سے اور ان کے افعال کو ترتیب دینے سے یہ صحیح نتیجہ مرتب کرلیا۔ کہ اس تمام منظم اور مقدر نظم کائنات پر صرف وہی فاطر السّمٰوات والارض بہ نظم و تدبیر قاہر و غالب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی زبان سے اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ .... اس نے کہا میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ......

...... اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ (انعام) میں اپنا رخ اس کی جانب متوجہ کرتا ہوں جس نے زمینوں اور آسمانوں کو خلق فرمایا اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

یہ ملکۂ ذکا ہے۔ جو انسان کی تخلیقی حیثیت کا لابدی اور اوّلین تقاضا ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کو ترتیب مقدمات حقائق سے ضرور پہچان لے اور ان لزومات

سماویہ اور ارضیہ سے ان کے لازم یعنی ان کی حیثیت تخلیق جو اس فاطر السموات والارض کے دست خلق سے قائم ہوئی ہے۔ اس کی قوتِ نظری میں متمکن ہو جائے۔ یہ ملکۂ فہم ہے۔

علیٰ ہذا جب وہ صراطِ مستقیم جو عدل[1] لطافت وکثافت ہے۔ علی الکبیر فاطر السموات والارض عزّ وجل کی جانب سے اس جامع لطافت وکثافت یا صاحب حقائق علویہ وارضیہ انسان کی قوتِ نظری کے سامنے پیش ہو تو وہ اپنی فطری حقیقت جامع کے تقاضا سے اس کو قبول کرے۔ یہ ملکۂ ذکا وفہم کی صحت ہے۔ کیونکہ لطافت وکثافت کا اجتماع اساس قیام بالقسط یا اعتدال ہے اور اس اعتدال تحقق اعتدال کا تقاضا کرتی ہے۔ اور عدل وزن نفس کے ہر دو جانب میں کامل استقامت کے ہم معنیٰ ہے۔ اور استقامت صراطِ مستقیم کو لازم قرار دیتی ہے جو افراط وتفریط کی دو کجیوں کے درمیان راہِ عدل ہے اور اسے استقامت حاصل ہے۔ یہ صحت ذکا وفہم ہر دو ملکات کی شہودی اور نورانی حقیقت کی طرف فاتحۃ الابواب ہے۔ جو نفس انسانی میں حقائق علوی وسفلی کے کشف وتحمل یا عدل سے متحقق ہوتی ہے۔ اور حقیقتِ نفس کو پا لینے سے ملکات ذکا وفہم کی تکمیل ہے۔ کیونکہ حقیقت نفس کی دریابی کو ہی ابتداء وانتہائے ذکا وفہم ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ ہر دو ملکات اسی کا خاصہ ہیں۔ اور ان کا عمل معرفت ہے۔ پس نفس انسانی جو جامع حقائق علوی وسفلی ہے اور اس کی علوی حیثیت کثافت کے پردۂ غیب میں پنہاں ہے۔ یہ اپنی حقیقت کے ساتھ ذکا وفہم میں اس وقت متحقق ہوتی ہے۔ جب اس خالقِ حقیقی علی الکبیر عزّ وجل کے انوار ذات کا (جسے اس کی ذکا وفہم فطری نے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ پہچانا ہے) مشاہدہ کرتی ہوئی اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ روشن ہو جائے۔ کیونکہ وہ روحِ الٰہی ہے

---

[1] اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النحل)

اور اس کی حقیقت نور ہے اور اس لئے اس کا کشف معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ پس وہ ملکوت ارضی وسماوی کو جن کی ترتیب سے اس نے اس کی ذات قدس پر دلائل فارقہ قائم کی ہیں۔ مشاہد و عیاں دیکھ لیتی ہے۔ اور یہ حقیقت اسی صراطِ مستقیم کی جادہ پیمائی سے نفس ناطقہ میں متحقق ہوتی ہے۔ جو اس خالق حقیقی کے ترشح ذاتی میں استغراق ہے اور اس کی علم و حکمت کے پرتو کو اس کے نفس میں متحقق کرتا ہے۔ وہ عزّ وجل اپنی ذات پر اپنی ذات کے علم سے شاہد ہے۔ اور وہ نفس ناطقہ بھی اس کی معرفت سے اس کی ذات پر شہادت دیتا ہے۔ اور اس عزّ وجل کا علم بحیثیت خالق جملہ مخلوق ارضی وسماوی کو محیط ہے۔ وہ نفس ناطقہ اس کی ذات میں استغراق سے تمام ملکوت کا مشاہد ومعائن ہو جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات اسی حقیقت عظمٰی کا توضیح و بیان ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) — اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولو العلم وہ قائم بالقسط ہے

اللہ عزّ وجل اپنی ذات کے علم سے اپنی ذات پر شاہد ہے۔ کیونکہ شہادت مستلزم رویت ہے۔ اور رویت علم الیقین ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کا خلیفہ جو روح الٰہی کا حامل ہے۔ اپنے نفس کی معرفت سے جو کمال ذکا و فہم ہے۔ اس عزّ وجل کی ذات پر شہادت دے اور اس کی حقیقت نفس معرفت الٰہی کے ساتھ نورانی اتحاد رکھتی ہو۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ — (ترجمہ) اپنے پروردگار کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہو۔

یعنی ماسوی اللہ کو مٹا دے اور اس عزّ وجل کی الوہیت کو نفس میں متحقق کر دے تاکہ تو صاحب علم ہو جائے۔ کہ بمطابق آیات بالا علم ذات الٰہی پر شہادت کا استحقاق ہے۔ جو ذکا و فہم میں کشفِ روح علوی کا تحقق ہے۔

اور مستلزم یقین ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (انعام)

اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی ملکوت اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں سے ہو۔

رویت ملکوت نور علیٰ نور کے نور کی جانب اہدا یا کشفِ روح علوی کے ساتھ لازم ہے۔ کیونکہ وہ نور علیٰ نور علیم و حکیم ہے۔

گویا نفسِ انسانی کی علوی حیثیت معرفت الٰہی اور بالتبع رویت ملکوت سے متحقق ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا اس کی کثافتی حیثیت لمعاتِ نور کے تحمل سے اپنی حقیقتِ تحلیہ ذکا و فہم میں متحقق کر دیتی ہے۔ اور نفسِ انسانی میں لطافت و کثافت کی ترکیب تدریجی حیثیت سے کشف و قبول نور کے لئے تسلسل ناپیدا کنار اور اس کے تحمل و استقلال کا موجب ہے۔ الحاصل کشفِ لطافت علوی اور کثافت ارضی کا تحمل کشف معرفت نفس ہے۔ جو ظنی تاریکی کو یقین شہودی سے بدل دیتا ہے۔ اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ آیۂ ذیل میں یہی آفتاب نور درخشاں ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذّریت)

زمین میں (جو انسان کا جائے قرار ہے) صاحبان یقین کے لئے نشانیاں ہیں (جن کے نفوس کثافت ارضی کے تحمل کشف لطافتِ علوی سے نورِ یقین پا چکے ہیں، اس لئے ان کے ملکات ذکا و فہم حقائق ماحولیہ کی ترتیب اور اس کے نتیجہ کی نورانی حقیقت سے بطور شہود متحقق ہیں۔) اور تمہارے نفوس میں کیا تم نہیں دیکھتے۔ (مقصد بصر رویتِ مقصودِ حقیقی ہے۔ اس

لئے بصر حقیقت نفس معرفت الٰہی کے
ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ جو غائت ذکا
و فہم ہے!

جہد کن در بیخودی خود را بیاب   زود تر واللہ اعلم بالصواب (رومی)

اور آیات یَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَن يَشَاءُ[1] اور لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ[2]
کا تطابق اسی اتحاد حقیقت عظمیٰ پر شاہد ہے۔

پس معرفت الٰہی کی جدّ و جہد نفسِ ناطقہ کا فطری تقاضا ہے۔ اور اس کا
القا نفسِ ناطقہ کی حقیقتِ تکمیل ہے۔ اور اس کی دریابی کمال ذکا و فہم ہے۔ کیونکہ
وہ ذاتِ عزّ وجل جس پر ملکوت سماویہ وارضیہ کی ترتیب سے نفس انسانی دلائل
قائم کرتا ہوا اس پر ایمان لاتا ہے۔ اس کی معرفت سے وہ ان کو اپنے حقائق کے
ساتھ دیکھ لیتا ہے۔ یعنی مدلول و دلیل اس کے سامنے مشاہد ہو جاتی ہے۔
اور ذکا و فہم میں اس کا ظن یقین سے بدل جاتا ہے۔ اور چونکہ وہ علوی
پرتو کے ساتھ جامع حقائق ملکوتیہ ہے۔ جس پر اس کے لئے تمام نظام
ملکوت کی تسخیر شاہد ہے۔ اس لئے وہ حقیقتِ نفس کی معرفت ہے۔
جو فطرت ملکات ذکا و فہم ہے۔

ملتِ حنیفہ کے پیشرو اوّل حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا نور معرفت سے
ملکوت ارضی وسماوی کا شہود و روئت ذکا و فہم کی شوکتِ تکمیل ہے اور شہود
مدلول سے دلیل کا لزومی مشاہدہ ہے۔ علیٰ ہذا عبادتِ الٰہی اور روئت ملکوت
سے تحقق یقین میں اشتراک کیفیت معرفت الٰہی کے ساتھ حقائق ملکوتیہ کے
کشف و شہود کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو حقائق نفس کی شہودی روئت و تکمیل

---

[1] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے (نور) [2] ان کے لئے
ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔ (نور)

ہے۔ اور علوی پرتو کے ساتھ حقائق ملکوتیہ کا نفس انسانی میں اجتماع اور خالق حقیقی کی طرف سے ان کا تودلیعہ یہ مقدمات ہیں۔ ان کی ترتیب سے اس عزّ وجل کے ترشحات میں استغراق اور استغراق سے کشف وتحمل کا تحقق ذکا وفہم میں حقائق علوی وسفلی کی نورانی معنویت کا تحقق ہے اور سید دو سرور محمدؐ ن المصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر پاک میں اس نور علیٰ نور کی جلوہ گری اور حقائق ملکوت ارضی وسماوی کی روئت وشہود کا القا اسی حنیفی ذکا اور فہم کی تجلی ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (انعام)

تو کہہ دے کہ ہدایت کی ہے میرے پروردگار نے مجھے صراطِ مستقیم کی طرف جو دینِ قیّم ملّتِ ابراہیم حنیف ہے۔

اور ملّتِ اسلامیہ کے نفوس مجری البحر میں اسی حنیفی ذکا وفہم کے نورانی دریائے بے کراں کو روئت ملکوت کے ساتھ الیٰ یوم القیمہ جاری کر دیا گیا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ۝ (النساء)

اس سے بہتر بحیثیت دین کون ہو سکتا ہے۔ جس نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا۔ اور وہ محسن ہے اور اس نے ملّتِ ابراہیم حنیف کی پیروی کی۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ خالق حقیقی کی معرفت نفسِ ناطقہ کے حقائق کی معرفت سے روشن ہوتی ہے۔ یعنی معرفت الٰہی فطرت انسانی کا ناگزیر اور فطری تقاضا ہے۔ تو اس جادۂ مستقیم کی شناخت جو فطری حقائق کو روشن کرنے کا ذریعہ ہے۔ فی الحقیقت صرف وہی ذکا وفہم کا مقدس ملکہ ہے۔ جو حقائق عنصری وعلوی کی روئت حقیقی سے ان مقدس ملکات کو مکمل کر

دیتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران)

زمین و آسمان کی پیدائش اور دن رات کے اختلاف میں ان عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے اور زمین و آسمان کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔

یعنی ذکر الٰہی سے اس نورٌ علیٰ نور علی الکبیر عزّ وجل کے ترشحِ ذاتی یعنی اسمِ ذات نورٌ علیٰ نور میں استغراق نفس ناطقہ کو منور کر دیتا ہے۔ اور ملکوت ارضی و سماوی کے حقائق اس کی قوتِ نظری میں جلوہ ریز ہو جاتے ہیں۔ بس یہی لوگ اصطلاح الٰہی میں ملتِ اسلامیہ کے اولوالالباب یعنی صاحب ذکا و فہم ہیں۔ اوّل المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ نظری میں بمطابق آیات

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (نجم)

اس کے دل نے تکذیب نہیں کی۔ جو کچھ اس نے دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی (نجم)

البتہ تحقیق اس نے دیکھا۔ اس کو یک بارِ دگر (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ حضور صلعم نے اللہ عزّ وجل کو اپنے قلب سے دو بار دیکھا۔)

معراج کی حقیقتِ عظمیٰ متحقق کر دی گئی۔ جو روئت و شہود کا درجۂ قصویٰ ہے اور ان آیاتِ کتاب میں پنہاں ہے۔ اور ان کی شہودی شکل ہے۔ اور بمطابق وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ تمام علوم و اسرار کتاب تمت اسلامیہ میں متواتر جاری کر دیئے گئے۔ جو علوم نبوّت کی وراثت مسلسل ہے۔

---

[1] عنوان احادیث طیبہ کی روشنی میں علوم نبوت مطالعہ و نمایا جائے۔ [2] انکو کتاب و حکمۃ سکھا دے (جمعہ)

گویا اس مقدس ذکا وفہم کی غایات تجلیہائے ذات وصفات الٰہی کی روئت وتحمل ہے۔ جس سے فہم حقائق علوی وسفلی میں استحکام واستقلال رونما ہوتا ہے۔ اور مقدمات امور علوی وسفلی کی ترتیب سے اخذ نتائج میں غلطی نہیں ہوتی۔ کیونکہ نفس ناطقہ ان حقائق کی معرفت سے ظنی حجابات کو چاک کر دیتا ہے۔ اور انوار الٰہی کی روئت وتحمل سے اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور ملکوت کو چشم شہود سے دیکھتا ہے۔ اور استقلال تنویر کے سبب روئت میں غلطی نہیں کرتا۔ علیٰ ہٰذا عالم ظاہر میں وہ امور پیش آئندہ میں ترتیب مقدمات متعلقہ سے نتائج صحیحہ اخذ کرتا ہے۔ اور تحقق ملزومات سے لوازم کو معاً متحقق کر دیتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (نجم) تمہارا ساتھی نہ بھٹکا نہ گمراہ ہوا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم شہود نے روئت حقائق میں ہرگز غلطی نہیں کی۔ کیونکہ وہ صلعم نور ناپیدا کنار کو اس منور نفس ناطقہ کے ذریعہ مشاہدہ فرماتے جس کی حقیقت علوی اپنی اس کیفیت نورانیہ کے ساتھ متحقق ہو چکی ہے جسے افضلیت پر افضلیت حاصل ہے۔ اس لئے غلطی شہود کا ہرگز امکان نہیں ہو سکتا

لطافت وکثافت کی اپنے حقائق کے ساتھ جلوہ گری وجلوہ گیری جو نور وتحمل سے مایہ دار ہے۔ اور وزن نفس میں ہر دو حقائق کی کامل راستی واستقامت ہے۔ عنصریات وعلویات میں غلطی کا امکان ختم کر دیتی ہے۔ اور منور کثافت کو تاریک کثافتی محسوسات بے راہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا امور ظاہر میں ترتیب مقدمات سے اخذ نتائج صحیحہ اور فہم حقیقت اسی مقدس ذکا اور فہم کی حقیقت پر شاہد ظاہر ہے۔ اور ان کی صحت للٰہیت کاملہ سے متحقق ہے۔ جو تاریک رجحان کثافت سے ان ملکات کو پاک اور مطہر

قرار دیتی ہے۔ اوران کی فطرت میں کشفِ لطافت اور تنویرِ کثافت سے جو تکمیل شعور اور القائے عوائج حیاتِ عنصری میں آئینی القا یا اعتدال کا موجب ہے۔صحت قائم کرتی ہوئی ذکا و فہم کی حقیقت کو متحقق کر دیتی ہے۔ اس لئے کہ نفسِ ناطقہ انسانی کا کشف و تکمیل معرفت الٰہی کا تحقق ہے۔ اور چونکہ نفسِ انسانی علوی پرتو کے ساتھ حقائق ملکوتیہ کے اجتماع سے مایہ دار ہے۔ اس لئے علوی کشف کے ساتھ حقائق ملکوت کا اس کے نفس میں روشن ہوجانا ذکا و فہم کی تکمیل کا موجب ہے۔ پس ان ملکات کی تکمیل پر عالم باطن اور عالم ظاہر سے متعلقہ مقدمات کو ترتیب دیتے ہوئے صحت نتائج کے ساتھ اس کی فطرت فرط کی طرف نہیں جھکتی۔ یہ ذکا و فہم کا نورانی اور آئینی تقدس و کمال ہے۔ جسے ملتِ اسلامیہ کے نفوس میں الی یوم القیامۃ جاری کر دیا گیا ہے۔ جو تمام بنی نوع پر دلیل افضلیت ہے۔ اور اول المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں صرف اسے ہی حاصل ہے اور بمطابق آیات

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمٰنَ ج (انبیاء) ہم نے وہ امر سلیمان کو فہما دیا۔

...... لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا ان کو ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے اُن سے پہلوں

اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ...... (نور) کو خلیفہ کیا تھا۔

استخلاف فی الارض کا مایۂ تہذیب و تدبیر و سیاست ہے اور آج اس فردیت خلافت الٰہیہ سے ذکی و فہیم ملتِ اسلامیہ اوجِ عزّ و شرف پر جلوہ فرما ہے۔ اور یہی ذکا و فہم مستخلف عزّ و جل کا نور ہے۔ اور مندرجہ ذیل حدیثِ نبوی صلعم اسی نورانی ذکا و فہم کی عظمت و ہیبت کی مظہر ہے۔

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور مومن کی فراست سے ڈرو۔ پس تحقیق اللہ ط (ترمذی) وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

وہ عزّ و جل نورٌ علیٰ نور سموات اور ارض پر بہ نظم و تدبیر قاہر و غالب ہے یعنی نور قوتِ نظم و تدبیر ہے اور خلائف الارض نوعِ انسانی میں روحِ بخاری کے ساتھ روحِ الٰہی کی ودیعت بمطابق آیہ

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ) اور تمہارے لئے مسخر کر دیا گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اس کی طرف سے

ملکوت سماوی و ارضی کی اس کیلئے دلیل تسخیر ہے اور اس کے نفس ناطقہ کا جو جامع حقائق علویہ و ارضیہ ہے۔ نورانی کشف و تحمل حقیقت تسخیر اس کے سامنے روشن کر دیتا ہے کیونکہ وہ معرفت الٰہی کے ساتھ بہ استقلال متحد الحقیقت ہے اور یہی اس آیہ مقدسہ سے مقصود ہے وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (لقمان) جو شکر کرتا ہے پس تحقیق وہ اپنے نفس کے لئے شکر ادا کرتا ہے یعنی نفس ناطقہ میں شکر الٰہی سے روح الٰہی کا کشف اور روح مجازی کا بہ تدریج و استقلال تحمل نورٌ علیٰ نور کی لامتناہی نورانی وسعت کا تا ابد قبول بے پایاں ہے۔ اور شکر الٰہی کو شکر نفس کیساتھ نورانی اتحاد عطا کرتا ہے کیونکہ نفس حامل روح الٰہی ہے۔ پس وہ شرط استخلاف فی الارض ہے کیونکہ مستخلف عزّ و جل نورٌ علیٰ نور ہے۔ استخلاف فی الارض تمام کائنات انسانی میں دلیل تنویر سے متخلف فعال لما یرید عزّ و جل کے امر مقصود آیہ[1] اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین) کی تمکین نیابت ہے یا اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور تمام ملکوت ارضی و سماوی کو اس حجت ساطع کیساتھ خلیفۃ اللہ کے سامنے روشن کر دیتا ہے کہ یہ سب ملکوت جامع حقائق نوع انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ اور خلیفۃ اللہ کے حقائق نفس منکشف اور مستقیم ہیں پس اس کے نفس ناطقہ میں مقدمات علوی و عنصری کی ترتیب سے اخذ نتائج صحیحہ یعنی ملکہ ذکا اور تحقق ملزومات سے فہم لوازم یعنی ملکہ فہم اساس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

اطمینان

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (فجر)

قوت نظری میں تحقق شہود یا رویت اس کے تقاضا کی ایفاء سے اطمینان متحقق کر دیتی ہے۔ اور اضطراب رفع ہو جاتا ہے۔ یعنی اطمینان وہ کیفیت ہے۔ جو نفس ناطقہ کی ہر چہار قویٰ کی تعدیل سے حکمت کے متحقق ہونے پر نفس ناطقہ پر طاری ہو جاتی ہے۔ تا آنکہ کثافت و لطافت ممزوج منور ہو کر اس اللہ عزّ و جل کے انوار کے ساتھ ایسی جنسیت پیدا کر لیتی ہے۔ کہ انوار ذات کے لامتناہی تجلّی کے قبول سے اس میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ غایات اطمینان ہے۔ لطافت

[1] بالتحقیق جب اس کا امر کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو فرماتا ہے ہو جا۔ پس وہ واقع ہو جاتی ہے۔ (یٰسین)

علوی اور کثافت ارضی کی ترکیب اپنی فطرت میں ایسا اضطراب رکھتی ہے۔ کہ جب تک وہ اپنے حقائق کے ساتھ روشن نہ ہوجائیں یعنی لطافت کی نورانی حقیقت اور کثافت کا تحمل انوار متحقق نہ ہوجائے۔ اس وقت تک ان کے مقتضیات کی تشنگی ایفا کے لئے مضطرب رہتی ہے اور یہ فطرت ہے۔ لطافت اپنی حقیقت کو کثافت کے پردۂ غیب میں جب عیاں نہیں دیکھ سکتی تو نفسِ انسانی میں وساوس اور شبہات کا اضطراب بپا ہوجاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ (والناس) خناس کے وسوسوں کی شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے.... الخ

یہ وہ فطرت ہے۔ جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور انسانی تخلیق کا تجزیہ اور اس میں غور و فکر اس کی اس خلقی کیفیت پر علمی حیثیت سے شاہد ہے۔ اور خالق حقیقی اس مضطرب کیفیت کی تصدیق کرتا ہے، اور ہر متنفس جب اپنے اندرون کی طرف غور کرے گا۔ تو بالیقین اس کیفیت کو اپنے نفسِ ناطقہ میں ضرور اضطراب انگیز دیکھے گا۔ اور وہ خود اس کیفیت پر شہادت دے گا۔ گویا یہ اضطراب اپنی فطری کیفیت کے ساتھ اطمینان کا متقاضی ہے۔ اور اطمینان خلق جدید ہے۔ اور اس خالق حقیقی کا دستِ تصرف چاہتی ہے۔ کہ نفسِ ناطقہ کی حقیقت تخلیق کو جو پردۂ غیب میں پنہاں ہے آشکارا کردے اور وہ اس کے نورانی ترشحات یعنی کلامِ حق میں استغراق ہے۔ جو نفسِ ناطقہ پر اپنی نورانی تجلی سے متجلی ہو کر وساوس اور شبہات سے اس کی قوتِ نظری کو رویت و شہود کی روشنیوں میں پاک کردیتا ہے۔ اور اسے اس عزوجل کی عبودیت کی حقیقت میں داخل کردیتا ہے۔ اور نورانی جنسیت سے اس کی ذات کے ساتھ وابستگی کو متحقق کردیتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے پروردگار کی طرف راضیہ و مرضیہ پس میرے بندوں میں

عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ (فجر) داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اور کلام حق میں استغراق احکام کی تعمیل اور ذکر اسم ذات اور نوافل میں ترتیل قرأت سے متحقق ہوتا ہے۔ (کلام حق دستور کامل اور جامع مکمل ہے) اور ذکر اسم ذات کا بمطابق وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ (اپنے پروردگار کا ذکر کر اپنے نفس یا قلب میں، (اعراف)) ہر سانس (جو اس دنیا میں انسان کے روح بخاری اور روح علوی کے تعلق و اتحاد کی حیثیت یعنی نفس و قلب کا مدار ہے) کے ساتھ جو اندرون میں داخل ہوتا ہے یا باہر نکلتا ہے۔ ہم نفس ہونا ضروری ہے اور اس طرح وہ ہر گونہ عبادات کو اور جملہ اوقات کو اور انسان کی ہر کیفیت کو محیط ہو جاتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے (آل عمران)

اور اللہ عزّ وجل کے فرمان قدس کی روشنی میں اس کا اسم ذات اَللّٰہ ہے جس کا کسی اور پر اطلاق نہیں ہو سکتا اور اس کی حقیقت وہ ذات نورٌ علیٰ نور عزّ وجل ہے پس اس میں استغراق بمطابق يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے) تنویر سے نفس ناطقہ کو اضطراب سے شفا بخشتا ہوا مطمئن کر دیتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد) مطلع ہو جاؤ کہ صرف اسی کے ذکر سے دل مطمئن ہو سکتے ہیں۔

لطافت کی کشف حقیقت اور کثافت کی تنویر اس کو ارضی ہوا یا تحریکی اضطرابات سے پاکیزہ کرتی ہوئی اپنے مقتضیات کی القاء میں عادل اور مطمئن کر دیتی ہے جس میں غیر منور مضطرب کثافتی محرکات دخول نہیں پا سکتیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل حضور صلعم کے نفس ناطقہ میں حقائق وحی اور شہود کے استقلال سے مطلبِ قوتِ نظری کی اس فکری اساس پر ہے۔ جو روئت وشہود کی لامتناہی تجلیوں سے مایہ دار ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے
وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ط (نجم) وہ (صلعم) خواہش سے گفتگو نہیں کرتا لیکن وحی جو اس کی طرف بھیجی گئی ہے۔
اس خاتم النّبیین المبعوث الی کافۃ النّاس صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مقدس میں مخصوص تربیت الٰہی اور بشری تناسب سے جو تدریجی استعداد کی سرعت تکمیل ہے اور خاصۂ اجتبا ہے۔ اور حضور صلعم کے توسّط سے حسب درجات انعامیہ مجتبینِ[1] اُمّت مصطفوی اس سے بہرہ ور ہیں۔ اور مجاہدات وعبادات سے جو خاصۂ انابت ہے۔ اور منیبین امّت میں تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ کامل اطمینان واعتدال مشحکم ومعتبر ہو گیا۔ کہ روحانی عظیم الشان بار عظیم نزول وحی اور کشف وشہود کو حضور صلعم کے نفس مبارک نے کمال اطمینان سے قبول کیا اور تجلّی ذات سے نفس مبارک میں ہرگز اضطراب پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ لطافت وکثافت ممزجہ کی تنویرِ کامل تجلّی اور شہود کے ساتھ ہم جنس ہو کر جو اس کی حقیقت ہے۔ اس کو بے اضطراب قبول کرتی ہے۔ آیۂ[2] مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی میں اسی اطمینان کی شرح ہے۔ کیونکہ اضطراب سے دل روئت کی تصدیق نہیں کرتا۔ اضطراب تصدیق قلبی کے شعور کو باطل کر دیتا ہے۔ مشاہدات کی تصدیق قلبی اطمینان کامل سے ہی ممکن ہے۔ اطمینان نفس وقلب تجلّی انوار الٰہی کے ساتھ قلب منوّر کے اتحاد جنسیّت کو مستلزم ہے۔ جو تربیت الٰہی اور اس عزّوجل کے ترشحات میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ (شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے)

---

[1] اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ (شوریٰ) [2] اسکے دل نے تکذیب نہیں کی جو کچھ اس نے دیکھا (نجم)

ان الایمان یبدو لمظۃ بیضاء فی القلب فکلما ازداد الایمان عظماً ازداد ذالک البیاض فاذا استکمل الایمان ابیض القلب کلہ...... الخ

ایمان ایک سفید نقطہ کی صورت میں قلب پر ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا جاتا ہے۔ یہ سفیدی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ پس جب ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ تو تمام قلب سفید ہو جاتا ہے۔

گویا قلب شہود و تجلّی نور الٰہی کا جلوہ گاہ ہے۔ جس میں ترشحات ربانی میں استغراق مسلسل سے انوار و تجلّی کے ساتھ عنبسی اتحاد متحقق ہو جاتا ہے۔ جو اس کی حقیقت کا کشف و تحمل ہے۔ آیہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ میں معیّت الٰہی اسی اتحادِ عنبسی پر شہادت ہے۔ گویا یہ لطافت و کثافت ممزوجہ کے تقاضا کی ایقاء سے اس کی کیفیت اعتدال ہے۔ جو تجلّی نور ذات الٰہی کو تا ابد بے اضطراب قبول کرتی رہتی اور اعتدال بالاطمینان جامع مکارم ہے۔ عالم ظاہر میں اضطراب انگیز ادراکیات و تحریکات کے پیش آنے سے حضور صلعم کے ذہن مبارک کا مضطرب نہ ہونا اسی اعتدال کامل اور لامتناہی اطمینان کی ظاہری علامت اور اس پر دلیل روشن ہے۔ جو دست تربیت الٰہی سے حضور صلعم کے نفس مقدس میں متحقق ہو چکا ہے۔ اور بمطابق آیہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (تحقیق ہم تجھ پر اب بوجھل قول ڈالیں گے) (مزمل) لفظی و معنوی بار عظیم کے برداشت کرنے کی استعداد ہے۔ جس کا استحکام و استمرار نورانی ترشحات میں استغراق سے قائم رہتا ہے۔ جیسے سید و سرور محمد ن المصطفےٰ احمدن المجتبےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی میں تا مدام امّت مرحومہ میں جاری کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل سورۂ مزمل میں حضور صلعم کو مخاطب فرماتے ہوئے اس جادۂ اعتدال کی تشریح فرماتا ہے۔ جو نفس ناطقہ میں ترتیل قرأت اور ذکر مدام سے اطمینان کو متحقق اور مستمر کرنے کا صراط

۱؎ جان لو تحقیق اللہ متقین کے ساتھ ہے (البقرہ۔ توبہ) تحقیق تقویٰ شعور کی نورانی حقیقت کا کشف ہے۔

مُستقیم ہے تا آنکہ بفرمان

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (مزمل) یہ تذکرہ ہے جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرلے۔

اس صراطِ مستقیم کو ملّتِ اسلامیہ کے لئے اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ جاری فرما دیا ہے۔ جو نفوس ملّت میں تحقق اطمینان سے انہیں عبودیت کاملہ میں داخل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جو دنیا میں وراثت ارض اور آخرت میں جنت اور رضوان کا استحقاق ہے۔ وہ عباد صالحین الطمینان سے جو تقاضائے اعتدال ہے۔ اس قائم بالقسط اللہ عزّ وجل کے صفات سے متصف ہیں۔ جو تمام ملکوت پر بالقسط غالب و قاہر ہے۔ یعنی ان کا فکر اور فکری اساس پر ان کا قول و عمل اضطراب سے پاک اور منزہ ہے۔ گویا ان آمرین بالعدل نفوس کے ترشحاتِ فکری صلح و جنگ۔ نظم و ضبط۔ تحکیم و فیصلہ میں معیار تنصیف و تقسیط ہیں۔ اور ان کی فطرتِ عادلہ یا مطمئنہ افراط و تفریط یعنی ظلم و انظلام کو سطح ارض سے مٹا دینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء) تحقیق زمین کے وارث ہوں گے میرے عباد صالح۔

وراثت کی حقیقت بمطابق كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا علم و حکم کو مستلزم ہے۔ اس لئے صرف عباد صالحین پر متحقق ہوتی ہے۔ کیونکہ علم عمل سے تکمیل پاتا ہے۔ اور یہ علم کامل نفس ناطقہ پر امر بالعدل کو مستلزم ہے۔ جو اس کے اضطراب تاریک کو اطمینان روشن سے بدل دیتا ہے۔ اور حکم کا جائز استحقاق قائم کر دیتا ہے۔ اور وہ ملّتِ اسلامیہ میں عباد صالحین کا پایۂ شرف و کرم ہے۔ اور تمام عالم پر دلیل افضلیت ہے اور استحقاق وراثت ارض ہے۔

---

[1] يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ اور آیۂ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ کا تطابق اس حقیقت عظمیٰ پر شاہد ہے۔

کیونکہ رویت حقائق سے عباد صالحین کو یقین کامل حاصل ہو چکا ہے۔ جو مضمون حکمت ہے۔ اور وجہ اطمینان ہے اور تہذیب و تدبیر و سیاست میں اساس علمی ہے جس میں تذبذب اور ظن یا اضطراب دخیل نہیں۔ اور اسی لئے احکم الحاکمین عزوجل کے ارادہ اور مشیت سے ان کے نفوس میں اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ اور نعماء و ضراء ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور ان کی عنصری و علوی حیثیت نفوس کے مطلوب و مقصود عزوجل کی جانب سلوک جادۂ مستقیم میں ان کے لئے رجحان کثافت کی مانعی حیثیت مٹ جاتی ہے اور اضطراب محبوب خالق حقیقی کے ساتھ ان کی محبت و رجوع میں اضطراب پیدا نہیں کر سکتا۔ پس ان کی مطمئن قوت نظری یعنی حکمت سطح ارض پر ان کے مبادیٔ اعمال کے اعتدال و تقدس یعنی عدالت کی آئینہ دار ہے۔ اور ان کی قوت غضبی کے عدل یعنی شجاعت سے انہیں محافظ اعتدال قرار دیتی ہے۔ اور ان کی قوت شہوی کی تعدیل سے ان کے حکم کو تمام کائنات انسانی میں اجرائے عفت پر محمول کرتی ہے اور آخرت میں اسی نورانی معتدل جنسیت کی دلیل سے کہ آج سطح ارض پر اس قائم بالقسط عزوجل کے ساتھ انہیں حاصل ہے وصال پروردگار سے وہ مشرف ہیں۔ جس پر مضمون عبادی اور جنتی شہادت دیتا ہے۔ اور یہی نفس ناطقہ کے تدریجی کمال کی غائت لامتناہی ہے۔

تعقل

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف)

جب نفس ناطقہ حقائق علوی و سفلی کی شہودی رویت و تمثل سے منور ہو جاتا ہے۔ جن سے وہ مرکب ہے۔ تو اس کی روشن کثافت و لطافت میں استقامت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو نفس ناطقہ کی نورانی رویت کا ثمر ہے۔ اور یہ ملکۂ تعقل ہے۔ اور فہم میں اعتدال کامل ہے۔ جو قول و عمل میں اعتدال کامل کا ذریعہ ہے اور قائم بالقسط عزوجل کے ساتھ اعتدالی جنسیت سے اس میں وہ غیر متزلزل استقامت جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ کہ وہ غایات شہود کو نگاہ مستقیم سے دیکھتا ہے۔ اور اس میں کجی یا تجاوز واقع نہیں ہوتا۔

اللہ عزوجل نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں اپنے دست تربیت اور مجاہدات و عبادات سے وہ اعتدال کامل متحقق فرمایا کہ حضور صلعم نے

معراج کی بلندیوں کو اس کیفیت کے ساتھ جو آیۂ ذیل میں روشن وعیاں ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ آپ کی آنکھوں نے کجروی نہ کی اور نہ تجاوز کیا۔

علوی وعنصری حقائق کا کشف وتحمل تاریکی کو روشنی سے بدل دیتا ہے۔ اور قوتِ نظری میں غیر صحیح فکر کی گنجائش نہیں رہتی۔

اور فکر صحیح کی بنیادوں پر گفتگو میں نہ زبان حد عادل سے تقصیر و تجاوز کرتی ہے۔ اور نہ اعضاء وجوارح نقطۂ اعتدال سے عمل میں گھٹتے یا بڑھتے ہیں روشنی اور تاریکی ضدین ہیں ـــ حد عادل سے تقصیر و تجاوز تاریکی میں بہاؤ ہے۔ جو منور نفس ناطقہ کے تقاضا کا مخالف ہے۔ غیر منور کثافت ولطافت ممزجہ کی فطرت تاریکی اور اضطراب ہے۔ اور اضطراب تزلزل ہے۔ جو فکر اور قول اور عمل کو محیط ہو جاتا ہے۔ اور لطافت وکثافت کے حقائق کا انکشاف وتحمل ان کے فطری تقاضا کے ایفاء سے تحقق اعتدال ہے۔ اور روشنی ہے۔ اس لئے اطمینان ہے۔ اور یہ فکر اور قول وعمل کی استقامت ہے۔ جو تجاوز وتقصیر نفس ناطقہ کی فطرت سے خارج کر دیتی ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ...... (حٰم سجدہ) پھر اس پر مستقیم ہو گئے۔

انہوں نے فکر صحیحہ کی اعتراف سے تصدیق کی۔ اور اس کو عملی جامہ پہنایا۔ یعنی ان کی قوتِ نظری وعملی۔ غضبی وشہوی نے مجموعی جدّ وجہد سے فکر صحیحہ کے حقائق کو نفس ناطقہ میں فروزاں کر دیا۔ تو فکر صحیحہ کی تکمیل ہو گئی۔ جو اساس قول وعمل ہے۔ اور مقصدِ عمل اللہ عزّ وجل کے لئے خلوصِ کامل نے تکمیل مقصد سے تجاوز وتقصیر یعنی فرط کا خاتمہ کر دیا۔ جو فطرتِ نفس کی تکمیل وتعدیل ہے کیونکہ نفس انسانی کا کشف وتحمل اس میں معرفت الٰہی کا تحقق ہے۔ اور

جیسے اجرامِ فلکی اور اجسامِ ارضی کی تقدیر و تنظیم تدریج ارتقاء و انحطاط کی آئینہ دار ہے۔ ایسے انسانی کائنات میں پیدائش انسانی۔ اس کی طفولیت شباب پیری میں علیٰ ہذا حیوانات و نباتات وغیرہ میں تدریج ارتقاء و انحطاط اس حقیقت پر شہادت دیتی ہے۔ کہ انسان کو اس خالق حقیقی عزّ وجل نے علوی پرتو اور حقائق ملکوتیہ کی ترکیب سے خلق فرمایا ہے۔ جس کے نظام مقدرہ میں سب ملکوت تدریج ارتقاء و انحطاط کے ساتھ اپنی اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ اور ملکوت کی انسان کے لئے تسخیر اس حقیقت پر دلیل روشن ہے۔ کہ جب وہ فطرت نفس کو جان لے گا تو تمام نظامِ کائنات کی اپنے لئے تسخیر کی وجہ اور اپنی تخلیق کا مقصد یعنی معرفت نفس جو معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اس کے نفس ناطقہ میں روشن ہو جائے گی۔ کہ وہ مستلزم علم حقائق ملکوت ارضی وسماوی ہے۔ کیونکہ وہ جامع حقائق علوی و عنصری ہے۔ (یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ روح الٰہی یا حقیقت علوی تمام علوی ملکوت کی جامع ہے)۔ کیونکہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔
ءَاَمِنْتُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (ملک) کیا تم بے خوف ہو گئے اس سے جو آسمانوں میں ہے۔

تو اس وقت اس کا نفس ناطقہ اپنے فکر اور قول وعمل کو اپنے ماحول میں اس کامل اعتدال کے ساتھ نافذ کرے گا۔ جو اس کی فطرت نفس اور اس کے ماحول کی کامل سازگاری کا آئینہ دار ہو۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔
وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ (یٰسین) اور کون اس کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ اور اوندھا کر دیتا ہے۔ کیا وہ نہیں سمجھتے۔
کون اس تدریجی نظام پر قاہر و غالب ہے۔ جس کا اصولِ تخلیق و نظم کائنات دہر اور خلائف الارض (انسان) میں یکساں طور پر جاری ہے۔ اور وہ صرف اللہ عزّ وجل ہے۔

گویا فطرت کائنات اور فطرت انسانی میں قوت نظری کا فکر اور اس میں حقیقت فکر کا تحقق جو قول وعمل کے عادل نفاذ کی اساس ہے۔ حقیقت تعقل ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ میں یہی آفتاب حقیقت چمکتا ہے۔ کہ وہ امور اور مقاصد میں اللہ عزوجل کے لئے خلوص متحقق کرتی ہے۔ اور فکری اساس پر قولی وفعلی جزئیات میں استقصائے عدل کرتے ہوئے تقصیر وتجاوز (افراط وتفریط) سے بچاتی ہے۔ اور چونکہ وہ عدل ہے۔ اس لئے قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات عدل میں استغراق سے جلوہ ریز ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران) زمین وآسمان کی پیدائش اور دن رات کی گردش میں ان عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے اور زمین وآسمان کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔

فطرت کائنات اور فطرت انسانی میں استقلال تعقل سے صرف وہی اولوالباب راسخ فی العلم ہیں۔ جو خالق کے ترشحات میں استغراق سے اپنی حقیقت علوی وکثافت ارضی کو منور کرتے ہوئے حقائق ملکوت کی رویت سے کامران وعلیم ہیں۔ اور وہ صرف ترشحات عدل (قرآن حکیم) کے حامل ملت اسلامیہ کے عاقل اور مقدس نفوس ہیں جو کلام حق اور ذکر اسم ذات یعنی متکلم اور مسمّی کے ترشحات ذاتی میں مستغرق ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ہم نے اتارا عربی زبان میں قرآن تاکہ تم عاقل (اولوالباب) ہو جاؤ۔

پس اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر مبارک میں حقائق وحی یا قرآن حکیم کے استقلال سے ملکۂ تعقل راسخ کر دیا گیا۔ یعنی وہ قرآن حکیم میں استغراق سے شفائے صدر اور اجلائے نور کا نتیجہ روشن ہے۔ جو تاریک فرط فکری کو قوت نظری سے خارج کر دیتا ہے۔ اور فکر وقول وعمل کے لئے معیار اعتدال ہے۔

اور تمام عالم پر استحقاق امر بالعدل ہے۔ خطاب لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ اُمّت مصطفوی میں اس ملکہ تعقل کے اجرائے مسلسل پر شاہد ہے۔ اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال سے اخذ قرآن کی حقیقت کو روشن کر رہا ہے۔

اندر آں در سایۂ عاقل گریز — تا رہی زیں دشمن پنہاں ستیز (رومی)

تحفظ و تذکر

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (ق)

اللہ عزّ وجل نے انسان کی ترکیب خلقت میں حقیقت علوی اور کثافت ارضی کے امتزاج سے قبول یا کشف نور اور تحمل نور کی استعداد ودیعت فرمائی ہے۔ لطافت علوی نورٌ علیٰ نور کا پرتو ہے۔ وہ لطیف پرتو ایک ایسا ظل چاہتا ہے۔ جو اس کا متحمل ہو۔ اور اس نورانی تجلّی کو محفوظ اور مستمر رکھ سکے۔ اور اس کی نورانی تدریجی وسعت کو بتدریج برداشت کرتا رہے۔ اور وہ کثافت ارضی ہے۔ پس جب نفس ناطقہ قوائے ادراک و تحریک کے مجموعی صبر سے فکر صحیحہ قوت نظری میں قائم کر دیتا ہے۔ اور اس کی بنیاد پر اعمال صالح پر مواظبت سے اس کے حقائق قوت نظری میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں تو قوائے ادراک و تحریک کی اس فکر صحیحہ اور اعمال صالحہ پر ربط و مواظبت اس نورانی حقیقت کو مستمر اور قائم رکھتی ہے۔ یہ ملکہ تحفظ ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (ق) یہ ہے وہ جو کچھ جس سے تم وعدہ دیئے گئے ہو ہر جھکنے والے حفیظ کے لئے۔

وہ مومنین صالحین جو اپنی فطرت کی اس حیثیت کو محفوظ رکھتے ہوئے جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کے تقاضاؤں کی الفائے عادل سے قبول وتحمل انوار کو مستمر اور محفوظ کر دیتے ہیں۔ صرف وہی اواب اور حفیظ ہیں۔ اور بلاشبہ حافظ فطرت اور حافظ عدل فطرت ہی حفیظ کے بزرگ نام سے معنون کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ تحقق عدل دو جانب منقسم نفس ناطقہ کا فطری تقاضا ہے۔ اور یہ استمرار کشف وتحمل ملکہ تذکر کو مستلزم ہے۔ جو فکر وعمل کو ہر گاہ ضیائے مستقل سے منور کرتا رہتا ہے۔ یعنی اواب حفیظ کے فکر وعمل کی مستقل حقیقت نورانی صور علمیہ ہیں۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ (زمر) کہہ دے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔ تحقیق عاقل ہی تذکر (راہ نصیحت) اختیار کرتے ہیں۔

رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مصفّیٰ پر رویت کبریٰ جلوہ گر ہوئی۔ اور حضور صلعم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی، جو استحکام شہود ہے۔ اور یہ نہایات تحفظ ہے۔ اور آیہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (نجم) وہ (صلعم) خواہش سے گفتگو نہیں کرتا۔

اسی استحکام شہود کی علامت ہے کہ حضور صلعم کے نفس مبارک کو تحفظ واستمرار رویت نے بشری محسوسات سے مستقلاً پاکیزہ اور مطہر کر دیا۔ اور آپ کے نفس مبارک میں وحی ربانی کے حقائق معنوی یعنی انوار الٰہی کی جلوہ گری سے آپ کی سنّت تذکر مستمر ہے۔ جو حضور صلعم کا انوار ذات میں استغراق پائندہ ہے۔ اور امّت کے لئے دستور حیات ہے اور چونکہ اس قائم بالقسط نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کے اعتدالی ترشح کی نورانی معنویت کے ساتھ اس کا نورانی اتحاد متحقق ہو چکا ہے۔ اس لئے ہر گاہ حضور صلعم کی ایک ایک حرکت و سکنت جنبش لب اشارۂ چشم قانون عدل ہے۔ اور علیٰ ہذا حضور صلعم کی پیروی میں مسلم اواب حفیظ جس کے لئے رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے علم کتاب (رویت ونور) کی وراثت بمطابق

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ) ان کو کتاب و حکمت سکھادے۔

متحقق ہو چکی ہے۔ اس کا ملکۂ تحفظ اسی وراثت مصطفوی یعنی تذکر بہ تحفظ کو مستلزم ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ (ص) ہم نے تیری طرف کتاب نازل کی جس میں برکت ہے۔ تاکہ وہ اس کی آیات میں تدبر کریں اور عاقل ہی تذکر (نصیحت) اختیار کرتے ہیں۔

وہ مومنین صالحین جو قرآن حکیم کی آیات کے معانی اولیہ جو الفاظ سے منفک نہیں ہیں۔ اور ذہن فوراً ان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ان کو قوت نظری میں قائم کرتے ہوئے ان کے معانی ثانویہ کی جلوہ گری سے جو حقائق انوار ہیں۔ آیات کی معنوی جامعیت کو قوت نظری میں مکمل کردیتے ہیں۔ اور صرف یہی فہم قرآن کی تکمیل ہے۔ اور اس کے آیات میں تدبر کامل ہے۔ جو مومن صالح کو زمرۂ اولوالباب (عاقلین) میں داخل کردیتا ہے۔ اور یہی حقیقت تذکر کے رخ تاباں سے پردہ کشائی ہے۔ یعنی ان نورانی صور علمیہ کا تحفظ و استقرار اس استمرار نصیحت کا سبب ہے۔ جو فکر و عمل کو بالدوام ترشحات شہودیہ میں مستغرق رکھتا ہے دوام استغراق کے لئے جد گویا ایک دستور پائندہ اور نصیحت مستمرہ ہے۔ جسے عاقل مواظبت اور مداومت کے ساتھ جاری رکھتا ہے۔ اور منشور مجید

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (فاتحہ) (ہمیں سیدھا راہ دکھلادے)

سے جب عارف کامل ہدایت طلب کرتا ہے۔ تو گویا اس وقت استمرار ہدایت اور استقلال انوار اور اس کی ذات میں سیر لامتناہی اس کی طلب ہدایت کا مقصود ہے اور یہ ہدایت اور نصیحت یعنی تذکر کا اجرائے لامتناہی ہے۔ جو خاصۂ اولوالباب ہے۔ جو ان کے نفوس کو تا ابد نورانی شہود میں مستغرق رکھتا ہے۔ اور یہ اس کی اپنے لئے نصیحت یعنی تذکر اور ہدایت جاریہ ہے۔ اور نورانی ضیائے الٰہی میں حقائق ملکوت کی اس کے نفس میں جلوہ گری سے امور میں اس کا فکر اور قول و فعل جملہ

عالم کے لئے دستور نصیحت یا قانون عدل یا تذکرہ ہے۔ جس کا منبع و مجری اوّل المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مسلم عاقل کا صدر پاک ہے۔

تعلیم

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ)

حکمت کہ وہ نور کتاب ہے اور اس حکیم مطلق عزّ وجل کا نورانی ترشح ہے اور علم کتاب ہے۔ مسلم حکیم کی قوّت نظری میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اور وہ ارواح علوی جو انسانی نفوس ناطقہ میں ان کے ارواح بخاری سے متعلق ہیں۔ اس صاحب حکمت قوّت نظری کے آفتاب انوار کی درخشانی اور ضیا پاشی کا محل ہیں۔ اور ان کا منوّر ہو جانا روح بخاری کی تنویر کو مستلزم ہے۔ جیسے یہ خورشید درخشاں آسمان دنیا کی زینت ہے۔ اور اجسام کو منوّر کرتا ہے۔ اور اجسام عنصری اس کی درخشانی کا محل ہیں۔ اور اس کو عنصری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ ایسے ہی جب ارواح علوی اپنے شعوری ترشحات سے اس آفتاب انوار حکمت کی طرف اپنی ناظرہ ہائے بصیرت کو وا کر دیتے ہیں۔ اس کی نور افشانی کا محل قرار پاتے ہیں۔ شعور چونکہ روح علوی کا ترشح ہے۔ اور روح بخاری اس کا محل ہے۔ اس لئے آفتاب حکمت سے ضیا گیری اور اس کی جانب چشم کشائی صرف شعوری تصدیق کے ساتھ اعتراف عقائق اور تصدیق عملی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور وہ عہد بیعت یا عہد سمع و طاعت اور اس کا ایفا ہے۔ جس کی شرح تزکیہ کے زیر عنوان فضیلت عفت

میں کی گئی ہے۔ گویا وہ نفسِ ناطقہ میں تحقق علم و نورِ کتاب کا ذریعہ ہے۔
لمعات نور کی ارواح پر درخشانی کے لئے ضروری ہے کہ ابری حجاباتِ عنصری نفسِ ناطقہ اور آفتابِ حکمت کے درمیان سے چھٹ جائیں۔ اور وہ تزکیہ نفس ہے۔ جو لطافت کی حقیقت کو کثافت پر منکشف کر دیتا ہے۔ اور رُوحِ علوی آفتابِ حکمت کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اُٹھتا ہے۔ اور اس علی الکبیر سے وہ واصل ہو جاتا ہے۔ جو ہر آفتابِ حکمت کا مرجع و مآب ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص) ۔ جب میں اپنی رُوح اس میں پھونک دوں۔
اور فرماتا ہے۔
وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص) اسے ہمارے نزدیک مرتبہ اور اچھی باز گشت ہے۔
ہر نفسِ ناطقۂ انسانی میں یہ روحِ علوی ودیعت ہے۔ جو انوارِ حکمت کو قبول کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کی استعدادِ فطری کی تکمیل کا راہ الیٰ یوم القیامۃ ہر عہد میں کشادہ کر دیا گیا ہے۔ سیّد و سرور محمّدؐ المصطفےٰ احمدؐ المجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صنف بنی آدم میں شمولیت اللہ عزّ وجل کی جانب سے اس حقیقتِ عظمیٰ کا اعلان ہے۔ کہ اے بنی آدم تمہارے نفوس میں ہم نے وہ استعداد ودیعت کر دی ہے۔ جو اس صلعم کی پیروی میں تمہارے نفوس کو ان انوارِ حکمت سے درخشاں کر سکتی ہے۔ جن سے وہ بزرگ ترین خلائق مشرف و منوّر ہے۔ چنانچہ سورۂ مزمّل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو مخاطب فرماتے ہوئے اس حکیمِ مطلق نے تمام بنی نوعِ انسان کے لئے تذکرہ کو عام کر دیا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔
يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ .... اے مزمّل ....
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا یہ تذکرہ ہے پس جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرے۔
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور

عارفین اور کاملین صحابہ نے عہد سمع وطاعت استوار کرتے ہوئے اس آفتاب حکمت کی جانب اپنی چشم بصیرت کھول دی۔ اور اس نے ان کے ارواح کو لمعات نور سے بمطابق وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ ..... الخ (مریم) زندہ جاوید کر دیا ہے۔ اور ان کے ارواح جو نوعی حیثیت سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جنسیت سے مشرف ہیں ان لمعات نور کی درخشانی سے جو حضور کے نفس مبارک میں جلوہ گر ہیں۔ اس جنسیت اور استعداد کی تکمیل کرتے ہوئے آفتاب ہائے انوار ہو کر درخشاں ہو گئے۔ علیٰ ہذا یہ تسلسل إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ جاری ہے۔ اور حضور صلعم کے کافۃ الناس کی طرف بعثت کا مدعا و مقصود اور اس کی شرح وبیان ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ٥ (البقرہ)

جس طرح ہم نے تم میں سے رسول بھیجا۔ جو ہماری آیات تم پر تلاوت کرتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے۔ اور تم کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ اور تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے۔ جس سے تم ناواقف تھے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں حکمت الٰہی کا پرتو جلوہ ریز ہو چکا ہے۔ اور بشری اضطراب سے حضور کا نفس مقدس پاکیزہ اور منزہ ہے۔ جو للّٰہیت کاملہ اور ماسوی المقصود سے تنزیہہ ہے۔ اور موجب صرف توجہ کلی ہے۔ اس پاکیزہ ملکہ کے ساتھ حضور صلعم نے آیات کتاب اور ان کے معانیٔ اوّلیہ کی تعلیم دی۔ اور یہ تعلّم دستور کی لفظی حیثیت ہے۔ جو اصول وفروع اور کلیات وجزئیات امور کی جامع ہے۔ اور اس کے حقائق یعنی انوار حکمت ان کے نفوس پر جلوہ گر فرمائے۔ اور یہ ملکۂ تعلّم کی معنوی تجلی ہے۔ جو نور اصول کے ساتھ کہ وہ جامع فروع ہے۔ وسعت فرعی کی تدریجی ارتقاء کو محیط ہے۔ اور اس ہر گونہ تعلّم کو اُمت میں نفاذ پائندہ حاصل ہے۔ گویا ہر زمانہ میں عہد سمع وطاعت کا مرجع دست مبارک مصطفوی صلعم ہے۔ نفسِ انسانی کے اجزائے ترکیب (لطافت وکثافت) جب تنویر اور استقلال

تنویر سے اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں۔ جو ان کی فطری استعداد کی ایفا ہے۔ اور لطیف اور نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کی معرفت کے ساتھ اتحاد حقیقت ہے۔ تو ان کی یہ فطرت عدل جملہ بنی نوع کے لئے میزان العدل یا اسوۂ حسنہ ہے۔ جو ذی ارادہ نورانی قوتِ فعالیہ کے ساتھ نفس ناطقہ انسانی کو حقائق معرفت کی طرف انابت کے لئے درکشائی کا موجب ہے۔ اور نفس ناطقہ اپنے تقاضاؤں کی ایفا کو متشکل دیکھ کر تاریکی مشکلات کو شعوری حیثیت سے حل کر لیتا ہے۔ اور شعوری و اعترافی و عملی حیثیت سے اپنی چشم بصیرت اس منوّر صاحب اسوہ کی جانب وا کر دیتا ہے۔ تو اس کی فطرت درخشاں جنسی اشتراک کے سبب نور کتاب سے اس نفس ناطقہ میں تصرف کرتی ہے۔ اور یہ اس کی قوت تعلم کتاب ہے یا علم کتاب سے قوت تزکیہ ہے۔ اور جیسے نفس ناطقہ کی لطافت و کثافت کا تقاضا تدریجی کشف و تحمل ہے۔ ایسے ہی منوّر و فعال نفس ناطقہ کی اس قوت کا تقاضا اس نفس کے لئے جو اس کے ساتھ روح علوی کے ترشح یعنی تصدیق شعور اور اعترافی تعلق سے جو اتحاد عنصری ہے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اور عمل سے اس شعور و اعتراف کی تصدیق کرتا ہے۔ بتقاضائے تدریج ارادی و عملی تصرف ہے۔ اور کشف و تحمل یا اُن علوم سے بہرہ ور کرنے کا ذریعہ ہے۔ جن سے وہ خود فائز المرام ہے۔ گویا معلّم و متعلّم کے ارواح علوی و بخاری شعوری اور اعترافی اور عملی تصدیق سے باہم متحد ہو جاتے ہیں۔ اور یہ تعلق روحانی کا ارواح میں سیران پائندہ ہے۔ اور یہ اتحادِ روحانی فطرت تعلّم ہے۔ جو صاحب کتاب و حکمت سے اس کے تلمیذ رشید کے لئے تزکیہ کسے وراثت علم متحقق کرتی ہے۔ اور اس حقیقت اتحاد پر نفس ناطقہ کی تشخیص شاہد ہے۔ کہ شعور و اعتراف و عمل چونکہ ارواح علوی و بخاری کے ترشحات و آثار ہیں۔ اس لئے اُن کا فیصلہ علوی و عنصری حیثیت سے تمام ارواح متعلقہ میں ضرور اتحاد کو فطرت مشترکہ قرار دے دیتا ہے۔ سیدو سرور محمدؐ المصطفےٰ احمدؐ المجتبےٰ رسول اللہؐ کی اُمّت معلّم کتاب و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعال اسوۂ حسنہ نے جو اُمّت کے لئے

میزان العدل ہے۔ صحابہ کے ارواحِ مقدس کی رہنمائی کی۔ اور وہ شعوری اور اعترافی اور عملی تصدیق سے اس نورِ درخشاں سے منور اور ضیا گیر ہوئے۔ اور اس تعلق کے سیرانِ پائندہ نے ان کو مزکّی و معلّم ہونے کا شرف بخشا۔ علیٰ ہذا بہ تواتر و تسلسل یہ ملکہ تعلّم اس اتحاد روحانی سے جو فطرتِ تعلّم ہے۔ قیامت تک کے لئے ملّتِ اسلامیہ میں جاری کر دیا گیا۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ (البقرہ)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں اُمّتِ وسط بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر شہادت دو۔ اور رسول تم پر شاہد ہو۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (آل عمران)

تم بہترین اُمّت ہو۔ جو لوگوں کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔

ملّتِ اسلامیہ ملّتِ وسط ہے یعنی جماعتِ عدل ہے۔ اس کے نفوس میں دستورِ عدل کا تحقق یعنی تکمیلِ حکمت کا اہتمام (جو نفسِ ناطقہ کی ہر چہار قوتی پر امر بالعدل سے قوتِ نظری میں بطور نتیجہ یا ثمر متحقق ہوتا ہے۔) تعلّمِ کتاب سے اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَہ نفاذِ پائندہ حاصل کر چکا ہے۔ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جائز استحقاق ہے۔ اور تمام عالم پر دلیلِ افضلیت ہے۔ اور بنی نوعِ انسان کے فکر اور قول و عمل پر حق احتساب یا شہادت ہے۔ کیونکہ تعلّمِ کتاب سے نورِ کتاب لطافت و کثافتِ انسانی کو معتدل یا منور کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ کتاب قائم بالقسط عزّ وجل کا ترشح ذاتی ہے۔ اور اس کی نورانی معنویت یعنی حکمت کے ساتھ نفسِ ناطقہ کی نورانی حقیقت نورانی اتحاد سے متحقق ہو جاتی ہے جو معرفتِ الٰہی کے ساتھ متحدّ الحقیقت ہے۔ اور مدعائے تخلیق انسانی ہے۔ پس حضور صلعم کی سنّتِ فعّال یا میزان العدل تعلّمِ کتاب و حکمت کی لفظی و معنوی حیثیت کے ابدائے متواتر سے کافۃ الناس کے افکار و افعال کے لئے ملّتِ اسلامیہ کے حق احتساب کے جواز پر اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَہ ہر عہد میں شاہد ہے۔ جو تمام کائناتِ انسانی میں حکیم ربّ

اسلامیہ کی افضلیت پر حجت روشن اور دلیل ساطع ہے۔ اور یوم القیامۃ کا ثبات انسانی پر اسکا حق شہادت ہے

اَے مثالِ انبیاء پاکانِ تو ہمگر دل ہا جگر چاکانِ تو

اَے فلک مشت غبار کوئے تو اَے تماشا گاہِ عالم روئے تو (اقبال)

محمد سعید

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

(آل عمران)

عدالت

جُعِلَت لِيَ الأَرضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا

تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی (بخاری و مسلم)

تمام عالم کو قائم بالقسط ملّت اسلامیہ کے روبرو پست ہو جانا چاہیئے۔ اس کا امر بالعدل دلیل افضلیت ہے

محمد سعید

عدالت

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ (النساء)

نفسِ ناطقۂ انسانی میں رُوحِ بخاری روحِ علوی کا محل ہے جس پر انسان کا فطری لگاؤ اور شعور شاہد ہے۔ اور روحِ علوی کا نورانی کشف یا معرفتِ الٰہی روحِ علوی کی حقیقت ہے جس پر مضمون وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ[1] شہادت دیتا ہے۔ اور رُوحِ بخاری معتدل خلقی نسبت سے جو اُسے قائم بالقسط عزّ وجل سے حاصل ہے۔ کہ رُوحِ علوی کا اِس سے تعلق اِس حقیقت پر شاہد ہے۔ فطری طور پر برفع موانع اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو تقاضائے تحمّلِ نور ہے۔ اور حیات و بقائے اِنسانی اور ان کے لوازم کی طرف اُسے فطری لگاؤ حاصل ہے۔ پس رُوحِ علوی جو اللہ عزّ وجل کی حکمتِ غالبہ کا

[1] اور جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں ۔ ۔ ۔ ۔ الخ (ص)

پرتو ہے۔ وہ اس قائم بالقسط عزّ وجل کی طرف رُوحِ بخاری کے فطری رجوع کو شعوری حیثیت عطا کرتا ہے۔ اور شعورِ علوی جب عنصری رجوع کے ساتھ مختلط ہو جاتا ہے تو افتتاحِ محبّتِ الٰہی ہے۔ تو گویا نفسِ انسانی کا فطری تقاضا اپنی ایفا کے لئے ایسا صراطِ مستقیم چاہتا ہے۔ جو بدفعِ موانعِ ایفائے تقاضاہائے کشفِ شعور اور رجوعِ عنصری پر کہ وہ حقیقتِ محبّتِ الٰہی ہے منتج ہو۔ علیٰ ہذا ایفائے حوائجِ عنصری میں اس کے فطری لگاؤ کو بھی وہ روحِ علوی اس شعور کے ساتھ فطری طور پر پابند کر دیتا ہے۔ جس پر احتیاجِ تہذیبِ اخلاق اور تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن شاہد ہے۔ گویا روحِ علوی کا رُوحِ بخاری کے ساتھ تعلق اس عنصری رجوع اور اس کی دافعِ موانع حیثیت پر شعوری قدرت کا تحقق ہے۔ جسے ارادہ کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور اسے ہی قوّتِ عملی یا مبداءِ اعمال کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ بہ استقلال تدریجی ارتقاء ہے۔ جو انجام کار تعدیل سے تکمیل پاتا ہے۔ پس اس کی پہلی حیثیت فطری رجوع پر شعوری قدرت کے تحقق سے قوّتِ نظری میں تمکینِ فکر سے قائم ہوتی ہے۔ اور اس کی دوسری حیثیت اعمال پر قدرتِ فکری ہے۔ وہی مبداءِ اعمال یا قوّتِ عملی ہے۔ اور ارادہ اپنی دونوں حیثیتوں کے ساتھ مجموعی طور پر بمطابق آیۂ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ خلافتِ عامہ کی استعداد ہے۔ جو تمام نوعِ انسانی میں مشترک ہے۔ اور یہی نفسِ انسانی اور اللہ عزّ وجل کو پہچاننے کی قوّت ہے۔ اور اس معرفتِ علیہ کے تحقق سے رجوع ارادہ کی تکمیل و تعدیل ہے۔ اور اس کی تیسری حیثیت علیہ ہے۔ اور فطری رجوع اور شعوری تقاضاؤں کی ایفائے کامل ہے (فردیتِ استخلافؒ فی الارض مشروط ہے۔ فعّال لما یرید مستخلف عزّ وجل اپنی عظمتِ ارادہ کا بیان اس طرح فرماتا ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یٰسین) سوائے اس کے نہیں کہ جب اس کا حکم ارادہ کرے کسی چیز کا تو اس کو کہتا ہے ہو جا۔ تو

؎ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ..... الخ (نور)

وہ ہو جاتی ہے۔

پس خلیفۃ اللہ فی الارض کی تمکین دین یا نفاذ عدل یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستخلف عزّ وجل کے ارادہ کی نیابت کا عمل ہے۔ اور ارادی جلال عدل کی شوکت عظمیٰ ہے۔ کیونکہ حکم مستلزم ارادہ ہے۔ جیسے کہ آیۂ بالا سے ظاہر ہے۔ اور یہ بدیہہ ہے کہ روح بخاری اور روح علوی کا نفس ناطقہ میں وجد اساس قیام بالقسط یا عدل ہے۔ یعنی ترازو کے ہر دو جوانب کا تعین ہے اور تحقق قسط و اعتدال مدعائے نزول کتب اور میزان ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہرہ کے ساتھ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔

یعنی انبیاء کے نفوس میں حقائق کتاب کے تحقق سے ہم نے میزان العدل کو متمکن کر دیا ہے جس کی ادراکی اور تحریکی شرح متشکل ان کا اسوۂ حسنہ ہے۔ جو ان کے نفوس کے کشف و تحمل سے ان کی حیثیت فعالیہ ہے۔ کہ نفوس متعلقہ میں قسطاس مستقیم تصرف کرتی ہے۔ یعنی حقائق کتاب کو منتقل کر دیتی ہے۔ یہی ارادی حیثیت کے ساتھ قوت تعلیم کتاب ہے۔ اور یہی ان میں تمکین میزان العدل سے اس کا تواتر ہے۔ اور آج دور مصطفوی میں کافۃ الناس کے تزکیۂ نفوس سے ان کے قیام بالقسط کا ذریعہ ہے۔ یعنی ارادی حیثیت کیساتھ قوت تزکیہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت کشف و تحمل کا تحقق ہے۔ جو بمطابق فرمان ربانی

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ (القارعہ)

پس جس کی موازین بھاری ہو گئیں پس وہ زندگی خوش میں ہے۔

بار ہر دو جوانب میزان ہے۔ اور ان کی الگ الگ مستقل تعدیل ہے۔ یعنی قوت نظری و عملی اور ان کا کشف و عدل قوت غضبی و شہوی اور ان کا دفع موانع و تحمل الگ الگ جوانب موازین کے بار ہیں۔ یعنی ہر ایک قوت کی ایک وہ حیثیت ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اور دوسری اس کے تقاضا کی القا ہے[1]۔ اور یہ اس کی مستقل الگ تعدیل ہے اور

[1] بحالیکہ نفس ناطقہ کے جملہ تقاضاؤں کی ایفا نفس کی مجموعی تعدیل کو متحقق کرتی ہے (عنوان علامت معاد العرفان)

ثقل میزان ہے۔ اور نفس ناطقہ میں جملہ قویٰ کی الگ الگ مستقل تعدیل کا مجموعی تحقق ثقل موازین ہے۔ میزان اسم آلہ ہے۔ اس کے صیغۂ جمع میں اسی حقیقت علیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور تخفیف[1] موازین یہ ہے کہ قوائے نفس کی خلقی حیثیت قائم نہ رہے۔ ایسے شخص کو اللہ عزّ وجل نے ابکم[2] (گونگا) سے تعبیر فرمایا ہے۔ ہر چہار قویٰ کا منبع چونکہ روح بخاری و روح علوی ہے۔ اس لئے قویٰ لطیف و کثیف کا کشف و تحمل وزن نفس میں میزان العدل کی مجموعی استقامت ہے اور ہر دو اوزان میں صحیح تقسیط و تعدیل متحقق کرتی ہے قیامت کے دن انہی موازین[3] القسط پر افکار و اعمال کا احتساب ہوگا۔

یہی امت وسط کا میزان مصطفوی پر تحقق قسط و وسط سے "کاف ۃ الناس" کے افکار و افعال پر دنیا و آخرت میں حق احتساب و شہادت ہے۔ پس الفائے حوائج عنصری میں فطری لگاؤ کی شعوری پابندی اپنی فطرت میں سلامت و اعتدال بھی اسی وقت پاتی ہے۔ جب نفس ناطقہ میں کشف و تحمل متحقق ہو جاتا ہے۔ اور وہ دستور عدل یعنی کتاب میں استغراق کو مستلزم ہے۔ کیونکہ وہ قائم بالقسط عزّ وجل کا ترشح ذاتی ہے۔ اور روح علوی بمطابقت وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ (جب میں اپنے روح سے اس میں پھونک دوں) روح قائم بالقسط عزّ وجل ہے۔ اور روح بخاری کو اس عزّ وجل کے ساتھ معتدل خلقی نسبت حاصل ہے۔ گویا یہ اعتدالی تعلق اور معتدل نسبت دستور عدل ہیں کہ وہ قائم بالقسط کا ترشح ذاتی ہے۔ استغراق سے نفس ناطقہ میں عدل کو متحقق کرنے کی استعداد ہے اور دلیل تمکین موازین القسط ہے اور اس آیۂ ربانی میں بالقسط کا مقصود ابتدائی ہے۔

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ (یونس) تاکہ جزا دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے عدل کے ساتھ

(۱) وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (القارعہ) (۲) وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَبْكَمُ ..... الخ (النحل) (۳) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ..... الخ (انبیاء)

اٰمَنُوْا میں قوتِ ادراک اور وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں قوتِ تحریک کی تخصیص ہے گویا مومنین صالحین سلوکِ جادۂ اعتدال سے جو ان کی فطرتِ تخلیق یعنی اساسِ عدل کا تقاضا ہے مومن اور صالح ہیں۔ اور انجام کار جب اُن کی فطرت میں عدل متحقق ہو جاتا ہے اور میزان العدل متمکن ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت ان کا ایمان اور عمل صالح ان کے ترشحاتِ اعتدالیہ کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی قائم بالقسط عزّ و جلّ اور عبد قائم بالقسط کے درمیان اعتدالی جنسیت کی دلیل سے تحقق محبت الٰہی ہے۔ گویا یہ فرمان ربانی ابتدائے تعدیل سے کمال تعدیل تک کے جملہ مدارج اعتدالیہ کا جامع ہے پس عمل صالح پر وہ قدرت فکری جسے قوتِ عملی کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ صالحات کے لئے اپنے ارادی تسلسل کے ساتھ جو وجہ صالحات ہے۔ جب اپنی حقیقت عدل سے متحقق ہو جاتی ہے۔ تو گویا وہی اپنی حیثیتِ متمکنہ کے ساتھ قوتِ نظری ہے۔ جس میں حقائق ایمانیہ اپنی شہودی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں۔ اور یہی قوتِ عملی کا اعتدال یا فضیلت عدالت ہے۔ جو اپنی عادل ارادی حیثیت کے ساتھ بطور فطرت عدل نفس ناطقہ کے اعمال پر غالب و قادر ہے۔ گویا قوتِ ادراک ان ادراکات صحیحہ پر جو قوتِ نظری کے مسلمات صحیحہ ہیں۔ ارادی مواظبت سے جو وجہ عمل تحریک یا اعمال صالح ہے۔ ان کے ساتھ بتدریج جنسیت پیدا کر کے ان کے حقائق کے برداشت کی استعداد پیدا کرتی جاتی۔ اور قبول کرتی جاتی ہے۔ اور قوتِ ادراک میں ان کا تحقق قوت نظری و عملی دونوں کو معتدل کر دیتا ہے اور جیسے قوتِ نظری میں اعترافات صحیحہ کا وجود اور قوتِ عملی کے ذریعہ جو مستلزم عمل قوتِ تحریک ہے۔ ان کے حقائق کا تحقق منشاء اعتدال کی القاء ہے۔ اسی طرح قوتِ عملی میں اس استعداد کا وجود جو عمل صالح کا ادراکی ذریعہ ہے۔ اور اس کے تقاضا کی القاء قوتِ عملیہ کی صحیح تعدیل ہے۔

اللہ عزّ و جلّ قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ چنانچہ وہ عزّ و جلّ فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ (آل عمران) اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولو العلم (اور وہ) قائم بالقسط ہے۔

اور فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (نحل) اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اور وہ عزوجل مومنین کو قیام بالقسط کا حکم دیتا ہے۔ اور ان کے قسط و اعتدال کی تعدیل فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (النساء) اے مومنین قائم بالقسط ہو جاؤ۔

اور ارشاد ہے۔

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ (النحل) کیا وہ اور وہ برابر ہو سکتا ہے جو آمر بالعدل ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔

اور یہ ملت وسط کے لئے تشریف استخلاف فی الارض پر دلیل ساطعہ ہے کہ وہ آمر بالعدل اور قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات عدل (کتاب مجید) میں استغراق سے جو نفس ناطقہ کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے۔ قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ استغراق ارادہ اور عمل سے متحقق ہوتا ہے۔ اور ارادہ اساس عمل ہے۔

گویا قوت عملی ترشحات ذات الٰہی میں استغراق کی استعداد ہے اور تحقق استغراق ایفائے استعداد استغراق ہے۔ جو قوت عملی کی صحیح تعدیل ہے۔ اور آیات بالا میں جملہ مومنین کو خطاب، کی دلیل ہے تا قیام قیامت آنے والی امت مرحومہ میں، میزان العدل کے نصب مستقل سے جو وزن نفس میں بار ہر دو جانب کی تعدیل و تنصیف صحیح کو متحقق کرتی ہے۔ یا قوت تزکیہ و تعلم کے اجرائے مسلسل سے متواتر جاری کر دیا گیا ہے۔ پس ملت وسط کا فرد عادل اپنے نفس پر، والدین پر، اقربا پر اور تمام تر نظام منزلی میں اور ملی اور ملکی فیصلوں میں اور بین الدول تحکیم امور میں فیصل عادل ہونے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ..... الخ (النساء)

اے مومنین قائم بالعدل ہو جاؤ۔ اللہ کے لئے گواہ بنو۔ خواہ وہ گواہی تمہارے نفوس پر ہو یا تمہارے والدین پر یا تمہارے اقرباء پر۔

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (حجرات)

اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرا دو۔ اگر ان میں ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس کے ساتھ لڑو۔ جو زیادتی کرنے والا ہے۔ تاآنکہ وہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کرے۔ پھر جب وہ رجوع ہو جائے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو۔ عدل کرو۔ اللہ تعالیٰ عادلین کو محبوب رکھتا ہے۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (مائدہ)

اگر تم حکم کرو تو ان کے درمیان عدل سے حکم کرو۔ اللہ تعالیٰ عادلین کو محبوب رکھتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (مائدہ)

اے مومنین اللہ کے لئے شاہد ہو جاؤ۔ قائم بالاعتدال ہو کر اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر پر آمادہ نہ کر دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

قرآن حکیم یعنی دستور عدل کی تعمیل اس کے معانی اولیہ اور اس کی نورانی معنویت کے فہم سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ نفس ناطقہ میں اس کے معانی ظاہر کے ساتھ اس کی عقلی شکل و صورت کا تحقق ہے۔ جو نورٌ علیٰ نور کی نورانی معرفت[1] کے ساتھ متحد الحقیقت[2] ہے اور نفس ناطقہ میں اس کا تحقق جو مستلزم استغراق اور عمل اور ارادہ یا قوت عملی ہے۔ نور لفظی اور دستور عدل کی نورانی معنویت اور نور معرفت الٰہی کو متحد الحقیقت قرار دیتا ہے۔ جو ادراک کی دونوں حیثیتوں کو شہود سے معتدل اور منور کر دیتا ہے۔ ایک وہ حیثیت جو مبداء اعمال

[1] کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور کا ترشح ہے [2] کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں کشف روح الٰہی ہے۔

ہے۔ اور اسے اعمال پر شعوری قدرت حاصل ہے۔ جسے قوتِ عملی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور دوسری قوتِ نظری جو نفسِ ناطقہ انسانی (امرِ ادراکی یا شعوری) حیثیت کی بالارادہ ایسی تمکین ہے جسے نفسِ الخفہ انسانی کا شعوری مظہر کہنا چاہیے۔ گویا یہی اعمال کی طرف توجہ فکری سے قوتِ عملی کی حیثیت اختیار کرتی ہے۔ جو نورانی شہود سے متحقق ہوکر فضیلت عدالت کے نام سے معنون ہے۔

نورانی شہود کا تحقق، نورٌ علیٰ نور کے ساتھ نورانی جنسیت سے اس کیف رضا کو مستلزم ہے۔ جو قوتِ عملی میں تکمیل اعتدال کا ہم معنیٰ ہے۔ یعنی عادل ارادہ امور اور مہمات میں ارادۂ فعال لما یرید عز و جل کے ساتھ اختلاف نہیں کرتا۔ اور دستورِ عدل کے ساتھ اس کا نورانی اتحاد قانونِ ربانی کو اس کی فطرت قرار دے دیتا ہے۔ یعنی قوتِ عملی کے ملکاتِ اعتدالیہ صبر۔ عدل۔ تسلیم۔ تقویٰ۔ اخلاص۔ عزم۔ توکل۔ شکر۔ مکافات۔ تودد۔ وفا کے اجتماع سے اس دلیل کے ساتھ کہ وہ شرحِ ارادہ ہیں۔ قوتِ عملی میں حقیقتِ عدل تکمیل پاتی ہوئی قوتِ نظری میں فکرِ صحیح یا ایمان کے حقائق شہودیہ یا نورانیہ کو متحقق کردیتی ہے۔ جو آیۂ ذیل سے مقصود ہے۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور) نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ ہدایت دیتا ہے اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے۔

پس نفسِ ناطقہ کی نورانی حقیقت ذاتِ نورٌ علیٰ نور کے ساتھ معیت و جنسیت حاصل کرلیتی ہے۔ اور مشیتِ ربانی کے ساتھ اسے نورانی اتحاد میسر ہو جاتا ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل سے ہے

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ)

اُن صابرین کو بشارت دے۔ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ انہیں پر اُن کے پروردگار کی طرف سے درود اور رحمتیں ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

علیٰ ہذا قائم بالقسط عزّ وجل کے ساتھ یہی نورانی جنسیت اس کی نورانی حدود کے ساتھ اس بناد ال نفس ناطقہ کی نورانی فطرت کو اتحاد حقیقت عطا کرتی ہے۔ پس اس کی قوت عملی فطرتاً اس کے احکام کی تعمیل کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (البقرہ) تحقیق اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اور یہی اس مالک الملک عزّ وجل کی زمین پر قائم بالقسط ملّتِ وسط کا استحقاق فضل ہے۔ اور دستورِ عدل کے نفاذ کا استحقاق ہے۔ جو تمام بنی نوع انسان کے نفوس میں اُن کے تقاضائے فطری کی ایفاء یعنی تمکین عدل کا واحد ذریعہ ہے۔ پس تمام عالم کو قائم بالقسط ملّتِ اسلامیہ کی عزّت عدل کے روبرو پست ہو جانا چاہیئے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیا) تحقیق زمین کے وارث ہوں گے میرے عباد صالح۔

حقِ وراثتِ ارض صرف عباد صالحین کو پہنچتا ہے۔ اور حقیقت وراثت اس وقت سطح ارض پر تمکین پاتی ہے۔ جب وعدہ استخلاف فی الارض کا تحقق ہو۔ جس کی امین اُمّتِ وسط یا ملّتِ اسلامیہ ہے۔ اور اس میں تواتر میزان العدل اس حقیقت پر شہادت مستمرہ ہے۔ کیونکہ وہ مستخلف قائم بالقسط عزّ وجل کی صفت عدل (قیام بالقسط) سے اتصاف کا ذریعہ ہے۔ اور وہ قوّتِ فعالیہ ہے۔ جو مزکی اُمّت ومعلم کتاب وحکمت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مبارک میں اس عزّ وجل کے ترشح ذاتی یعنی کتاب کی نورانی معنویت کے تحقق سے ودیعت ہے۔ اور اس نے ان نفوس ناطقہ کے اوزان تخلیقیہ کثافت ولطافت کو جو تصدیق شعوری و اعترافی وعملی کے ذریعہ منفعل حیثیت کے ساتھ حضور صلعم کے نفسِ فعال سے وابستہ ہوئے۔ قائم بالقسط کرتے ہوئے جو تزکیہ سے علوم کتاب کی ودیعت ہے اور اُن کے نفوس میں قوّتِ فعالیہ کا تحقق ہے۔ اس تواتر و تسلسل کو قیامت تک کے لئے جاری فرمایا۔ یہی میزان العدل کا نصب مستقل ہے۔ جو ہر عہد میں ملّتِ وسط کے اوزان نفوس یعنی لطافت وکثافت میں قیام بالقسط یا تحقق اعتدال کا ذریعہ ہے۔

جو مدعائے آیۂ وسط ہے اور تمام عالم پر امّت وسط کی دلیل نقل ہے۔ اور اس سے وہ ہر حیثیت کے ساتھ آمر بالعدل ہے۔ اور قائم بالقسط عزّ وجل کے ساتھ اعتدالی جنسیت کی دلیل سے دنیا و آخرت میں وہ فوز العظیم سے مشرف ہے۔ اور امانت استخلاف فی الارض سے مایہ دار ہے۔

صبر

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا (قرآن)

نفس ناطقہ میں فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کے تحقق سے قوتِ نظری میں شعوری تمکین متحقق ہوتی ہے۔ پس فطری لگاؤ سے مختلط شعوری یا فکری توجہ قوتِ تحریک یا اعمال پر قادر ہے۔ اور یہ دونوں ارادہ کی حیثیتیں ہیں۔ اور یہی قوتِ نظری کی شعوری تمکین کے انکشاف کا ذریعہ ہے۔ جو تدریجی کشف شعور کے ساتھ ساتھ بالتدریج تکمیل و تعدیل پاتا ہے۔ گویا قوتِ نظری میں فکر صحیحہ کا تحقق اور اس کا کشف اور قوتِ تحریک کا منہیات مطلوبہ سے صبر اور مکارۂ مامورہ پر صبر ارادہ اور قوتِ عملی میں شعوری قدرت کی شہادت کے ساتھ تمکین صبر کو مستلزم ہے۔ اس لئے اس خاکسار نے صبر کو فضیلت عدالت کی نوع اول قرار دیا ہے۔ جو قوتِ عملی میں اس کیفیت سے تمکین عدل ہے۔ کہ اوامر کی حقیقت کے ساتھ کہ اُن کا مقصد نفس ناطقہ میں فردیت توحید کا تحقق ہے[1] شہود و نور سے جنسیت پیدا ہو جائے۔ اور وہ کمال رغبت سے اُن کی تعمیل کرے۔ علیٰ ہذا حوائج عنصری کی ارادی اپنا سے تحریک پر قدرت حاصل

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ)

[1] کیونکہ وہ ترشحات الٰہیہ ہیں

ہے۔ تعمیل آئینِ عمل کے لئے ہو۔ بحیثیت خواہش نہ ہو۔ یعنی ارادہ نواہی سے بہ کمال نفرت محفوظ ہو جائے۔ پس جب قوّتِ عملی امر بحیثیت کے ساتھ عادل ہو جاتی ہے۔ تو اضطراب جو غیر منکشف کثافت ولطافت ممزوجہ کا نتیجہ ہے۔ نفسِ ناطقہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس میں عدل یا اطمینان متحقق ہو جاتا ہے۔ جو نفسِ انسانی کے نورانی کشف وتحمل کا ثمر ہے۔ یہی حقیقتِ صبر ہے۔ جو قوّتِ عملی میں اس کے صبر سے متمکن ہو جاتی ہے۔ اور بصبر قائم بالقسط اور صبور اور نورٌ علیٰ نور اللہ عزّ وجل کی عادل اور نورانی معیتِ عظمیٰ ہے۔ جو مقصود آیہ ذیل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ) اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پس تاریک محسوساتِ بشری یاس ووحشت اس کے نفسِ ناطقہ کو متاثر نہیں کر سکتیں۔ (سورۂ ہود آیات نمبر ۹۔۱۰۔۱۱ مطالعہ فرمائیں) یعنی اطمینان حقیقتِ صبر ہے۔ جو افکار واعمال کی ہر نہج میں جمعیت واستقلال کا موجب ہے۔ صبر کی وہ حیثیت جو فکر وعمل کے مرجعِ فطری یعنی توحید کی نورانی معنویت کو نفسِ ناطقہ میں جلوہ ریز کرتی ہے۔ جملہ حالات وواقعات کی مناہج مختلفہ میں جن کا مسلم کے لئے مقصد وہی مرجعِ فطری ہے۔ نتائجِ صبر کو متمکن کر دیتی ہے۔ وہ اوامر ونواہی پر مشتمل دستورِ عدل کی پابندی پر ادراک وتحریک کا صبر ہے۔ جن پر ارادہ کو قدرت حاصل ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ (مریم) اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر صبر کر۔

پس جب بہ ثمراتِ عدل میں استغراق سے نفسِ ناطقہ میں صبر کی حقیقت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو عدل یا اطمینانِ کامل ہے۔ تو مرجعِ فطری یعنی اللہ عزّ وجل کے لئے مال اور جان پیش کرنے میں قوّتِ عملی کو تاریک اضطراب لاحق نہیں ہوتا۔ جیسے حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام نے اپنے والدِ ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر اپنی قربانی اور ذبح کو اطمینانِ قلب سے قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اے باپ کر جس امر کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ (والصافات) انشاء اللہ تو مجھے صابرین سے پائے گا۔

اور مومنین کے متعلق آیۂ ذیل اسی سنّت کی تکمیل متابعت کو واضح کرتی ہے۔

وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَهُمْ (حج) وہ صبر کرنے والے ہیں ان پر جو انہیں پہنچے۔

پس جب دعوت الی الحق یا تمکین عدل کے جادۂ مستقیم میں مفرط افراد اور جماعتیں مسلم صابر کے ساتھ ہنگامہ آرا ہوتی ہیں۔ تو اُس کا عادل ارادہ یا عزم ہرگز کسی سے نہیں دبتا۔ اور نہ کسی مفرط فرد یا جماعت کی قولی و فعلی اطاعت قبول کرتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا (دہر) اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کر اور اُن سے کسی گنہگار اور کافر کی ہرگز اطاعت نہ کر۔

تا آنکہ انجام کار بمطابق فرمان ربانی

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (مومن) صبر کر اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

مستخلف اللہ عزّ وجل کا وعدۂ استخلاف جو اس اوّل المسلمین صلعم اور ملّتِ اسلامیہ کے ساتھ اس نے استوار کیا ہے۔ پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ روئے ارض پر غالب و ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس مسلم صابر جس کے نفسِ ثالثہ میں بصبر عبودیت یا معرفت الٰہی جو اس کے روح علوی وجاری کا کشف و تحمل ہے۔ متحقق ہو چکی ہے۔ وہ رجحانِ کثافت سے پاک ہو جاتا ہے۔ جو ارضیات میں خواہشِ علو ہے۔ یا استکبار فی الارض ہے۔ اور اس کی کثافت کشفِ لطافت سے منور ہو جاتی ہے اس لئے اس کا ارادہ تاریک کثافتی تاثرات سے مطہر ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تحت جملہ مکارم و محاسن اس کے ترشحاتِ صبریہ قرار پاتے ہیں۔ پس دستور عدل قرآنِ حکیم کی روشنی میں یہ عیاں ہے کہ عفو و درگذر لطور فطرت اس سے صادر ہوتا ہے۔ جو دلیل فضل ہے کیونکہ نورِ علی نور عزّ وجل عفو و غفور ہے۔ عفو الٰہی عادل اور فعّال حیثیت ہے۔ جو نفوس میں اثر کرتی ہے۔ اور عدل کی طرف ان کو جھکا دیتی ہے۔ بحالیکہ خود کسی غیر عادل اثر کو قبول نہیں کرتی۔ علیٰ ہذا طعن و تشنیع پر وہ فطرتاً صبر کرتا ہے۔ اور وہ ضبط کے ساتھ قول و فعل میں ایسا

رویّہ اختیار کرتا ہے۔ جو فرط کی وحشت جہل سے عدل کے لئے باعثِ سلامت ہو
اور وہ بصبر قائم بالقسط عزوجل کی عبادت پر مداومت کرتا ہے جو اس کی تنویر و اعتدال
کا موجب ہے۔ اور وہی استمدادِ عدل کا سبب[۱] ہے اور معتدل خلقی نسبت اور
اعتدالی تعلق کے سبب اپنے مرجح فطری یعنی توحید میں استغراق کے ساتھ ماسوی
التوحید سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ پس اس کا اعتدال کامل جو فردیّت توحید میں استغراق
سے متحقق ہوتا ہے۔ تمام جزئیات امور میں اس کے ارادہ کو عدل عطا کرتا ہے۔ لہٰذا
وہ کسبِ طیبات کے نتائج کو اعتدال سے خرچ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی کثافت
و لطافت کی جد و جہد کا ثمر ہے۔ علیٰ ہٰذا صنفی حوائج آئینی تجدید و تعدیل کے ساتھ انجام
دیتا ہے کیونکہ کائنات انسانی کثافت کے اشتراک ساریہ کے سبب تحقق عہد زوجیت اور
آئینی تجدید کا تقاضا کرتی ہے۔ اور نفاذ آئین عدل اور اجرائے حدود و آئین قصاص میں
اور جہاد میں کہ یہ سب تعدیل ہرگونہ حیات کے ذرائع ہیں۔ اس کے عزم عادل کو
افراط و تفریط ہرگز متاثر نہیں کر سکتی۔ اور زور اور لغو چونکہ فرط ہے۔ اس لئے اس کی
فطرت عدل کے ساتھ ان کا کچھ تعلق نہیں رہتا۔ اور ترشحات ربانی کے حقائق اعتدالی
جنسیت کے ساتھ مستقلاً اور دائماً قبول کرتا رہتا ہے۔ اور اس کی تدریجی وسعت
قبول میں ان کی نورانی معنویّت بالتدریج تا ابد متحقق ہوتی رہتی ہے۔ پس وہ ان تمام
تعلقات کے حقوق کو جو فطری عہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صاحبان تعلق کے نفوس
میں تمکین عدل کی جدّ و جہد سے جو فلاحِ حقیقی ہے اور ان کو فعالی حیثیت عطا کرتی
ہے۔ فعّال اور قائم بالقسط عزّ و جل سے استمداد کے ساتھ ادا کرنے کی پوری کوشش
کرتا ہے۔ جو اس کی فطرت فعّال کا تقاضا ہے۔ اور عہدِ فطری کی ایفا ہے۔ اسی سے
اجتماع ملّی میں استحکام بلا تفریق متحقق ہوتا ہے اور یہی میدانِ جہاد میں صبر اور
مصابرت اور ربط کی دلیلِ تمکین ہے۔ پس اس کی قوّتِ عمل ضعف و استکانت اور
وھن اور ظلم سے بلند اور منزّہ ہو جاتی ہے۔ گویا اس کی انفعالی حیثیّت قبول نور یا عدل
سے مملو ہو کر فعّال حیثیّت حاصل کر لیتی ہے۔ تو کوئی حفظ اثر جو مضطرب نفس میں

[۱] کیونکہ وہ قائم بالقسط دیا لعدل اکے ترشحات استمدالیہ میں استغراق ہے۔

نتیجہ فائدہ و نقصان کی صورت میں مرتب ہوتا ہے۔ اسے ہرگز متاثر نہیں کر سکتا۔
الغرض اہل مسلم صابر کی قوت عملی، تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن اور
بین الدول میں اپنی عادل اور مطمئن اور مستقل اور مستحکم اور غیر مضطرب حیثیت کے
ساتھ وراثت ارض کے استحقاق سے تشریف پاتی ہے۔ اسی کے لئے یہ منشور ربانی
ہے:

وَاصْبِرُوا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (اعراف) — صبر کرو تحقیق زمین اللہ کے لئے ہے۔ وہ اس کا مالک بنا دیتا ہے اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے۔

اور آخرت میں وہ غرفۂ بلند و بزرگ پر شرف تمکین پاتا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا — اُن کو بدلہ میں غرفہ (بالاخانہ) ملے گا۔ اس عوض میں کہ وہ صبر کرتے رہے۔

اور معیت الٰہی[1] دنیا و آخرت میں اس کی شوکت باجلال و جمال پر دلیل قاطع ہے۔

عدل

وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (نحل)

فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کے تحقق سے نفس ناطقہ میں شعوری تمکین ارادہ کی
ایسی حیثیت ہے جیسے تمکین فکر پر قدرت حاصل ہے۔ ارادہ کی دوسری حیثیت

---

[1] اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ)

قوتِ عملی ہے۔ جو اعمال پر قادر ہے۔ اور ذکر کے حقائق کو منکشف کر دیتی ہے۔ جو اس کا عدل ہے۔ اور اعمال میں اعتدال کو متحقق کرتی ہے۔ گویا ذکر و عمل دونوں کی تعدیل کا ذریعہ ہے۔ اور خود اپنی اساس پر بالتدریج معتدل ہو جاتی ہے۔ اور ایسی تقسیم کو جس کے نتیجہ پر دونوں حصے بالکل مساوی ہوں۔ عدل کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ کثافات، ولطافت کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل جو میزان العدل پر اوزان جوانب کی صحیح تشخیص ہیں۔ ارادہ سے متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے اس خاکسار نے عدل کو انواع عدالت سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل) اور جو آمر بالعدل ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔

یہ فرمانِ ربانی جامع ہر گونہ امر بالعدل ہے۔ یعنی تہذیب شخصی، تدبیر منزل، سیاستِ مدن اور بین الدول میں امر بالعدل کو مسلم عادل کی فطرت ارادی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ امر متلازم[1] ارادہ ہے۔ اور جملہ فروع عدل اسی اصول بزرگ کی شروح ہیں۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل) اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اس آیتِ مقدسہ میں عدل سے ہر گونہ امر بالعدل کے ساتھ تعدیل فعالیہ خصوصیت کے ساتھ مقصود ہے جس پر اس کا احسان سے مقدم الذکر ہونا دلیل ساطع ہے۔ کیونکہ احسان منزل و مدن میں صرف عدل سے تو دلیعۂ عدل ہے۔ جو نفس فعال کا لابدی اور فطری تقاضا ہے۔ اور ذوی القربیٰ کیلئے ایتاء تمام بنی آدم کو تقدیم و تاخیر کے ساتھ احاطہ کر لیتی ہے۔ جو تمام کائنات انسانی میں نفاذ عدل و احسان ہے۔

اور آیات ذیل میں خصوصیت کے ساتھ نظامِ منزلی میں تعدیل مقصود ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (نساء) ان کے ساتھ معاشرت کرو معروف کے ساتھ

---

[1] اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین) جب اس کا امر اس کا ارادہ کر لیتا ہے۔۔۔ الخ

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ (نساء ۱) پھر اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم اُن میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی زوجی بی کرنا چاہئے اور جو کنیز تمہارے قبضہ میں ہو۔

تمدن اجتماع افراد اور امارت اور تجارت وغیرہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اور فرد اساس ملت ہے۔ اس لئے جملہ افرادِ ملت کی اصلاح اور تحفظ ملی و مدنی فرض ہے۔ پس یتامیٰ جن کی تربیت کا منزلی ذریعہ موجود نہیں ہے۔ اُن کے حقوق کا تحفظ مدنی نظام کے عدل و قسط سے تمکین پاتا ہے۔ جو ان کے لئے دیگر انفرادی یا منزلی ذرائع کی تعدیل و تقسیط کے ربط و استمداد کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ وجل ملتِ اسلامیہ کو اجتماعی خطاب کے ساتھ حکم دیتا ہے۔ جو ہر گونہ ذرائع حیات کو محیط ہے۔ اور امارت جو محور مدن ہے۔ جس پر بنی نوع کی وحدت اصل شاہد ہے۔ اس خطاب میں فطرتاً مقصود خصوصی قرار پاتا ہے۔

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ (نساء ۱) یتیموں کے بارہ میں قائم بالاعتدال ہو جاؤ۔

تمدن کی اقتصادی بنیاد تجارت ہے۔ تجارت میں قسط و اعتدال اقتصادیں اصل عدل کی تمکین ہے۔ جو اساس عدل پر تخلیق انسانی کی دلیل سے بین الدول اعتماد کا ذریعہ ہے۔ جو تجارت کے فروغ کا موجب ہے۔ اور اس سے اقتصاد ترقی پاتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ (انعام) اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ اور تول کرو۔

علیٰ ہذالقیاس امارت جس سے تمدن نظم و ضبط پاتا ہے۔ جو نوع انسانی کی وحدت اصل کی دلیل سے اس کا فطری تقاضا ہے۔ اپنے جملہ لوازم میں عدل سے استحکام پاتی ہے۔ اوّل المسلمین صلعم کو وہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (شوریٰ) اور کہہ دیجئے...... اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل سے حکم کروں۔

کیونکہ عنصریات میں جو ہر گونہ معاملات مدنی اور اقتصادی پر مشتمل ہیں۔ انسانی اساس

عدل یعنی لطافت وکثافت جو ہر گونہ نظام کی بنیاد ہے۔ کیونکہ وہ فرد کی اساس تخلیق ہے خواہ وہ غیر منکشف اور غیر مستقیم ہو۔ بہ دلیل مشاہدہ عنصریات تعدیل کو الفت کو اتحاد اساسی کی وجہ سے قبول کرتی ہے۔ گویا عدل فطرت نظام ہے۔ اس لئے معاملات اور معاہدات کے تصفیہ میں عدل جو ہر گونہ داخلی نظام میں باعث استقلال واستحکام ہے۔ ان کی بالعدل کتابت کو لازم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہی ان کی توثیق و وضاحت کا ذریعہ ہے۔ اور امیر کے لئے صورت فیصلہ میں آسانی کا سبب ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ (بقرہ) — اور تمہارے باہمی معاہدہ کو کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے۔

چونکہ فیصلہ میں عدل ہر گونہ وضاحت چاہتا ہے۔ پس مدعی یا مدعا علیہ اگر خود اپنے حق کو وضاحت کے ساتھ پیش نہیں کر سکتا۔ تو اس کی طرف سے وکیل کو وضاحت حالات کے ذریعہ امر بالعدل پر معاونت کرنی چاہیئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ (بقرہ) — پھر جس کے ذمہ حق عائد ہوگا وہ کم عقل ہو یا ضعیف ہو یا خود ادائے مطلب نہ کر سکتا ہو۔ تو اس کا وکیل انصاف کے ساتھ دستاویز معاہدہ کا مطلب ادا کرتا جائے۔

علیٰ ہذا شہادت بالعدل حالات کی صحت اور وضاحت کو متحقق کرتی ہے۔ پس اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (مائدہ) — اے مومنین اللہ کے لئے قائم بالقسط ہو کر گواہ ہو جاؤ۔

اور وہ قائم بالقسط عزوجل مفرط موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دینے کا حکم دیتا ہے جو فیصلۂ عدل میں مزاحم ہوں۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ — اور نہ مال حاکموں تک پہنچاؤ (رشوت فی الحکم)

النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (بقرہ) تاکہ لوگوں کے مال میں سے گناہ کے ساتھ کچھ کھا جاؤ بحالیکہ تم جانتے ہو۔

الحاصل مسلم عادل کی ہر جنبش لب اس کا ترشح عدل ہے۔ اس کا فیصلہ تمکین عدل ہے۔ اس کی کتابت توثیق عدل ہے۔ اس کی وکالت وضاحت عدل ہے۔ اس کی شہادت توضیح عدل اور اساس عدل ہے۔ اس کی فطرت فرط سے پاک ہو چکی ہے۔ گویا دستور عدل کے ہر قانون کی نورانی معنویت اس کی نورانی فطرت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ قائم بالقسط عزوجل نے صیغہ امر سے اسی نورانی جنسیت اور اتحاد معنویت کے تحقق کا آسے حکم دیا ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا ...... الخ (انعام) اور جب بات کہو تو عدل کرو۔

پس جب مسلم عادل کے ارادہ میں یہ نورانی عدل متحقق ہو جاتا ہے۔ جو قول و فعل پر قادر ہے۔ تو وہ بمطابق فرمان ربانی

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ جب تم لوگوں کے درمیان حکم کرو تو عدل کے ساتھ حکم کرو۔ (نساء)

تمام داخلی اور خارجی اور بین الدول امور میں عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ اس کے اس استحقاق پر اس کی عادل فطرت ارادی شاہد ہے۔ اور قائم بالقسط فعال لما یرید عزوجل کے ساتھ اس کی یہی نورانی جنسیت قیامت کے دن اسے ظل الٰہی سے مشرف و معزز کرے گی۔ جو آج سطح ارض پر اس کی محبت[ا] کا ذریعہ ہے۔ اس دلیل سے کہ وہ عزوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ اور مسلم عادل بحیثیت مخلوق اس کے ترشحات اعتدالیہ میں استغراق سے قیام بالقسط اور امر بالعدل سے شرف پاتا ہوا اس کی جنسیت و معیت و عندیت سے مایہ دار ہے۔ پس اس کے ترشحات ارادی دستور عدل میں استغراق کی دلیل سے دستور عدل کی شرح ہیں۔ اور چونکہ نفس ناطقہ اساس عدل پر استوار ہے اور اس کی تکمیل اس میں تمکین عدل ہے اس لئے تمام کائنات انسانی کا مایہ تہذیب و نظام ہیں۔

[ا] بخاری کتاب المحاربین باب فضل من ترک الفواحش [ا] اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (مائدہ)

تسلیم

وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (نساء)

تسلیم کے لغوی معنی متابعت کے ہیں۔ پس تمام کائنات انسانی کے مرجع فطری یعنی توحید یا فردیت الوہیت اور محور فکر و عمل یعنی کافۃ الناس کی طرف داعی توحید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان جو واحد جہانگیر توسیع تی کی دلیل کے ساتھ قوت نظری میں فکر صحیحہ کی تمکین ہے۔ بالارادہ ذکری اور علمی متابعت ہے۔ اور اس کی حقیقت قوت عملی کے ذریعہ جسے تحریکی جد وجہد پر قدرت حاصل ہے۔ قوت نظری میں فکر صحیحہ کے نورانی کشف سے جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اور یہی اس کی حقیقت تکمیل ہے۔ جو آیہ ذیل سے مقصود ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ۔ اے مومنین تسلیم میں کاملاً داخل ہو جاؤ۔ (البقرہ)

اور اس لئے اس کو عدالت کی صفت عالیہ قرار دیا گیا ہے۔ اور چونکہ تدریج انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ اس لئے اس کے تدریجی مدارج ہیں۔ پہلے قوت نظری میں فکر صحیح کی ارادی تمکین یعنی داعی توحید صلعم کے نفس فعال کے ساتھ شعوری اور اعترافی تصدیق کے ذریعہ بالارادہ انفعالی الحاق۔ پھر قوت عملی یا ارادہ کی قوت تحریک پر قدرت کاملہ سے اعمال صالح کے ساتھ شعور و اعتراف کی کامل تصدیق عملی جو فکر صحیحہ کے حقائق کو نفس انسانی میں منکشف کر دیتی ہے۔ کیونکہ نفس انسانی کا یہ فطری فیصلہ ہے کہ اس کی اس نورانی حقیقت فکر کو نفس ناطقہ کی[2] مجموعی جد وجہد معتدل[1] تعلق اور اعتدالی نسبت کی

---

[1] یعنی روح مادی کا قائم بالقسط عز وجل کی جانب سے تودیعہ معتدل تعلق کی حقیقت ہے
[2] ترکیب عناصر میں کمال اعتدال قائم بالقسط عز وجل کے ساتھ اس کی اعتدالی نسبت ہے۔

دلیل سے ترشحات استعداد الٰہیہ میں استغراق کے ذریعہ منکشف کر سکتی ہے جو معرفت الٰہی اور اسوۂ حسنہ نبوی کی یکساں متحد الحقیقت ہے۔ اور توحید و رسالت کے ساتھ نفس کے اختلاف کو مٹا دیتی ہے۔ جو معنویت تسلیم ہے۔ اور مندرجہ ذیل فرمان ربانی کے مقصود کی حقیقت ہے کہ وہ مسلم کی زندگی اور موت اور مال و جان کی مرجع فطری عزّ و جل کے لئے تخصیص سے معنی دافع حرج اور مضمون تسلیم کو مکمل کر دیتی ہے۔

ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء) پھر نہ پاویں اپنے نفوس میں حرج اس امر کے متعلق جس کا تو فیصلہ کرے اور وہ تسلیماً تسلیم کر لیں۔

نماز فرض۔ نماز نفل۔ زکوٰۃ فرض اور صوم فرض اور صوم نفل اور صدقات نفل الغرض جملہ فرائض و نوافل کی تشخیص انسانی تدریجی استعداد کی وجہ سے ہے۔ ورنہ تکمیل تسلیم کے لئے فرائض و نوافل دونوں یکساں طور پر ضروری ہیں۔ اور وہ مال و جان کے ایثار کامل سے متحقق ہوتی ہے۔ انسان کثافت ارضی اور لطافت علوی سے مرکب ہے۔ اور اس کی روح بخاری تقویم کثافت و لطافت سے لطیف بھاپ کی حیثیت میں رونما ہوتی ہے اور روح علوی سے تعلق کا محل ہے۔ اس لئے جسمانی تطہیر روح بخاری و علوی کو کشف و تحمل کے لئے توجہ شعوری و غیر شعوری کے ساتھ مستعد کر دیتی ہے۔ پس غسل اور وضو یا تیمم کے بعد نماز فرض جو مسلم اور کافر میں علامت امتیاز ہے۔ اس توجہ نفس کے انجاح مقصد کا ذریعہ ہے۔ اور وہ اپنی حقیقت کے ساتھ اس وقت متحقق ہوتی ہے جب بمطابق

وَهُمْ فِي صَلَوٰتِهِمْ خَاشِعُونَ (مومنون) اور وہ اپنی نمازوں میں خاشع ہیں۔

اس کا غیب و فکر جو فاتحۃ الکتاب کی تین ابتدائی آیات سے ظاہر ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے (جس میں صیغہ جمع متکلم عالمگیر وحدت اسلامیہ کا مظہر ہے) شہود نا پیدا کنار کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت عظمیٰ اس کے ترشح ذاتی یعنی اسم ذات (اللہ جو اس کے کلام میں خود اس کی طرف سے نازل ہوا ہے۔) اور اس کے

کلام میں بالتدریج اور مسلسل استغراق سے (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور نماز فرض و نفل میں ترتیل قرأت سے) متحقق ہوتی ہے۔ اور اس عز و جل کی ذات میں استغراق اس کے اخلاق سے تخلق کا موجب ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ترشحات کا استیلا اور لقا ہے۔ اور جملہ مکارم و فضائل اسی استغراق ...... کے نتائج و اثمار ہیں،
...... جو اضطراب نفس کے چاہ تاریک سے شہود کی ناپیدا کنار نورانی وسعت میں منتقل ہونے کا عروۃ الوثقیٰ ہے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔

وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ (لقمٰن) جو اللہ کی طرف اپنا منہ جھکا دے اور وہ محسن ہو۔ پس تحقیق اس نے مضبوط رسہ سے تمسک کیا ہے۔

علی ہذا صوم احکام ربانی کی تعمیل میں کثافت نفس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور اس سے تاثرات یا حجابات کثافت، کی تخریب لطافت عادی کو مجلا کرتی ہے۔ اور وہ نفس میں تمکین عدل کا ایک سبب ہے کیونکہ عنصری ماحول کثافتی رجحانات کی طرف نفس ناطقہ کو جھکا سکتا ہے۔ پس تخریب حجاب کثافت سے لطافت اپنے اصل کی طرف رجوع یا اپنے کشف کے لئے ایفائے تقاضائے فطرت کا حق ادا کرنے پر پوری طرح مستعد رہتی ہے۔ اور کثافت تحمل کشف لطافت کے لئے اپنی استعداد جبلیہ میں پوری استقامت پا لیتی ہے۔ اور ایک ماہ معین میں تمام ملت اسلامیہ کے لئے روزہ کو فرض گردانا محیط عالم وحدت و جمعیت اسلامیہ کا علم بردار ہے۔ اور اسے مرز و بوم کی قیود سے مستثنیٰ قرار دیتا ہے۔ علی ہذا زکوٰۃ جو نصاب کے ساتھ مشروط ہے۔ ملی ضروریات کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے انفرادی ضروریات کی ایفا ملی استحکام کا سبب ہے۔ کیونکہ فرد اساس ملت ہے۔ جو نسبی قیود سے بالاتر ہے اور ملت اسلامیہ کی وسعت کو نسب اور ملک سے آزاد قرار دیتا ہے۔ اور مال چونکہ کثافت و لطافت کی متفقہ جد و جہد سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا قائم بالقسط عز و جل کے لئے خرچ کرنا جو اس کا مرجع فطری ہے۔ روح بخاری و علوی کو اپنے مقتضیات کی ایفائے تعادل کے لئے امر بالعدل پر مستحکم کرتا

ہے۔ فریضۂ حج موثر مرکزیت مسجد اقصیٰ کے گرد تمام اُمّت کے تدارک کو متحقق کرتا ہوا اسے ملکی حدود سے بلند کر دیتا ہے۔ اور اپنی شرائط و لوازم کے ساتھ اس توجیہہ نفس کی ظاہری شکل و صورت ہے۔ جس سے تُدوح بخاری درورح علوی اپنے مرجع فطری میں اپنی حیثیت کو کھو دیتا ہے۔ یہ فطری تقاضائے انسانی یا اس کے فطری فیصلہ کی ایفا و تعمیل ہے۔ پس مسلم حنیف کے ترشحات تمام کائنات انسانی کے لئے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کی دلیل سے معیار اعتماد ہیں، اور سلیم اور عادل دستور حیات کی شرح متشکل ہیں۔ جس کے روبرو کافۃ الناس کو تکمیل فطرت کے لئے جُھک جانا چاہیے۔

تقویٰ

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (زمر)

خیر و شر میں تمیز کی استعداد کا نام تقویٰ ہے۔ ہر گونہ فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کا تحقق اپنی فطرت میں استعداد تقویٰ ہے۔ جسے اعمال پر بحیثیت مبداء قدرت حاصل ہے اور یہ قوت عملی کا خاصہ ہے۔ اور اس کی حقیقت کشف شعور ہے۔ جو اس کا عامل ہے۔ اور ہر گونہ فطری لگاؤ کا ایفائے عادل ہے اور تدریج کے ساتھ تکمیل پاتا ہے۔ پس اللہ عزوجل کی جانب فطری رجوع پر قدرت شعوری سے فکر صحیحہ کی تمکین تقویٰ کا ابتدائی درجہ ہے۔ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ... الخ ہدایت ہے (کتاب) اُن متقین کے لئے جو غیب (البقرہ) پر ایمان لاتے ہیں۔

زاں بعد وہ رجوع فطری کے ساتھ مختلط شعور جب مبداء عمل یعنی قوت عملی کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اور قوت تحریک اس کی مطاوعت میں اعمال صالحہ پر مواظبت کرتی ہے۔

[1] جزء ب تمکین استخلاف فی الارض مطالعہ فرمائیں۔

تو یہ اس کی دوسری تدریجی اور ارتقائی حیثیت ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا۔ اگر وہ بستی والے ایمان لاتے اور اتقا کرتے۔

انجام کار تقویٰ کا درجۂ علیہ اور اس کی تکمیل یا اس کی حقیقت مرجع فطری کی طرف اس شعور انسانی اور فطری رجوع کا کشف و تحمل ہے۔ اور وہ قوّت عملی کے ذریعہ ادراک و تحریک میں متحقق ہوتا ہے۔ جو فکر صحیحہ کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ کیونکہ رجوع و شعور سے ہی فکر صحیحہ تمکین پاتا ہے۔ اور وہی اس کی جدّ و جہد کا فکری ثمر ہے۔ پس معرفت الٰہی اور نفس اِنسانی کا کشف و تحمل اور تقویٰ ایک متحدہ حقیقت فعالیہ ہے جو نفس مسلم میں متحقق ہوتی ہے۔ یہی آیۂ وَاعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ[2] اور وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا[3] کا مقصودِ معنوی ہے۔ یہی لطافت علیہ کا نورانی انکشاف ہے۔ جس[1] سے کثافت کا تحمل نور جو اس کا عدل ہے۔ شر کو نفس ناطقہ سے خارج کر دیتا ہے اور خیر کو اس کی فطرت عدل قرار دے دیتا ہے۔ مندرجہ ذیل فرمان ربانی میں اسی درجہ علیہ کی وضاحت ہے۔

یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ اے مؤمنین اللہ سے اتقاء کرو۔ جو حق اتقا ہے۔

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اور نہ تمہاری موت واقع ہو۔ مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

یعنی توحید و رسالت کے ساتھ اختلافِ نفس کا مٹ جانا اِلقائے حق تقویٰ ہے۔ جو حقیقت تسلیم ہے۔ وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ میں یہی آفتاب معنویت درخشاں ہے۔ پس تقویٰ اسلام ہے۔

یعنی استعداد انسانی کی اِلقائے عادل ہے۔ اور وہ فطرت نفس کی تصدیق ہے۔ پس یہی حقیقت تقویٰ ہے۔ جو اس فرمان ربانی سے مقصود ہے۔

---

[1] ذکائے ابراہیمی اسی حقیقت پر شہادت ہے (عنوان ذکا مطالعہ فرمادیں) علیٰ ہذا حوائج عنصری کی گئی تحدید اسی مقصد فطری کا اِلقا ہے۔ [2] جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے (توبہ) [3] اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ (فرقان)

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (زمر) اور جو سچائی لے کر آیا اور اس کو سچ مانا ۔ وہی لوگ متقی ہیں۔

اس لئے نفس ناطقۂ انسانی کا مرجع فطری یعنی اللہ عزّ وجل اپنے نزدیک عزت و کرم کو صرف مسلم متقی کا حق قرار فرماتا ہے۔ جو فطرت انسانی کے مطابق تقاضاؤں کی مطابقت ہے اور تمام عالم پر دلیل افضلیت ہے۔ وہ عز وجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات) تحقیق تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو تم میں سے متقی تر ہے۔

اور مرجع فطری کی طرف نفوس ناطقۂ انسانی کا دعوت دہندہ جو بحیثیت داعی ملت اسلامیہ کا محور فکر وعمل ہے۔ اسی کرم اور عزت کے فطری استحقاق کو اپنے آخری خطبہ میں اس طرح ملت وسط کی خصوصیت قرار دیتا ہے۔

ایّها الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لافضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی (سیرۃ النبی شبلی) اے لوگو! بیشک تمہارا پروردگار ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ مطلع ہو جاؤ کہ عربی کو ہرگز عجمی پر کچھ فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کو عربی پر کچھ فضیلت حاصل ہے اور نہ سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر لیکن تقویٰ (معیار فضیلت ہے)

پس تقویٰ جسے اللہ عزّ وجل نے اسلام[1] سے تعبیر فرمایا ہے معیار فضیلت ہے۔ یعنی صرف مسلم یا متقی ہی عرب وعجم اور اسود واحمر پر فضیلت کا استحقاق رکھتا ہے، اور صرف اسے ہی تمام روئے زمین کی جائز وراثت کا حق پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ صرف وہی معیت الٰہی سے شرفیاب ہے۔ اور قائم بالعدل عزّ وجل اور احکم الحاکمین کی جمالی وجلالی صفات کا جلوہ گاہ ہے، اور وہی عاقبت[2] کار شاہِ باجبروت کا ہم نشین[3] ہے۔ اور مصداق فطرت نفس ہے

---

[1] یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ( ) [2] وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی

[3] اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ○ (قمر)

اخلاص

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (زمر)

مبلٔہ اعمال (قوتِ عملی) کا مقصدِ عمل کے لئے خالص ہونا ہی عمل کو اپنی حیثیت میں مستقیم قرار دیتا ہے۔ کثافت ارضی و لطافت علوی کے تمام تر مقتضیات کا مقصد بدلیل تخلیق بمطابق فرمان ربانی

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے خلق فرمایا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (ذریت)

اللہ عزوجل کی ذات پاک ہے یعنی شعور اور ایقان کے حوائج عنصری میں کامل للٰہیت کا تحقق مقصد تخلیق ہے۔ جو روح الٰہی اور تعرج بخاری یعنی حقائق نفس کا کشف و تحمل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ تو کہہ دے میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت اللہ کے لئے ہے۔ جو جہاں والوں کا پروردگار ہے۔ (انعام)

گویا انسان جو سب مخلوق سے بزرگ تر ہے۔ اور آسے اپنی بہترین تقویم کے سبب خالق حقیقی کی نیابت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی معتدل خلقی ساخت اس کے خلقی مقتضیات کو قائم بالقسط خالق حقیقی عزوجل کے لئے خالص کرنے کی مقتضی ہے۔ مگر اس کی علوی لطافت اور ارضی کثافت کی ترکیب میں جو فی الحقیقت استحقاق خلافت کی استعداد ہے۔ عناصر محل لطافت یا مادہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس کا ارضیات کی طرف رجوع بھی اس کی ایک ایسی فطرت ہے۔ جو تزکیہ کے بغیر خلقی ساخت کے حقیقی مقصد الٰہیت کے لئے اعتدال نہیں پا سکتی۔ چنانچہ اللہ عزوجل

فرماتا ہے۔
فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (شمس) اس نے اس میں الہام کر دیا۔ اس کے فجور اور اس کے تقویٰ کو۔ وہ کامیاب ہوا۔ جس نے اسے پاک کر دیا اور ناکام ہوا۔ جس نے ناپاک کیا۔

گویا مبداء اعمال یعنی قوت عملی تزکیہ[1] کے بغیر اللہ عزّ وجل کے لئے خالص نہیں ہو سکتی اور تدریج انسانی فطرت ہے۔ پس میزان[2] العمل پر تعدیل اوزان نفس سے بالتدریج مبدءِ اعمال میں خلوص متحقق ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ روح بخاری دعلوی کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ جیسے اعمال پر قدرت سبب اور کشفِ فکر کا ذریعہ ہے۔ اور ارضی وعادی حقائق کی ترکیب سے پیدا شدہ اضطراب فطری بہ کشفِ لطافت اور بہ تنویہ کثافت الغائے تقاضا کی دلیل سے مبدل بہ اطمینان ہو جاتا ہے۔

پس حقیقت عادی کے تقاضا کا الغائے عادل یعنی اس کا نورانی کشف اور کثافت ارضی کا فطری لگاؤ سے تحمل نور حقیقت فکر وعمل کو نور علیٰ نور عزّ وجل کے لئے خالص قرار دیتا ہے۔ گویا منکشف اور مستقیم نفسِ ناطقہ کا فکر وعمل اس عزّ وجل کے لئے اور اسی کے حکم کی پیروی میں متحقق ہوتا ہے۔ فکر وعمل میں اللہ عزّ وجل کے لئے خلوص یعنی الٰہیت اور حقائق نفس کا کشف وتحمل یعنی عدل چونکہ متحد الحقیقت ہے۔ اس لئے اخلاص نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی الغاء ہے۔ اور فردیت الوہیت کی جو نفس کا مرجع فطری ہے۔ فکری وعملی تصدیق ہے۔ اور حقیقت عبادت ہے۔ جو مندرجۂ ذیل فرمانِ ربانی میں حکم اور اطلاع سے مقصود ہے۔

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۝ (زمر) اللہ کی عبادت کر اس کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے مطلع ہو جاؤ کہ اطاعت خالص

[1] عنوان تزکیہ مطالعہ فرما دیں۔ [2] عنوان عدالت مطالعہ فرمایا جائے۔

صرف اللہ کے لئے ہے۔

پس کافۃ الناس میں صرف مسلم کو ہی امر بالمعروف یا امر بالعدل کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور چونکہ صرف مرجع فطری کو ہی مقصودِ فکر و عمل ہونے کا استحقاق ہے۔ اس لئے ارضیات جب نفسِ انسانی کے مقاصد افکار و اعمال ہوں تو گویا وہ اس کا مرجع قرار پانے سے اس کی الٰہ ہیں۔ چنانچہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ (فرقان) کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا الٰہ بنایا ہے۔

اور یہ نفسِ انسانی کا اضطراب میں مفرط بہاؤ ہے۔ جو عدل اور تقدس کی کیفیت سے اس کو محروم کر دیتا ہے۔ پس فطرتِ انسانی ایسے غیر عادل اور مفرط نفوس کے مفسد ترشحات کے نفاذ کو سطحِ ارض پر کائناتِ انسانی میں ناجائز قرار دیتی ہے۔

عزم و توکل

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران)

ہر دو حقائق نفس کی معتدل تخلیقی نسبت اور اعتدالی تعلق کے تقاضا سے تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاستِ مدن اور بین الدول میں نفسِ ناطقہ کے جملہ افکار و افعال جاریہ کا تحقق بالقصد ہی عزّ و جل ہے۔ اور نفسِ ناطقہ میں فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کے تحقق سے فکری تزئین اور اعمال پر اس کی بحیثیت مبداء قدرت یہ ارادہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ اور وہ اس وقت مکمل یا معتدل ہو جاتا ہے جب مرجع فطری حیثیت سے نفسِ ناطقہ کی فکری و عملی حیثیت مقصد شعوری و رجوعی یعنی معرفت الٰہی سے متحقق ہو جاتی ہے۔ جو نفسِ ناطقہ کا کشف و استغنا

ہے اور وہی ارادہ کی ظلی حیثیت کا شہود سے تحقق ہے۔ جو مرجع فطری عزّ و جل کے لئے خصوصیت فکر و عمل پر اقتدار ارادی کو فطرت قرار دیتا ہے۔ گویا ارادہ صرف وہ ہے۔ جو نفس ناطقہ کے تقاضا ہائے فطری کی ایفا ئے عادل کا ذریعہ ہے اور جملہ شعبہ ہائے حیات میں نفس ناطقہ کے افکار و اعمال پر قادر ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ و جل نے مرسلین کو اولو العزم یعنی صاحب ارادہ کے مقدس اور بزرگ نام سے معنون فرمایا ہے۔ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (احقاف) پس تو صبر کر جیسے مرسلین سے اولوالعزم (رسل) نے صبر کیا۔

گویا ارادہ کی اعمال پر قدرت نفس کا اعمال کی طرف رجوع فطری کے ساتھ شعوری انعطاف ہے۔ جو اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ تعدیل و تکمیل پاتا ہے۔ کیونکہ روح الٰہی تو ودیعۂ الٰہی ہے۔ اور اس کی حقیقت نور ہے۔ اور رجوع فطری نورانی کشف کے لئے استعداد و تحمل ہے۔ گویا ارادہ کی بحیثیت مبداء افکار و اعمال نورانی معنویت اور تکمیل شعور اور اس کا تحقق ہم معنیٰ ہیں۔

تمام کائنات انسانی کی وحدت اصل جو واحد اجتماع کلی کو فطرت انسانی کا ضروری تقاضا قرار دیتی ہے۔ اور صرف اس اجتماع یعنی ملت وسطہ کے جواز پر فیصل ناطق ہے۔ جو انسانی اساس تخلیق یعنی کثافت و لطافت کے تقاضاؤں کی ایفاء سے قائم بالقسط یا عادل ہے۔ عزم کو بھی اسی دلیل سے اجتماع حق کی فطرت قرار دیتی ہے۔ اور چونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اس لئے افراد کے مختلف معیشی اور منزلی اور ملکی احوال میں ان کا تداول یافتہ شعور مرکزیت جماعت یعنی امیر پر تمام تر شعوری اجتماع کو جو مشورہ سے تحقق پاتا ہے۔ وحدت اصل کی دلیل سے لازم قرار دیتا ہوا اجتماع کلی کی تاسیس اور توسیع اور تشدید میں مناہج کو اس طرح واضح کر دیتا ہے کہ اس میں رجحان کثافت اور تاریکی کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جس پر نفوس ملت کا کشف و تحمل شاہد ہے۔ اور امیر کے ساتھ انفعالی تعلق سے

اُن کا وہ نورانی کشف وتحمّل ارتقائی اور تدریجی وسعت پاتا رہتا ہے۔ اور اسے فعالی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے۔ جو ملّتِ وسط کے ہر فرد کا تمام کائناتِ انسانی کے افکار و افعال پر حق احتساب و شہادت ہے۔

پس عادل مسلین کا ملّتِ اسلامیہ کے نفسِ فعّال پر اجتماع اُن کے نفوس کے نورانی کشف وتحمّل کا باہم سیرانِ مشترک ہے۔ جو ایک محور یعنی امیر کے گرد تدادرِ مشورہ سے ملّت کی اجتماعی ارادی حیثیت کو متحقق کرتا ہے۔ اور امیر کے ارادہ کو تمام ملّت کا مجموعی ارادہ قرار دیتا ہے۔ مسلین کا اولوالعزم ہونا ارادہ کی انفرادی حیثیت کے ساتھ اس اجتماعی حیثیت پر شہادت ہے۔ جو امیر کے نفسِ فعّال کا فطری تقاضا ہے۔ اور ملّت کے نفوس میں سیرانِ مشترک اور تدادرِ مشورہ کی دلیل سے اسے نفوذ اور تصرّف کا حق پہنچتا ہے۔ اور جماعت اور فرد کی ہر گونہ حیات اسی فعّالی اور انفعالی تصرّف وقبول سے استحکام واستمرار پاتی ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران) معاملہ میں اُن سے مشورہ کر پھر جب تو عزم کرے۔ تو اللہ پر بھروسہ کر۔

پس جب نفسِ ناطقہ میں روحِ الٰہی کا کشف اور روحِ بخاری کا تحمّل متحقق ہو جاتا ہے۔ جو ارادہ کی تکمیل و تعدیل ہے اور وہ معرفتِ الٰہی کے ساتھ نورانی اتحاد حقیقت سے متحد ہے۔ جس پر آیات نُورٌ عَلٰی نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ[1] اور لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ[2] کا تطابق شاہد ہے۔ اور نفسِ ناطقہ کی تشخیص اور تجزیہ دلائلِ ساطعہ اور براہینِ محققہ کے ساتھ سیرۃِ نبوی پر ایک محققانہ نظر میں اس حقیقت کا موضوع ہے۔ تو افکار و اعمال میں قدرتِ ارادی معرفتِ الٰہی کے ساتھ نورانی اتحادِ فطری سے نتائج افکار و اعمال کی ترتیب کو نفسِ ناطقہ کے مرجعِ حقیقی عزّ وجل

---

[1] نورٌ علیٰ نور ہے اپنے نور کی جانب ہدایت دیتا ہے اللہ جسے چاہتا ہے۔
[2] اُن کے لئے اُن کا اجر ہے اور اُن کا نور ہے۔

کے دستِ قدرت کے ساتھ جسے کائناتِ انسانی اور اس کے ماحول پر قدرتِ خلق و تصرف حاصل ہے۔ یہ چشمِ شہود محقق قرار دیتا ہے۔ یہی حقیقتِ توکل ہے۔ جو ارواحِ عادین و بخاری کے کشف و تحمل سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ قائم بالقسط عزّ و جلّ کے نورانی ترشحات یا دستورِ عدل میں استغراق یعنی عبادتِ الٰہی کو مستلزم ہے۔ جو نفس کی حقیقت کو حکمِ ربانی کی نورانی معنویت اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ اتحادِ حقیقت عطا کرتی ہے۔ اور یہی مقصود آیۂ ذیل ہے۔

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (ہود) پس اس کی عبادت کر اور اس پر توکل کر۔

پس حقیقتِ عزم جو عدل سے متحقق ہوتی ہے۔ صرف صاحبِ دستورِ عدل اول المسلمین[1] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ملتِ اسلامیہ کو حاصل ہے۔ جو حضور صلعم کے نفسِ فعال سے وابستگی کی دلیل کے ساتھ نفسِ ناطقہ کی فطری حیثیت کا قیام اور اس کا عدل ہے۔ اور وہ تمام تر مفرط گروہ یا اُن کے افراد جن کے نفوس ابکم ہیں۔ اور ان کی تخلیقی حیثیت اپنی اساس عدل سے ساقط ہو چکی ہے۔ اور وہ نفس کے صرف تاریک کثافتی رجحانات کے حجابات میں مستور ہو چکے ہیں۔ اور ان کی علوی حیثیت اپنے اصل سے غافل ہو کر صرف عنصریات میں مستغرق ہے۔ ان کے ناپاک مبادئ اعمال کو ہرگز ارادہ یا عزم سے معنون نہیں کیا جا سکتا۔ پس کائناتِ انسانی میں اُن کے ناپاک ترشحات کے نفاذ کو فطرتِ انسانی ناجائز قرار دیتی ہے۔ کیونکہ صرف ارادہ ہی اپنی حقیقتِ عدل کے ساتھ مکمل متحقق ہو کر نفاذِ امر کے حق سے مشرف و ممتاز ہے۔ جو ارادۂ الٰہی کی نیابت ہے۔ اور تقاضائے مضمون خلافت الارض کی اپنا ہے اور شرطِ استخلاف فی الارض ہے۔ آیۂ ذیل اسی حقیقتِ علیہ پر شہادت ہے۔

---

[1] وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (زمر)

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا ...... الخ — جب اس کا امر کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے ...... الخ (یٰسین)

اور وہ صرف ملتِ وسط کا عزم وعدل ہے۔ جو قائم بالقسط عزّ وجلّ کے ارادہ کی نیابت ہے۔ اور کائنات میں صرف اسی کے نفاذ کو فطرت انسانی جائز قرار دیتی ہے۔

شکر

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا (سبا)

شکر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے کام کی پوری قدر کی جائے۔ پس قائم بالقسط عزّ وجلّ نے خلقت انسانی میں تاسیس عدل وقسط فرماتے ہوئے جو دلیل مضمون خلائف الارض ہے۔ اور نوع انسانی کے لئے مکورت ارضی وسماوی کی وجہ تسخیر ہے۔ اور اس کی تکمیل یعنی قیام بالقسط یا تعدیل نفس سے استخلاف فی الارض مشروط ہے۔ نفس ناطقۂ انسانی کے فکر وعمل کو اپنی عبودیت کے لئے خالص اور مخصوص فرمانے کا حکم دیا ہے۔ یہی مضمون شکر ہے۔ اور صرف وہی اس کا حقیقی ہے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد کو وہ عزّ وجلّ مخاطب کرکے فرماتا ہے۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا (سبا) اے آل داؤد شکر بجا لاؤ۔

آیۂ بالا میں اِعْمَلُوْٓا سے ارادہ یا مبادئ اعمال میں ملکۂ شکر کا استدلال مقصود ہے۔ جیسے ہر گونہ اعمال پر قدرت ارادی حاصل ہے۔ اور یہی معنوی جامعیت کا تقاضا ہے۔

اور ہر حکم ربانی سے مقصود تعمیل نفس ناطقہ میں اس کی نورانی معنویت کا تحقق

ہے۔ پس یہی قدرت ارادی شکر کی نورانی حقیقت کو تکمیل عمل سے ارادہ میں متحقق کرتی ہے۔ جو معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں رُوح الٰہی کا کشف ہے۔ اور اللہ عزّ وجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور یہی حقیقت عظمیٰ اس آیۂ ربّانی میں درخشاں ہے۔

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (لقمٰن) جو شکر کرتا ہے وہ اپنے نفس کے لئے شکر کرتا ہے۔

مضمون خلائف الارض نوعِ انسان اور اس کے حاصل و ثمر شرافت استخلاف فی الارض کا یہ تقاضا ہے۔ کہ مستخلف عزّ وجل کے انعام عظمیٰ کا عبودیّت کاملہ سے شکر ادا کیا جائے۔ جو مستخلف عزّ وجل کی اس رضامندی کو مستلزم ہے۔ کہ یہ تقاضائے تقسیط حقوق الوہیت و عبدیت عبد شکور پر نزول فرماتی ہے۔ اور وہ نور ہے۔ کیونکہ راضی عزّ وجل کا ذاتی ترشح ہے۔ قرآن حکیم میں خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا اسی حقیقت کی شرح ہے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ (نمل) اے میرے پروردگار مجھے توفیق بخش کہ میں تیرے اس احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا ہے شکر کروں اور وہ نیک کام کروں۔ جو تجھے رضامند کرے

اس دعائے سلیمانی میں اَوْزِعْنِيْ سے ارادہ میں استقلال ملکۂ شکر مقصود ہے۔ جسے عمل صالح پر قدرت حاصل ہے۔ اور مرجع فطری کے لئے نفس ناطقہ کے فکر و عمل کی اسی خصوصیت کو ہی عبادت کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ جو حکم الٰہی کے رو برو طریق معبد کی مانند نفس ناطقہ کا بچھاؤ ہے۔ اور یہی فردیت الوہیت عزّ وجل کے روبرو تقاضائے عبدیت ہے اور مضمون شکر ہے۔ جو نیابت الوہیت کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (زمر) بلکہ اللہ کی عبادت کر اور شکر گذاروں سے ہو۔

پس ادراک وتحریک یافکر وعمل یا ارادہ وفعل کو اللہ عزّ وجل کی عبادت اور رضامندی میں مصروف کرنا اس کا شکر ہے۔ اس لئے سانس چونکہ سطح ارض پر انسان احسن التقویم کی اساس حیات ہے اور انعام الٰہی کے نزول کا محل ہے۔ پس ہر سانس پر شکر تقاضائے ایفائے حق نعمت ہے۔ اور ہر سانس کے ساتھ مفہوم شکر اس طرح متحقق ہوسکتا ہے۔ کہ کوئی نفس مرجع نفس یعنی ذکر الٰہی سے فارغ نہ ہو چنانچہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۝ (اعراف)	اپنے پروردگار کا ذکر کر اپنے نفس میں عاجزی اور خوف سے اور کم آواز سے صبح کو اور شام کو اور غافلوں سے نہ ہو۔

اور ذکر الٰہی شکر ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝ (البقرہ)	تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر کرو اور کفر نہ کرو۔ (ذکر شکر ہے)

پس ایک سانس کی غفلت بھی کفر ہے۔ اسی دوام ذکر کو اللہ عزّ وجل نے آیت مندرجہ ذیل میں بیان فرمایا ہے۔

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران)	وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ کھڑے، بیٹھے لیٹے۔

حدیث قدسی ہے۔

یقول اللہ یا ابن اٰدم اذا ما ذکرتنی شکرتنی وَاِذَا نسیتنی کفرتنی۝ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیۃ۔ فتح العزیز)	اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔ اے ابن آدم جب تک تو میرا ذکر کرے گا۔ میرا شکر کرے گا اور جب مجھے بھلا دے گا تو تو کفر کرے گا۔

لہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ...... الخ (مزمل)

ذکر الٰہی مستلزم اطاعت الٰہی ہے۔ کیونکہ اللہ عزّ وجل نُورٌ علیٰ نور اور لطیف ہے۔ اگر کثافتی رجحان یعنی عصیان نفس پر غالب ہو جائے۔ تو ذکر الٰہی اپنی حقیقت نورانیہ کا حامل نہیں ہو سکتا۔ پس ذکر اطاعت الٰہی کے ساتھ اندرونِ نفس میں بالتدریج فردیت الوہیت کی تسکین سے ماسوی التوحید خواہشات کو خارج از نفس قرار دیتا ہے۔ جو مقصود لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔ گویا فرمان ربانی فَاذْكُرُونِي ..... الخ سے مقصود یہ ہے کہ تم اطاعت کے ساتھ میرا ذکر کرو۔ جو میرا شکر ہے۔ تو میں بمطابق

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ) اور جو خوشی سے نیکی کرتا ہے پس اللہ قدردان علیم ہے۔

تمہارا ذکر کروں گا۔ جو میری طرف سے تمہارا شکر ہے اور چونکہ وہ عزّ وجل نُورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے اس کا شکر فرمانا اس کے نور کی جلوہ گری ہے اور حقیقت شکر ہے۔ اور مومن شاکر کے مبداء اعمال یا ارادہ میں نور افشاں ہے۔ اور اسے کثافتی رجحانات سے پاک قرار دیتی ہے۔ جو کافۃ الناس کی جانب پیام حفظ و تشکر ہے۔ جو ان کی تسخیر پر ان کے لئے دلیل امن ہے۔

مکافات

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الرحمٰن)

کسی سے اگر فائدہ پہنچے تو اس کے مثل فائدہ پہنچائے یا اگر کسی سے نقصان پہنچے

---

[1] اَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ (فرقان) [2] عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ .... الخ (مشکوٰۃ) [3] نُورٌ عَلٰى نُورٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَشَاءُ ونور ہُ وَهُمْ يَعْمَهُونَ (توبہ)

تو نقصان پہنچانے میں حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہونے کو مکافات کہا جاتا ہے۔ مکافات
اعتدالِ ارادہ کا لابدی نتیجہ ہے۔ شکر قوتِ عملی میں خالقِ حقیقی کے انعامِ عظمیٰ کے لئے
حقِ عبودیت کی ادائیگی کا معتدل ملکہ ہے۔ اور مکافات اسی حقیقت کا ایک پہلو
ہے۔ جو بنی نوع کے ساتھ تعاون باہمی میں اعتدال جاری کرتا ہے۔ یعنی جیسے ربوبیتِ
الٰہیہ کا تقاضا ہے۔ کہ شکر کیا جائے۔ جو عبودیت کاملہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اور ربوبیت
اور عبدیت کے تقاضاؤں کی ایفاء میں صحیح تعدیل و تنصیف ہے۔ ایسے ہی
انسانوں میں باہم فوائد و نقصانات کی معتدل مکافات حقوق کی صحیح تقسیط و تنصیف
ہے۔ جس کی حقیقت تکمیل قوتِ عملی (مبداء اعمال) کے اعتدال سے متحقق ہوتی ہے۔
اور صرف مسلم کی قوتِ عملی میں ہی اعتدال بطور فطرت متمکن ہوتا ہے۔ اس لئے کہ
اس کی قوتِ عملی عبودیت اور شکرِ الٰہی سے بالتدریج شہود کی بنیادوں پر اعتدال
سے استحکام و استمرار پاتی ہے۔ پس والدین کے ساتھ احسان اور ذوی القربیٰ اور
مسافر اور مساکین اور ہمسایہ اور ہمنشین وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اس
کی قوتِ عملی معتدل مکافات کا عمل انجام دیتی ہے۔ (کیونکہ تعلقات باہمی کی فطری
نوعیت ادائیگی حقوق چاہتی ہے۔ اور ایفائے حقوق حقیقتِ مکافات ہے)
اور وہ احسان کی جزا احسان دیتا ہے (کیونکہ ہر محسن کے حق میں مکافات
مقتضائے عدل و انصاف ہے۔ اور وہ مسلم کی قوتِ عملی میں مضمون وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ کا پرتوِ عدل ہے۔ پس اس کی معتدل مکافات میں رجحان کثافت
یا ہوائے نفس کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اعمال میں اہمیت اس کے مبداء
اعمال کے اعتدال کا لابدی تقاضا ہے۔ گویا مسلم کی معتدل مکافات اس کی سلیم
فطرت کے ترشحات ہیں۔ اور حقیقت عدل کے مظاہر ہیں۔ جو اس کی قوتِ
عملی میں جادہ گر ہے۔ اور اس کے عدلِ فطری پر یہ شواہد ہیں۔ اس لئے رسول

۱ھَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الرحمٰن) ۲ اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں۔ (الانعام)

پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ (ترمذی) جو انسان کا شکر نہیں کرتا۔ وہ اللہ کا شکر نہیں کرتا۔ (یعنی مکافات نفس معتدل میں حقیقت شکر کی تمکین پر شہادت ہے)

مسلم کے ارادہ کا مقصود اللہ عزّ وجل ہے۔ اور فکر ارادی وعمل کا اپنے مرجع فطری کے لئے خالص ہونا ہی مبداء اعمال کی حیثیت ارادی اور اس کے اعتدال پر دلیل ہے۔ اس لئے صرف مُسلم کا عمل مکافات ہی حامل اعتدال ہے۔ اور صرف مسلم کا احسان ہی اس کے مبداء اعمال کے عدل کا مظہر ہے اور کائنات انسانی میں اجرائے اعتدال ہے۔

اور جس غیر عادل قوّتِ عملی کا مقصد عمل اس عزّ وجل کی ذات پاک نہیں۔ جو مرجع فطری ہے۔ اس کی اعمال پر ارادی قدرت ظن تاریک اور خواہش عنصری کا مظاہرہ ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَمَا یَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ وہ نہیں پیروی کرتے مگر خیال اور اس کی (نجم) جو اُن کا نفس چاہے۔

پس وہ لوگ اپنے خیالات کی پیروی میں ہی اچھے یا بُرے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہ قوّتِ عملی کا فرط ہے۔ اس لئے کہ اُن کے نفسِ ناطقہ میں صحت رجوع متحقق نہیں۔ پس اگر وہ اچھا سلوک کریں۔ جو صرف عنصریات میں ان کے شعوری تداول کا نتیجہ ہے۔ تو مُسلم کی عادل قدرت ارادی کو تقسیط عمل کا ثبوت دینا چاہیے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ (الممتحنہ) اللہ تمہیں نہیں روکتا ان لوگوں کے متعلق جو دین کے بارے میں تم سے نہیں لڑے اور تم کو وطن سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے ساتھ عدل کرو۔

اور فرماتا ہے۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ..... الخ (انفال) اور اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو تم بھی جھک جا

اور مومنین کے درمیان بمطابق فرمان ربانی

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (فتح) وہ آپس میں رحیم ہیں۔

وحدت اسلامیہ کے تقاضاؤں سے وہ رحم و تعقل جو ملت کے افراد بخاری و مسلم کا باہم سیاہ مشترک ہے۔ متقاضی احسان ہے۔ کیونکہ وہ اس اعتدالی تعلق کے حقوق کی ادائیگی بدستور عدل پر انحصار رکھتا ہے کہ وہ میزان العدل مصطفوی پر نفس ناطقہ کے فطری تقاضاؤں کے ایفائے عدل یا قسط کا ذریعہ ہے متحقق ہوتا ہے۔ چنانچہ بروایت صحیح البخاری جریر ابن عبداللہ البجلی کو بیعت فرماتے ہوئے حضور صلعم کا ان سے شرط لینا، وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ علیٰ ہذا ایسی قوت عملی کے ذریعہ جس میں اعتدال متدرج سے قوت تحریک پر قدرت عادل کاملاً متحقق نہیں ہے۔ جب اس اس نیت کو نقصان پہنچ جاتا ہے، تو اس کے لئے متبدل مکافات بھی، ملی حیات کا ایک مستحکم ذریعہ ہے۔ کیونکہ عدل فطرت نظام ہے۔ اس لئے کہ نفس ناطقہ کی اساس تخلیق عدل ہے۔ اور چونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اور تمکین اعتدال مستلزم تدریج ہے۔ اس لئے ہیبت اجرائے حدود و قصاص لازمہ تہذیب و نظام ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ ..... الخ (البقرہ) تمہارے لئے بدلہ میں زندگی ہے۔

اور حق قصاص متحقق ہونے کے بعد بمطابق فرامین ربانی

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ (البقرہ) پس اگر اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو معروف کے ساتھ اس کی پیروی اور احسان کے ساتھ اس کی ادائیگی (کرنی چاہئے)

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ برائی کا جواب

۱؎ ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی من جانب

هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ بھلائی سے دے۔ پس وہ شخص جس کے اور تیرے
كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۔۔۔۔۔ الخ (فصلت) درمیان عداوت ہے۔ ایسے ہوگا جیسے قریبی دوست۔
عفو واحسان، اخوت کے تقاضا سے تعدیل مکافات کی کمال تحسین ہے۔ کیونکہ اعتدال
ارادی اعتدال تحریک کو مستلزم ہے اور اعتدال تحریک کظم غیظ سے متحقق ہوتا ہے جو عدل
غضب ہے اور عفو و احسان اسی اعتدال قوت غضبی کے شواہد ہیں۔ جس پر قوت عملی
یا ارادہ کو قدرت حاصل ہے۔ اور وہ عدل سے اپنی حقیقت اعتدالیہ کے ساتھ متحقق ہوتی
ہے جو۔ جمع فطری کے لئے فکر و عمل کے شعوری انعطاف اور رجوع فطری کا کشف و تحمل
ہے۔ اور وہ صرف قائم بالقسط مسلم کے نفس ناطقہ میں جلوہ ریز ہے۔ کیونکہ وہی دستور
اعتدال کا حامل ہے۔ جو ستر تہذیب و نظام ہے۔ اور اس کا مایہ فضل ہے۔

تَوَدُّد

لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (شوریٰ)

تودد کے معنی محبت کرنے یا محبت چاہنے کے ہیں۔ قوت عملی میں اعتدال ان حقوق کی
ادائیگی کو مستلزم ہے جسے فطرت تخلیق حیثیت تعلق عطا کرتی ہے۔ کیونکہ تقاضا اور ایفاء
جانب میزان ہیں اور اعتدال محبت قسطاس ہے۔ اور انسانی خلقت روح بخاری و
روح علوی کے اتحاد یا تصعیف وزن سے تکمیل پاتی ہے۔ یہ اتحاد ارواح ترکیب عناصر (کثافت
ارضی) اور لطافت علوی کے امتزاج سے متحقق ہوتا ہے۔ پس انسانی خلقت کی فطرت تعلقات
کو دو اقسام میں منقسم کرتی ہے۔ ایک تو وہ تعلقات ہیں۔ جو کثافت ارضی کی باہم وابستگی
سے متحقق ہوتے ہیں۔ جسم انسانی میں روح بخاری جو ترکیب عناصر کا نتیجہ ہے۔ اور روح علوی

کے تحقق کا محل ہے۔ جس طرح اس میں ترکیب عناصر ثنیة نہ بنتا ہے لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ کثافتی حوائج کو پورا کرتا ہے۔ اسی طرح اولاد۔ والدین بھائی۔ اقربا سے ساتھ بھی فطری لگاؤ اس میں موجود ہے۔ مگر چونکہ اپنی ذات کے متعلق کثافتی حاجات کا ایفا اس کی فطرت کا بلا واسطہ تقاضا ہے۔ اور اس کا نتیجہ براہ راست اس کے جسم پر متحقق ہوتا ہے۔ بحالیکہ ارواح بخاری وعلوی کا باہم حلولی تعلق کثافتی تعلقات کو شعوری حیثیت بھی عطا کرتا ہے۔ اس لئے تعدیل نفس کے بغیر جو بہ دلیل کشف شعور ایفائے حوائج عنصری میں تحقق اعتدال ہے۔ حرص نفس سے نجات نہیں ہو سکتی اور نہ ان حقوق کی ادائیگی فطرت سلیم قرار پا سکتی ہے۔ چنانچہ قائم بالقسط عز وجل نے اہتمام تعدیل یعنی اپنی عبادت کی تبعیت میں ان فطری حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ اور وہ ادائیگی فطری لگاؤ میں اور اس پر شعور ہی قدرت کے تحقق میں اعتدال سے فطرت عادلہ کا ترشح ہے یعنی قوت عملی کے عدل سے ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النسآء)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اور ذوی القربیٰ اور یتیمی اور مساکین اور صاحب قرابت ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور مسافر اور ان کے ساتھ جو تمہارے ملک ایمان ہیں۔

پس مسلم عادل کی قوت عملی قائم بالقسط عز وجل کے ترشحات میں استغراق سے ان حقوق سے متعلقہ اپنے معتدل ایفائی ترشحات و نتائج کو ترتیب فطری کے ساتھ ان تعلقات میں جو اس کے والدین اور تمام اقرباء میں جو والد یا والدہ کی طرف سے اس کی ثقافت ارضی کے ساتھ شریک ہیں۔ اور ان تعلقات میں جو ترکیب عنصری کا ذریعہ ہیں اور ان کی بنیادوں پر دماغوں میں کثافتی اشتراک کی بنیاد پڑتی ہے۔ اور ان تعلقات میں جو ان کا اولین ثمار ہیں۔ اور ان تعلقات قرابت میں جو ان کے توسط سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور تمام انسانی تعلقات میں جو درحقیقت ایک معدن کے متعدد جواہر اور ایک انسانی یا آدمی دودمان سے افراد ہیں۔ استحقاق اولیت و

ثانویت اور تقدم و تاخر کے ساتھ جاری و ساری کر دیتی ہے۔ جو ان کثافتی تعلقات میں توددکا ذریعہ ہیں۔ اور وہ ان کے فطری تقاضا کی ایفاء ہے۔

علیٰ ہذا خلقت انسانی میں لطافت علوی کی ترکیب ان تعلقات کے حقوق کی ایفاء چاہتی ہے۔ جو ارواح میں ترشحات لطافت کے سیران سے متحقق ہوتے ہیں۔ لطافت علوی اس شعور کا ذریعہ ہے جو حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکتا ہے۔ اور حق کو اختیار کر سکتا ہے۔ پس ان تعلقات کی بنیاد اس شعور علوی سے قائم ہوتی ہے۔ جس کا منبع روح الٰہی یا لطافت ہے۔ چنانچہ بمطابق فرمان ربانی

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ج (اعراف) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کیوں نہیں۔

اعتراف ربوبیت اسی علوی شعور کا اعتراف حقیقت تھا کیونکہ یہ اعتراف فہم ربوبیت سے ہے جو رجوع فطری کے فہم کو بھی مستلزم ہے۔ اور وہ تعلق جو اسی مقصد کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلاواسطہ یا حضور کے خلفاء کے ذریعہ بالواسطہ شعور و اعتراف حقیقت اور رجوع فطری کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے۔ اس علوی تعلق کو متحقق کرتا ہے جسے دلیل رجوع اور اعتراف وغیرہ سے عنصری حیثیت بھی حاصل ہے۔ اور اصطلاح الٰہی و نبوی میں اسے الوہیت و بنوت سے بمطابق

انما انا لکم مثل الوالد وقال اللہ تعالیٰ وَ ازواجہ امھاتھم (احزاب) تحقیق میں تمہارے لئے مثل والد کے ہوں اور اللہ عزوجل فرماتا ہے اور آپ کی ازواج تمہاری مائیں ہیں۔

تعبیر کیا گیا ہے۔ اور آیہ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اس تعلق کو اتحاد نوعیت حاصل ہے۔ اور یہ لطافت علوی یا شعوری کا ارواح میں سیران مشترک ہے جس کی حقیقت وہ نورانی شہود ہے۔ جو ان ارواح میں جو اس تعلق کے ذریعہ منکشف ارواح علوی سے وابستہ ہیں۔ مسلسل جادہ گر ہوتا رہتا ہے۔ بحالیکہ تحمل سے

وہ بہترین رفیق ہیں۔ (النساء)

اس تعلق کو عنصری حیثیت بھی حاصل ہے۔ اور اس کی دونوں حیثیتیں رسول اللہ صلعم کے نفس فعّال پر جامع ملّت اسلامیہ ہیں۔

چوں گل صد برگ ما را بو یکیست — اوست، جان ایں نظام و او یکیست

(اقبال)

پس ان حقوق کی ادائیگی جو مکارم و فضائل کی تکمیل کا سبب ہے۔ کیونکہ کشش و تحمّل اصل مکارم ہے۔ اور تعلق کو اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ اس تودّد کا بمطابق احکام ربانی رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ[1] اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[2] مستحکم ذریعہ ہے۔ جس کی بنیادوں پر اخوتِ اسلامی اور اجتماع ملّی کی عمارت تعمیر و ترفیع پاتی ہے۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کا مقدّس مقصد انجام پذیر ہوتا ہے۔ کہ ارواح و اجسام میں اس کی حقیقت کی تمکین بمطابق وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ[3] مقصود تخلیق ہے۔ پس جب قوّت عملی میں اعتدال کے ذریعہ جسمانی اور روحانی تعلقات کے حقوق کی ایفاء سے ملکہ تودد متحقق ہو جاتا ہے۔ تو باہم جسمانی اور روحانی مقتضیات و معاملات میں امر بالعدل اس کا ابدی تقاضا ہے۔ جو استمرار تودّد کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ انسانی اساس تخلیق عدل پر رکھی گئی ہے۔ الحاصل ایفائے حقوق سے بہ دلیل کشش و تحمّل مکارم و محاسن (حکمت، عدالت، شجاعت و عفت) کا تحقق ہی اس تودّد کا ذریعہ ہے۔ جس سے تہذیب و نظام بطابق وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا[4] کو استمرار و استقلال حاصل ہوتا ہے۔ جس کی حقیقت سے بہ دلیل عدل صرف ملّت اسلامیہ بہرہ ور ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث نبوی اسی حقیقت کی شرح ہے۔

الا اخبرکم باحبکم الی واقربکم منی مجالس یوم القیٰمۃ احاسنکم اخلاقاً والمؤطون اکنافاً الذین یالفون ویؤلفون (الکامل المبرد)	کیا تم کو میں مطلع کروں، تم میں سے ان لوگوں کے متعلق جو مجھے محبوب ہیں اور قیامت کے دن بلحاظ نشست مجھ سے قریب تر ہوں گے۔ جن

[1] آپس میں رحیم ہیں (فتح)۔ [2] مومن بھائی بھائی ہیں (حجرات)۔ [3] میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ عبادت کریں۔ (الذاریات)۔ [4] اللہ کی رسّی متفقہ طور پر تھام لو۔

کے اخلاق بہتر ہیں اور ان کے گندے روندے
جاتے ہیں۔ اور محبت کرتے ہیں۔ اور ان سے
محبت کی جاتی ہے۔

یعنی وہ لوگ محاسن اخلاق یا عدل نفس سے بہرہ ور ہیں۔ اور اسی سے باہم اعتماد ہموار رہتا ہے۔ کیونکہ عدل تقاضائے اساس تخلیق انسانی ہے اور عدل اور صراط مستقیم لازم وملزوم ہیں۔ (مقدمہ صفحہ ۳۲ ملاحظہ فرمادیں) اس لئے وہ کشش وتحمل سے جادۂ نبوت پر گامزن ہیں۔ اور نبوت کے ساتھ یہ معیت وجنسیت ہی قرب مجلس نبوی کا ہم معنیٰ ہے۔ جو روحانی قرابت سے متحقق ہوتی ہے۔ پس وہ فطری حقوق کی ادائیگی سے جسمانی اور روحانی تعلقات کی ایفا کرتے ہوئے باہم اور منزل ومدن میں استقلال تودد کا سبب ہیں۔ اور فطری تعلق کا ایفا گویا ان کی عملی صداقت ہے۔ جو ان کے مبداء اعمال کا معیار کمال وعدل ہے۔ پس بمطابق فرمان نبوی

لا یومن احدکم حتیٰ یحب للناس ما یحب لنفسہٖ (مسند احمد) تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن یعنی (مومن صادق) نہیں۔ جب تک وہ بنی نوع کے لئے وہ امر پسند نہ کرے۔ جو اپنے لئے پسند رکھتا ہے۔

ان کی معتدل قوت عملی ابنائے جنس کے لئے امراض روحانی یعنی فجور اور تکالیف جسمانی میں مبتلا ہونے پر اخوت انسانی کے حق تعلق کے ایفا سے کمال قوت نظری یا صداقت ایمانی کا عملی مظاہرہ کرتی ہے۔ اور وہ بمطابق

کونوا مع الصادقین (توبہ) صادقین کے ساتھ ہو جاؤ
ان کے ساتھ معیت وتودد کا معیار اعتماد ہے۔

چنانچہ بنی ثقیف کی سخت مزاحمت کے باوجود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے حق میں دعائے ہدایت

اللھم اھد ثقیفا وآئت بھم (ابن سعد) اے اللہ ثقیف کو ہدایت بخش اور ان کو توفیق دے کر آئیں۔
اور سخت تکالیف اور مصائب جھیلنے کے باوجود حضور صلعم کا دعوت ہدایت پر بالدوام

کمال استقلال بمطابق

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اقتدائے پسندیدہ ہے۔ (احزاب)

امت کے لئے فطری تعلقات کی ایفائے عادل سے شفقت وتودد وصداقت کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اور نفس ناطقہ میں معرفت الٰہی کے تحقق سے اس کا فطری ترشح ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (شوریٰ)

تو کہہ دے کہ میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا۔ لیکن قربیٰ میں تودد (گویا اللہ عزّ و جل کی جانب ہدایت پر تودد دلیل روشن ہے۔ اور ہدایت سے تودد اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے۔

پس یہ حقیقت علیہ ملت اسلامیہ کے لئے اس احکم الحاکمین کی کائنات میں اس کی وراثت مطلقہ کے جائز حق پر دلیل ہے۔ اور کائنات انسانی کی تہذیب وتدبیر وسیاست کا استحقاق ہے۔ کیونکہ اس کے حقوق کی ایفاء کے اہتمام کامل سے مایہ دار ہے۔

وفا

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل)

وفا کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ گویا کثافت ارضی اور لطافت علوی کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل وفا ہے۔ جو اس ملکہ وفا کے ذریعہ انجام پذیر ہوتی ہے۔ جو قوت عملی (مبداء اعمال) میں اس کے اعتدال سے متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ قوت عملی کو ہی اعمال پر قدرت

حاصل ہے۔ اور وہی قوتِ نظری کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ خالق حقیقی نے اساس عدل کثافت و لطافت کی ترکیب سے انسان کو حسن تقویم کا شرف بخشا۔ یہ حسن تخلیق اس قائم بالقسط عزوجل کی جانب سے احسن المخلوقات پر قیام حق یا تفویض امانت ہے۔ اور فطرت انسانی کا اس عزوجل کے ساتھ وثاق عہد ہے۔ جس کا ایفا نفس انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ اس لئے کہ توثیق عہد سے پہلے ارادہ یا فکر وثاق عہد کا موجب ہوتا ہے۔ اور ارادہ خاصۂ فطرت نفس ہے جس پر اس کی تخلیق واقع ہوئی ہے۔ گویا فطرت انسانی فی الاصل عہود و مواثیق کی اوّلین بنیاد و اساس ہے۔ پس جن حقوق کے استقرار کی فطرت اپنی خلقی حیثیت سے تقاضا کرتی ہے۔ وہ فطرتی حقوق و عہود ہیں۔ جو خالق و مرکب حقیقی کے ساتھ انسانی اجزائے ترکیب کی تخلیقی و ترکیبی نسبت نے قائم کئے ہیں۔ پس ان کی ایفاء نفس ناطقہ میں روح الٰہی کا کشف اور روح بخاری کا تحمل کشف ہے۔ جن سے فطرت نفس مرکب و مخلوق ہے۔ اور اس کی ضد فطرت انسانی کی اساس اعتدال کو فرط سے بدل دیتی ہے۔ اور اس کے فکر و عمل کے اعتماد کو کھو دیتی ہے۔ پس عنصریات میں اس کے فکر و اعتراف و عمل کی تگ و تاخت عدل کے ساتھ گو ایک گونہ مشابہت پیدا کر لیتی ہے۔ مگر وہ اعتدال نفس کا نتیجہ نہیں ہوسکتی۔ بلکہ فرط نفس (ہوائے نفسانی) کے تقاضاؤں سے وہ عنصری حوائج کے ایفاء میں ایک گونہ راہ پیدا کر لیتی ہے۔ اور یہ فطرت انسانی کی اساس تخلیق سے جو عدل پر استوار کی گئی ہے۔ غیر فطری اور ناجائز فائدہ کا حصول ہے۔ اور اس عہد فطری کی شکست ہے۔ جو قائم بالقسط عزوجل کے ساتھ نفس انسانی کی معتدل ترکیب اور حسن تقویم نے امتزاج کثافت و لطافت کی دلیل سے فطرتاً راسخ کیا ہے۔ پس اوّلین حیثیت ان حقوق و عہود کو حاصل ہے۔ جو اللہ عزوجل کے ساتھ فطرت انسانی نے بحیثیت تخلیق استوار کئے ہیں۔ چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (انعام) اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ اس نے تمہیں نصیحت کی ہے۔ ممکن ہے تم نصیحت حاصل کرو۔

یعنی اللہ عزوجل متنبہ فرماتا ہے۔ کہ تم اس فطری عہد کی ایفاء کرو۔ تاکہ وفائے عادل یعنی کشف و تحمل تمہارے نفوس میں متحقق ہو جائے۔ جو تمہاری اس فطرت یعنی لطافت و

کثافت ممتزجہ کا تقاضا ہے۔ جو اساس عدل ہے۔ پس نفس انسانی بہ دلیل تقاضائے فطرت قائم بالقسط عزّوجل کی جانب سے احتساب عہود کو لازم قرار دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ عہد ایفا کرو۔ بالتحقیق عہد کے متعلق سوال (بنی اسرائیل) کیا جائے گا۔

پس اس فطری حق کی وفا سے جب نفس ناطقہ میں اعتدال متحقق ہو جاتا ہے۔ تو ان سب حقوق و عہود کو جو ثانیاً فطری حیثیت سے استوار ہیں۔ مثلاً والدین، اقربا اور اخوتِ انسانی کے حقوق اور ہر ذی روح یا غیر ذی روح کے حقوق جو اس کے ساتھ مشترک ہیں۔ اس کی معتدل فطرت کے ذریعہ وفا پاتے ہیں۔

علیٰ ہذا ارادی عہود و مواثیق کی ایفاء اسی ملکۂ وفا یا اعتدال سے اعتماد پاتی ہے۔ جو فطری عہد کی ایفاء سے نفس انسانی میں متحقق ہوتا ہے۔ اور معنی

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ جنہوں نے تیری بیعت کی، انہوں نے اللہ کی يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (فتح) بیعت کی۔

اس فطری عہد کا اورا کی وتحریکی افتتاح ہے۔ جو کامل فکری وعملی توثیق سے اپنی حقیقت وفائیہ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے جو کثافت ولطافت کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے۔ یا اسلام کی حقیقت ہے۔ جس سے نفس انسانی ان تمام عہود و مواثیق کو جو بنی نوع کے ساتھ وہ استوار کرتا ہے۔ اور ان کی تعمیل کا اللہ عزّوجل نے حکم دیا ہے۔ فطرت سلیم کے تقاضاؤں سے بہ کمال سلامت اور بہ ملکۂ وفا انجام دیتا ہے۔ گویا احکام ربانی اس کی فطرت سلیم کے ساتھ سازگار ہو جاتے ہیں۔

یعنی ایفائے عقود۔ وفائے عہود۔ ایفائے امانات اس کی فطرت وفا کے فطری ترشح کی صورت میں جزئیات عقود، عہود اور امانات میں جلوہ ریز ہوتی ہے۔ پس مسلم عادل بمطابق يٰاَيُّهَا

ث اے مومنین عقود یعنی معاہدوں کو پورا کیا کرو۔ (مائدہ)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ عقدِ بیع میں اور ناپ اور وزن میں وفا کرتا ہے اور معاملات میں عقدِ شرکت کو حسنِ شرکت سے انجام دیتا ہے۔ اور قسم اور نذر کے تقاضاؤں کو پورا کرتا ہے اور عقدِ نکاح کے لوازم میں معروف کے ساتھ معاشرت کرتا ہے۔ اور بمطابق وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا۔ جملہ عہود اور معاملات کی جو باہم قول و قرار سے توثیق پاتے ہیں۔ جزئیات کی رعایت کے ساتھ ایفاء کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ایک طبقہ کے بعض لوگ عہد اور معاملہ پر قائم رہیں۔ اور بعض توڑ دیں۔ تو ہر دو کے حالات کو ایفائے عہد اور حسنِ معاملہ میں ملحوظ رکھتا ہے۔ پس ایفائے عہود فطری وارادی حقیقتِ ایمان ہے۔ اور یہی دین مکمل ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا دین لمن لا عھد لہ (احمد طبرانی وابن حبان) جس میں عہد نہیں اس میں دین نہیں۔

علیٰ ہذا جیسے کہ اوپر مذکور ہے۔ استحقاق ایک واجب الادا امانت ہے۔ حسنِ تقویم استحقاق عبودیت ہے۔ جو خالق حقیقی نے فطری حیثیت سے انسان کے سپرد کیا ہے۔ چنانچہ امانت و عہد کو اللہ عزّ و جل نے بمطابق حکم وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (مومنون) } اور وہ جو اپنی امانات اور عہدوں کی رعایت کرنے والے ہیں۔

کلیہ کی صورت میں بیان فرماتے ہوئے امانت کو حیثیتِ اولیہ عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ بطور فطرت حقوق اولاً امانات ہیں۔ اور ثانیاً عہود ہیں۔ اور اس کی ادائیگی حقوقِ عبودیت کی ایفا ہے۔ گویا ادائے امانات اور ایفائے عہود ہم معنیٰ اور شریک مقصد ہیں۔ اور ایفائے عہود میں جزئیات کی رعایت جزئیاتِ امانات کی شرح ایفا ہے۔ پس جملہ فطری حقوق و عہود امانات ہیں۔ اور مشورہ، اسرارِ مجالس، ملازمت، اجارہ، زوجیت اور جان اور ناموس اور مال وغیرہ میں حقوقِ امانت کی رعایت جزئیاتِ امانت یا ایمان میں تکمیل ایفا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (طبرانی کبیر) یعنی فطری امانت کی ایفاء یا فطری عہد کی وفا سے اس کے نفس میں مرجع فطری پر ایمان یا نکر

لہ وہ ایفا کرنے والے ہیں اپنے عہدوں کی جب وہ عہد استوار کرلیں۔ (البقرہ)

صحیحہ کی حقیقت متحقق نہیں ہے۔ پس جزئیات عہود و امانات کی ایفا و رعایت کے ساتھ اس کی فطرت نفس متحد الحقیقت نہیں ہو سکتی۔

اور مومنین کاملین بمطابق

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ .... اُن مومنین نے بالتحقیق فلاح پائی جو ....

..... وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المؤمنون) ...... اور جو اپنی امانات اور وعدوں کی رعایت کرتے ہیں۔

ادائے امانات اور ایفائے عہود و مواثیق فطری وارادی سے فکر صحیحہ کے حقائق کو ارادہ و فکر میں جیسے اعمال پر قدرت حاصل ہے۔ جلوہ گر کر کے فلاح تحقیقی کے ذروۂ اوج پر جلوہ فگن ہیں۔ اور ان کی حقیقت نفس ایفاء و رعایت عہود و امانات (قانون ربانی) کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور بمطابق

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (مؤمنون) وہی ہیں وارث، جو وراثت پائیں گے فردوس کی اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وہ وراثت مطلق سے بہرہ یاب ہیں جس کی حقیقت نفس انسانی میں روح الٰہی کا کشف اور روح بخاری کا تحمل کشف ہے۔ کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور ہے اور جملہ ملکوت اس نورٌ علیٰ نور کی صفت خالقیہ کی متحمل ہیں۔ اور وراثت فردوس کا ذکر اہتمام شان اور بقائے ابدی کی اہمیت ظاہر کرتا ہے اور وراثت مطلق کا مظہر جزائیہ ہے۔

پس ملکۂ وفا کا تحقق جو مقتضیات لطافت و کثافت کا عادل ایفا ہے۔ قوت عملی میں تحقق اعتدال کا دیباچہ و تتمہ ہے۔ اور فضیلت عدالت کے رسوخ کا مقدمہ و تکملہ ہے۔ جو نفس ناطقہ میں قدرت ارادی سے بہ کمال عدل حقائق فکر کو تمکین و استقلال دیتا ہے اور وہی نفس ناطقہ انسانی کی فطرت تخلیق کا مدعا و مقصود ہے۔ کیونکہ وہ مرجع فطری عزّ و جلّ کی جانب رجوع فطری اور اس پر شعوری قدرت کے تحقق کے تقاضاؤں کی وفا ہے۔ اور یہی ارادہ یا قوت عملی میں ایفائے تقاضاہائے لطافت و کثافت سے ملکۂ وفا کا تحقق ہے۔

پس فطرت انسانی اپنے تقاضاہائے خلق کی دلیل ایفا سے قائم بالقسط ملت اسلامیہ

کو تمام کائنات انسانی پر عزت، وکرم کا جائز حق عطا کرتی ہے۔ کیونکہ صرف اسی کی قوت عملی ولیل قیام بالقسط[1] وامر بالعدل ہے[2] قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کی وراثت عظمیٰ[3] سے مایہ دار ہے۔ اور یہی اس کے استحقاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر حجت قاطع ہے۔ جو اس کی شوکت فطرت ہے۔

محمد سعید

---

[1] اعراف [2] نحل (وہ عزوجل آمر بالقسط اور آمر بالعدل ہے)

[3] اللہ عزوجل قائم بالقسط ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کا قیام بالقسط اس حقیقت پر شہادت ہے

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
(آل عمران)

شجاعت

......لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ

......تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔ ہم نے لوہا (شمشیر اور اس کے اسباب معاون وغیرہ) نازل کیا۔ جس میں سخت جنگ ہے (حدید)

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدًا

تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی (بخاری)

صرف شجاع ملّت اسلامیہ ہی غلبۂ شمشیر کے ساتھ محافظ اعتدال ہے اور تمام عالم کو اپنی قوت و عزت کے روبرو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔

محمد سعید

شجاعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا (آل عمران)

بیشک نفسِ ناطقہ میں حکمت و عدالت حکیم اور فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ عزوجل کی حکمت غالبہ اور ارادہ کا جلوہ نور ہے جس سے عالم حکیم و عادل تہذیب شخصی، تدبیر منزل سیاست مدن اور سیاست بین الدول میں بالعلم والارادہ آمر بالعدل ہے۔ مگر اس امر بالعدل کی عملی تمکین کا ذریعہ جو لازمۂ حکمت و عدالت ہے۔ نفسِ ناطقہ کی قوت تحریک جسم ہے۔ جسم انسانی کثافت و لطافت دونوں کا جامع ہے۔ یعنی اس میں ترکیب عناصر یا کثافت سے روح بخاری نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ جو اس روح علوی یا لطافت کا محل ہے۔ کہ وہ بفحوائے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي روح الٰہی ہے۔ پس بمطابق

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ — پس اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت کے لئے صبر کر۔

اور اکی بنیادوں پر قوتِ تحریک کے ذریعہ جسم انسانی کی جملہ عبادات الٰہی کے لئے جد و جہد اور اس پر مداومت روحِ بخاری اور روحِ علوی میں حقیقت عدل کو متحقق کرتی ہے۔ جو روحِ الٰہی کا کشف اور روحِ بخاری کا محمل ہے۔ اور یہی مطابق آیۂ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] نفس انسانی کے خلقی تقاضاؤں کی ایفائے عادل یا تعدیل و تکمیل نفس سے اس دلیل کے ساتھ کہ وہ قیام بالقسط ربانی کا جلوۂ عدل ہے۔ نورٌ علیٰ نور کی نورانی عظمتِ غالبہ کی نیابت ہے۔ جو افضلیت پر افضلیت رکھتی ہے۔ اور نفس مبارک نبوی صلعم میں اجتبا و انابت سے لامتناہی غایات کے ساتھ متحقق ہے۔ نور پر نور اپنے معانی کے لحاظ سے ایک حد تک محدود نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کی نورانی تجلیات تدریج ارتقا کے ساتھ تجلی گاہِ مقدس میں تا ابد غایات لامتناہی کے ساتھ متحقق ہوتی رہتی ہیں اور دلیل يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[2] سے اس عظمت باہرہ کو ملتِ اسلامیہ میں تسلسل کے ساتھ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ جاری کر دیا گیا ہے۔ جو قائم بالقسط اور آمر بالعدل مستخلف عزّ و جل سے تفویض استخلاف فی الارض پہ دلیل قاہرہ ہے۔ اور چونکہ روحِ الٰہی نفس انسانی میں اللہ عزّ و جل کی جانب سے ودیعت کیا گیا ہے۔ اس لئے منکشف اور فعال نفس ناطقہ سے انفعالی تعلق کے تحقق پر عبادت الٰہی ہی اس کے کشف کا ذریعہ ہے۔ اور روحِ بخاری چونکہ اس کا محل ہے۔ اس لئے وہی متحمل کشف ہو سکتا ہے۔ اور یہی یعنی نفس انسانی میں امتزاج لطافت و کثافت قائم بالقسط عزّ و جل کی جانب فطری رجوع پر جو روحِ بخاری کا خاصہ ہے۔ شعوری قدرت کے تحقق سے جو روحِ الٰہی کا ترشح ہے۔ محبت الٰہی کی استعداد ہے۔ جو شعور و رجوع کے کشف و تحمل سے جسے وصالِ الٰہی یا انجام محبت کہنا چاہیے۔ تعدیل و تکمیل باقی ہے۔ کیونکہ وہ فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور فطرتِ نفس حامل روح

---

[1] بالتحقیق تو خلق عظیم پر ہے (قلم) [2] اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ جس کی نورانی وسعت علم کشف روحِ الٰہی کی دلیل سے ملکوت کو محیط ہے

الٰہی ہے۔ اور یہ کشف و تحمل یا وصالِ الٰہی ہر دو ارواح کے حلولی تعلق کی دلیل سے حال و محل کی مجموعی جدّ و جہد سے متحقق ہوتا ہے۔ اور تقاضائے کثافت یعنی قائمٌ بالقسط عزّ و جل کی جانب فطری رجوع کے ساتھ دیگر کثافتی مقتضیات کے سبب جو اسی حلولی تعلق کی دلیل سے عنصریات میں شعوری تزادل کو مستلزم ہیں۔ کشفِ شعور اور الغائے رجوع یعنی تحمل کشف کے جادۂ مستقیم کا سلوک یعنی تعدیل نفس و دفع موانع کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا قوتِ تحریک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قوّتِ شہوی کہ وہ مرجع فطری کی جانب فطری رجوع کی الغا سے جو تحمل کشف ہے۔ مقتضیات کثافت کی تعمیل میں اعتدال پا لیتی ہے۔ جسے فضیلت عفت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور دوسری قوّتِ غضبی جو کشف شعور اور مرجع فطری کی جانب فطری رجوع کے جادۂ الغا سے یعنی وہ مجموعاً تعدیل نفس کے صراطِ مستقیم سے اس دلیل کے ساتھ تاریک حجابات ارضی یا کثافتی موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ کہ کشف شعور جو خاصۂ روحِ الٰہی ہے۔ اور تحمل جو تقاضائے روحِ بخاری ہے۔ اور اسی اساس پر جسم انسانی کے مکارہ مامور پر صبر اور نواہی مطلوب سے صبر کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ جو نفس ناطقہ کی ہر چہار قویٰ من جملہ خود قوّتِ غضبی کے جادۂ تعدیل سے دفع موانع کو مستلزم ہے۔ جو عادل مستدرج قوّتِ غضبی کا عمل ہے۔ اور تعدیل چونکہ تقاضائے فطرت نفس کی الغا ہے۔ اس لئے اس میں تمکینِ اطمینان ہے۔ یعنی قوّتِ غضبی کا عدل یا اس کا اطمینان بحیثیت دافع موانع نفس ناطقہ کی جملہ قویٰ میں مشترک اور جاری و ساری ہے۔ گویا وہ پُرجلال اطمینان اساسی ہے۔ اور خلاقی عظمت تکمیل میں روح رواں ہے۔ یہی فضیلت شجاعت ہے۔ جسے تحریکی اعتبار سے نفس ناطقہ میں اساسی اور مطمئن حیثیت حاصل ہے۔ کظم غیظ کے ساتھ قولِ حسن اسی حقیقت عظمیٰ کے شواہد سے ایک شاہدِ عادل ہے۔ پس وہ بمطابق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ۚ اے مؤمنین صبر کرو اور مصابرت کرو اور اس پر (آل عمران) مداومت کرو۔

انفرادی صبر سے مسلم شجاع کے نفس ناطقہ میں اس کے جادۂ عدل سے موانع کو ہٹاتی ہوئی ملتِ شجاع کے جماعتی صبر یعنی مصابرت یا مفرط جماعتوں کے مقابلہ و مقاتلہ میں صبر

سے تمام کائناتِ انسانی میں انفرادی اور منزلی اور مدنی عدل اور بین الدول تمکینِ اعتدال کے جادۂ مستقیم کو موانع سے پاک اور بے روک کر دیتی ہے۔ کیونکہ فطرتِ انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور اس کے انفرادی اعتدال کی متقاضی ہے اور تمام کائناتِ انسانی کی وحدت مرجع فطری وحدتِ اصل اور شعوری شہادت کے ساتھ کافۃ الناس کیلئے فیصل بالحق ہے کہ انہیں جماعت واحد ہونا چاہیے۔ جو فطرتِ انسانی کے تقاضاؤں کی ایفاء سے قائم بالقسط ہو۔ اور وہ ملتِ وسط ہے۔ پس جیسے نفسِ ناطقہ کی تعدیل اس کے فطری تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔ اور اس کے جادۂ اعتدال سے دفع موانع عادل قوتِ غضبی کا عمل ہے۔ ایسے ہی واحد اور جائز اجتماع ملی کے جادۂ اعتدال سے دفع موانع پر بھی وہی عادل قوتِ غضبی یعنی شجاعت فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے لوازم اجتماع یا اسباب قاہرہ کی اس متاعی قوت یعنی تلوار کے ساتھ قادر ہے۔ جسے حیات و موت انسانی پر بحیثیت اسباب قدرت حاصل ہے اور فرد و جماعت کی اسی اساسی و تعمیری نسبت اور اپنی قدرت غالبہ کی دلیل سے وہ از روئے اسباب اجتماع افراد اور استقلال اجتماع پر داخلاً ہیبتِ منتظمہ کے ساتھ اور خارجاً دفع موانع سے قاہر و غالب ہے۔ گویا شجاعت نفس فرد اور نفس جماعت کی پر جلال قوت ہے۔ اور شمشیر بحیثیت اسباب روحِ اجتماع ہے۔ اور دونوں کا اتحاد حیات و موت افراد پر قدرت کی دلیل سے داخلی ضبط معتدل کے ساتھ موانع راہِ عدل مفرط جماعتوں کو جو گوناگوں نقاط فرط پر مجتمع ہیں۔ جادۂ اجتماع عدل سے ہٹا دیتا ہے۔ اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت فرد کی شجاعت کو ملت کی شجاعت کے ساتھ شمشیر کی معیت میں لازم و ملزوم قرار دیتی ہے۔

پس شجاعت اطمینان اساسی کی حیثیت سے نفس فرد اور نفس اجتماع کے جادۂ اعتدال کے سفر میں خواب و بیداری، الیسر و عسر، انعام و جزا۔ مدح و ذم۔ حیات و موت فرحت و الم۔ صلح و جنگ اور ہر گونہ کشین موانع سے اپنے فطری اطمینان کے سبب

حصہ (ب) عنوان ترتیب عسکری مطالعہ فرمادیں۔

متاثر نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کی کیفیت عمل کی ہم واری رفتار میں لغزش پیدا ہوتی ہے
یعنی جس طرح تکمیل اعتدال نفس کے راستہ سے دفع موانع میں اسے مطمئن حیثیت حاصل
ہے۔ وہ منازل دمدن اور امور بین الدول میں معتدل اور ہموار اور مطمئن اور غیر مضطرب
حیثیت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تحکیم و فصل کا پرجلال مظاہرہ کرتی ہے
اور ان تمام موانع کو اپنی فطری شوکت عدل سے بمطابق

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (حج)

اجازت دی گئی انہیں جن سے جنگ کیا جاتا ہے۔ بعوض اس کے کہ وہ ظلم کئے گئے ہیں اور اللہ ان کی مدد پہ قادر ہے۔

قوت روح اجتماع یعنی شمشیر کے ذریعہ اس صراط مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔ جو نفس ناطقہ
اور کائنات انسانی میں افراط و تفریط کی دو کجیوں کے درمیان راہ عدل ہے۔ اور اسی دلیل
سے اسے [illegible] حاصل ہے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (حدید)

تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہرہ کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں اور ہم نے لوہا نازل کیا۔ جس میں شدید جنگ ہے۔ اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں۔ اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون اس کی اور اس کے مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ اللہ قوی و غالب ہے۔

کتاب دستور عدل ہے یعنی میزان العدل میں آئین تنسیق و تنسیط وزان ہے اور
اسی کے نوزانی نفاذ سے میزان العدل میں قوت وزان یعنی [illegible] تعلیم و تربیت تزکیہ متحقق ہوتی
ہے۔ اور یہ باعث اس قوت وزن میں استقامت قسطاس ہے جو نفس ناطقہ میں تعدیل
وزان کو مفرط جذبات سے بچاتی ہوئی اس نفس و دیعہ جو انفعالی [illegible] سے فعال نفس ناطقہ کے ساتھ
وابستہ ہے۔ اثر فعال کے جادۂ [illegible] سے نفس منفعل کے تحتی موانع کو ہر گونہ تدین عدل

سے ہشاق ہوئی۔ اور نفس منفعل میں قبول عدل کو متحقق کرتی ہوئی فرد وملت کی اساسی وتعمیری نسبت کی دلیل سے نفس اجتماع کے جادۂ اعتدال کو حدید یعنی شمشیر اور اس کے اسباب معاون کے ذریعہ موانع مفرط سے پاک اور بے روک کر دیتی ہے۔ جس سے اول المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں شجاع ملت اسلامیہ اس وقت سطح ارض پر غالب وقاہر ہو جاتی ہے۔ جب مستخلف عزوجل اس کے لئے فیصلۂ استخلاف فی الارض ناطق فرما دیتا ہے۔ جس پر اس کی استحقاقی استعداد یعنی تواتر میزان العدل شاہد پائندہ ہے۔ گویا شجاعت مستخلف قوی وعزیز عزوجل کی قوت وعزت غالبہ کا پرتو ہے۔ پس وہ ان تمام جلالی ملکات صدق۔ تحمل۔ کبر نفس۔ ثبات وسکون۔ قوت۔ حکم۔ علم۔ تواضع۔ رحم کے ساتھ جو تشریح شجاعت ہیں۔ کائنات انسانی کے انفرادی اور وحدت اجتماعی کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل کے جادۂ مستقیم کو موانع سے پاک کرتی ہوئی قوی وعزیز عزوجل کے لئے اپنے جلالی اعمال کو للّٰہیت کاملہ کی دلیل سے خالص قرار دیتی ہے۔ جو اس عزوجل کی اس حیثیت سے نصرت ومدد ہے۔ کہ وہ رجحان کثافت سے پاک ہے۔ اور اس کے افکار واعمال روح الٰہی کے نورانی کشف اور روح بخاری کے تحمل کشف سے اللہ عزوجل کے لئے خالص ہیں۔ اور کائنات انسانی میں اسی قیام بالقسط کو جو قائم بالقسط عزوجل کا اعتدالی جلوہ ہے۔ اور اساس عدل پر مخلوق فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ اپنی شمشیر قاہرہ کے ساتھ قائم کر دیتی ہے۔ جس کا عمل اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ کی شرح متشکل ہے۔ اور حدید کی دوسری حیثیت جو اقتصادی اور صنعتی اور معیشی فوائد کو متحقق کرتی ہے۔ اور وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ سے مقصود ہے۔ اور انفرادی ضروریات کی ایفا اور جماعتی نظام کی تشکیل وبقا میں مددگار ہے۔ اور جماعتی نظام کے ذریعہ ہی تحقق پاتی ہے۔ اسباب اجتماعی کا دوسرا پہلو ہے۔ اس لئے دونوں پہلو ایک ہی حقیقت عظمیٰ کی شرح ہیں۔ اور وحدت اجتماعی کی تخصیص ان پر صرف ملت اسلامیہ کو خصوصیت فضل عطا کرتی ہے۔ اور ملت اسلامیہ قسط ووسط انفرادی واجتماعی کی دلیل سے جو تقاضائے نفس فرد اور نفس جماعت ہے۔ قائم بالقسط عزوجل کے لئے انہیں خالص قرار دیتی ہے۔ جو حقیقت نفس انسانی کے تقاضاؤں کی

الیقاء ہے۔ کیونکہ وہ حامل روح الٰہی ہے۔ اور ہر دو ارواح علوی و نجاری کا نفس انسانی میں ابتہاج اساس قیام بالقسط ہے۔ اور فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے قسط اجتماعی نفس جماعت کا فطری تقاضا ہے۔ پس یہی خلوص اور الہیت بالیقائے تقاضائے فطرت نفس یا تمکین عدل شجاع ملت اسلامیہ کے لئے قبضۂ شمشیر کے استحقاق کو مخصوص قرار دیتا ہے۔ اور مفرط قوت غضبی کی ہر حیثیت کو اس کے فرط و فتنہ کی دلیل سے حق شمشیر سے محروم کرتا ہوا اس کی تصغیر کے لئے فیصل بالحق ہے۔ گویا صرف شجاع ملت اسلامیہ ہی محافظ اعتدال ہے۔ اور دلیل قیام بالقسط اور امر بالعدل سے یہ قائم بالقسط اور آمر بالعدل کا تجلی جمال و جلال ہے۔ ایک مسلم صحیح الاعتدال تمام روئے عالم (ملکوت ارضی و سماوی) سے بہتر ہے۔ الحاصل وہ عز و جل بمطابق

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) — اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اولو العلم (اللہ) قائم بالقسط ہے۔

قائم بالقسط ہے اور محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم دستور قسط اور میزان قسط کے حامل ہیں۔ تاکہ کافۃ الناس وحدت اجتماعی کی وسعت محیطۂ عالم میں عزت شمول سے قائم بالقسط ہو جائیں۔ پس بمطابق منشور ربانی

مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (حدید) — کون اس کی اور اس کے مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ تحقیق اللہ قوی اور غالب ہے۔

کون تعدیل نفس یا قیام بالقسط انسانی کے راستہ سے موانع کو ہٹاتا ہوا یعنی میزان العدل میں تنصیف وزن کو مفرط جھکاؤ سے بچا کر اپنی ہر چہار قوی کو بدفع موانع شجاعت سے معتدل کر دیتا ہے۔ اور اسی دافع موانع پر جلال قوت کے ساتھ روح اجتماع یعنی شمشیر اور اس کے اسباب معاون کے ذریعہ وحدت جماعت اور وحدت امارت کی عزت غالبہ کے ساتھ مفرط رکاوٹوں کو دباتا ہوا اور نفاذ قیام بالقسط کا مقدس فرض ادا کرتا ہوا جو اس قوی و عزیز قائم بالقسط عز و جل کی قوت و عزت یا قیام بالقسط کی سطح ارض پر شوکت تمکین

ہے۔ (جس پر مضمون وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ[1] اور کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ[2] شاہد ہے) ملت اسلامیہ یا انصار الٰہی و نبوی کے اس عادل اور شجاع اور جائز واحد اجتماع میں شامل ہو جاتا ہے۔ جس کے ساتھ مستخلف اور احکم الحاکمین عز و جل نے فردیت استخلاف فی الارض یا وراثت ارض کا وعدہ فرمایا ہے۔ جس پر اس کی قوت شجاعت کی ہیبت جلال شاہد ہے۔ جو فضل مطلق اور کبریائی پر دلیل ساطع ہے۔

پس خلیفۂ شجاع ان تدبیوں سے اسی ذی ارادہ و علم اور حامل نور جلالی قوت کی دلیل کے ساتھ بہتر اور مقرب ہے۔ جو حضور خداوندی میں بمطابق

لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ وہ بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور (انبیاء) اس کے حکم سے وہ کام کرتے ہیں۔

فطری اور غیر ارادی عبادت میں مصروف ہیں۔

غائب از شہ بر کنار ثغرہا ۔۔۔ ہم چو حاضر او نگہدارد وفا
نزد شہ بہتر بود از دیگراں ۔۔۔ کہ بخدمت حاضر اند و جاں فشاں (رومی)

اور وہ سطح ارض پر نفس ناطقہ میں قائم بالقسط عز و جل کے ترشحات عدل یعنی کتاب یا دستور عدل (کہ وہ جامع جملہ حقائق ہے) کی نورانی معنویت کے استقلال سے قائم بالقسط[3] ہو کر جو مدعائے انزال کتاب و میزان ہے۔ بحیثیت نفاذ آئین[4] جو مستلزم علم مقدمات علوی و عنصری ہے۔ حقیقت عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا[5] کی تصدیق کر دیتا ہے۔ اور قائم بالقسط عز و جل کے ترشحات میں استغراق ہو اس کے روح الٰہی کا کشف اور روح بخاری کا مکمل کشف ہے۔ یعنی اس کے نفس ناطقہ کی نورٌ علیٰ نور کے انوار سے تنویر مطلق ہے۔ اس کی راہ میں اسے ماسوی اللہ یعنی اپنی جان اور مال اور ازواج اور عیال اور اقربا اور مساکن طیبہ سے بے خبر کر دیتی ہے۔ گویا ان تمام موانع کو اس کی ہیبت شجاعت جہاد و قتال فی سبیل اللہ

---

[1] عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے (منافقون) [2] قائم بالقسط ہو جاؤ (نساء) [3] آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر [4] اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے (بقرہ)

سے بڑھا دیتی ہے۔ اور وہ بمطابق ؁ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور ؁ يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ بمضمون ؁ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ؁ اور ؁ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اور ؁ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ ؁ کی ایفا سے اساس حکمت۔ پر جو مستلزم جرلمہ ایفا کل ہے۔ دافع موانع اور متمکن عدل، قول فیصل اور شمشیر اور اس کے اسباب معادن کے ذریعہ اس خلافت الٰہی کو زمین پر اپنے سزاوار قوت و عزت کے ساتھ قائم کر دیتا ہے۔ جو بمطابق ؁ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً مزرع انسانی کا حاصل و ثمر ہے۔ اور کتاب ؁ اور میزان العدل اور شمشیر سے قیام و تمکین پاتی ہے۔ اور اسے مستغان عزوجل کی بارگاہ میں بمضمون ؁ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ؁ سے شرف پائندہ حاصل ہے۔

اے ملت اسلامیہ ………… پائندہ و پائندہ باد

وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ

(مطلع ہو ہیاد کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے)

کیونکہ وہ اساس عدل پر استوار عمارت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا یعنی قیام بالقسط اور قائم بالقسط وحدت اجتماع کی تمکین میں مددگار ہے۔ (بخاری)

؁ جس طرح اس سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) ؁ اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ ؁ ہم نے اس کے ملک کو مستحکم کیا۔ اور اسے حکمت اور قول فیصل عطا کیا (ص) ؁ ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا (سبا) ؁ ہم نے لوہا نازل کیا (حدید) ؁ تحقیق میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (البقرہ) ؁ اور بالتحقیق اسے (داؤد کو) ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے۔ ؁ کتاب قائم بالقسط عزوجل کا ترشح ہے۔ اس لئے دستور عدل ہے۔

صدق

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر)

مسلم شجاع کی قوت غضبی میزان العدل پر استقامت قسطاس سے یعنی جود قوت غضبی کے عادل مستدرج عمل سے جب قسط میں متحقق ہو جاتی ہے۔ تو اس کا نقطۂ اعتدال یا صحت وزن شوکت صدق ہے۔ جو تصدیق فطرت نفس کی دلیل محقق کے ساتھ تحقق و تمکین پاتی ہے۔ اور وہ اولاً نفس ناطقہ میں بدفع موانع مکنونات فکری کی صحت ہے۔ یعنی مرجع فطری عز و جل پر ایمان اور اس کے احکام کا قبول ہے۔ کہ وہ ایفائے ہرگونہ رجوع فطری اور تعدیل یا تکمیل شعور نفس کا بدفع موانع افتتاح ہے۔ اور ثانیاً مکنونات فکری کی عمل سے تصدیق کامل ہے جو نفس ناطقہ کی صحت فطرت یا شوکت صدق کا دوسرا ارتقائی مرحلہ ہے۔ یہ تصدیق عملی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب، ادائیگی فرائض و نوافل پر مواظبت اور باساء اور ضرا اور میدان کارزار میں ہرگونہ مجاہدہ و جہاد پر ربط و مداومت کی جامع کامل ہے۔ اور یہی ریب و شبہات سے بلند استقامت نفس ہے۔ جس کی معنویت نفس ناطقہ کی کمال تعدیل یا اس کا تیسرا ارتقائی درجہ ہے۔ یعنی نفس ناطقہ میں حجابات کثیف روح الٰہی کے رخ تاباں سے بالتدریج ہٹ جاتے ہیں اور اسکی درخشاں نورانی حقیقت اس کے محل روح بخاری پر جلوہ ریز ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت تحقق حقیقت نفس کمال صدق ہے۔ جس میں موانع کثیف کا اندفاع یا حجاب ارضی کی تصفیل، ادل مستدرج قوت غضبی کا عمل ہے۔ گویا عدل غضب وجہ تمکین صدق ہے۔ (اور مافی النفس یا حالات خارجیہ کی قول و فعل سے درست ترجمانی صدق فطری کے ترشحات یا جزئیات صدق ہیں) پس نفس انسانی میں کشف و تحمل اس دلیل کے ساتھ کہ وہ حامل روح الٰہی اور روح بخاری ہے، حیثیت فعالیہ کا تحقق ہے کیونکہ اللہ عز و جل فعال لما یرید ہے۔ اور نفس انسانی میں نور ارادہ کے ساتھ محل نفاذ ارادہ کے

کے حقائق ودیعت ہیں۔ گویا شجاع صادق بنی نوع کے ان نفوس میں اپنی فعالی خصوصیت کے ساتھ اثر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور وہ ان کے حسی موانع کا ان کے جادۂ قبولِ عمل سے ارتفاع ہے۔ اس فرمانِ ربانی میں اسی فعالی شوکت صدق اور انفعالی کیفیت قبول کی وضاحت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (توبہ) اے مومنین اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

دورِ مصطفوی چونکہ الیٰ یوم القیٰمۃ جملہ دہور و عہود روزگار کو محیط ہے۔ اس لئے امت مصطفوی کی مجموعاً تصدیق صدق مستلزم تواتر صدق ہے اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ جو صدق کے ساتھ آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی متقی ہیں۔

پس وہ مسلم جس نے اولاً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر و عمل سے کامل تصدیق کی، اس پر تقویٰ کے وہ حقائق جلوہ گر ہو گئے۔ جو صادق و مصدق میں نوعی اشتراک رکھتے ہیں۔

ان نورانی حقائق کا نفس فعّال اور منفعل میں یہی اشتراک نوعی ہر نفس منفعل میں فعّالی حیثیت کو متحقق کرتا ہے۔ یہی تواتر صدق ہے۔ اور استخلاف فی الارض کی تمکین پر شہادت مستمرہ ہے جس سے شجاع ملّت اسلامیہ اس عہد متورین روئے ارض پر غالب و ظاہر و باقی ہے۔ جب انفس دہر کے الخلاطی تقاضاؤں سے مستخلف عزّ وجل کے فیضانِ استخلاف سے اس کی شمشیر عادل اس شجاعت قاہرہ سے متحد قرار پاتی ہے۔ جو خلیفۂ شجاع کے جادۂ تعدیل نفس اور استحکام تعدیل جماعت سے ہر گونہ موانع رہبیہ اور ضرّا و باساء اور باس کو مجاہدہ و بذل مال و جان سے ہٹاتی ہوئی اس کے لئے قبضۂ شمشیر کے استحقاق کی تصدیق کر دیتی ہے۔ گویا خلیفۃ اللہ فی الارض ہر گونہ موانع کو شوکت فعالیہ اور ہیبت شمشیر سے ملّت اسلامیہ کے انفس تالفہ اور نفس جماعت کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتا ہے۔ اور حقیقت شجاعت و صداقت اس کے نفس مبارک میں سطح ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔

تحمّل

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (احزاب)

ملکۂ تحمّل اپنی حقیقت اور معنویت کے ساتھ اس امانت کی ایفا ہے جو بمطابق

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین پر پیش کی
فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا	مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ اسے اٹھائیں اور ڈر گئے
الْاِنْسَانُ (احزاب)	اس سے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔

انسان نے اپنے کندھوں پر اٹھائی اور وہ بمطابق اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً[۱] استعداد استخلاف فی الارض کے لوازم کی ایفا ہے۔ جس سے آج امتِ وسط یا ملتِ اسلامیہ بمطابق لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ[۲] مشرف اور ذروۂ قوّت و عزّت جلال پر جلوہ فرما ہے۔ پس روحِ مستخلف[۳] عزّ و جل اور روحِ بخاری سے ممتزجہ فطرتِ نفس کی ایفا سے عادل حمولِ امانتِ مستخلف کی ایفا ہے۔ اور روحِ بخاری چونکہ روحِ مستخلف کا محل ہے۔ اس لئے وہ روحِ مستخلف کے کشف یا عدل کا متحمل ہو کر اعتدال پاتا ہے۔ گویا تحمّل روحِ بخاری کا خاصہ ہے۔ اور اس کی معنویت یعنی حقیقت برداشت مرجع فطری عزّ و جل کی طرف خاصۂ روحی کے ساتھ دیگر مقتضیات عنصری کے سبب مستلزم اکراہ ہے۔ اور اکراہ کی حقیقت دفعِ موانع سے متحقق ہوتی ہے اور وہ قوّتِ غضبی کے اعتدال اکمل یعنی شجاعت کو مستلزم ہے۔ تا آنکہ وہ اکراہ و تکلف قوّتِ غضبی کے عمل عادل مستدرج سے قوّتِ غضبی میں تحقق عمل پر فطرت قرار پاتا ہے اور یہ استقلالِ تحمّل اور اس کے مضمون

---

[۱] میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (بقرہ) [۲] ان کو ایسے ہی خلیفہ کرے گا جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) [۳] فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (ص)

کا استقرار ہے پس مسلم شجاع بمطابق وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا مکارہ یا مرد پر صبر یا اکراہ اور نواہی مطلوب سے صبر کے ذریعہ اس صراط مستقیم سے جو اس کی ذات [illegible] سیران الوار ہے موانع کو ہٹاتا ہوا اس کے جمالی اعتدال کی تجلی کا متحمل ہو کر قائم بالقسط ہو جاتا ہے۔ اور اس کی قوت نظری میں شجاعت کے ذریعہ ترشحات عدل یعنی کتاب مجید میں استغراق سے اپنائے رجوع فطری اور کشف شعور کے ساتھ حکمت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو مستلزم جملہ فضائل ہے اور اس عزیز و حکیم کے انوار حکمت کا پرتو ہے۔ گویا نفس انسانی میں عزت شجاعت تحمل کشف سے تحقق حکمت کا ذریعہ ہے۔ اور فرش فطری کی الذات ہے۔

پس مسلم شجاع اس شوکت علمی کے تحمل سے اپنے نورانی استدلال کے ذریعہ ان تمام موانع باطلۂ الاستدلال ظنیہ کو جو آفتاب برہان حق کی ضیا پاشیوں کے سامنے حجابات ابری ہیں۔ چیرتا ہوا لمعات نور کو بے حجاب کر سکتا ہے۔ یعنی امر کا پر حکمت [illegible] فصل الخطاب یا قول فیصل اپنی حیثیت خطاب یا حیثیت تحریر کے [illegible] کہ یہ دونوں [illegible] حقیقت تحملیہ کی آئینہ دار ہیں۔ دافع موانع اور متمکن عدل ہے۔ اور یہ اس [illegible] لئے کہ وہ اس نورانی حکمت کی اساس پر ہے۔ جو تمام عالم کو اپنے معارضہ میں عاجز کر دینے والی کتاب مجید کے معانی ظاہر کے ساتھ اس کی نورانی معنویت ہے۔ یعنی [illegible] دعوت بالحکمت نفس ناطقہ میں قرآن مجید کے معانی اولیہ اور معانی ثانویہ (حکمت [illegible]) کے تحقق سے سطح ارض پر جلوہ نگن ہوتی ہے۔ پس اللہ عزوجل اوّل المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے۔

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل) لوگوں کو اپنے پروردگار کے رستہ کی طرف حکمت [illegible] اور [illegible] احسن کے ذریعہ دعوت دے اور [illegible]

---

[1] جو ہم میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے رستے ان کو دکھا دیتے ہیں۔ [2] إِنَّا [illegible] الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ [illegible]
[3] ہم نے اس [illegible] اور [illegible] اور فصل [illegible]
فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا [illegible] فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ..... [illegible]

ساتھ بطریق احسن مجادلہ کر۔

اور فرمان جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا۔ (اُن کے ساتھ قرآن سے جہاد کر (فرقان)) اسی حقیقت علیہ پر شہادت ربانی ہے۔ اور اس اول المسلمین صلعم کی پیروی میں وارث کتاب ملت اسلامیہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اس جہاد علمی کی شوکت استعداد سے بابہ دار ہے اور فصل الخطاب اپنی حیثیت قاہرہ کے ساتھ اس وقت سطح ارض پر متمکن ہو جاتا ہے۔ جب بمطابق آیات لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ اور وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ اس وارث کتاب ملت اسلامیہ میں فیصلۂ استخلاف فی الارض مستخلف عزّ وجل ناطق فرما دیتا ہے۔ اور یہ تحمل کشف سے فعالی حیثیت کا افتتاحیہ ہے۔ اور چونکہ تحمل جامع حقائق ارضیہ بالاعتدال روح بخاری کا خاصہ ہے۔ اور نفس ناطقہ میں دفع موانع سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ سطح ارض پر حقیقت تحمل کی تمکین جو مستخلف قوی وعزیز عزّ وجل کے انوار ساطعہ کی نور افشانی ہے۔ دفع موانع سے ہی فرد و جماعت کی تعدی نسبت کی دلیل سے جو تقاضائے نفس فرد ہے۔ جس پر اس کی وحدت اصل شاہد ہے۔ قوت روح اجتماع یعنی شمشیر سے متحقق ہوتی ہے۔ پس دافع موانع قوت یعنی شجاعت اور شمشیر کا اسباب باس وا اقتصاد کے ساتھ اتحاد جادۂ اعتدال سے جو اجتماع ملی کو مستلزم ہے۔ تمام موانع کو ہٹا دیتا ہے۔ اور یہ مضمون تحمل کا ملی اور اجتماعی حیثیتوں سے ایفا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (انفال) بے شک وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے جہاد کیا۔

الحاصل حقیقت تحمل نفس فرد اور نفس ملت میں تدریجی رفتار کے ساتھ روح الٰہی کے

---

[1] اُن کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) [2] اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے [3] وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (حدید) [4] جنگ۔

[5] ہم نے اس کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور فصل الخطاب بخشا (ص)

انکشاف کی متحمل ہے۔ اور اسی دلیل سے منکشف قوت فعالیہ کے ذریعہ جو افراد ملت میں کشف کے سیران مشترک کی وجہ متصرفہ ہے۔ وحدت اجتماع کی تحدید پر دلیل قاطع ہے۔ اور شجاع ملت اسلامیہ کے اس استحقاق پر دلیل روشن ہے۔ کہ وہ نفس فرد سے جو جامع حقائق علوی وعنصری ہے۔ رفع موانع کی دلیل کے ساتھ تمام کائنات میں جادۂ عدل سے جو مستلزم اجتماع ملی ہے۔ (جس پر کائنات انسانی کی وحدت اصل جو اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور قیام بالقسط چاہتی ہے۔ اور روح الٰہی کا کشف مشترک شاہد ہے۔ جو وجہ تحمل مشترک ہے) رفع موانع کا جائز حق رکھتی ہے۔ یہی حقیقت تحمل ہے۔ جو اکراہ کے بعد بالتدریج رفع موانع سے فطرت قرار پاتی ہے۔ جس سے شجاع ملت اسلامیہ فعالی وانفعالی تواتر و تسلسل کی دلیل سے بہرہ ور ہے۔ اور آج عہد مصطفوی میں مضمون لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ[1] كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ کی شہادت کے ساتھ شوکت إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً[2] اور ایفائے مضمون وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ کی مصدق ہے۔

کبر نفس

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (احقاف)

قائم بالقسط قوی وعزیز اور کبیر و حکیم عزّ وجل کے اعتدال جلال کی مظہر نفس ناطقہ میں اس کی عادل قوت غضبی ہے۔ جسے شجاعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تمام ملکوت اس عزّ وجل کے مظاہر صفاتیہ ہیں۔ اور من جملہ ارض اس دلیل سے کہ

---

[1] اُن کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔ جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (النور)

[2] میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (البقرہ)

جامع حقائق علوی و عنصری خلائف الارض[1] انسان کے لئے محل تکلیف ہے اور موجب احتساب ہے۔ اور قرارگاہ شوکت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ جو امر[2] بالارادہ ربانی کا پرتو جلال ہے۔ مظہر صفت جلال الٰہیہ ہے۔ اور نفس ناطقہ انسانی میں کثافت ارضی کو کمال اعتدال سے قائم بالقسط عزوجل نے ترکیب دیا ہے۔ اس لئے بلاشبہ تقرح بخاری کی عادل دافع موانع حیثیت، مظہر جلال الٰہیہ ہے۔ جس پر اس قوی و عزیز اور کبیر و حکیم نور علی نور کے انوار میں نفس ناطقہ کا استغراق جو اس میں روح ذوالجلال والاکرام کا کشف ہے۔ اس دلیل سے شاہد ہے۔ کہ ہر گونہ مجاہدہ و جہاد سے متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ مستلزم رفع موانع ہے۔ اس لئے بلاشبہ دلیل ارضیت کے ساتھ جو مظہر صفت جلال الٰہیہ ہے۔ شجاعت اس قائم بالقسط عزوجل کے اعتدال جلال کا پرتو ہے۔ پس جب نفس ناطقہ میں متحقق ہوجاتی ہے تو ان فرامین ربانیہ

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور) — نور علی نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (احقاف) — اور اسی کو ہے کبریائی آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب و حکیم ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (منافقون) — اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے

کی شہادات قاہرہ کے ساتھ اس دلیل تطابق سے کہ نور مستلزم کبریائی یا تکبر[3] اور جملہ صفات الٰہیہ ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کی ذات نور علی نور ہے اور کبریائی مستلزم عزت و حکمت ہے۔

---

[1] وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ [2] اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسین) [3] تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص) میں تطابق فرمادیں۔ [3] ..... مُتَكَبِّرُ (حشر)

اور عزت و حکمت۔ اللہ عزّ و جل نورٌ علیٰ نور کے ساتھ نورانی جنسیت کے سبب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے نفوس ناطقہ میں متحقق ہے۔ مسلم شجاع مفرط اضطرابات اور تاثرات اور موانع کو نفس ناطقہ و نفس ملت کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتا ہے اور چونکہ نفس ناطقہ میں تحقق عدل اس میں رُوح الٰہی کا کشف ہے جس کا رُوح بخاری متحمل ہے اس لئے وہ کبر الٰہی کا کشف ہے جس میں شوکت دفع موانع خاصہ شجاعت ہے۔ پس یہ متکبر اور فعال لما یرید عزّ و جل سے بہ دلیل اداے نور جو مستلزم جملہ صفات الٰہیہ ہے۔ وراثت کبریائی یا حیثیت فعالیہ اس دلیل کے ساتھ کہ جامع حقائق علویہ و ارضیہ کائنات انسانی کی وحدت اصل وحدت اجتماع کی متقاضی ہے۔ [illegible] ت میں اس کے انفعالی تعلق کی استعداد قبول پر فعالی نفوذ کے ساتھ متصرف ہو کر اجتما[illegible] لی و متحقق کرتی ہوئی فردیت الوہیت کی عزت نیابت یا وراثت کو اس وقت سطح ارض پر متمکن کر دیتی ہے۔ جب مستخلف عزّ و جل تکبیر امر بالارادہ سے خلائف الارض نوع انسانی کی حاصل وثمر فردیت استخلاف فی الارض کا فیصلہ نافذ فرما دیتا ہے۔ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شہادت کے ساتھ اس کی کبریائی اور عزت غالبہ اور امر بالارادہ کی نیابت قاہرہ ہے۔ اور فعالی و انفعالی تسلسل و تواتر کی دلیل سے کشف و تحمل جو تمکین کبریائی کی قوت فعالیہ ہے اور مسلسل ملت اسلامیہ میں جاری ہے۔ اس کی تمکین مبرم پر شہادت مستمرہ ہے۔

وہ قائم بالقسط متکبر عزّ و جل آسمانوں اور زمین میں شوکت کبریائی کے ساتھ قوی و عزیز ہے۔ اور وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ تو بلا ریب جب مسلم شجاع کی عادل قوت غضبی کثافتی موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دیتی ہے۔ اور نور کبریائی یا قوت و عزت اس کے نفس ناطقہ میں متحقق ہو جاتا ہے۔ جو رُوح متکبر عزّ و جل کا کشف اور رُوح بخاری کا نورانی تحمل کشف تکبر ہے تو اس کی شوکت کبر نفس ہر گونہ تاثرات حیات و موت، صلح و جنگ، مدح و ذم یسر و عسر، غنیٰ و فقر، خوف و حزن، عزت و ذلت، بأساء و ضرا اور کارزار سے ہرگز

---

[1] لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ..... الخ (نور) [2] إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (حدید)

[3] وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ)

متاثر نہیں ہو سکتی۔ تمام دنیا اس کی ہیبت میں کھو جاتی ہے۔ اور کوئی مخلوقی ہیبت اس کو اپنے اثر میں نہیں لے سکتی۔ کیونکہ اللہ عزّ وجل کی کبریائی تمام ملکوت کو محیط بالقوّت و العزّت ہے۔ اور کبر نفس انسانی پر توصمدیّت و غنا و تکبّر و قوّت و عزّت الٰہی سے مایہ دار ہے۔ جو ملّت اسلامیہ کے لئے متکبر عزّ وجل کی وراثت۔ فعالیہ کا اجرائے مسلسل ہے۔ اور تعفف و غنا، لغو سے ذہنی و قولی و فعلی اعراض کامل، اعتدال گفتار و کردار طہارت کاملہ، معمولی اور غیر معمولی حالات میں ذہنی و عملی تمکین و سکینہ اور راہ حق میں ملامت سے بے خوفی باساء اور ضرّا اور میدان جنگ میں استقامت کامل، دولت و فقر اور فرحت و یاس سے تقدّس الغرض جملہ اخلاق عظیمہ یا للٰہیت کاملہ شوکت کبر نفس کے مظاہر جلیلہ ہیں۔ اوّل المسلمین یعنی ملّت اسلامیہ کے اوّلین مظہر کبریائی حق محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے حضور میں عتبہ ابن ربیعہ قریش کی جانب سے حاضر ہوا اور مکّہ کی ریاست اور دولت کے ذخائر اور اچھے گھرانے میں شادی کی پیش کش کی تو حضور صلعم نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ (حٰم سجدہ ۵)

اے محمّدؐ کہہ دے کہ میں تمہارے جیسا ایک بشر ہوں مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ کہ تمہارا الٰہ ایک الٰہ ہے۔ پس اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور استغفار کرو۔

یہ واقعہ اور مضمون آیہ حضور صلعم کی شوکت کبر نفس کی ترجمانی کے ساتھ کافۃ النّاس کو فوقیت الوہیّت یا کبریائی ربانی میں استغراق کی طرف دعوت جاریہ ہے۔ یعنی استقامت نفس کی جانب صلائے عام کی حیثیت سے حامل معنئ تواتر ہے۔ جو کشف تکبّر (روح الٰہی) اور تحمل کشف تکبّر سے متحقق ہوتا ہے اور فعالی حیثیت کے استقرار سے تسلسل حیثیت فعالیہ اور منفعلہ کا موجب ہے۔ جو نفس ملّت میں شوکت کبریائی کا سیران مشترک ہے۔

ترشّح کبر یعنی قرآن حکیم اور اس کی شرح سنّت نبوی میں کافۃ النّاس کو خطاب اوّل المسلمین محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت جاریہ کی

وضاحت ہے۔ اور کمالات نبوت کے اجرائے مسلسل پر شہادت بیّنہ ہے۔ جو جملہ عہود و دہور میں اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ عہد مقدس مصطفوی کی نیابت صحیحہ سے ایفائے مقصد بعثت ہے اور ملت اسلامیہ میں تواتر شرف کبریائی پر دلیل ساطعہ ہے جس سے شجاع ملت اسلامیہ تمام کائنات پر قوت اور عزت کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ اور یہی وراثت شرف تکبر مستخلف و متکبر عزّوجل کی جانب سے اس کے لئے تشریف استخلاف فی الارض پر شہادت مستمرہ ہے۔

ثبات و سکون

اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال)

...... فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ ...... (الفتح)

جب نفس ناطقہ انسانی میں ایفائے رجوع فطری اور تکمیل شعور سے بدفع موانع عدل متحقق ہو جاتا ہے۔ اور اس کی دافع موانع قوت غضبی اعتدال سے دفع موانع میں فطری حیثیت حاصل کر لیتی ہے۔ اور اس میں اکراہ نہیں رہتا۔ تو جزع و بطر جو جادۂ اعتدال نفس میں موانع مفرطہ ہیں۔ شدائد اور کامیابیوں کے رونما ہونے پر فکر و عمل میں نفس کی رفتار عدل کو متاثر نہیں کر سکتے۔ یہ ثبات کی حقیقت ہے۔ جو قائم بالقسط عزّوجل کے ترشحات عدل یعنی قرآن حکیم اور ذکر الٰہی پر ربط و مداومت یا اس میں استغراق جاریہ سے استقرار و استمرار پاتی ہے۔ اور اسی دلیل سے مستلزم للّٰہیت ہے۔ جو کشف روح الٰہی اور روح بخاری کے تحمل کشف کی حجت ساطعہ سے حقیقت نفس انسانی ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل حکم دیتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال)	اے مومنین جب تمہیں کسی دشمن گروہ سے دوچار ہونے کا موقعہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو کثیر

ممکن ہے تم فلاح پاؤ۔

اور ثبات اس شوکت سکون کو مستلزم ہے۔ جو اضطرابات سے دوچار ہونے پر نفس کی کیفیت اعتدال کا استقلال ہے۔ جو کو الف ثبات کی تشخیص سے اس کے حقائق فکر و عمل میں متحقق کر دیتا ہے۔ اور منازل جد وجہد کی مطابقت کے ساتھ فکر و قول و عمل میں حقیقت ثبات کے تحقق کی وجہ اساسی ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (فتح)

تحقیق اللہ راضی ہوا مومنین سے جب کہ وہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ پس اللہ نے جانا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا۔ پس اُن پر سکون نازل کیا اور اُن کو فتح قریب عطا کی۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (فتح)

جب کہ کفار نے اپنے دلوں میں عار اور ننگ جاہلیہ کو جگہ دی پس اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنا سکون نازل فرمایا اور اُنہیں کلمۃ التقوی پر استقلال بخشا۔

مضمون آیات بالا اس حقیقت پر شہادت مبینہ ہے کہ ثبات و سکون ملت اسلامیہ کے نفس فعال کے تصرف فعالیہ سے نفس ملت میں اس وقت متحقق ہو جاتا ہے۔ جب وہ شوکت استخلاف فی الارض کے ساتھ جائز واحد ملت اسلامیہ کو اول المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جمع کر دیتا ہے۔

اور سکون کے ساتھ لزوم رضائے الٰہی اس حقیقت پر دلیل روشن ہے کہ ثبات و سکون نورانی ترشح صمدیت ہے۔ جس پر متکبر عزوجل کے ترشحات میں نفس ناطقہ کا استغراق شاہد ہے۔ جو نفس انسانی میں کشف وتحمل روح متکبر ہے۔ اور تصرف فعالیہ کو مستلزم ہے اور مسلم شجاع کے نفس کو اضطرابات سے پاکیزگی اور تنزیہہ عطا کرتا ہے۔ یہ شوکت ثبات و سکون ہے۔ جو بہ دلیل للّٰہیت رجحانات کثافت سے پاک اور مقدس ہے اور اس علو ہمت کو مستلزم ہے۔ جو فوائد ونقصانات کے تاثرات سے نفس ناطقہ کو کشف روح علوی کے تحمل کی دلیل سے علی وجہ

قرار دیتی ہے اور اس منور وبہ ملیا سے وہن اور ضعف واستکانت اس کی عادل دافع موانع قوتِ غضبی کی فطرت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کے افکار اور اقوال وافعال میں تجدت کو وثوق واستقرار حاصل ہو جاتا ہے جو الیفائے تقاضا کے نقطۂ اعتدال پر استقامت بزرگ ہے۔

الحاصل صاحبِ ثبات وسکون ملتِ اسلامیہ عادل الیفائے تقاضائے فطرتِ نفس کی دلیل سے تمام ناجائز اجتماعات کو علل فطرت کے روبرو جھکا لینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے جن کی فکری وقولی وعملی جدّ وجہد الیفائے عنصریات میں اس شعورِ تاریک کے تداول کے ساتھ مصروف ہے۔ جس کا تقاضائے کشف دیا جا چکا ہے۔ اور یہ ہیئت کی زیادہ ترقی یافتہ صورت ہے۔ اور عنصری تقاضاؤں کی مغرط اور مضطرب الیفا ہے۔ جس کی تصغیر کے لئے صاحبِ ثبات وسکون ملتِ اسلامیہ ہی فطرتِ نفس زدو ملت کے فیصلہ کی روشنی میں دلیل عدل اور وحدتِ اجتماع کے ساتھ قوتِ زجرِ اجتماع یعنی شمشیر کے ذریعہ جائز اور فطری استحقاق رکھتی ہے جس کے سامنے تمام کائناتِ انسانی نفس ناطقہ کے فیصلہ کی دلیل سے طوعاً یا کرہاً اس وقت ضرور جھک جاتی ہے۔ جب مزرعِ انسانی خلافت الارض کا حاصل وثمر صاحب الیفائے تقاضاہائے نفس زدو ملت استخلاف فی الارض اپنی شوکتِ قاہرہ کے ساتھ سطح ارض پر متمکن ہو جاتا ہے۔

قُوَّة

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (انفال)

نفسِ ناطقہ میں ارادۂ فطرت سے فکرِ صحیح کی بنیاد پر قوتِ عملی یا ارادہ اعمال کی مبداء اعمال ہے۔ اور قوتِ عملی کی اساس پر قوتِ تحریک اپنا تحریکی عمل انجام دیتی ہے۔ مگر اس میں

قوتِ غضبی تمکین فکر بالارادہ اور ارادہ اور غضب و شہوت کی تعدیل میں فطری اور ارادی اور تحرّکی حقیقت سے اس لئے دافع موانع ہے کہ روحِ بخاری روحِ علوی کے لئے حجاب ہے۔ پس تجرد ارادہ و عمل میں دفعِ موانع امتزاجِ لطافت و کثافت کی دلیل سے درجاتِ فطری و ارادی و تحرّکی کے ساتھ فطرتِ نفس کا تقاضا ہے۔ یہ تدریجِ ارتقاء[1] ہے۔ جو نفوسِ افراد و جماعت و دہور میں جاری و ساری ہے۔ اور متقاضیٔ عدل ہے۔ کیونکہ فطرتِ انسانی اساسِ عدل پر استوار ہے۔ جو اس تمام نظام کی وجہِ اساسی ہے۔ پس نفسِ ناطقہ میں امر بالعدل نظامِ منزلی میں امر بالعدل، سیاستِ مدن میں امر بالعدل اور سیاست بین الدول میں نفوذِ اعتدال تا آنکہ جائز و واحد ملت، عادل ہیں تمام عالم کا اجتماعِ امر بالعدل کی ارتقائی صورتیں ہیں۔ جو تدریجی حیثیتوں سے مستلزمِ دفعِ موانع ہیں۔ اور چونکہ فطرتِ نفس اجتماعِ ملی اور اس میں وحدت و فردیت کی متقاضی ہے۔ جو ملتِ وسط کی وسعت میں تمام عالم کا اجتماع ہے۔ اس لئے سلوکِ جادۂ اجتماعِ ملی دفعِ موانع کی تدریجی اور ارتقائی حیثیتوں سے اور اجتماعِ افراد کے ساتھ لزومِ اسباب کی دلیل سے دافعِ موانعِ اسباب کو مستلزم ہے۔ جو حیات و موت[2] انسانی پر متناعی قدرت کی دلیل سے تلوار اور اس کے اسباب معاون ہیں۔ اور تدریجِ ارتقاء ان اسباب کے تہیّا کو اس فضیلتِ شجاعت کی بحیثیت متاعِ ارتقائی درجہ قرار دیتا ہے۔ جو نفسِ فرد میں اس کے جادۂ عدل سے دافعِ موانع ہے۔ کیونکہ شمشیرِ بأس[3] شدید کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کے شجاع دستِ عسکری کے ذریعہ فرد و ملت کی اساسی و تعمیری یا ارتقائی نسبت کی دلیل سے تمام مفرط موانع کو جائز و احد ملتِ وسط کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتی ہے۔

اور چونکہ اجتماعِ اسبابِ انفرادی و منزلی و مدنی اور بین الدول وسائل سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی فطرتِ اجتماع تمام کائنات میں تمکینِ عدل کی متقاضی ہے۔ جو فطرتِ نظمِ کائنات ہے۔ اور اس پر نفسِ ناطقہ کی تشخیص شاہد ہے۔ جو جامع جملہ حقائق علوی و عنصری ہے۔ اور اسی دلیل

---

[1] عنوان تدریج ارتقاء مطالعہ فرمادیں۔ [2] عنوان ترتیب عسکری مطالعہ فرمایا جائے۔ [3] وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ (حدید)

سے تمام کائنات اس کے لئے مسخر[1] ہے اور اسی کا ماحصل ہے۔ اور متقاضی عدل ہے۔ اور تحقق عدل سے کمال حاصل کرتا ہے۔ اور عادل وحدت اجتماع اسی کے تقاضا کی ایفا ہے۔

پس مسلم شجاع دافع موانع عادل قوت غضبی یعنی شجاعت کے ساتھ کہ صرف وہی دلیل عدل سے قبضۂ شمشیر کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ اتحاد شمشیر سے اپنی ہیبت قاہرہ کے ذریعہ ملک کے داخلی استحکام میں استمرار پائندہ کے ساتھ جادۂ اجتماع ملی سے تمام مفرط موانع کو ہٹا دیتا ہے۔ گویا شجاعت اور شمشیر لازم و ملزوم ہیں۔ اور شمشیر کی حیثیت تمام اسباب معاون کے اجتماع سے تحقق پاتی ہے۔ آیات ذیل کا تطابق اس حقیقت پر شاہد ہے۔

...... وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ ...... الخ (حدید) — اور ہم نے لوہا نازل کیا۔ جس میں شدید کارزار ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ (انفال) — اور ان کے لئے تم سے جو ہو سکے یعنی نعدد و قوت اور گھوڑے باندھنا تیار رکھو کہ اس سے دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے۔ اللہ جانتا ہے۔ مرعوب کرو۔

گویا شجاعت نفس ناطقہ میں استعداد راسخ ہے اور اس حجت قاطع سے کہ تمام کائنات انسانی کی وحدت اصل وحدت اجتماع کے لئے فیصل ناطق ہے۔ اور اُمت وسط بدلیل عدل نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اس لئے صرف وہی جائز واحد اجتماع ہے۔ اور حیات عنصری جو روح الٰہی کا محل ہے۔ مستلزم اسباب عنصری ہے۔ جو انفرادی اور منزلی اور جماعتی اتحاد سے اجتماع پاتے ہیں۔ اس لئے اجتماع ملی اجتماع اسباب کے ساتھ ان مفرط کثافتی موانع کو ہٹا دینے سے متحقق ہو سکتا ہے۔ جو عنصری حوائج کی ایفا میں مفرط ہیں۔ اور فرط فطری سے اعتدال ایفائے تقاضاہائے عنصری و علوی میں سنگ راہ ہیں۔ اور یہ دافع موانع اسباب یعنی شمشیر اور اس کے اسباب معاون کے لئے ملت اسلامیہ کی شجاعت انفرادی و ملی سے جو فعالی د

---

[1] وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (حاشیہ)

انفعالی تعلق سے متحقق ہوتی ہے۔ لزوم اتحاد پر حجت قاطع ہے۔ پس فطرت نفس تقاضائے فردیت اجتماع اور اسباب و اجتماع ملی کے باہم لزوم سے جائز و واحد ملت اسلامیہ کے حق میں اس کی شجاعت انفرادی و ملی کی دلیل سے جو للہیت کاملہ ہے۔ اور تکمیل فطرتِ نفس نے شمشیر اور اس کے اسباب معاون کے حصر استطاعی کے لئے فیصل ناطق ہے۔

حکم

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء)

عادل مستدرج قوتِ غضبی کے دافع موانع عمل سے جو نفس ناطقہ کے ہر چہار قویٰ میں جاری و ساری ہے۔ مرجع فطری عزّوجل کی طرف فطری رجوع نفس کے الفاء اور کشف شعور کے تحقق پر فعالی و انفعالی تصرف و قبول کے ساتھ مسلم شجاع کے نفس ناطقہ میں حکمت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو نور کتاب ہے اور علم ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[1] اسی حقیقت پر شہادت ربانی ہے۔ اور علم استعدادِ استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ مستخلف عزّوجل[2] اپنی ذات کے علم سے اپنی فردیت الوہیت پر شہادت کے ساتھ قائم بالقسط ہے۔ اور علیم و حکیم ہے۔ اور یہی علم ذات الٰہی یا روشنی نور الٰہی اولوا العلم[3] کا مایۂ علمی ہے۔ اور علم ملکوت کو مستلزم ہے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[4] اسی شوکت علمی کا بیان روشن ہے۔ پس علم مقدمات علوی و عنصری اس حکم کی استعداد ہے۔ جو امرِ بالارادہ مستخلف عزّوجل کی نیابتِ قاہرہ ہے۔ اور یہی اساس علمی پر شوکت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور خاصۂ استخلاف فی الارض ہے۔ اور سطوتِ فعالیہ ہے۔ جو نفس زد و

---

[1] اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے (جمعہ) [2] شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) [3] نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (نور) [4] اور اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے۔

قلت سے سی موانع مفرط کو ہرگز تصرف سے ہٹا دیتی ہے۔ آیۂ ذیل میں خلافت الٰہیہ کے اسی حکم بالعلم کی عظمت قاہرہ جلوہ فگن ہے۔

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء) ہم نے دونوں (داؤد وسلیمان) کو حکم اور علم عطا کیا۔

پس یہ حکم بالعلم بمطابق فرمان ربانی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[1] احکم الحاکمین اور حکیم وعلیم مستخلف عزّ وجل کے انوار جلالیہ کا پرتو ہے۔ اور اس کے ساتھ نورانی معیت و جنسیت کے تحقق سے شہادتِ الٰہی یا شہود ربانی کو مستلزم ہے۔ جو اس کی نیابت پر دلیل قاطعہ ہے۔ اور خلیفۃ اللہ کے حکم بالعلم کو امر بالارادۂ الٰہی کا قائمقام قرار دیتا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اور داؤد اور سلیمان جب کھیت میں حکم کر رہے تھے۔

اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ (انبیاء) جبکہ قوم کی بکریاں اس میں چر چکی تھیں اور ہم ان کے حکم پر شاہد تھے۔

مستخلف عزّ وجل قائم بالقسط ہے۔ اور خلیفۂ شجاع اس کے ترشح عدل یعنی کتاب مجید میں استغراق اور میزان العدل میں استقامت قسطاس سے نفس ناطقہ میں اعتدال کو متحقق کرتا ہوا قائم بالقسط ہو جاتا ہے۔ پس وہ اپنے عدل نفس کی دلیل سے جو کمال علم ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ وجل علیم وحکیم ہے۔ منزل دمن میں اور بین العدل یا حکم بالعلم کا شہادت شجاعت کے ساتھ جائز استحقاق رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ نفاذ حکم اور تصرف فعالیسر کی قدرت ہے۔ اور نفاذ عدل پر استقلال واستقرار نفس کا ملکۂ راسخہ ہے۔ پس وہ تدریجی ارتقاء کے ساتھ جو نفس ناطقۂ انسانی اور اساس نفس پر استوار اور اس کے لئے مسخر تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اپنے نفس پر بدفع موانع امر بالعدل سے حکم بالعلم کا استحقاق پیدا کرتا ہوا منزل و

---

[1] نور علی نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔

تمدن کو داخلی اور خارجی موانع سے پاک کر دیتا ہے۔ اور عدل کی بنیادوں پر مستحکم کر دیتا ہے۔ تاآنکہ تمام کائنات انسانی کو فطرت انس کے فیصلہ سے عدل کے روبرو جھکا دیتا ہے۔ گویا وہ تدریجی ارتقاء کے ساتھ تدریجی حیثیت سے نفاذ عدل کا مقدس فرض بے ضعف و وہن اپنی ہر حیثیت حاضرہ کے ساتھ برق آسا انجام دیتا ہے۔ الحاصل وہ حکم بالعلم ہے جو متخلف عزّوجل کے علم و حکم کی نیابت قاہرہ ہے۔ اور بدلیل رفع موانع اس فعالیہ شجاعت نفسی و متابعی کے ساتھ لزوم رکھتی ہے۔ جو قوی و عزیز عزّوجل کی قوّت و عزّت کا پرتو جلال ہے۔ روئے ارض پر قاہر و غالب ہو جاتا ہے۔

حلم

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ہود)

عادل مستریح قوّت غضبی کے معتدل رفع موانع سے جب نفس ناطقہ میں شجاعت متحقق ہو جاتی ہے تو اس دلیل سے کہ ارض مظہر صفت جلال ہے۔ کیونکہ محل شوکت حکم ہے۔ اور نفس انسانی میں قوّت غضبی اس کی معتدل ترکیب سے متحقق ہوتی ہے۔ اس قوی و عزیز ذوالجلال والاکرام کا پرتو جلال ہے۔ وہ عزّوجل اپنی ذات میں نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے اہلتے انوار جلال جملہ صفات الٰہیہ کے تجلّی کو مستلزم ہیں۔ گویا نفس ناطقہ میں تجلّیٔ قوّت۔ و عزّت و جلال الٰہی دلیل لامتناہی وسعت نور سے حلیم عزّوجل کے پرتو حلم کو مستلزم ہے۔ اور اپنی حیثیت واسعہ میں شوکت غالبہ کی محبّت روشن سے جو استعداد قدرت حکم محیطہ ارض ہے۔ دلیل وسعت سے حلم یا وسعت حوصلہ کو جو جامع عفو اور لطف و مغفرت ۔ رفق وغیرہ ہے۔ لازم قرار دیتی ہے

ـــــــــ

لہ بیشک ابراہیم بردبار، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔ لہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (آل عمران)

پس مسلم شجاع کو تعدیلِ غضب کی دلیل واسعہ سے قوّتِ غضبی ہرگز مغلوب نہیں کرسکتی اور ناسازگار حالات وواقعات سے فرطِ غضب اس کی قوّت غضبی کے اشتعال عدل پر ہرگز مؤثر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انفرادی حقوق کی دلیل ملک سے حلم کے ساتھ انفرادی عفو و درگزر اسی اعتدالِ غضب پر حجّت روشن ہے۔ اور اس حقیقت کی موضح ہے کہ مسلم شجاع قوّتِ غضبی پر قدرت عادلہ سے حلیم وعفو ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی اساسِ عدل پر استوار ہے۔ اس لئے یہ حلم وعفو بنی نوع کے نفوس میں اپنی شوکت عدل کے ساتھ اثر کرتی ہے۔ گویا مسلم شجاع کی سطوت فعالیہ کے تصرّف عادل کے لئے اندیشہ ناک حالات میں فاتحۃ الابواب ہے۔ اور نفوسِ انسانی کی استعدادِ انفعالیہ باتحادِ قبول عدل سے دافع موانع مغرطۂ حسّیہ عند عدل ہیں۔ اور محلّ عفو ہیں۔ یہ فرمانِ ربانی اسی حقیقت عظمیٰ پر شہادت ہے۔

..... وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ اور غصّہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (آل عمران) کردینے والے اور اللہ محسنین سے محبت کرتاہے۔

اللہ عزّوجل کی طرف سے محبت کا ظہور اس عزّوجل کے ساتھ نورانی جنسیت پر دلیلِ منوّر ہے۔ اور نور قوّتِ فعالیہ ہے۔ کیونکہ فعال لما یریدا عزّوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور عفو وحلیم ہے۔ اور عفو بالحلم اپنے نور سے نورانی جنسیت الٰہی ہے اور وہ عزّوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ گویا عفو بالحلم اہتمام تمکینِ عدل ہے۔ اور اعتدال غضب کا فعل مؤثر ہے۔ پس حدود و قتال اور بنا بر ملک وغیر ملک حقوق اور مطابق مصالح ملّی عفو وقصاص دلیل عدل سے جو للّٰہیت کا ملہ ہے۔ اور فطرتِ نفس کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے۔ نتائج حلم کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ کیونکہ تمام اہتمام اساسِ عدل پر استوار اس نفسِ ناطقۂ انسانی کے تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ جو اساسِ ملّی ہے۔ اور اسی دلیل سے حیاتِ انسانی کی حفظ وبقا کا آئینہ دار ہے۔

الحاصل مسلم شجاع وسعتِ حلم سے شوکتِ عدل کی اثر انگیزی کے ساتھ بنی نوع پر بمظاہرۂ عدل انہیں عدل کی طرف متوجہ کرتا ہوا بحیثیت محسن جلال قوّت وعزّت کے

لہ غلطی کرنے والے کی غلطی اور اس کے تاثرات

نہ اننہ جو اساس حلم ہے۔ آئین عدل کو سطح ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔ اور امام ملت حنیفیہ ابراہیم[1] حلیم کی فاتحۃ التصرف سنت حلم سے بنی نوع کا حق فطری جو اس کے نفس فعال کا فطری فعل ہے۔ اوّل المسلمین[2] خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں ادا کرتا ہے۔ اور اپنی وسعت فطرت کی حقیقت کو مبرہن کر دیتا ہے۔ جو تمام بنی نوع انسانی پر افضلیت اور کائنات انسانی کو احاطہ کر لینے کے استحقاق جائز پر دلیل قاطع ہے۔

تواضع

وقولوا للناس حسناً (بقرہ)

نفس ناطقہ میں عدل غضب جب متحقق ہو جاتا ہے۔ تو قوت غضبی استقامت قسطاس کی دلیل مستحکم سے غضب انگیز یا مفرط محرکات کے سبب حسن قول کے محور عدل کے گرد جو متقاضی صحت وزن ہے۔ اور ایفائے تقاضائے حسن تقویم یا ترکیب معتدل (حامل روح بخاری و علوی) کا ترشح ہے۔ اس دلیل ساطع کے ساتھ صحت نداور میں متزلزل نہیں ہوتی۔ کہ متکلم کا ترشح ذاتی اس کا کلام ہے۔ پس جب نفس ناطقہ میں عدل متحقق ہو جاتا ہے جو حسن تقویم یا اساس عدل پر استوار نفس ناطقہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ تو مفرطات غضبیہ، بے رُخی، گفتار و رفتار میں اترانے اور غرور، طعن بُرے القابات اور نامناسب طرز خطاب وغیرہ سے عادل فطرت نفس تقدس و طہور پا لیتی ہے اور قول حسن اس دلیل سے کہ حسن عدل ہے۔ کیونکہ نفس احسن التقویم کے تقاضاؤں کی ایفائے

---

[1] اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ (توبہ) [2] آیات مرقومہ برصفحہ ۲۲ عنوان حکمت میں مطالعہ فرمائیں۔

راست ہی حسن ہو سکتی ہے۔ جو اس کا عدل ہے۔ اس کی فطرت عادلہ قرار پاتا ہے۔ یہی آیاتِ ذیل سے مقصود ہے۔ جو تواضع کی شوکت عادلیہ کا اظہار ہے۔

وَقُلْ لِعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (بنی اسرائیل) میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ بات کریں جو اچھی ہو۔ (معتدل یا مناسب حال جو مزلات غضبیہ سے پاک ہو)

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (بقرہ) لوگوں سے گفتگو کرو اچھی

یعنی قرآن حکیم کی نورانی معنویت کے ساتھ نفس کی نورانی حقیقت کے اتحاد سے حکم ربانی کے ساتھ اس کی نورانی فطرت نفس متحد الحقیقت ہے۔ جو دلیل کشف و تحمل سے اس کے تقاضاؤں کا ایفائے راست ہے۔ اور اس کا عدل ہے۔ اور عدل نفس یعنی کشف و تحمل تدریج ارتقاء اور اس دلیل سے کہ دفع موانع نفس ناطقہ کے ارادۂ فطرت سے ذکر صحیحہ کی تمکین کو اور اس ارادہ کو جو مبداء اعمال ہے اور قوتِ تحریک کو ان کے اعتدال کے لئے مستلزم ہے۔ دافع موانع حیثیت فعالیہ کو فطرتِ ارتقائیہ قرار دیتا ہے۔ جو نفوس منفعلہ میں تصرف سے کشف و تحمل کے تحقق پر حیثیت فعالیہ کا اجرائے مسلسل ہے۔ جو تمام ملت اسلامیہ کو نفس فعالِ اول صلعم پر جمع کر دیتی ہے۔ اور تمام ملت میں اس تعلق کے سریان مشترک کی دلیل سے جو فعالی و انفعالی حیثیت سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اتحاد فکری و عملی و متاعی کو مستلزم ہے۔ اساس عدل پر استوار نفس انسانی کو مکمل کرتی ہوئی اس کے ترشحات حسن کے ساتھ نفوس ملت میں باہم جنسیت عمل کے تحقق سے اس وحدت کو مستلزم ہے۔ جو ہر گونہ کوائف و حالات اجتماعی کو اجساد کثیرہ میں ارواح متحدہ مشترکہ کے لئے تصرف فعالیہ کی شہادت کے ساتھ جو موجب اجتماع ملی ہے۔ یکساں طور پر مرتب کرتی ہے اور یہی قرآن حکیم کے فرمان ذیل کے ساتھ ملت اسلامیہ کے نفس فعال اور نفس ملت کا اتحادِ حقیقت ہے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (حجر) اور اپنا بازو مومنین کے لئے جھکا دے۔

جو مفرط محرکات غضبیہ سے نفس فعال کو مطہر قرار دیتا ہے۔ اور وہ نفس فعال دلیل

انفعال نفس ملّت سے ملّت میں اسی قدس و طہر کو جاری کر دیتا ہے۔ جس سے وہ خود سرفراز و بلند ہے۔ اور اس کا اجراء اس کا فطری فعل ہے۔ علیٰ ہذا یہ قدس و طہر نتائج فرط غضب یعنی ظلم و الظلام سے نفس ملّت کے جادۂ اعتدال کو پاک اور اسے روک کر دیتا ہے۔ اور تمام دافع موانع دستوری جزئیات عدل کا جامع ہے۔

یہی تواضع کی حقیقت ہے۔ جو ملّی وسعت سیران تعلق کی دلیل سے جائز واحد اجتماع اپنی ملّت وسط میں جو اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کی وحدت اصل کا تقاضا ہے۔ تمام کائنات انسانی کو احاطہ کرلینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ اور حجاب حیات کثیف سے نفس انسانی کو دلیل نور سے بلند اور مطہر قرار دیتی ہے۔ (چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بزرگ ہے۔ کہ جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔)

اور اس وقت سطح ارض پر متمکن ہو جاتی ہے۔ جب قاہر و غالب متخلف عزّ و جل جس کی شوکت حکم سمٰوات اور ارض کو محیط ہے۔ سطح ارض پر سلطان استخلاف فی الارض کی تمکین مقدر فرما دیتا ہے۔ جو اس مزرع انسانی خلائف الارض کا حاصل و ثمر ہے۔ جس کے لئے تمام نظام کائنات ارضی و سماوی مسخر ہے۔ اور وہ اپنے پُرشوکت و شجاعت عہد میں اوّل المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر تصرف فعالیہ کے ذریعہ تعلق وحدت کے سیران مشترک سے جامع ملّت اسلامیہ ہے۔

رحم

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (فتح)

شجاعت قوت غضبی کا محور عدل ہے۔ جو صحت وزن کو مستلزم ہے۔ جس کے گرد وہ اعمال شجاعت کے تداور کو صحت وزن کے ساتھ قائم رکھتی ہے۔ گویا عدل غضب وزن

وما تواضع لاحد الا رفعه الله (ترمذی)

نفس میں استقامت، قسطاس ہے۔ جو ظلم (بے رحمی) اور انظلام (قبول ظلم) سے قوت غضبیہ کو بچا لیتی ہے۔ اسی مقدس کیفیت کا نام رحم ہے۔ جو قوت غضبی کی دلیل ارضیت سے مظہر صفت رحم جلال رحمٰن ورحیم ہے۔ جو دافع ظلم و بے رحمی ہے۔ اور بنی نوع کے لئے متمنی و طالب ہر گونہ صلاح و فلاح ہے۔ اور اس سے ملت اسلامیہ کا نفس فعال بدلیل کشف و تحمل جو قوت فعالیہ ہے۔ اور ملت اسلامیہ میں منفعلاً سیران مشترک کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اور موجب توازن حیثیت فعالیہ ہے۔ کیونکہ کشف وتحمل کو انفس لتدن میں متحقق کرتی ہے۔ شہادت ربانی بالمؤمنین رؤف رحیم جو بے رحیم شجاع ہے۔ اور ملت اسلامیہ انفعالی سیران مشترک کی دلیل سے شہادت ربانی رحماء بینھم کے ساتھ باہم سیران رحم سے وحدت ملی کی مظاہرہ ہے۔

اور چونکہ کائنات انسانی بدلیل وحدت اصل وحدت اجتماع کی متقاضی ہے۔ جس پر تدریج ارتقاء شاہد ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ جو اس میں امتزاج لطافت وکثافت ہے۔ اور وہ متقاضی کشف وتحمل یا عدل ہے۔ اور دستور عدل اور میزان العدل کی حامل صرف امت وسط یا ملت اسلامیہ ہے۔ اور ملت اجتماع اسباب کو مستلزم ہے۔ جو دفع موانع سے متحقق ہوتی ہے۔ اور متاعی حیثیت کے ساتھ دافع موانع قوت شمشیر ہے۔ پس شجاع ملت اسلامیہ بدلیل کشف وتحمل جو قبضہ شمشیر کا جائز استحقاق ہے۔ کیونکہ متاع، نفس انسانی کے لئے مسخر ہے۔ اور مسخرات فطرت انسانی کا جائز حق محافظ فطرت کو پہنچتا ہے۔ قوت شمشیر کے ذریعہ کائنات انسانی میں نفاذ عدل کے جادۂ مستقیم کو پاک اور بے روک کر دینے کا جائز حق رکھتی ہے۔ اور یہ بنی نوع کے نفوس پر اس کا رحم ہے۔ جو اس حدیث

لہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (تم تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول صلعم آیا۔ تمہاری تکلیف اس پر شاق گذرتی ہے۔ اور تم پر وہ بہت راغب ہے اور مسلمانوں پر بہت شفیق اور رحیم ہے) لہ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (فتح) جو آپ کے (محمد رسول اللہ صلعم) کے ساتھ وہ کفار پر سخت ہیں۔ اور آپس میں رحیم ہیں۔

نبوی صلعم سے متصود ہے۔

لا یومن احدکم حتیٰ یحب للناس مایحب لنفسہٖ (مسند احمد)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں (یعنی حق ایمان کو ادا نہیں کرتا) جب تک وہ بنی نوع کے لئے اس امر کو پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اور اس حقیقت پر یہ شہادت قاہرہ ہے۔ کہ شجاع ملت اسلامیہ میں حیثیت فعالیہ کے تواتر و تسلسل کی دلیل سے دست نبوی جو دست الٰہی ہے جملہ عہود و دہور میں اِلَیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَافَۃَ النَّاس کو اسی رحم فعال کے ساتھ آتش خطر سے بچانے میں مصروف ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث نبوی اسی حقیقت عظمیٰ کی وضاحت ہے۔

مثلی کمثل رجل استوقد نارًا فلما اضاءت ماحولھا جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا وجعل یحجزھن ویغلبنہ فیقتحمن فانا اخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون (بخاری)

میری مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے اردگرد کی چیزوں کو روشن کیا۔ تو پروانے اور جانور جو آگ میں گرا کرتے ہیں۔ اس میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا۔ اور وہ اس پر غالب آجاتے ہیں۔ پھر جا گھستے ہیں۔ پس اسی طرح میں تم کو دوزخ سے روکتا ہوں اور تم اس میں گھستے چلے جاتے ہو

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (کہف)

پس شائد کہ تو اپنے نفس کو ان کے پیچھے ہلاک کرنیوالا ہے

اسی جاریہ رحم مصطفوی پر شہادت ربانی ہے۔ گویا نزول کتاب اور میزان العدل اور نزول شمشیر رحمٰن و رحیم قائم بالقسط مستخلف عزّوجل کی اس صفت رحم کے مظاہر جلیلہ ہیں۔ جو بمطابق[1] رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا تمام ملکوت ارضی و سماوی کو محیط ہے۔ سو اس عزّوجل کا قسط یا عدل ہے۔ کیونکہ رحم اپنی ذات میں (بحیثیت دافع ظلم) عدل ہے۔

اور جامع روح الٰہی اور حقائق ملکوتیہ نفس انسانی کے لئے قائم بالقسط عزّوجل کی محیط عالم صفت وسعت رحم سے اتصاف کا کتاب و میزان و شمشیر سے بدلیل کشف و تحمل نفس

[1] اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو سما لیا از روئے رحمت وعلم۔ (مومن)

اور بدفع موانع ظلمیہ ملّتِ اسلامیہ کا نفسِ فعّال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وحدت رسالت کے ساتھ ذریعہ و واسطہ ہے۔ اور اس دلیل کے ساتھ کہ تمام
کائنات انسانی کا نسلی مرجع انسان اوّل ہے۔ جس کی حیثیتِ فضل میں اس کی زوجۂ مطہرہ
کا وجود گم ہے۔ اور کثافت ارضی کا جو تمام کائنات انسانی میں مشترک ہے۔ خالق وہی
مستخلف واحد عزّ وجل ہے۔ جس کی طرف سے تمام کائنات انسانی میں ارواح بخاری پر ارواح
علوی ودیعت ہیں۔ فطرت انسانی فیصل ناطق ہے۔ کہ کائنات انسانی کو اس فردیت رسالت
کی وحدیت میں متحداً جمع ہو جانا چاہیئے۔ جو ان کے مرجع فطری عزّ وجل کی وسعتِ رحمت
محیطۂ عالم کی اوّلاً بالفردیت کائنات انسانی کی وحدت مرجع اور وحدت اصل کی دلائل کے
ساتھ علم بردار ہے پس وہ تمام عالم کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کہ اسے اس جائز واحد اجتماع میں
جمع ہو جانا چاہیئے۔ جو اس ذات رسالت پر مجتمع ہے۔ اور قائم بالقسط عزّ وجل کی صفت
عدل یا وسعت رحم نے اتصاف کا ذریعہ ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کا تقاضا
ہے۔ یہ فطرت انسانی کہ اس دلیل کے ساتھ فیصلہ ہے۔ جس کے سامنے تمام کائنات انسانی کو
ہر عہد میں اپنے گرد جھکا دینی چاہیئے۔ کہ وہ وسیعہ رحیم قدرتیہ فعّالیہ اوّل المسلمین صلعم کے تصرف
نفس فعال سے تواتر و تسلسل کے ساتھ الی یوم القیامۃ ملّت اسلامیہ میں اس کیفیت کے ساتھ
جاری ہے۔ کہ تصرف فعال منکشف روح الٰہی ہے کہ روح بخاری اس کا متحمل ہے۔ خاصہ ہے۔
اور ان نفوس میں فطرتاً نفوذ کرتا ہے۔ جو اس کے ساتھ علوی وعنصری حیثیت سے متحد ہیں۔
اور ان کو منکشف و متحمل کر دیتا ہے۔ بحالیکہ تمام نفوس انسانی جامع ارواح بخاری و علوی ہیں۔
اور یہ جامعیت ہی اتحاد علوی وعنصری کو متحقق کرتی ہے۔ پس ملّت اسلامیہ تمام عالم کو اپنی
وسعت رحمت میں احاطہ کر لینے کا جائز حق رکھتی ہے۔ اور یہی وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ
کا مدعا و مقصود ہے۔ اور یہی فردیت رسالت پر اس سے اتصال جملہ عہود و دہور کے ساتھ دلیل
قاطع ہے۔ اور یہی ملّت اسلامیہ میں تمکین استخلاف فی الارض پر شہادت مستمرہ ہے۔ کہ وہ اپنے
عہد غالب میں اسی وحدت اصل اور وحدت مرجع فطرت کی شہادت کے ساتھ توحید
مستخلف کی دلیل ہے فردیت و وحدت یعنی نیابت فردیت الوہیت سے مابہ دار ہے اور

اس وقت سطحِ ارض پر متمکن ہوجاتی ہے۔ جب متخلف عزّ وجل کائناتِ انسانی کی قابل رحم الخباطی کیفیت کے تقاضا سے اپنی وسعتِ رحمتِ محیطِ عالم کو حاملِ خلائف الارض مزرعِ انسانی منفردِ واحد استخلاف فی الارض کی صورت میں متشکل کردیتا ہے۔ جو اس دلیل سے کہ تمام نظامِ کائنات ارضی و سماوی نفسِ انسانی کے لئے مسخر ہے۔ تمام ملکوت کو محیط ہے۔ اور اس کی تمکین دفعِ ظلم سے جو نقطۂ عدل غضب یعنی رحم سے فرط ہے متحقق ہوتی ہے اور ان دلائل سے کہ ظلم نقیض و ضدِ عدل ہے۔ جو اس حقیقت پر شہادت ہے کہ جملہ موانعِ راہِ عدل ظلم ہیں اور اور ہر چہار قویٰ کی تعدیل جو اساس اعتدال نظامِ منزلی و مدنی ہے۔ دفعِ موانع کو مستلزم ہے۔ دفعِ موانع یا عدلِ غضب یعنی رحم عدل و قسط ہے۔ وارثِ وسیع و رحیم قوّتِ فعالیہ مصطفوی صلعم خلیفۂ شجاع قائم بالقسط عزّ وجل کے ترشحاتِ عدل یعنی کتاب اور میزان العدل اور شمشیر کے ذریعہ جو قیام بالقسط پر استوار فطرتِ انسانی کے فیصلہ سے کہ وہ مستلزم اسباب اور توجیت اجتماع ہے در حجیت اسباب شمشیر کا حق عدل یا رحم کو پہنچاتا ہے۔ جزئیاتِ رحم کی استقصائے کامل سے یعنی اجرائے حدود و قصاص سے کہ وہ بدلیلِ عدل موجبِ حیاتِ انسانی ہیں۔ جو اساسِ عدل پر استوار ہے اور اسی دلیل سے تقاضائے رحم ہے۔ اور مفرطاتِ غضبیہ سے پاک چھوٹوں بڑوں کے ساتھ مناسبِ حال رحیمانہ سلوک سے اور بین الدول حالات میں جہاد دافعِ ظلم اور ضعیفوں اور عورتوں، بچوں، مسافروں، قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک۔ اور رحم سے اور قتلِ حق میں طریقِ قتل میں رحم سے حتیٰ کہ عام حالات میں ذبیحہ جانوروں کے طریقِ ذبح میں رحم سے اور ہر قسم کے جانوروں کے ساتھ عام سلوک میں رحم وغیرہ وغیرہ سے جو مظاہر عدل غضب ہیں محیطِ عالم وسعت رحم سے جو وسعتِ رحمتِ الٰہی کا پرتوِ جلال ہے۔ جس پر اس کے نفسِ ناطقہ میں روحِ الٰہی کا کشف اور تحملِ کشف جو استعدادِ استخلاف فی الارض ہے سلطانِ استخلاف کے ساتھ شاہد ہے۔ ملت کے داخلی استحکام کو موانعِ ظلمیہ سے پاک کرتا ہوا کیونکہ افرادِ ملت میں تمکینِ عدل تقاضائے تدریج ارتقاء اوقات مسند رجہ کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ اور فرد ابتداء سے تعدیلِ نفس تک کی جملہ ارتقائی حیثیتوں میں سے ہر حیثیت کے ساتھ اساسِ ملت ہے ورنہ خطرہ ہے جو انسداد چاہتا ہے (سطحِ ارض پر کائناتِ انسانی میں نفاذِ عدل کے جادۂ مستقیم کو جو جائز واحد ملتِ وسط کا جادۂ اجتماع ہے۔ کہ وہ تمام روئے عالم کو فطرتِ انسانی کے فیصلہ سے احاطہ کرلینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ فردیتِ سلطانِ استخلاف کے ساتھ جو تقاضائے فطرتِ کائناتِ انسانی ہے موانعِ فرط و ظلم سے پاک کردیتا ہے۔ الماحصل قوّتِ قاہرہ دافعِ ظلم سے جو اس کی محیطۂ عالم وسعتِ رحم ہے قصرِ خلافت کو بنیادِ مستحکم پر شدید کردیتا ہے۔ محمد سعید

۱؎ ترتیب عسکری جزب ص ۲۱ مطالعہ فرمادیں۔

كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ
وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَر (آل عمران)

عفت

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا (بخاری مسلم)

تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔

صرف عفیف ملّت اسلامیہ کا دامن پناہ امن ہے۔ اس لئے سطح ارض پر مسند سیادت کا صرف اُسے ہی جائز حق پہنچتا ہے۔

محمدؐ سعید

عفّت

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ ..... قُلْ ءُاُ (آل عمران)

بے شک نفسِ ناطقہ میں شجاعت دافع موانع شوکتِ قاہرہ کا محقق ہے۔ جو نفسِ ناطقہ اور کائناتِ انسانی کے جادۂ اعتدال سے موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ مگر فطری لگاؤ کے ساتھ جلوۂ عدل کے اس تحمل کی استعداد جو دفع موانع سے متحقق ہوتی ہے۔ قوتِ تحریک کی دوسری قسم قوتِ شہوی ہے۔ اللہ عزوجل کے دستِ قدرت وخلق نے ترکیب عناصر سے بطور نتیجہ نفسِ انسانی میں بخار لطیف یا روح بخاری خلق فرمائی۔ جو اس عزوجل کی طرف عنصری طلب کو اور ارضی شہوات کے القاء کو بدفع موانع متحقق کرتی ہے اور عناصر کی

ترکیب میں کمالِ تحسین یا اعتدال اس علی الکبیر عزّ وجل کی صفت قیام بالقسط یا عدل کا تصرّف ہے۔ اور اس طلب و ایفا میں تعدیل کو اس کیفیت کے ساتھ کہ تقاضا اور اس کا ایفا اس حیثیت سے کہ نفسِ انسانی کے جملہ تقاضاؤں کی ایفاء فطرت عدل ہے۔ فطرت تکمیل قرار دیتا ہے۔ کیونکہ نفسِ ناطقہ میں تمکین فکر ہمچیہ اور اس کا کشف ادراک و تحریک کی مجموعی جدّ وجہد میں فکر و عمل کے عدل کو مستلزم ہے۔ جو لطافت و کثافت میں کشف و تحمّل یا حیثیتِ اعتدالیہ کو جلوہ گر کرنے کا ذریعہ ہے۔

زمین چونکہ اس نورٌ علیٰ نور کے نورانی دستِ قوّت سے مخلوق ہے۔ اس لئے نفسِ انسانی میں اس عزّ وجل کے دست قائم بالقسط کے ساتھ ترکیبی معتدل تعلق کی نسبت سے اس میں وہ استعداد بالیقین ضرور موجود ہے۔ جو اس عزّ وجل کی روح یعنی حقیقتِ علوی کی متحمل ہو سکے۔ تاکہ کثافتِ اعتدالی جنسیت کے ساتھ موجبِ تحمّلِ اعتدال ہو۔

یعنی اس نورٌ علیٰ نور قادرِ ذو الجلال نے اپنے قائم بالقسط دستِ قدرت سے انسان میں عناصر کی اس کمالِ اعتدال سے تقویم[1] احسن فرمائی۔ جو اس کے قیام بالقسط کا احسن تزین تخلیقی تصرّف ہے۔ پس اس نورٌ علیٰ نور سے خلقی نسبت کے ساتھ تقویمِ عناصر میں کمالِ تحسین کی دلیل سے اس قائم بالقسط عزّ وجل نے نفسِ انسانی میں روحِ بخاری سے اپنی[2] روح متعلق فرمائی۔ گویا وہ ترکیب عنصری میں کمالِ اعتدال کا لابدی استحقاق ہے۔ تاکہ نفسِ انسانی حقائقِ علوی و ارضی کی ترکیب یا تقویم[3] سے اساس قیام بالقسط پر استوار ہو کر اس علوی غلبہ و قہر کے پرتو کے ساتھ جو ملکوت اور عناصر پر غالب و قاہر ہے۔ زمین میں عنصری جنسیت کے سبب اس خالق حقیقی کا قائم مقام ہو۔ جو مقصود آیۂ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ[4] ہے۔ اور ارضی و علوی تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے اس قائم بالقسط (جو اپنی ذات میں نورٌ علیٰ نور ہے) کے

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (والتین) [2] فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (ص)
[3] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (والتین) [4] اسی نے تمہیں زمین میں خلفاء بنایا۔

نور میں استغراق سے قائم بالقسط ہوکر کہ وہ یطابق وَكَذَالِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْن حسن تقویم کے تقاضا کی ایفاء ہے۔ جو اسی دلیل تحسین سے حُسنِ مآب کو مستلزم ہے۔ اور وہ علمی[۱] شہادت کے ساتھ اعتدالی جنسیت کی دلیل[۲] سے قائم بالقسط عزّوجل کی عندیت ومعیت ہے استعدادِ نیابت کی حقیقت کو متحقق کردے۔ کہ وہ شرطِ استخلاف[۳] فی الارض ہے۔ جو مزرعِ انسانی کا حاصل وثمر ہے۔ اور تقاضائے فطرتِ نفس کی ایفائے عادل کے دلائل ساطعہ کے ساتھ ملّتِ وسط کا مایۂ فضل وکبریائی ہے۔

پس اس خلقی نسبت کے سبب جو عناصر کو اللہ عزّوجل سے ہے۔ اور بالخصوص ان کی ترکیب میں کمال اعتدال سے جو اس کے قیام بالقسط کا تخلیقی شرف ہے۔ انسان عنصری حیثیت سے اس کی طرف فطری لگاؤ کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ جو عنصری حیثیت سے محبتِ الٰہی کی حقیقت ہے۔ اور خاصۂ قوتِ شہوی ہے۔ اور روحِ بخاری کے ساتھ روحِ عادی کے تعلق سے نفسِ انسانی میں وہ قوتِ شعور وتمیز ودیعت ہوگئی ہے۔ جو حق وباطل کے درمیان تمیز کرسکتی ہے۔ اور دلائل فارقہ قائم کرسکتی ہے۔ جو اپنے خاصہ اور تقاضا کے ساتھ اس روحِ الٰہی کے نورانی کشف کا افتتاح ہے۔ اور وہ نفسِ انسانی میں علوی حیثیت سے محبتِ الٰہی کی حقیقت کا ودیعہ ہے۔ اور یہ محبتِ الٰہی کی دونوں حیثیتیں اساسِ عدل ہیں۔ اور یہی موسسِ عدل اتحادی نسبت ہر دو ارواح میں وجہ تعلق اور دلیل تعلق ہے۔ گویا وہ قائم بالقسط نورٌ علیٰ نور عزّوجل انسان کا فطری طور پر معبود ومقصود ہے۔ اور اسی فطری استعداد کی ایفاء جو تعدیل نفس ہے۔ دلیل قیام بالقسط یا اہدائے نور سے آیۂ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ[۴] کا مضمون بزرگ ہے۔ کیونکہ نورٌ علیٰ نور عزّوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ اور چونکہ کثافت پردۂ غیب ہے۔ جو روحِ الٰہی کی عظمت کا تقاضا ہے۔ اور اس

---

[۱] وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (تحقیق اسے (داؤد کو) ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے (ص) [۲] شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰۤىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۤىِٕمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران) [۳] ..... لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ ..... الخ (نور) سے اور اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں

[۴] وہ انہیں محبوب رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں (مائدہ)

کی نورانی حقیقت اس میں پنہاں ہے۔ اور ان تمام کثیف بشری عوائج کا موجب ہے جنہیں اس کا نتیجۂ ترکیب یعنی روح بخاری لپنے فطری اور حیوانی لگاؤ کے سبب معائن کیفیت کے ساتھ نفس انسانی میں متحقق کرتا ہے۔ اس لئے یہ عیب و معائنہ ایک اضطراب ہے جو قوّتِ شہوی کو ان ارضی محسوسات کی طرف جھکا دیتا ہے۔ جن کی وہ معائنہ ہے۔ اور نفس انسانی کے اندرون میں اس وقت تک بپا رہتا ہے۔ جب تک علوی شعور اور عنصری لگاؤ جو فطری طور مطلوب حقیقی عزّ وجل کی شناخت اور اس کی طرف رجوع کے لئے انسان کو حاصل ہے۔ بدفع موانع کشف وتحمّل سے متحقق نہ ہو جائے۔ اور کشف وتحمّل کے بغیر اس اضطراب میں امن اور اس خطرہ سے نجات ہرگز میسّر نہیں ہو سکتی۔ جو نورانی حقیقت شہودیہ کے اوجھل ہونے سے تاریک ناراستیٔ ادراک و تحریک کا موجب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شعور غیر منکشف جبکی حقیقت نور ہے۔ اپنی تکمیل طلب فطری کیفیت کے ساتھ علویات وعنصریات میں صحت کاملہ سے متداول نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا کثافت جو استعداد تحمّل سے مایہ دار ہے۔ تحمّل سے قبل اضطراب فطری کی دلیل سے اپنے تقاضاؤں کی ایفاء میں فطری حیثیت کے ساتھ ہرگز معتدل نہیں ہو سکتی۔ یہی تحمّل شہود یعنی تحمل نور الٰہی یا تحمّلِ کشف روحِ الٰہی دفع موانع سے جو خاصہ قوّتِ غضبی ہے۔ فطری لگاؤ کے ساتھ جو قوّتِ شہوی کا خاصہ ہے۔ قوّتِ شہوی میں تکمیل اعتدال یا فضیلت عفّت ہے۔ جو مطلوب حقیقی عزّ وجل کے ساتھ نفسِ انسانی کے فطری تعلق کی ایفاء سے تمام ارضی محسوسات کو اپنے ایفاء میں بطور فطرت معتدل کر دیتی ہے۔ یعنی قائم بالقسط عزّ وجل کے ترشّح عدل کتاب کی نورانی معنویت میں جو روحِ الٰہی کے نورانی کشف کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ استغراق سے جو تحمّل کشفِ روحِ الٰہی کا موجب ہے۔ نفسِ انسانی کا قیام بالقسط ہے۔ اور ترشّح عدل کی شرح متشکل سنّتِ نبوی کی پیروی سے کہ وہ اسی دلیل سے حاملِ میزان العدل ہے۔ نفسِ ناطقہ کے جوانب میزان میں تقسیط وتثقیل وزن سے متحقق ہوتا ہے۔ اور یہی تواتر میزان العدل ہے۔ قوّتِ شہوی کا ارضی منہیات مطلوب سے صبر (جو اپنی حقیقت میں غیر معتدل اور مفرط ہونے کے سبب نواہی ہیں۔ کیونکہ

اللہ عزّ وجل قائم بالقسط ہے۔ اور نفس انسانی اساس قیام بالقسط پر استوار ہے اور اس کی تکمیل اس کا قیام بالقسط ہے۔ اس لئے مغز فکر و عمل قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ وجل کی جانب رجوع یا عروج کے جادۂ مستقیم میں جو ہر دو اجزائے نفس کا کشف و تحمّل ہے موانع ہیں) اور مکارۂ مامور پر صبر دفع موانع سے جو قوّتِ غضبی کا خاصہ ہے۔ نفس ناطقہ کے فطری لگاؤ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ جو قوّتِ شہوی کا خاصہ ہے۔

مکارہ ماموروہ اوامر ہیں۔ جن کی تعمیل جسم پر گراں گذرتی ہے۔ جو مطلوب علوی کی طرف صراطِ مستقیم کا افتتاح ہے۔ اور اُن میں قوّتِ شہوی کی حیثیّت دوگونہ ہے۔ ایک حیثیّت تو وہ ہے۔ جو مطلوبِ علوی کی طرف فطری رجوع کے اقتضا سے عمل صالح کے لئے جسم کو حرکت میں لاتی ہے۔ اور دوسری حیثیّت وہ ہے۔ کہ جسم تکلیف اور مشقّت میں پڑنے سے رکتا ہوا جسمانی آرام چاہتا ہے۔ جو قوّتِ شہوی کا مطلوب لذیذہ ہے اور باعثِ اکراہ ہے۔ علیٰ ہذا منہیات مطلوب میں بھی قوّتِ شہوی کی حیثیّت دوگونہ ہے۔ ایک، یہ کہ وہ اپنے فطری لگاؤ سے غیر عادل ارضی عوائج کی طرف جھکتی ہے۔ جن سے روکا گیا ہے۔ اور وہ قائم بالقسط عزّ وجل کی جانب روندہ جادۂ مستقیم میں موانع ہیں۔ اور دوسری حیثیّت یہ ہے۔ کہ اپنے فطری رجوع کے ساتھ اُن موانع کے باوجود مطلوب حقیقی کی طرف جھکتی ہے۔ اور قوّتِ غضبی اُن موانع کو جادۂ رجوع سے ہٹادیتی ہے۔ تاآنکہ کثافت کے تحمّلِ شہود سے قوّتِ شہوی کی مکارہ مامور کے لئے تحریکِ جسم فطرت قرار پاتی ہے۔ اور تکلف و اکراہ اس سے خارج ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا ارضی منہیات مطلوب سے بھی وہ فطری حیثیّت کے ساتھ رُک جاتی ہے۔ کیونکہ کثافت کی خلقی استعداد تحمّل نورِ الٰہی سے تکمیل و تعدیل پاکر جملہ ارضی تقاضاؤں کی بطورِ فطرت عدل کے ساتھ ایفا کرتی ہے۔ یہی معنیٰ عفّت ہے۔

گویا بمطابق فرمان ربانی

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (والشمس) اس نے اس میں الہام کردیا۔ اس کے فجور اور اس کے تقویٰ کو۔

فجور و تقویٰ ہر دو استعداد ہیں۔ جو مبداء اعمال میں عروج بخاری اور روحِ علوی کے

امتزاج سے متحقق ہیں۔ ارضی شہوات کی طرف مطلق فطری لگاؤ اور اُن کا غیر منکشف یعنی مطلق شعوری قوّت کے ساتھ انجام پذیر ہونا استعدادِ فجور رہا ہے۔ اور اللہ عزّ وجل کی طرف مطلق عنصری طلب اور مطلق شعوری قوّت کے ساتھ حق و باطل میں تمیز اور اختیارِ حق جو انفتاح کشف یا رُوحِ علوی کا اپنے اصل کی طرف رجوع ہے۔ استعدادِ تقویٰ ہے۔ اور ان ہر دو استعدادہائے ارادی کو قوّتِ تحریک پر قدرت حاصل ہے۔ اور چونکہ کثافت ارضی پردۂ غیب ہے۔ اور منبع فجور ہے۔ اس لئے اس کی تصقیل عنان گیریٔ شعور کے زیرِ تحت ارضی قوّت سے متحقق ہوتی ہے۔ پس مزکّی و مصفّی کثافتِ ارضی رُوحِ علوی کے کشف کو تزکیہ و تصفیہ کی دلیل عنصیت سے برداشت کرتی ہے۔ یعنی فکر یا ایمان صحیحہ کی بنیاد پر عمل صالح تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے۔ جو حقیقتِ تقویٰ کو نفسِ ناطقہ میں متمکن کر دیتا ہے۔ اور قوائے ادراک و تحریک من جملہ قوّتِ شہوی میں اعتدال متحقق کرتا ہے۔ اور یہی اس فرمان ربانی سے مقصود ہے۔
قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا (والشمس) بے شک اس نے فلاح پائی۔ جس نے نفس کو پاک کر لیا۔

وہ کامیاب ہوا جس نے نفسِ ناطقہ کے علوی و سفلی تقاضاؤں کی ایفاء سے نفسِ ناطقہ میں عدل کو متحقق کیا۔ یعنی نفسِ انسانی جو اجتماع جملہ حقائق کی دلیل سے مصداق آیۂ خلائف الارض ہے۔ تزکیہ سے جو وجہ تعدیل ہے۔ استعدادِ نیابت کی حقیقت کو متحقق کر دیتا ہے۔ جس سے فردیت استخلاف فی الارض مشروط ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ وجل نفس کی علوی و عنصری حیثیت سے اس کا مطلوب ہے۔ اس لئے اس محبّتِ الٰہی کی ایفاء بہ دلیلِ تنویر (کیونکہ وہ نورٌ علیٰ نور ہے) کثافت کے جملہ تقاضاؤں کی ایفاء میں تصقیل کثافت سے قسط و عدل کو فطرت قرار دے دیتی ہے۔ جو سطح ارض پر نفوس انسانی اور منزل و مدن اور جملہ نظام کائنات میں تمکین اعتدال کا ذریعہ ہے۔ یہی للّٰہیت ہے۔ جو شرطِ خلافتِ الٰہی ہے۔ اور ایفائے تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ انسانوں کے لئے زینت دی گئی شہوات کی محبت

وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّھِمْ ...... الخ (آل عمران)

عورتوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے ڈھیروں اور شاندار گھوڑوں اور جانوروں اور کھیتوں سے یہ ہے دنیا کی زندگی کا سامان اور اللہ کے نزدیک بہترین بازگشت ہے تو کہہ دے کیا تم کو مطلع کروں اس سے بہتر کی طرف ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے پروردگار کے نزدیک اتّقاء کی۔

یعنی تمام ارضی شہوات میں اعتدال نفس میں تمکین اتّقاء سے محقق ہوتا ہے۔ جس پر ربّ قائم بالقسط عزّ وجل کی عندیت شاہد ہے۔ اور حقیقت اتّقاء مستلزم تزکیہ یا تصقیل کثافت ہے۔ جو اس عزّ وجل کے لئے عنصری طلب یعنی قوّت شہوی کے خاصہ کی الغاء ہے۔ جو بدلیل تصقیل دفع موانع کو مستلزم ہے۔ اور تحمّل کشف لطافت کو متحقق کرتی ہے۔ گویا قوّت شہوی مطلوب حقیقی عزّ وجل کی طرف استمرار رجوع کی استعداد ہے۔ جو فطری لگاؤ کے ساتھ کشف روح الٰہی کی بدفع موانع متحمل ہوتی ہے اور تحقق کشف روح الٰہی سے تدریجی ارتقاء کی شہادت سے نفس ناطقہ میں قوّت فعّالیہ کو متحقق کرتی ہے۔ جو قوّت تزکیہ ہے اور وہ نفس ناطقہ میں بدلیل کشف وتحمّل ارواح علوی وبخاری کی متمدہ قوّت ہے۔ اور ادراک اساس پر تحریکی جدّ وجہد سے ادراک میں متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ فطری رجوع کے استمرار والغاء کی دلیل سے استقلال استقامت قسطاس ہے۔ (بحالیکہ دفع موانع اس میں استقامت قسطاس ہے)

جو اساس ایمان پر مداومت عمل صالح سے حقیقت ایمان کا انکشاف جاریہ ومستند رجوع ہے یعنی روئیت مابہ الایمان یا نور الٰہی یا کشف روح الٰہی کی روح بخاری متحمّل ہو جاتی ہے۔ اور یہی بدفع موانع جو خاصہ شجاعت ہے۔ فطری لگاؤ کے ساتھ جو قوّت شہوی کا خاصہ ہے تنویر کثافت ہے۔ جو حقیقت عفّت ہے۔ اور تمام ارضی شہوات مذکورہ میں تمکین اعتدال ہے۔

پس فضیلت عفّت اپنی جملہ اصناف جو شرح عفت ہیں تزکیہ۔ حفظ۔ حیا۔ نفق۔ کسب طیبات متانت نفس نظم بالعلم کے ساتھ مطلوب ومقصود نفس متخلف عزّ وجل کے تحمّل انوار سے تکمیل پاتی ہے۔ اور تنویر کثافت اسے ان تمام محاسن افعال کی ظاہری صورت کے ساتھ متشکل کرتی ہے۔

یعنی مسلم عفیف کی قوتِ شہوی اپنے فطری اعتدال سے جو قائم بالقسط متخلف عزّوجل کا پرتوِ عدل ہے۔ اس امن کی آئینہ دار ہے۔ کہ جان و مال و آبرو کو اسی کے دامن میں پناہِ امن مل سکتی ہے۔ اعتدال اپنے فعّال فطری تقاضا سے فرط کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ اور عدل کو مستمر رکھتا ہے۔ اس لئے وراثت ارض کا فطری استحقاق صرف مسلم عفیف کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ وراثتِ ارض خلائف الارض نوعِ انسانی کا نظم ونسق ہے۔ جس کی فطرت اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور مسلم عفیف استعدادِ نیابت کی تکمیل یعنی قیام بالقسط سے مایہ دار ہے۔ جو روحِ متخلف کے کشف کا تحمل ہے۔ اور نفسِ ناطقہ کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ اور نظم وتدبیر عادل کا استحقاق ہے۔ کیونکہ متخلف عزّوجل تمام ملکوت اور جامع حقائق علویہ وسفلیہ نوعِ انسانی پر بہ نظم وتدبیر بالقسط قاہر و غالب ہے۔ اور مسلم عفیف بدلیل تحمّل کشف کمال رعنت کے ساتھ سطحِ ارض پر تقاضاہائے کثافت کی ایفا میں معتدل ہے اور بدلیل استمرار رجوع و ایفا حفظِ اعتدال اس کی قوّتِ فعّالیہ کا فطری تقاضا ہے۔ جو خاصۂ عفّت ہے۔ اور بدلیل دفع موانع مستلزم شجاعت ہے اور متخلف فعّال لما یرید عزّوجل کی قدرتِ فعالیہ کا اس کے نفسِ عفیف میں بدلیل تحمّل کشفِ روحِ الٰہی تجلّی عدل ہے۔

چنانچہ ملّتِ اسلامیہ کے سب سے پہلے فعّال عفیف محمّد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں تقویٰ کو معیارِ فضیلت قرار پایا۔ جو موجبِ تزکیہ ہے۔ کہ عرب کو عجم اور عجم کو عرب پر اور سُرخ کو سیاہ اور سیاہ کو سُرخ پر کچھ فضیلت نہیں۔ لیکن تقویٰ سے (فضیلت متحقّق ہوتی ہے) یہ اوّل المسلمین یعنی عفیف اوّل صلعم کے ترشحات فعالیہ ہیں کہ صرف مسلم عفیف ہی سطحِ ارض پر جہاں بانی اور سلطنت اور افضلیّت کا حق رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا مبداء اعمال متّقی ہے۔ اور اسی دلیل سے اس کی قوّتِ شہوی میں تزکیہ سے عفت راسخ ہو چکی ہے۔ جو حفظِ فطرتِ نفس اور ایفائے تقاضائے فطرتِ نفس کی دلیل سے تمام عالمِ انسانی پر ملّتِ اسلامیہ کی دلیل افضلیّت ہے۔ اور دلیل قسط

له مسند احمد

وعدل ہی شرطِ استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ مستخلف عزّ وجل قائم بالقسط ہے۔
حضور صلعم کا اسی موقعہ پر خطاب تحریم قانونِ عفاف کی وضاحت ہے۔ جس کے ساتھ مسلم عفیف کی فطرت نفس متحد الحقیقت ہے۔ کیونکہ عفیف اوّل کی حقیقت نفس نورانی معنویت کتاب یعنی دستورِ عدل کے ساتھ اتحادِ حقیقت رکھتی ہے۔ اور اس کے ترشحات دستورِ عدل کی شرح ہیں۔ اور مسلم عفیف حیثیت فعالیہ کے تواتر سے جس پر نفسِ انسانی میں روحِ الٰہی کا تولیہ اور اس کا کشف شاہد ہے۔ بہ دلیلِ تحمل کشف روح الٰہی اس عفیف اوّل کا وارث قرار پاتا ہے۔

ان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا

تمہارا خون۔ تمہارا مال، تمہاری آبرو اسی طرح محترم ہے۔ جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔

پس اسلامی مال وجان وآبرو کی حرمت کے ساتھ تصغیر الدول الیائمے عہد کی دلیل سے ان تمام مفرط اقوام کے جان ومال وآبرو کے حفظ کو ملتِ اسلامیہ کی عادل فعال حیثیت کا تقاضائے فطری قرار دیتا ہے۔ جو اپنے ادراک وتحریک کو اعترافِ تصغیر سے ملتِ اسلامیہ کی عزتِ عدل میں گم کردیتی ہیں۔ اور ان پر اس کا حکم آمر متصرف ہوجاتا ہے۔ علیٰ ہذا تمام کائناتِ انسانی میں نفاذ عدل اور اس کی تمکیں اشتراک نوعی کی دلیل سے اس کی فطرتِ فعّال کا فطری تقاضا ہے۔

پس غیر عادل اور مفرط قوتِ شہوی کو دنیا کی مسندِ سیادت کا جائز حق ہرگز نہیں پہنچتا کیونکہ اس کا دامن جان ومال وآبرو کے لئے ہرگز پناہِ امن نہیں۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں اس دلیل سے کہ وہ دستورِ عدل سے بیگانہ ہے۔ نورِ عفت متحقق نہیں ہے۔ جو حوائج ارضی میں عدل کو فطرت قرار دیتا ہے۔ اور کائناتِ انسانی کے لئے پناہِ امن ہے۔ جس سے صرف عفیف ملتِ اسلامیہ فائز المرام ہے۔ اور اس روشن دلیل کے سامنے اسے سطحِ ارض پر مسندِ سیادت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں تا ابد نورانی جنسیت کے ساتھ عندیت پروردگار سے وہ فندرۃ فوز العظیم پر جلوہ گر ہے۔

تزکیہ

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (والشمس)

فجور و تقویٰ کا الہام یا ان کی استعدادی حیثیت متحد المعنیٰ ہے۔ جو نفس انسانی میں ودلیت کی گئی ہے۔ اور نتیجہ کثافت و لطافت ممتزجہ ہے۔ گویا اپنی حیثیت الہامیہ یا استعدادیہ کی دلیل سے وہ قوت ارادی کے دو پہلو ہیں۔ جنہیں تحریک پر بالترتیب اس طرح قدرت حاصل ہے۔ کہ قوت شہوی ارضی شہوات کی طرف اپنے فطری لگاؤ سے جو بلحاظ نوعیت حیوانات اور انسانوں میں مشترک ہے۔ رجوع کرتی ہے۔ بحالیکہ نفس انسانی میں کیفیت شعوری ودلیت ہے۔ اور مطلوب حقیقی کی طرف اعمال صالحہ یعنی معروف کی تعمیل اور منکرات سے اجتناب کے ساتھ جو مستلزم قوت دافعہ موانع یعنی عدل غضب ہے۔ جسے اکراہ و اجتناب پر قدرت حاصل ہے۔ گامزن ہوتی ہے۔

انسان چونکہ بمطابق وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ عمومی حیثیت کے ساتھ اس خلافت الٰہیہ سے مشرف ہے۔ جو تمام بنی نوع انسان میں مشترک ہے۔ اس لئے یہ ضروری تھا۔ کہ اس میں روح مستخلف (لطافت) اور جائے قرار خلافت یعنی حقائق ارضیہ (کثافت) کے تقاضاؤں یعنی تقویٰ و فجور کو ضرور ودلیت کیا جاتا۔ پس وہ اسی دلیل جامعیت سے عناصر پر غالب و قاہر ہے۔ اور اس دلیل سے کہ حقائق اشیاء کا وجود مسلمات ہیں۔ خلافت عامہ کی حقیقت[1] جسے اپنے عہد میں خصوصیت فردیت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ مستخلف عزوجل واحد و فرد ہے۔ ان اجزائے ترکیبہ (لطافت و کثافت) کی تعدیل یا تکمیل سے مشروط ہے۔ جو ان کی حقیقت ہے۔ اور اپنی حیثیت کے ساتھ حقیقت شرطیہ پر شاہد ہے۔ کیونکہ عدل لطافت روح مستخلف کا کشف ہے۔ اور نتیجہ کثافت روح بخاری اس کی متحمل ہوتی ہے۔ اور کثافت ارضی جائے قرار خلافت ہے۔ اور ان اجزائے ترکیبہ

[1] یعنی استخلاف فی الارض

کی تعدیل و تکمیل بدلیل امتزاج کیفیت حجابی کی وجہ سے مستلزم تصقیل و تصفیہ ہے۔ جو تزکیہ سے متحقق ہوتی ہے۔ گویا تزکیہ تقویٰ و فجور میں تحقق اعتدال کا ذریعہ ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی کے جملہ تقاضاؤں کی ایفاء اس کا عدل ہے۔ اس لئے استعداد تقویٰ کی ایفاء جو اس کا عدل ہے کشف روح الٰہی یا امدائے نور الٰہی سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور فجور میں اعتدال کثافت ارضی کے تقاضائے تحمّل نور کے ایفاء سے متحقق ہوتا ہے۔ جو نفس انسانی کو شہوات ارضی کی ایفاء میں عادل کر دیتا ہے۔ تقویٰ و فجور استعداد ارادی کے دو پہلو ہیں۔ انہیں فعلی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ فعل استعداد ارادی کے ماتحت قوت تحریک کا نتیجہ ہے۔ جو استعداد ارادی پر مؤثر ہے۔ کیونکہ کثافت محل لطافت ہے۔ پس اساس فکری پر قدرت ارادی کے ساتھ جہت شہوی کا مطلوب علوی کی طرف اقدام یعنی اعمال صالحہ کا جسمانی حیثیت سے اس کے ذریعہ ظہور اور منکرات سے جسمانی حیثیت کے ساتھ اس کا اجتناب اس دلیل سے کہ ثقیل و مستقلہ کثافت ہی نفس ممزّج میں شعور کے تقاضائے کشف کے ماتحت رفع حجاب کثافت ہو سکتی ہے۔ استعداد ارادی یا تقویٰ و فجور میں امتدال پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ خالق حقیقی عزّ و جل کے ترشحات اعتدالیہ میں استغراق ہے۔ جو نفس انسانی میں کشف لطافت سے تنویر کثافت کو متحقق کرتا ہے۔ اور یہی کشف و تنویر بدلیل تصفیہ و تصقیل کثافت تزکیۂ نفس ہے۔ جو قوت تحریک کے فعل مسلسل سے پردۂ غیب کو بدلیل نورانی جنسیت کثافت نفس انسانی میں روح الٰہی (لطافت) کے رخ تاباں سے دور کر دیتا ہے۔ گویا نفس ناطقۂ انسانی نورٌ علیٰ نور[1] کے انوار ذات میں بمطابق یَهْدِی اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ یَّشَآءُ[2] مستغرق ہوتا ہوا۔ اس کی صفات عادل کا جلوہ گاہ ہو جاتا ہے۔ جو اس میں کشف روح الٰہی اور روح بخاری کا تحمل کشف ہے۔ پس تزکیۂ نفس اس نورانی قوت کو مستلزم ہے۔ جو ادراکی اساس پر تحریکی فعل سے ادراک میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور بدلیل امدائے نور فعّال لما یرید اور نورٌ علیٰ نور عزّ و جل یعنی نفس انسانی میں بدلیل کشف روح الٰہی شوکت فعّالیہ سے مایہ دار ہے۔ یہی قوت تزکیہ ہے

---

[1] نورٌ علیٰ نور (نور) [2] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب رہنمائی فرماتا ہے۔ (نور)

جو بنی نوع کے ان نفوس منفعل میں متصرف ہوتی ہے۔ جو اس کے ساتھ تصدیق شعوری و اعترافی وعملی کے ساتھ کہ وہ عہد بیعت یا سمع وطاعت ہے۔ محقق اتصال ہیں اور اس کی ایفاء حقیقت تصدیق شعور و اعتراف وعمل ہے۔ اور ارواح فعّال ومنفعل میں اس تعلق کے سیرانِ پائندہ کی تکمیل ہے۔ اور تدریجی تصرّف کی دلیل ہے۔ جس پر تدریج ارتقاء اور تدریج قبول شاہد ہے۔ یعنی نفس انسانی میں لطافت علوی اور کثافت ارضی کا مرجع فطری وہ عزّوجل ہے۔ پس علوی وعنصری رجوع کی ایفاء ترشحات لطافت وکثافت کے ذریعہ متحقق ہوتی ہے۔ اور اس کی ایفائے متشکل بیعت ہے۔ جس میں شعور صحیح اور تحریک جسم (اعتراف اور دست گیری) اس کا رُوح وجسد ہے۔ اور اُن کا کشف وتحمّل حقیقت عہدِ بیعت ہے۔ اور نفس فعّال میں رُوحِ الٰہی کا رُوح بخاری پر نورانی کشف اس کے ہاتھ کو دستِ الٰہی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ رُوحِ بخاری تمام جسد میں جاری وساری ہے اور رُوحِ الٰہی کا محل ہے۔ پس نفسِ فعّال کے دستِ مبارک پر عہد بیعت مرجع فطری عزّوجل کی طرف بمطابق فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ تکمیل ایفائے رجوع فطری کے لئے تعقید عہد سمع وطاعت ہے۔ اور چونکہ حقائق اشیاء مسلّمات ہیں۔ اس لئے اس ادراکی وتحریکی عہد کی ایفا اس کی حقیقت ہے۔ اور دلیل تمکین حقیقت ہے قوّت تزکیہ کے تدریجی تصرف کو مستلزم ہے۔ اور بصورت غیر ایفا بدلیل ہدم الفعال قوّتِ تزکیہ کی حیثیتِ فعّالیہ ناکث العہد نفس انسانی پر متصرف نہیں ہوتی۔

الحاصل فعّال عزّوجل نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفس مبارک میں حقائق وحی وشہود اور شرح صدر اپنے دستِ مبارک سے متحقق فرما کر جو ترشحات اعتدالیہ الٰہیہ (کتاب مجید) میں استغراق کو مستلزم ہے لامتناہی کشف وتحمّل سے فعّال

---

۱ عنوان تدریج ارتقاء مطالعہ فرمادیں۔ ۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ (فتح) ۳ پس بشارت مناؤ اس بیع کی جو تم نے اس سے کی ہے (توبہ)
۴ اخلاق نبوی صفحہ ۱۲۵ مطالعہ فرمائیں۔

قوتِ تزکیہ جلوہ گر فرمائی۔ اور اس نے اس دلیل سے کہ بنی نوع انسان کے نفوس ارواح علوی و بخاری کے حامل ہیں۔ اُن عارفین و عاولین صحابہ کے نفوس کو جو آپ کے نفس فعّال کے ساتھ عہدِ بیعت کے ذریعہ منفعلاً وابستہ ہوئے تصرّف فعّالیہ سے تدریجی ارتقأ[1] کی شہادت کے ساتھ منکشف اور فعّال فرمایا۔ اور یہی اس فعّالی اور انفعالی تعلق یعنی تسلسل قوتِ تزکیہ کا ملّتِ اسلامیہ میں اجرائے مسلسل ہے۔ اور ہر عہد میں مقصد بعثتِ مصطفوی کا ایفاء ہے۔ اور ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پر رجیع کرتا ہوا دستِ الٰہی کے ساتھ متّصل قرار دیتا ہے چنانچہ "مقدمہ تذکرہ" (مصنفہ خاکسار) سے عنوان بیعت کا کچھ حصّہ معمولی تجدید کے ساتھ درج ذیل ہے۔ جو ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفسِ فعّال کے ساتھ ترشحاتِ فعالیۂ مصطفوی کی روشنی میں متّصل قرار دیتا ہے۔ اور یہ اتّصال حضور صلعم کی قوتِ تزکیہ کا ارواحِ ملّت میں سیرانِ پائندہ ہے۔ اور مقصودِ آیہ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[2] کی ہر عہد میں اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃ تکمیل ایفا ہے۔

بروایت بخاری حضرت مجاشع اور ان کا بھائی حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہجرت پر بیعت چاہی۔ تو حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ وہ تو اہلِ ہجرت کے لئے ہو چکی۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ اب آپ کس بات پر ہم سے بیعت لیں گے۔ حضور نے فرمایا۔ اسلام اور جہاد پر (عبادات کے ذریعہ حقیقت اسلامیہ تک پہنچنے یعنی عرفان پر اور جہاد پر جو عبادات و شرائع کی تعمیل سے موانع کو ہٹا دیتا ہے۔)

خلوت و شمشیر و قرآن و نماز
اے خوش آں عمرے کہ رفت اندر نیاز (اقبال)

اور بخاری کتاب الایمان میں عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بحالیکہ آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت

---

[1] عنوان تدریج ارتقاء مطالعہ فرمادیں [2] اور اُن کو پاک کر دے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھا دے ؛

تھی۔ بایعونی (میری بیعت کرو) کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ اور نہ کوئی بہتان اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھاؤ گے۔ اور پھر فرمایا۔ ولا تعصونی فی المعروف (یعنی صالحات میں نافرمانی نہ کرو گے) عہد نبوی میں قرآن و سنت کے ہر حکم کے بالمشافہ مخاطب صحابۂ کرام تھے۔ مگر ہر حکم جملہ امت کے لئے قیامت تک ہر عہد میں نافذ و ساری رہے گا۔ اسی طرح حکم "بایعونی" کا نفاذ بھی تسلسل چاہتا ہے۔ تاکہ ہر عہد میں اس حکم کی تعمیل ہوتی رہے۔ اور جس طرح صحابۂ کرام (بحالیکہ وہ پہلے سے شرف ایمان و صحبت سے مشرف تھے) تقویٰ کی مخصوص بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور بمطابق

فبایعناہ علی السمع والطاعت — ہم نے آپ سے سمع و طاعت پر بیعت کی۔
بخاری (عن عبادہ ابن صامت)

عہد سمع و طاعت یعنی مرجع فطری عزوجل کی طرف تکمیل رجوع فطری کے لئے تعقید عہد سے شرف پایا۔ اسی طرح مومنین کو ہر عہد میں ارشاد "بایعونی" کی تعمیل ضرور کرنی چاہیے۔ بحالیکہ طریق تعمیل کی دیگر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل صراحت موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طوبیٰ لمن رانی وامن بی وطوبیٰ لمن رای من رانی ولمن رای من رای من رانی وامن بی طوبیٰ لھم وحسن ماٰب۔
(جامع الصغیر سیوطی و صواعق محرقہ۔ بروائت عبداللہ ابن بسر)

عمدگی ہے اس شخص کو جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور عمدگی ہے اس شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کر چکا ہے۔ اور اس شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کرنے والے کی زیارت کر چکا ہے۔ اور مجھ پر ایمان لایا عمدگی ہے ان سب کو اور اچھی بازگشت۔

اور

طوبیٰ لمن رانی ولمن رای من رانی ولمن رای من رای من رانی — عمدگی ہے اس شخص کو جس نے مجھے (عالم و معلم کتاب و حکمت) کو دیکھا جس نے

عبد حمید عن ابی سعید ابن عساکر عن وائلہ — میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ اور اُس کو جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔ (جامع الصغیر سیوطی)

یعنی شمع اوّل سے اگر مسلسل صدہا چراغ روشن ہوتے چلے جائیں۔ تو آخری چراغ سے حصولِ ضیا شمع اوّل سے تنویر کے قائمقام ہے۔ علیٰ ہذا دریائے نور کے منبع سے سیراب ہونا یا مجاری مسلسل سے جرعہ آشامی اسی دریائے نور سے فیض کامی ہے۔ چنانچہ بحوالہ تاریخ طبری رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک میں نجاشی کی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیعت بالتوسّل یعنی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت اور اپنے مکتوب میں ان الفاظ کے ساتھ اعتراف بایعتک وبایعت ابن عمک (میں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے چچازاد بھائی سے بیعت کی) اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے فتح مکّہ کے دن فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عورتوں کو بیعت فرمانا (شیخ اسماعیل حقی البروسوی نے روح البیان میں سورۂ ممتحنہؓ کی تفسیر میں متعلقہ روایات کا ذکر کیا ہے) اور بروائت بخاری حضرت علقمہ تابعی کا سفرِ شام اور دعائے حصول جلیس صالح اور حضرت ابی درداءؓ کا حصول جن کا پایۂ علم (بروائت ترمذی) مستند ہے۔ اور حضرت خثیمہ ابن ابی سبرہ کا سفرِ مدینہ تاکہ وہ رفیق صالح کو دیکھیں جس نے رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے۔ احادیث بالا کی عملی تشریحات ہیں۔ سفر خثیمہ کو دارمی نے اس طرح روائت کیا ہے۔ کہ خثیمہ ابن ابی سبرہ نے فرمایا کہ میں مدینہ منوّرہ حاضر ہوا۔ اور اللہ سے التجا کی۔ کہ وہ مجھے جلیس صالح (رفیق اور دلیٔ کامل) عطا فرمائے۔ چنانچہ مجھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حاصل ہوگئے۔ اور میں آپ کی خدمت میں بیٹھا۔ اور آپ سے عرض کی کہ میں نے اللہ سے جلیس صالح کے حصول کے لئے التجا کی تھی۔ چنانچہ آپ مجھے مل گئے تو آپ نے پوچھا۔ تو کہاں سے ہے؟ میں نے عرض کی۔ اہل کوفہ سے ہوں۔ اور آیا ہوں تاکہ خیر حاصل کروں ...... الخ (خیر سے مراد

...... اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ ...... الخ (ممتحنہ)

بمطابق[1] مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا[2] کتاب وحکمۃ ہے۔ کیونکہ حکمت اسرار کتاب ہیں۔

برگ و ساز ما کتاب و حکمت است   این دو قوت اعتبار ملت است

اور خیر بمطابق[3] وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَۃٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ خَیْرٌ قرب و معرفت الٰہی ہے۔ جو حقیقت کتاب و حکمت ہے) اور جلیس صالح سے مراد بمطابق آیہ

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ط (نساء)

اور جو اطاعت کرے اللہ کی اور رسول کی پس وہ لوگ ساتھ ہیں ان لوگوں کے ان پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ انبیاء صدیقین، شہداء صالحین سے اور یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔

ایسا رفیق ہے۔ جو انعام شدہ لوگوں صالحین سے ہو (حضرت ابوہریرہ کا بلند علمی پایہ (بروایت بخاری) مستند ہے۔

پس جب یہ ثابت ہو چکا کہ حصولِ خیر[4] کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت التقوٰی لازم ہے۔ جس سے خلفائے راشدین اور صحابۂ عارفین مشرف ہوئے اور احادیث نبویہ اور صحابہ و تابعین کے عمل سے مضمون تسلسل بھی واضح ہو چکا۔ تو بلاشبہ صدیقین، شہداء، صالحین کے لئے قیامت تک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ تسلسل و تواتر تمسک بیعت[5] متحقق ہے۔ اور ان ہر چہار گروہ منعمین سے ہر ایک کا بہترین رفیق ہونا مضمون تواتر کو آفتاب کی طرح درخشاں کرتا ہے۔ کیونکہ قوت[6] تزکیہ باعث تسلسل ہے۔ اور قیامت تک ملت کے جملہ عہود و دہور کو بذریعہ تسلسل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کر رہا ہے۔ نبوت (حضور صلعم) سے وابستہ ہونا مضمون آیہ کی تکمیل ہے۔ اور اسی طرح رفاقت نبوی کا کامل تحقق ہوتا ہے۔

---

[1] جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی [2] اور اگر وہ ایمان لاتے اور اتقا کرتے۔ تو اللہ کے نزدیک (عندیت پروردگار سے) مثوبت خیر حاصل ہوتی۔ [3] کتاب و حکمت۔

[4] اور سا تھ کہ کتاب و حکمت ہی انعام الٰہی ہے۔ کیونکہ وہ نور علیٰ نور کا نورانی ترشح ہے اور وہ محل انعام الٰہیہ ہے [5] نفس فعالی اول صلعم کے تصرف

[6] ...

علیٰ ہذا جب زمین پر اللہ عزّ وجل آیتِ استخلاف کا منشا پورا کرنا چاہیں۔ تو لا بد ہے کہ بمطابق

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (نور) اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ اُن کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا۔

اور

... اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء) .... زمین کے وارث ہوں گے میرے عباد صالح

خلیفہ حق صالح ہو یعنی انعام شدہ گروہ سے ہو۔ اور رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ بمطابق طوبی لمن رآنی ..... الخ بذریعہ تواتر و تسلسل ارشادِ نبوی بالیعونی کی تعمیل سے وابستہ ہو۔ اور حضور صلعم کے صدرِ مبارک سے دریائے علم و نور حضرات صالحین کے سینوں سے ہوتا ہوا۔ اس کے سینۂ فیض گنجینہ میں موجزن ہوتے۔ جس طرح خلفائے راشدین کے سینوں میں علم و نور کا دریائے بے پایاں رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پورے زورِ توجّہ سے جاری فرمایا تھا۔ تاکہ وہ خاتم النّبیین محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مبارک پر تعلق و تمسک کی حقیقت اور مقصود کے ساتھ اپنے عہد میں جامع ملّتِ اسلامیہ ہو۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست\
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است\
(اقبال)

حفظ

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ (مومنون)

انسان اپنی ترکیب خلقت یعنی کثافت ارضی اور حقیقت علوی کے تقاضائے امتزاج سے اپنی مقتضیاتِ حیات میں ترشحاتِ حقائق ترکیبیہ (ادراک و تحریک) کے متحدہ نظم و ضبط سے شخصی و منزلی و مدنی، تہذیب و تدبیر و سیاست کو استوار کر سکتا ہے اور جب تک تہذیب و نظام کی تاسیس ہر دو خلقی حقائق کی خشت و گل سے مستحکم نہ ہو وہ غیر فطری نظام فطرت انسانیت کو منہدم کر دیتا ہے۔

حقیقتِ علوی کا ترشح وہ شعور ہے۔ جو خیر و شر اور نظام و فساد میں استعدادِ تمیز ہے۔ اور کثافتِ ارضی سے وہ قوّت مرتّب ہوتی ہے۔ جو خیر و نظام کو بدفع موانع عملی جامہ پہناتی ہے۔ پس ادراک و تحریک کا اتحادِ صحیحہ جو مرجع فطری عزّوجل کی طرف رجوع صحیح سے متحقق ہوتا ہے۔ کائنات انسانیّت کی شخصی اور معاشرتی اور ملّی رُوح رواں ہے۔ اور یہ انسان کی خلقی حیثیت کا تقاضا ہے۔ کہ وہ جسمانی قوّت کو جو اس عزّوجل کی طرف عنصری رجوع سے مایہ دار ہے۔ اور وہ استعدادِ تحملیہ ہے۔ اور تحمل نور وجہ تعدیل کثافت ہے۔ شعور کی معیّت میں استعمال کرے۔ جس کی حقیقت اس کا نورانی کشف عدل ہے۔

چنانچہ قوائے تحریک کا ارضیات میں محل و معمل شعوری اتحاد سے قیام چاہتا ہے۔ اور حفظ و بقائے انسانی کے لئے ارضیات میں اس شعوری حیثیت کا نفاذ جو متقاضی تہذیب و تدبیر و نظم ہے۔ جس پر احتیاج تہذیب اخلاق و تدبیر منزل اور سیاست مدن شاہد ہے۔ دستورِ عدل کے زیر اہتمام اس معاہدہ کو مستلزم ہے۔ جو دو نفوس مرد و عورت کے درمیان نکاح کے مقدس نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور یہ معاشرتی یا منزلی نظم و نسق کا افتتاح ہے۔ اور ملّت کی تاسیس و تعمیر کا ذریعہ ہے اور اس احسن التقویم کے نسلی قیام

دبقا کا موجب ہے۔ جس کا اندرون جلوہ گاہ انوارِ صمدیّت ہے۔
گویا قوتِ شہوی کا ارضیات میں نفاذ اگر تدبیرِ معاشری کے بغیر ہو۔ تو وہ شعور کے ہوتے ہوئے شعور سے معرّا حیوانیّت کا مظاہرہ ہے۔ اس لئے اس کے غیر فطری انفاذ کو فطرتِ انسانی ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور تعقیدِ معاہدۂ نکاح اور اس کے حفظ کے لئے فیصل بالحق ہے۔ گویا اس معاشری حفظِ مطلق کا تحقق اعیاز معاہدہ سے حفظِ فروج کو مستلزم ہے۔ اور یہی اس فرمانِ ربانی سے مقصود ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (مؤمنون) اور وہ اپنے فروج کی حفاظت کرتے ہیں۔

ورنہ بصورتِ دیگر فطرتِ انسانی کی تشخیص و تجزیہ اس ناکث العہد نفس کو حیطۂ حقیقتِ انسانیت سے خارج قرار دیتا ہے۔ کیونکہ ایفائے عہودِ فطری و ارادی بدلیل تقاضا ہائے فطری حقیقتِ نفس ہے۔ اور نکاح فطری و ارادی حیثیّت سے ایک مقدس عہد ہے۔ جس پر شعوری معیّت کے ساتھ فطری لگاؤ شاہد ہے۔ چنانچہ دستورِ عدل شریعتِ اسلامیہ کا اس انہدامِ انسانیت پر احتسابِ شدید اسی حقیقت کا مظہر ہے۔
گویا معاہدۂ نکاح کا حفظ جو انسانیت کے نظامِ معاشری کی فطرت کا تحفظ ہے۔ اس دلیل سے عفیف ملّتِ اسلامیہ کا فطری خاصہ ہے۔ کہ اس کا ترشحاتِ اعتدالیہ الٰہیہ (کتاب مجید) میں استغراق معنویّتِ دستور کے ساتھ اس کی فطرتِ نفس کو متحد الحقیقت قرار دیتا ہے۔ یعنی اس کے نفوس از دیں عدل یا کشف لطافت سے تنویرِ کثافت جملہ ارضی تقاضاؤں کی ایفاء میں عدل متحقق کر دیتی ہے۔ جو بہ دلیل تنویر للّٰہیّت[1] ہے۔ کیونکہ اللہ عزّ وجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے ارضیات میں اس کی قوتِ شہوی کا نفاذ خواہش رانی کے لئے نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ (نازعات) اور اس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا۔

---

[1] قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ (انعام)

پس تمام کائنات انسانی کے لئے عفیف ملّت اسلامیہ کا دامن پناہ حفظ و امن ہے۔ کیونکہ اس کی عفیف قوّت شہوی دستور عدل کے ساتھ معنوی اتحاد کی دلیل سے جان و مال و آبرو کے لئے دلیل حفظ ہے۔ اور اسی شہادت آمنہ کی روشنی میں قرب فواحش اس کی فطرت عفیفہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اسی محبّت ساطعہ سے اس کا معاہدۂ نکاح نورانی معنویت آیات مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ اور مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ کی شرح متشکل ہے۔ اور آیۂ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے بعد وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ کا مقصود نسلی تواتر سے سطح ارض پر تمکین پاتا ہے۔ اس کی ایفا کے لئے عادل عنصری حیثیت رکھتا ہے۔ پس اس کی عفت فطری تمام کائنات انسانی پر دلیل فضل ہے۔ اور برہان استحقاق استخلاف فی الارض ہے۔

حیاء

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ (قصص)

کثافت و لطافت کے امتزاج سے قوّت تحریک کی اس حیثیت کو جو ارضی شہوات سے متعلق ہے۔ لطافت علوی کا ترشح یعنی شعور (جس کی معنویت نور ہے) فطری طور پر اختلاف کثافت و لطافت کے تقاضا سے عریاں گوارا نہیں کر سکتا۔ پس اس ناگوارائی کیفیت

۱؎ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ...... (بنی اسرائیل) ۲؎ حفاظت میں لانے والے نہ مستی نکالنے والے (نساء) ۳؎ حفاظت میں آنے والیاں نہ مستی نکالنے والیاں (نساء) ۴؎ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں ۵؎ اسی نے تمہیں زمین میں خلفاء بنایا ہے۔ ۶؎ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ ...... الخ (نور)

کا نتیجہ حیا ہے۔ اور کشفِ لطافت سے تنویرِ کثافت فکر و عمل میں میزان عدل کی دلیل سے
کثافت کے تقاضاؤں کی ایفاء کو عدل متشکل قرار دیتی ہے۔ جو فطرتِ نفس کی مطابقت ہے
اور گوارائی کیفیت ہے۔ اور حقیقتِ حیا کی تکمیل ہے۔ گویا یہ ناگوارائی کیفیت یعنی حیا کشفِ لطافت
سے تنویرِ کثافت کے لئے فطرتِ نفس کی دعوت ہے۔ جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ لباس
اور ستر عورت اسی فطری تقاضا کا نتیجہ ہے۔ جو تمام بنی نوعِ انسان میں بطور فطرت مشترک
ہے۔ گویا یہ مقدس ملکہ حفظ فطرت نفس ہے۔ اس لئے ایک پاک دامن مؤمنہ حفظِ فطرت کی
دلیل سے اسی کی شرح متشکل ہے۔ چنانچہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

فَجَاۤءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ (قصص) پس آن میں سے ایک اس کے پاس آئی شرماتی
ہوئی رفتار سے۔

نبی برحق کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بعثت سے قبل حافظ فطرت اساسی ہو جو بنیادِ تکمیل
فطرت ہے۔ اور دستِ تربیتِ الٰہی سے مکمّل فطرت ہو۔ کیونکہ مدعائے بعثت تکمیل
نفوسِ انسانی ہے۔ اور یہ حفظِ فطرت اور تکمیلِ فطرت اس کے دعویٰ حق پر شاہدانِ صادق
ہیں۔ اور نوعِ انسانی کے لئے تجلیاتِ روشن ہیں۔ کہ وہ سمع و طاعت سے مقصدِ تخلیق
نفوس کو تکمیل نفوس سے جو ان کی تعدیل ہے، مکمّل کریں۔

چنانچہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایامِ طفولیت کا واقعہ جب تعمیر کعبہ کے وقت
حضرتِ عباس کے فرمانے سے آپ نے اپنا تہبند اپنے دوش مبارک پر رکھ لیا۔ تو آپ بیہوش
ہو گئے۔ اسی حفظِ فطرت پر دلیل ہے۔ اور یہ بدیہہ ہے۔ کہ تکمیلِ فطرت حقیقتِ اساسی کے
قیام کو مستلزم ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایت حفظِ اساسیِ فطرتِ مصطفوی اور اسکی حقیقتِ تکمیلیہ پر شہادت ہے

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔

پس اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں یہ فطری ملکہ حقیقتِ اسلامیہ کے میزانِ
پائندہ کی دلیل سے ملّتِ حنیف میں الیٰ یوم القیٰمۃ جاری و ساری ہے۔ جو حفظِ فطرت
اور تکمیل فطرت کی دلیل سے تمام کائناتِ انسانی پر دلیل فضل ہے۔ کیونکہ مسلم

عفیف کے جملہ اعضا اور جوارح کثافتی اضطرار سے بطور فطرت حفظ پالیتے ہیں۔ اور عنصریات کی ایفاء میں وہ تعدیل شہوات سے عادل فطرت نفس کے تقاضاؤں کا مقدس فرض ادا کرتا ہے اور اس لئے اس کا دامن پناہِ حفظ دامن ہے۔

اور چونکہ کشفِ لطافت سے تنویر کثافت کے لئے حیا فطری دعوتِ نفس ہے۔ اس لئے جادۂ تکمیلِ دعوت میں عدلِ اساسی کی دلیل سے یہ کیفیتِ حیا اس کے لئے حجاب نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل روایت اسی کیفیت کی تصدیق ہے۔

نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعھن الحیا اَنْ یَّتَفَقَّھْنَ فِی الدِّیْن (مسلم) انصار کی عورتیں بہترین عورتیں تھیں کہ حیا ان کے فہم دین حاصل کرنے میں حائل نہ ہوتی تھی

علیٰ ہذا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اجرائے حدود و قصاص چونکہ اضطرارِ فطیہ کی شکست یا احیائے حیا کے اس دلیل سے ذرائع ہیں کہ وہ ادراک و تحریک پر نتائج موت و حیات کے ساتھ موثر ہیں۔ اس لئے وہ حفظ فطرت کے لئے بتقاضائے فطرت حجاب رافت سے محجوب نہیں ہوتا۔ جو اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیِ مِنَ الْحَقِّ کی وراثت فاضلہ ہے۔ کیونکہ وہ آمر بالعدل عزّ وجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور حیا کشفِ لطافت سے تنویر کثافت کی دعوت ہے۔

پس اللہ عزّ وجل نے شکستِ فطرت کو حسب درجات تدریجیہ قتل نفس کی مثل یا قریب قرار فرماتے ہوئے اجرائے حدود کے ساتھ ان محرکات سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ جو اس فطری کیفیت کی تخریب کا موجب ہیں۔ سورہ نور آیات ۲، ۴، ۱۲، ۲۰، ۲۱ مطالعہ فرمادیں۔

فحشاء اس لئے شکستِ فطرت ہے۔ کہ وہ ارضی اضطرار میں ایسا بہاؤ ہے۔ جس میں بوقتِ فحشاء نفس ناطقہ کی حیثیتِ لطافت یا کیفیتِ شعوری کے حقائق بیکار ہو جاتے ہیں۔ گویا اس وقت حیثیتِ نطق کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا فحشاء کی تہمت کاذبہ۔ نفس کاذب کی کثافت اضطراریہ کی عریانی ہے اور صرف اس کی اس کیفیت فرطیہ ما فی النفس کا ترشح ہے۔ کیونکہ خارجاً اور فی الاصل اس کا کچھ وجود نہیں ہوتا۔ یا وہ

اس کی ایسی غیر عادل شعوری کیفیت کا نتیجہ ہے۔ جو کوائفِ خارجیہ اور اُن کے حقائق میں تداولِ کاملہ سے عدل کے ساتھ متحقق نہیں ہے۔

اور چونکہ نفسِ ناطقہ کا خالقِ حقیقی صرف وہ عزّوجل ہے۔ اس لئے اس کے ترشحات عدل میں استغراق سے ہی اُن محرّکات کو جو تخریبِ فطرت کا موجب ہیں۔ فطرتِ نفس سے خارج کرتے ہوئے اعتدالِ فطرتِ نفس قرار پا سکتا ہے۔

ورنہ بصورتِ دیگر اُن مفرط محرکات میں بہاؤ سے وہ کیفیتِ فطری یعنی حیا مٹ جاتی ہے جو مضطرب ارضیات کو گوارا نہیں کر سکتی۔ جس پر اس کی کیفیت تمشی علی ستحیاءٍ شاہد ہے۔ جو تکمیلِ فطرتِ نفس کی استعداد ہے۔ گویا غیر متمدّن اقوام کی عریانی اور بے حیائی مرگِ انسانیت کی ظاہری شکل و صورت ہے۔ اور ان کے نفوسِ ناطقہ کی حیثیّتِ خلقیہ کے فقدان و عدم پر شاہدِ ناطق ہے۔ یعنی وہ نفوس ابکمٌ ہیں۔ ان سے خیر و فلاح یا انسانیّت اکشفِ لطافت اور تنویر کثافت ہرگز متوقع نہیں ہو سکتی۔ پس صرف مسلم عفیف جو دلیل[۱۲] عدل سے حافظِ فطرت اور مکمّلِ فطرتِ انسانیت ہے۔ کائناتِ انسانی کے فطری تقاضاؤں یعنی وحدتِ[۱۳] اجتماع اور قبضۂ شمشیر اور وراثتِ ارض کا جائز حق رکھتا ہے۔ اور نفوسِ مفرط کو مرگِ فطرت کی دلیل سے اپنی عزّتِ عدل و حیا یا حیاتِ انسانیت کے روبرو جھکا لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ گویا فطرتِ نفسِ مُسلم عفیف کے فضل اور نفسِ مفرط کی تصغیر کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور نفسِ فرد اور نفسِ جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت ملّتِ وسط کے فضل اور برتری کے لئے شاہدِ ناطق ہے؛

---

[۱۲] سورۂ نمل آیت نمبر ۱۰، مطالعہ فرمادیں۔ [۱۳] تمہید صفحہ نمبر ۸ اور عنوان شجاعت مطالعہ فرمائیں۔

نفق

وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (تغابن)

اُن تمام عنصری اسباب کا منبع و مخزج ارض ہے۔ جو ایفائے ارضیات کے ذرائع ہیں اور مال (سیم وزر) مسلمات شعوری کے مطابق جو مستلزم نظام منزلی و مدنی ہے۔ ان اسباب کی حیثیتِ کلّیہ کا جامع مختصر ہے۔ اس لئے نفسِ انسانی کثافت داخلی کے ساتھ خارجی کثافت کی جنسیّت سے مال کی طرف جو اس کے ارضی ماحول میں ایفائے حوائج عنصری کا ذریعہ ہے۔ بقائے حیاتِ عنصری کے لئے جو محلِّ رُوحِ علوی ہے۔ رجوع کرتا ہے اور شعور اس دلیل سے کہ وہ ترشحِ رُوحِ الٰہی ہے۔ اس میں ضبط و عدل چاہتا ہے۔ اور وہ اجتماعِ منزلی و مدنی اور اس میں اس میران رجوع کا جو اشتراک کثافت کا نتیجہ ہے۔ تہذیب و تدبیر و سیاست سے تحقّق ہے۔ گویا بقائے حیاتِ عنصری کے لئے یہ رجوعِ فطرت ہے۔ اور اس کی تہذیب اور تشکیل و استمرار نظام منزل و مدن کے لئے رجوع اور میران رجوع شعوری (تقاضا کی دلیل) سے تقاضائے فطرت فرد ہے۔ یہ ہے وہ عدل اساسی جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی تکمیل ایفائے حاجت کے لئے مدّعائے رجوع کو محفوص (کرتی ہوئی خواہش کو فطرت سے خارج کر دیتی ہے۔ جسے اعتدال شعور کے ساتھ لزوم حاصل ہے۔ اور یہ حقیقتِ عدل ہے۔ جو خالقِ نفس قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ و جل کے ترشحاتِ عدلیہ کتابِ مجید میں استغراق یعنی اسلام سے نفس ناطقہ میں متحقق ہو سکتی ہے۔ پس مکمّل فطرت مسلم عفیف اپنے نفس پر حق فطرت کی ادائیگی کے لئے خرچ کرتا ہے۔ جس میں حرص نفس کو دخل نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا من جملہ ایفائے کامل

ازروئے نفق ان تمام حقوق[1] کی ایفاء میں جو سیران لطافت وکثافت سے نوعِ انسانی میں متحقق ہیں۔ وہ نہ تو حرص کے ساتھ اپنے نفس کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نہ یک گونہ غیر معتدل رجحانات میں مبتلا ہوتا ہے۔ یعنی حق نفس اور جملہ حقوقِ فطری کو بدلیل کشف[2] و تمثل تلبیت کے ساتھ بالعدل ادا کرتا ہے۔

کیونکہ دستورِ عدل میں استغراق کی دلیل سے اس کی حقیقت نفس آئین ہائے عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے۔

وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (تغابن)	سنو اور مانو اور خرچ کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور جو حرص نفس سے بچایا گیا۔ وہی کامیاب ہیں۔
	(ترتیب آیہ سے ظاہر ہے کہ سمع وطاعت (استغراق) بدلیل نفق حرص نفس سے نجات کا ذریعہ ہے)

اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ ملّت عفیف میں حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک کی دلیل سے عفت ساریہ پر شاہد پائندہ ہے۔ بروائت بخاری اس صلعم نے حضرت ابوذر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے اباذر مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی باقی رہ جائے۔ مگر یہ کہ کسی کا قرض ادا کرنے کے لئے رکھ لوں۔ (یہ شوکت نفق تھی) اور اس صلعم سے تواتر تزکیہ وتعلّم جو دستورِ عدل یعنی کتاب مجید میں استغراق کا اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃ تسلسل جاریہ ہے۔ تکمیل دستور کے ساتھ تعدیل نفس کی شہادت مستمرہ سے جو نفوس افراد کی دستورِ عدل کے ساتھ اتحادِ حقیقت ہے۔ اسلامی نظام عدل کی پائندگی اور استمرار پر شاہد ناطق ہے۔ جو حرص نفس سے پاکیزہ ومقدس ہے۔ یعنی دستورِ عدل کی نورانی معنویت جو اس دلیل سے جملہ

---

[1] عنوان تودد مطالعہ فرمادیں۔ [2] جو خاصہ شعوری ورجوعی کی بدفع موانع ایفاء ہے۔

مقتضیاتِ دہر کو محیط ہے۔ کہ وہ بحیثیتِ تکمیل دستور قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّوجل کا ترشح ہے۔ یعنی اس میں تکمیل آئین کے لئے مقنن عزّوجل کا امر بالارادہ شامل ہے۔ اور وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ جس کی تدبیر تمام ملکوت پر بالقسط قاہر و غالب ہے۔ مسلم عفیف کی تدریجی استعدادِ قبول میں تا ابد متحقق ہوتی رہتی ہے۔ جو اس کا حق اجتہاد اور نفاذ امر ہے۔ اور فعالی اور انفعالی تسلسل کی دلیل سے ملتِ اسلامیہ کے ہر عہد میں جاری و ساری ہے۔ جو اسے مکمل فطرت اول المسلمین صلعم کے نفسِ مبارک پر جمع کر دیتا ہے۔ اور یہ حقائق اسکے لئے آمر بالعدل عزّوجل سے اشرف استخلاف فی الارض پر دلائل ساطعہ ہیں۔ جو کتاب مجید اور میزان العدل اور شمشیر کے ساتھ حقائقِ عدل کو اندفاعِ حرصِ نفس اور امراض ہویٰ سے جو موانع فرطیہ ہیں، سطحِ ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔ اور آج عہد مصطفوی میں نبوت اور استخلاف فی الارضِ مصطفوی کے ذریعہ تکمیل دستور اور اس کے تسلسل سے کافۃ الناس پر تکمیل حجت کے بعد استخلاف فی الارض مستخلف عزّوجل کے تقاضائے رحم سے ہے۔ کہ وہ الخطاطی کوائف دہر پر اپنے دستِ مستخلف سے تصرف کرتا ہوا اسے شوکت سجود و طہر سے مملو کر دیتا ہے۔ جو نفس زمانہ میں سطوتِ عفت کا سیرانِ جلال ہے۔ کیونکہ وہ نفس دہر پر غالب ملتِ اسلامیہ کے نفوس کو بدلیلِ تحمل نور جو مستخلف عزّوجل کی طرف عنصری رجوع کی الغاء ہے۔ حرص و ہوا سے تقدس و طہور عطا کرتی ہے۔ اور چونکہ فطرتِ نفس کے تقاضاؤں کی الغاء ہے۔ اس لئے تمام روئے عالم پر ملتِ اسلامیہ کے فضل قاہر کے جواز اور لزوم کے لئے شاہدِ ناطق ہے۔ اور تمام نظام ہائے باطل کی تصغیر کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو حرص و ہوا پروری یا اشتراک فی الہویٰ کے مظاہر فرطیہ ہیں۔ اور مرگ فطرتِ تخلیقیہ کے نتائج بہیمیہ ہیں۔ اور وہ (شوکت سجود و طہر) اس مستخلف عزّوجل کے ترشحاتِ عدل میں استغراق ہے۔ جو ہر گونہ عیب سے سبحان و قدوس ہے۔ اور اس کی سطوتِ غالبہ تمام ملکوتِ ارضی و سماوی کو محیط ہے۔ اور اسی دلیل سے ملتِ اسلامیہ امین استخلاف فی الارض ہے۔ اس لئے اسلام تدریجی استعدادِ نفس کی دلیل سے زکوٰۃ فرض اور صدقات نفل وغیرہ کی تدریجی تفریق کو قائم کرتا ہوا جو عیب سے رویت

اور فکر سے کشف فکر یعنی عدل اساسی (کثافت ولطافت) سے حقیقت عدل یعنی کشف لطافت اور تنویر کثافت کی طرف انتقالی درجات کی مطابقت ہے۔ مسلم عفیف کو یہ حکم دیتا ہے۔ جو حرص نفس سے تقدس کامل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ)

اللہ نے مومنین سے اُن کے نفوس اور اموال جنّت کے عوض خرید لئے ہیں۔ (اور جنّت قائم بالقسط عزّ وجل کے تقاضاء قیام بالقسط سے تقاضائے رُوحِ الٰہی یعنی لقائے رجع فطری عزّ وجل اور تقاضائے رُوحِ بخاری یعنی تکمیلِ لقاء اور معتدل جزائے معتدل ایفائے عنصریات ہے۔)

اور مسلم عفیف دستور عدل کے ساتھ حقیقت نفس کے نورانی اتّحاد کی دلیل سے حرص نفس سے پاک ہو جاتا ہے۔ یعنی بدلیل للّٰہیت یا تکمیل فطرتِ نفس اللہ کے راہ میں مال و جان کے ایثار سے ہرگز نہیں رکتا۔ پس منزلی و ملی ضروریات کی ایفاء میں تاریک کثافتی رجحانات اس کے جادۂ نفق میں حائل نہیں ہو سکتے۔ اور حرص سے تقدّس چونکہ ترشح عدل فطرت ہے۔ اور عدل جملہ قوائے نفس میں سیران مشترک سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے جملہ ارضی موانع محرکات غضبیہ یا ربائیہ وغیرہ اس کی فطرتِ عفیف پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ یعنی عدلِ غضب کی دلیل سے غضب اس کے دستِ نفق کو روک نہیں سکتا۔ اور بدلیل کشفِ رُوحِ الٰہی اور تحمّل کشف تنویر کثافت اس کا مقصد نفق للّٰہیت کے ساتھ خصوصیت پاتا ہے۔ اور وہ بدلیل عدلِ فطری عدل نفق کو ملحوظ رکھتا ہے۔ کہ کثرتِ نفق سے کسبِ طیّبات کے ذرائع متاثر نہ ہوں۔ اور نہ ایسی قلّت کا اظہار کرتا ہے۔ جو وسعتِ استطاعت نفق کے ساتھ مطابق نہ ہو۔ وہ پسندیدہ چیز کو اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور احسان کا بدلہ ضرور احسان سے ادا کرتا ہے۔ اور احسان میں پیش دستی کرتا ہے مگر احسان نہیں دھرتا۔ آرام و تکلیف ہر حالت میں خرچ کرتا ہے۔ وہ مقروض کو ڈھیل دیتا

ہے۔ یا معاف کر دیتا ہے۔ غلاموں کو چھڑاتا ہے۔ اس کے احسانات اور صدقات بنی نوع
کے لئے وسیع ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کی فطرتِ عادل کے ترشحاتِ فعالیہ ہیں۔
کیونکہ عدل بدلیل کشف روحِ الٰہی اور تحمّلِ کشف حیثیت فعالیہ ہے۔ جو نفسِ انسانی میں متحقق
ہو جاتی ہے۔ اور کثافت بہ تحمّلِ کشف جو بدفع موانع اس کے خاصۂ رجوعی کی الفا ہے اس
تاریک سفلیت سے نزہت و تقدس پا لیتی ہے۔ جیسے حرص و ہوا کے نام سے معنون کیا
گیا ہے۔ کہ وہی جمعِ مال کے لئے محرک ہے۔ اور اسی کی گوناگوں کیفیتیں اس کو مشترک
کر دینا چاہتی ہیں۔ اور ملتِ عفیف بدلیل عدل ان یک گونہ رجحانات (حرص و ہوا) سے
پاک ہے۔ اور للٰہیت سے مکمّلِ فطرتِ نفس ہے۔ اور اس کا نظامِ عدل بالتواتر جملہ دہور
و عہود میں تکمیل ہر گونہ دستور کے ساتھ جس پر اس کا حق اجتہاد اور نفاذِ امر شاہد ہے۔
تعدیل نفوس کو متحقق کرتا ہوا جو منزل و مدن اور سیاست بین الدول میں اساسِ تعدیل
نظام ہے۔ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ جاری و ساری ہے۔ پس صرف ملتِ عفیف بتقاضائے لزوم وحدت
اجتماع فطرت فرد و ملت کی تکمیل جاریہ کی دلیل سے تمام کائناتِ انسانی کو احاطہ کر لینے
کا جائز حق رکھتی ہے۔

اس تکمیل فطرت فرد و ملت پر فعالی اور انفعالی تعلق کا سریان شاہد ہے۔ جو اوّل المسلمین صلعم
سے تمام ملت میں مرورِ ایام کے ساتھ ہر عہد میں جاری ہے۔ اور امیر فعال کے نفسِ غالب
پر اپنے عہد میں اس تعلق کی حقیقت کے ساتھ تمام ملت کو جمع کر دیتا ہے۔ جو اتحادِ ارواح
علوی و عنصری کو متحقق کرتی ہے۔ اور اسی سے وحدتِ اجتماع اور اس کا جواز و لزوم اپنے
حقائق کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ کیونکہ وہ فطرتِ نفوس کا اجزائے ترکیبۂ نفس کے فیصلوں
کے ساتھ فطرتِ انسانی کے تقاضاؤں کی الفا ہے۔ پس وہی تعلقِ سریانیہ نظامِ ملی میں

---

[1] وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا ..... الخ [2] ترتیب عسکری مطالعہ
فرمادیں۔ [3] انفعالاً قبول عدل اور حیثیتِ فعالیہ کا تصرف اور پھر نفس منفعل میں تمکین قدرتِ فعالیہ
اور اسی دلیل سے تشکیل ملت اور اس کا تواتر جو وحدت مرجع کی دلیل سے وحدتِ جوازِ ملی کی الفائے جاریہ ہے

خلیفۂ حق کے نفسِ فعّال کو نفقِ اموال ونفوس کا محور قرار دیتا ہے۔ جو اپنے عہد میں بدلیل
کشف وتحمل قوّتِ فعّالیہ کے ساتھ نفوسِ ملّت میں اُن کے تدریجی مراحل تعدیلیہ میں منصرف
ہوکر ان کی انفعالی کیفیت قبول کی دلیل سے انہیں للّٰہیت یا عدل کامل میں مستغرق کرتا
ہوا حرص وہوا سے پاک کر دیتا ہے۔ پس تمکینِ استخلاف فی الارض ملّتِ اسلامیہ کے فضلِ
قاہر کی دلیل سے نفسِ وہر میں تقدس عفّت کا سیران موثر ہے۔ جو کائناتِ انسانی پر آیۂ
عدل واحسان کی ایفائے عادل ہے۔ کیونکہ وہ علم بردار تکمیل فطرت نفوس ہے۔ جو حرص وہوا
سے تقدّس وطہور ہے۔ اور یہ ملّتِ اسلامیہ کے استحقاق فضل پر شہادتِ فطرت ہے۔

کسبِ طیّبات

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (البقرہ)

نفسِ فرد اپنی ترکیب خلقت میں جامع جملہ حقائقِ علوی وسفلی ہے۔ یعنی کثافت
ارضی میں اعتدالِ ترکیب سے نتیجۃً اس میں روح بخاری مخلوق ہے جو روح الٰہی کا محل ہے
اور ہر نفس انسانی میں یہ اجتماع حقائق اس کے لئے تسخیر ملکوت کی دلیل ہے۔ پس نفس
انسانی انفرادی طور پر اپنی خلقت میں استقلال رکھتا ہے۔ اور یہ اس خالق حقیقی عزّوجل
کی نیابت کا فطری استحقاق ہے۔ جس سے ہر فرد متصف ہے۔ اور اسی استعداد سے فردیتِ
امارت تحقق پاتی ہے۔ جو تقاضائے فطرتِ نفس نوع انسانی ہے۔ پس اس کا شعور حقیقتِ
علوی کا ترشح ہے۔ اور کثافت جو محل شعور ہے۔ اور حفظ و بقائے نسل وحیاتِ عنصری کا
شعوری حریّت کے ساتھ ذریعہ ہے۔ دونوں اپنے فطری مستقل تقاضاؤں کی ایفا کے لئے
متقاضی جدّوجہد ہیں۔ اور اپنی جدوجہد کے نتائج کے لئے انفرادی مستقل حیثیت کے
طلبگار ہیں۔ یعنی لطافت وکثافت ممزوجہ کی جدّوجہد اور اس سے کشفِ لذت کا اور اسباب

حیات کا فردِ ساعی پر متحقق اور جمع ہونا اس کے فطرتِ نفس کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اس کی خلقی حیثیتِ نفس کا تحفظ ہے۔ اور جوہرِ فطرت کا اپنی حقیقت کے ساتھ قیام ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور عزّوجل سے اس پر کشفِ نور کا تحقق جو شعوری اور تحریکی جدّوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ معاشیات میں اس کے ان متحدّہ نتائج سعی کو بھی نفس فرد پر مجتمع ہونا چاہیئے۔ جو عنصریات میں شعوری تداول اور کثافتی جدوجہد کا ثمر ہیں اس حیثیت کے ساتھ کہ نفس منوّر کا وہ شعوری تداول اور تحریکی جدّوجہد بدلیل کشفِ نور و تحمّل نور کثیف کیفیتِ حرصیہ سے پاک ہو جاتی ہے۔ جو رجوعی تقاضائے نفس کے ایفاء سے تکمیل فطرت ہے۔ اور حقیقتِ عفت ہے۔ اور دستورِ عدل میں استغراق (اسلام) سے متحقق ہوتی ہے۔ کیونکہ فطرتِ نفس اساسِ عدل پر استوار ہے۔ اور کتاب قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّوجل کا ترشّح ہے۔ جو عدل ہے۔ اور سنّتِ نبوی اس کی شرحِ متشکل ہے۔

گویا للّٰہیت کے ساتھ (جو کشفِ نور سے تحقق پاتی ہے۔ کیونکہ وہ عزّوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور کشفِ نور یا اہدائے نور رُوحِ الٰہی کا کشف ہے) کسبِ طیبات کے نتائج کا نفس فرد پر اجتماع تقاضائے فطرت نفس فرد ہے۔ اور حیثیتِ طیّبہ فطرتِ نفس کی پیروی یعنی دستورِ عدل کے تتبع سے متحقق ہوتی ہے۔ کیونکہ نفس کے عدلِ اساسی کا تقاضا دستورِ عدل کا نزول ہے۔

اور چونکہ وہ اجتماعِ نتائج رُوحِ الٰہی کے ترشّح یعنی شعور کی معیّت میں محلِّ شعور کثافت کی جدّوجہد سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اللّٰہ عزّوجل خالقِ نفس ہے۔ اس لئے ان نتائج معاشیہ کا اس عزّوجل کے لئے مخصوص کر دینا بھی تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔ اور وہ دستورِ عدل یعنی ترشّحاتِ الٰہیہ کی پیروی میں اُن کا نفق ہے۔ یا اُن کی حیثیت کا فنا و استغراق ہے۔ جو فطرتِ نفس کے تقاضاؤں کی ایفاء کی دلیل سے تمبلہ شخصی و منزلی و ملّی و انسانی حقوق کی اس ایفاء کا اہم ذریعہ ہے۔ جو مدعائے بعثت انبیاء اور تواتر کمالاتِ مصطفوی اور نزول کتب اور نزول میزان العدل اور نزول حدید اور استخلاف فی الارض کا مدّعا و مقصود ہے

اور نوع انسانی کی ہر گونہ تکمیل سے اُن کی صلاح و فلاح ہے۔ اور اُن کے علوی و عنصری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کے لئے جدو جہد ہے۔

اور محور نفق وہ امیر فعّال ہے۔ جسے نوع انسانی کی وحدت مرجع فطری اور وحدت اصل کی دلیل سے اپنے عہد میں فردیت کے ساتھ نفس ملت (یعنی دلائل بالا کی روشنی میں جائز واحد اجتماع) پر حیثیت افضل حاصل ہو جاتی ہے۔ اور دستورِ عدل میں استغراق کی دلیل سے وہ اس آیۂ عزت فضل کے مصداق ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (نساء) اے مومنین اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں سے جو صاحب امر ہو۔

اور یہی مرکزیت و محوریت امارت جائز واحد اجتماع کے لئے (جس کی وسعت بدلیل عدل تمام کائنات انسانی کو جو اساس عدل پر استوار ہے احاطہ کر لینے کا جائز حق رکھتی ہے) تفرق سے نجات[1] اور حبل الٰہی سے اعتصام[2] جمعی کو متحقق کرتی ہے۔ جو فطرت نفس انسانی کے تقاضا کی ایفاء ہے۔ یعنی واحد مرجع فطری عز وجل کی طرف ملت کے اس رجوع جمعی کی ایفائے جمعی ہے۔ جو تمام نفوس ملت میں سیران مشترک کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اور اس سیران رجوع کا منبع نفاذ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعّال سے انفعالی تعلق متواترہ کے ذریعہ وابستہ و منفعل اور دلیل کشف روح الٰہی سے فعّال واحد اولوالامر عہد ہے۔ یا خلیفۃ اللہ فی الارض ہے جس کی شوکت فردیت اور تکمیل آمریت (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) تمام آفاق کو احاطہ کر لینے کا دلائل بالا[3] کے ساتھ جائز حق رکھتی ہے۔ اور نفس انسانی کے افکار و اعمال کا سطح ارض پر اپنے عہد میں وہ محور ہے اور اسی کے گرد افکار و اعمال اور اُن کے متحدہ نتائج میں صحت تداور متحقق ہو سکتی ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ[3]

---

[1] وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران) [2] وحدت مرجع فطری، وحدت مرجع نسلی جائز واحد اجتماع پر حیثیت فضل امیر اور اس کی شوکت فعالیہ اور جائز واحد اجتماع کا استغراق احاطۂ عالم

[3] آیۂ استخلاف (سورہ نور)...... جو اس کے بعد کفر کرے گا۔ (ان کی خلافت سے انکار کرے گا) وہ فاسق ہیں۔

اسی شوکتِ عظمیٰ پر شہادت ہے۔

متانتِ نفس

(استقامت و وقار)

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ[1] (الذاریت)

ذوالقوۃ المتین عزّوجل کی متانت فی القدرت کی نظر مسلم عفیف کے نفس ناطقہ میں بدلیل تنویر کثافت اس کی متانت عفت ہے۔ اور نفس انسانی میں روح بخاری روح الٰہی کا محل ہے اور وہ کشف روح الٰہی کے تحمل سے جو خاصۂ روح بخاری ہے۔ نفس انسانی میں متحقق ہوتی ہے۔ اور کثافت کے جملہ تقاضاؤں کی ایفائے عادل کا موجب ہے۔ گویا وہ بدلیل ایفائے جملہ تقاضاہائے نفس فطرتِ نفس میں تمکین استقامت ہے۔ یا کوالف خلقیہ نفس کی تکمیل سے قویٰ نفس میں متانت یا استواری واستحکام ہے۔ جس کی ظاہری شکل وصورت وقار نفس ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ...... (روم)	پس تو باطل سے ہٹتے ہوئے اپنے رُخ کو دین پر مستقیم کر دے۔ وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش میں تغیر نہیں یہی دین مستقیم ہے۔

یعنی وہ فطرت اللہ نفس انسانی میں تمکین اساس عدل ہے۔ جس پر شوکت استقامت

---

[1] تحقیق اللہ ہے وہی رزاق، صاحب قوت استوار در قدرت خود (اس کی شدت قوت دلیل متانت قدرت ہے۔ بحوالہ ترجمہ مرشف از تفسیر حسینی)

شاہد ہے۔ کیونکہ نفسِ استقامت وجودِ قسطاس چاہتا ہے۔ اور وہ جوانبِ میزانیہ کو مستلزم ہے۔ جو نفسِ انسانی میں لطافت وکثافت کے توذیعہ سے متحقق ہیں۔ اور وہ عدلِ اساسی ہے! اور اس کی تکمیل حقیقتِ عدل ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ استقامتِ نفس ہے۔ اور اسلام اس حقیقتِ عدل کی تمکین کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط اور مقسط عزّ وجل کے ترشحاتِ عدلیہ میں استغراق ہے۔ یعنی اسلام جوانبِ میزانیہ نفس میں ثقل موازین اور صحتِ تنصیفِ وزن سے عدلِ اساسی کو مکمل کرتا ہوا استقامت میزان یا استقامت نفس کو متحقق کر دیتا ہے۔ (یہاں یہ حقیقت زیرِ نظر رہنی چاہیئے کہ استقامتِ قسطاس معیارِ عدل ہے۔ اور استقامت، میزان یا استقامتِ نفس اس کا نتیجہ ہے۔ جو ہر دو حقائق کے خاصہ ہائے شعوری اور ہر گونہ رجعی کی الغاء ہے۔ اور اسی لئے یہ دینِ قیّم یا مستقیم ہے۔ کیونکہ اس فطرت یا عدلِ اساسی کے تقاضاؤں کی تکمیل ہے۔ جس پر نفسِ انسانی کو اس عزّ وجل نے استوار کیا ہے۔

پس کشفِ لطافت اور تنویرِ کثافت اور ان حوائجِ عنصری کی بالعدل الغاء (جو نفسِ انسانی کی اس فطری حیثیتِ عنصری یا کثافت کے نتائج ہیں۔ جو محلِ لطافت یا شعور ہے۔ اور بقائے حیاتِ عنصری کا ذریعہ ہے۔ اور اس پر شعوری قدرت کا تحقق اس کی تنویر کا متقاضی ہے۔ جو الغائے حوائج میں دلیلِ تمکینِ عدل ہے) نفسِ انسانی میں تمکینِ متانت ہے۔ یا رسوخِ فطرت ہے۔ جو ہر دو حقائق کے جادۂ الغاء میں اضطرابِ عمل کو فطرت سے خارج کر دیتی ہے۔ کیونکہ عدلِ اساسی یا تقاضائے تکمیلِ عدل اضطراب ہے۔ اور اس کی تکمیل اطمینان ہے۔ یہی وقارِ نفس ہے۔ پس مسلم عفیف کی، گفتار و رفتار و کردار جو ترشحاتِ نفس ہیں۔ ہر گونہ کیفیات لغویہ اور بطر و جزع اور نخوت و عجز سے اور اس کی حیثیتِ لباس اور کوائفِ متعلقۂ جسم مظاہرِ فرطیہ سے المختصر اس کی شوکتِ عمل ہر گونہ افراط و تفریط سے تقدّس کے ساتھ جو اس

---

[۱] اور وہ صحت قسطاس میں تمکینِ محکم ہے۔ جو مغزِ طمطاق سے جوانب میزانیہ کو بچاتی ہے۔ اور وہ دافعِ موانع قوّتِ شجاعت کا فعل ہے۔ [۲] یہ اتحاد شعور و رجوع کیفیت ارادی ہے۔ اور اپنے تقاضاؤں کی الغاء میں دفعِ موانع کو مستلزم ہے۔

کے ادراکی وتحریکی عدل پر شہادت ہے۔ اپنی عادل نہج جاریہ میں مستقیم قرار پلتے ہیں۔ اور وہ تحمّلِ کشف کی ادراکی وتحریکی جدّوجہد کے ساتھ تمام دیگر تحریکی تقاضاؤں کی جن پر شعور کو قدرت حاصل ہے۔ بالعدل[1] الغاء کرتا ہوا اس دلیل سے نفس میں متانت یا استقامت و وقار کو تمکین دیتا ہے کہ وہ تحمّلِ کشف کی خاصیت تدریجیہ[2] نفس کی مطابقت ہے اور ہر دو اجزائے ترکیبہ نفس کے تقاضاؤں کی الغاء ہے کیونکہ ایک حیثیت نفس کا تعطّل یا اس کی الغاء میں افراط وتفریط تخریب فطرت ہے یا انتشار قویٰ (بدحواسی) ہے۔ جو ضد استقامت نفس ہے۔ اس لئے کہ ہر دو اجزائے ترکیبہ کو نفس انسانی میں باہم لزوم حاصل ہے پس مندرجہ ذیل ترشح مصطفوی اسی وقارِ نفس کی شرح ہے۔

اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلوٰۃ و علیکم بالسکینۃ والوقار ولا تسرعو (بخاری) جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف اطمینان اور وقار سے روانہ ہو جاؤ اور جلدی مت کرو (جو گھبراہٹ ہے)

کیونکہ سمع اقامت سے بھاگ دوڑ ایک اضطرابی کیفیت ہے۔ جو اعتدالِ ادراک وتحریک کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ گویا اعمال اور ان کی بنیاد فکری میں رسوخ واستقامت یا وقار بدلیل عدل تکمیلِ ارادہ واعمال کا ذریعہ ہے۔ اور یہ ترشح مصطفوی حکم جنّتی سے اعتدالِ عمل کی شرح کلی ہے۔ یا معنویت عدل کے ساتھ حقیقت نفس کے اتحاد کا حکم ہے عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا[3] ..... الخ اسی وقارِ متین پر شہادت ربانی ہے جو وہن اور ضعف واستکانت سے بدلیل متانت نفس پاک ہے اور اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ[4] ضعف ووہن سے تقدّس کی دلیل کے ساتھ اسی تمکین متانت کے لئے منشور قیّم ہے۔ گویا آہستگی اور سرعت کی بنیادِ فکری وارادی میں متانتِ ایمان

---

[1] تعدیل نفس مطالعہ فرمادیں [2] تدریج ارتقاء مطالعہ فرمادیں۔ [3] رحمٰن کے بندے زمین پر آہستہ رو ہیں ...... الخ (فرقان) [4] جب پکارا جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے تو جلدی کرو اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔ (جمعہ)

بہ تطابق کو الف آن کے جواز یا لزوم سے تحریکی متانت کو متحقق کرتا ہے وعلیکم بالسکینۃ والوقار اسی حقیقت علیہ کی وضاحت ہے۔ الحاصل متانت ووقار اس دلیل سے کہ وہ کشف روح الہٰی سے نفس ناطقہ میں جلوہ ریز ہوتا ہے۔ اور کثافت تحمل کشف سے منور ہو جاتی ہے جو اس کے خاصۂ ربوبی کی الفاء ہے۔ اس متین عزّوجل کی نفس انسانی میں جلوہ گری ہے۔ اور چونکہ اس عزّوجل کی شدّتِ قوّت اس کی متانت قدرت پر دلیل راسخ ہے۔ اس لئے مسلم کی دافع موانع شجاعت یعنی قوّتِ قاہرہ اس کی مستحکم متانت نفس پر حجت قاطع ہے۔ جو استقامتِ فرد وجماعت کے جادۂ عدل سے موانع مفرطہ کو ہٹا دیتی ہے۔ پس کثافت اپنے خاصۂ فطری کے ساتھ متحمل کشف ہو کر جملہ تقاضا ہائے نفس کی الفاء میں عدل کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے یہ اس کی استقامت ہے۔ جو استحکام فطرت ہے۔ اور رسوخ نفس ہے۔ اور مسلم عفیف کا ملکۂ وقار ہے۔ یہ اس کی شوکتِ متانت ہے اور فرد وجماعت کی اساسی وتعمیری نسبت اسے نفسِ ملّتِ وسط کا خاصہ قرار دیتی ہے۔ جو متخلف ذالقوۃ المتین عزّوجل سے اس کے لئے تودیعۂ استخلاف فی الارض پر حجت قاطع ہے۔ اور الفائے تقاضائے فطرتِ نفس کی دلیل سے تمام کائنات انسانی پر ملّتِ عفیف کی دلیل فضل ہے۔

نظم بالعلم

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ (علق)

مستخلف عزّوجل اپنی ذات کے علم سے اپنی فردیت الوہیت پر شاہد ہے۔ اور اپنے علمِ الوہیت کے ساتھ تمام ملکوت ارضی وسماوی میں قائماً بالقسط ہے۔ یعنی اس کی صفتِ قیام بالقسط اپنے تصرف کے لئے جوانب میزانیہ چاہتی ہے۔ اور وہ ارض وسما ہے۔ جس پر اس کی

ل شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران)

فردیّت الوہیّت کا احاطہ اس کی صفت قیام بالقسط کی جلوہ گری ہے اور نفس احاطہ صحت و استقامت قسطاس رہتی ہے۔ پس خلائف الارض نفوس انسانی میں علوی و سفلی حقائق کا اجتماع اساس قیام بالقسط ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام ملکوت ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخر ہے۔ اور اس کی تکمیل بحیثیت مظہر صفت الہیہ نفس انسانی کا قیام بالقسط ہے۔ جو فردیت الوہیت میں استغراق یعنی اسلام سے نفس ناطقہ میں متحقق ہوتا ہے۔ جو اس میں صحت و استقامت قسطاس و میزان ہے۔ اور وہ کشف روح الٰہی سے کہ وہ معرفت مستخلف عزّ وجل ہے۔ اور تنویر کثافت سے جو بدفع موانع تحمل کشف ہے۔ اور کثافت کے خاصہ رجوعی کی الغاء ہے۔ یعنی کشف نور و تحمل نور سے جو نور علیٰ نور عزّ وجل سے جنسیت کا تحقق ہے اور اس کی عندیت ہے۔ تمام حقائق سماویہ و ارضیہ کا علمی احاطہ ہے۔ اور حقیقت تسخیر ملکوت ارضی و سماوی کی اس کے نفس ناطقہ میں جلوہ گری ہے۔ جو استعداد فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ ترشحات مستخلف عزّ و جل وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ میں انہی حقائق عظمیٰ کی وضاحت روشن ہے۔

پس استخلاف فی الارض جس سے دور مصطفوی یعنی اُمّت وسط بہرہ ور ہے۔ علم کامل کی روشنی میں جو کمال حکمت ہے۔ اور کتاب اور میزان العدل سے قوت نظری میں تحقق پاتی ہے۔ فعال ارادی قوت کے ساتھ قول فیصل سے جو اس کی کثافت منورہ یا عفت کے ذریعہ صفحہ روزگار پر بزبان و قلم دافع موانع شجاعت قاہرہ کی معیت میں جلوہ فگن ہوتا ہے۔

---

[1] وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (انعام) [2] وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ) [3] اور اس نے آدم کو سب نام سکھا دیئے (البقرہ) [4] تحقیق اللہ نے اس کو چن لیا ہے۔ اوپر تمہارے اور زیادہ دی اس کو کشادگی علم و جسم میں (طالوت کو) (البقرہ) [5] تحقیق اسے (داؤد کو) ہمارے نزدیک بڑا مرتبہ اور اچھی منزلت ہے۔ (ص) آیات اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً اور يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ اور آیات متعلقہ حضرت طالوت مطالعہ فرمائیں۔ [6] لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورہ نور)

جو لزوم اسباب اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت سے مستلزم شمشیر ہے۔ کائنات انسانی میں فعالی و انفعالی تعلق کے اس سیران کی دلیل سے جس کا وہ محور ہے۔ جائز و احد ملت وسط کو فردیت مصطفوی صلعم پر جمع کرتا ہوا کہ ہر دو وحدت مرجع[1] فطری اور وحدت اصل کے تقاضاؤں کی الغاء ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام کائنات انسانی کی طرف بعثت مصطفوی متحقق ہے۔ اور مکمل فطرت ملت وسط کی وسعت کافۃ الناس کو احاطہ کر لینے کا جائز حق رکھتی ہے۔ اور استخلاف فی الارض اپنے عہد میں حامل فردیت ہے۔ تعدیل نفوس اور نظم عادل کو تمکن کر دیتا ہے۔ جو جامع تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور سیاست بین الدول ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ ملت اسلامیہ کی سیاست بین الدول اس کی محیطہ عالم جائز واحد سیاست مدن کا تدریجی مرحلہ ہے۔

پس اے ملت اسلامیہ! سید و سرور اول المسلمین جامع علم و قلم الی یوم القیمۃ مکمل فطرت محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں اس دلیل کے ساتھ کہ حقیقت اسلامیہ فعالی و انفعالی تواتر و تسلسل سے ملت وسط کے ہر عہد میں جاری و ساری ہے۔ صرف تجھے ہی حق پہنچتا ہے کہ نوع انسانی پر جو جامع حقائق علوی و سفلی ہے۔ بدلیل تکمیل فطرت قاہر و غالب ہو۔ پس مستخلف عزوجل نے خلائف الارض کو قلم کے ساتھ تحریر کی تعلیم دی تاکہ انجام کار ملت اسلامیہ کا قلم مستخلف عزوجل کے ترشحات[2] عدلیہ یا دستور عدل اور فردیت نبوت مصطفوی کے جوامع[3] الکلم اور شوکت استخلاف کے فصل[4] الخطاب کو جو شرح استعداد فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ صفحۂ قرطاس پر بے حجابانہ جلوہ گر کرتی ہوئی اسے نظم بالعلم کے ساتھ سطح ارض پر متمکن کر دے۔ جو خاتم نبوت دور مصطفوی صلعم میں شوکت مضمون[5] اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً اور[6] يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

---

[1] تمہید صفحہ ۸ مطالعہ فرمادیں۔ [2] قرآن حکیم [3] عنوان اخلاق نبوی اور قرآن حکیم صفحہ نمبر ۱۲۵ - ۱۲۶ مطالعہ فرمادیں۔ [4] وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ہم نے اس کے (خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت داؤد علیہ السلام) کے ملک کو مستحکم کیا۔ اور اسے حکمت اور فیصل قوت بیانیہ عطا کی (ص) [5] میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (البقرہ) [6] اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔

کی بمطابق لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ[1] تکمیل و تمکین مستحکم ہے وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

اِقۡرَاۡ وَ رَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝ (علق) پڑھ اور تیرا پروردگار بزرگوار تر ہے جس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا۔

بل مراتا پردہ ہا را بر درم   تا چو خورشیدے تبا بد گوہرم

پائندہ و بالندہ باد! اے ملّتِ اسلامیہ!!

محمد سعید

---

[1] اُن کو زمین میں ایسے ہی خلیفہ کرے گا۔ جیسے اُن سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔

انجامِ حقائقِ نفس اور نفسِ جماعت میں درجاتِ ترکیبیہ کی دلیل سے کیفیتِ نیم شعوری کا تحقق اور فردیتِ رسالت اور فردیتِ استخلاف کیطرف اس کا احتیاج

کافۃ الناس کی اساسِ تخلیق حقیقتِ علوی اور کثافتِ ارضی ہے۔ یعنی وہ جوانب میزانیہ کے تحقق سے اساسِ عدل ہے۔ جس پر فطرِ نفسِ انسانی تعمیر ہے۔ گویا لعلام حقیقتِ عدلیہ یا ثقلِ موازین کی دلیل سے وہ فطرت ہے جس پر نفسِ انسانی کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ اس فطرت کا حافظ اور مکمل ہے۔ مگر عامۃ الناس کی یہ اساسِ تخلیق پیدائش کے بعد کوائف ماحولیہ سے اثر لیتی ہوئی اپنی فطری کیفیت مخلوقہ سے تغیر پذیر ہو جاتی ہے۔ اور تفاوتِ ماحولیہ کی دلیل سے تمام نفوس کی کیفیات متفاوت ہوتی ہیں۔ گویا نفوسِ عامہ کے کوائف میں مدارج ہیں۔

پس بعض نفوس کی روحِ الٰہی یا حقیقتِ علوی کی وہ حیثیتِ اصلیہ جس کی معنویت نور ہے۔ محتِ رجوعِ شعور کے سقوط اور اضطرابِ ظن و کثافت میں بہاؤ کے سبب قائم نہیں رہتی۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل نورٌ علیٰ نور سے بیگانہ ہے۔ اور فردیتِ توحید میں استغراق اس کا شعوری مرجع نہیں ہے۔ گویا اس میں بے نور شعوری کیفیت باقی رہتی ہے۔ یہی نفسِ انسانی کی موت ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ (ىٰسين) — تاکہ اس کو ڈرائے جو زندہ ہے اور کافرین پر بات کو محقق کر دے۔

یہی مقصودِ ختم و حجاب ہے۔ یہی نفسِ انسانی کا احسن التقویم کے بعد اسفل السافلین کی طرف رجوع ہے۔ اور مسخِ نفس ہے۔ اور حقیقتِ علوی کی نورانی کیفیت کا اس سے خروج ہے۔ اور اس کے روحِ بخاری کے لئے جو تمام کثافتی رجحانات کا مرجع ہے اور جاذبیتِ عنصری سے مفرط ماحول کے اثر کو قبول کرتا ہوا محتِ رجوعِ شعور کے سقوط کا سبب ہے) تحقق عذاب کی دلیل ہے۔ جو عنصری جنسیتِ معذبہ سے متحقق ہوتا ہے۔ جیسے نفسِ انسانی احساساتِ عنصری کے ساتھ بے نور کیفیاتِ شعوریہ کی معیت میں تا ابد محسوس و معلوم کرتا رہتا ہے۔

اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ کیفیاتِ شعوریہ اپنے مرجعِ اصلی کی طرف رجوع نہ کرنے کی دلیل سے تا ابد اس کے وصال سے محروم رہتی ہیں۔ کیونکہ ان میں معنویتِ شعور یا مرجعِ فطری کے ساتھ نورانی جنسیت متحقق نہیں ہوتی۔ یہی مقصود آیۂ ذیل ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ...... الخ (بنی اسرائیل) — اور جو اس دنیا میں اندھا رہا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

بعض وہ نفوس ہیں۔ جو مدارج کو قبول کرتے ہوئے جو ان کے اساسِ نفس کی حیثیتِ خلقی یا ہر دو

جوانب نفوس کے وجود و قیام پر دلیل ہے۔ حقیقت عدل یا ثقل موازین کی نفس میں تمکین سے یعنی ارواح الٰہی و بخاری کے کشف و تحمّل سے مکمل فطرت ہیں۔ پس وہ اپنے مرجع حقیقی نورِ علی نور عزّ و جل کے انوار میں مستغرق ہو کر تا ابد رضائے الٰہی اور رویّت الٰہی سے مشرف و کامران ہیں۔ جو رُوح الٰہی کے نورانی کشف اور رُوح بخاری کے تحمّل کشف نور سے نورانی جنسیّت و عندیت الٰہی کا تحقق ہے جو روح الٰہی کے تقاضائے کشفی کی ایفا ہے۔ جو اس آیتِ منوّرہ سے مقصود ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ اس دن بعض منہ تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے (قیامہ) پروردگار کو دیکھتے ہوئے۔

(یعنی لقائے الٰہی اور رویّت الٰہی سے)

بحالیکہ رُوح بخاری اپنے تقاضاؤں کے ساتھ اس کا متحمّل ہوتا ہے۔ اور اس کا تحریکی عمل صالح جس نے حقائق فکریہ کے رُخ تاباں سے حجابِ کثافت اس کی حجابی کیفیت کو منوّر کرتے ہوئے چاک کر دیا ہے۔ اپنی حقیقت عنصریہ کی دلیل سے جو اس کا اصل ہے از روئے تقاضائے عدل عنصری جزا کا استحقاق رکھتا ہے۔ جو تحمّل کشف کی دلیل سے پروردگار کی عندیت و معیت میں متحقق ہوتی ہے یہی جنت نعیم کی حقیقت ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۔ تحقیق متقین باغوں اور نہروں میں نشست صدق میں شہنشاہ باجبروت کے ہم نشین ہیں۔ (قمر)

اور یہی یعنی کشف رُوح احکم الحاکمین اور حقائق ارضیہ یعنی رُوح بخاری کا تحمّل کشف استحقاق وراثت ارض یا استعداد استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ وہ شوکت حکم اور اس کی حقیقت کا نفس میں تحقق ہے۔ اور یہ سطح ارض پر اس کی کیفیت نفاذ کی نفس انسانی میں تمکین ہے۔ مگر باہم تفاوتہائے ماتولدیہ کی دلیل سے نفوس انسانی کے قبول عدل میں کثیر درجات تدریجیہ ہیں۔ کہ وہ اپنے کوائف فطریہ کی مطابقت کے ساتھ عدل کو قبول کرتے ہیں۔ گویا ادراکی و تحریکی واقعات دہر میں جو تفاوت ہائے ماتولدیہ کا اصل ہیں۔ تداول شعوری سے نفوس افراد کی شعوری کیفیتوں میں درجات تدریجیہ متحقق پاتے ہیں۔ نیز قبول عدل کے بعد اس کی تکمیل تک اصول تدریج کے تقاضا سے مدارج ہیں۔ اور ہر نفس اوقات روزنہ میں درجات ارتقائیہ کے ساتھ بڑھتا ہے۔ یا ماحول سے اثر لیتا ہوا قبول عدل کے بعد ابتدائی اقدام سے کچھ زیادہ گامزن نہیں ہو سکتا۔

الحاصل مسخ نفوس سے قبول عدل کی صلاحیت تک درجات تدریجیہ اور قبول عدل سے تکمیل عدل تک تدریجی مدارج ارتقائیہ اور نفوس انسانی کی شعوری کیفیتوں میں تفاوت ان سب کا کائنات انسانی میں اجتماع نفس اجتماع کی نیم شعوری کیفیت پر شہادت ہے۔ جو وحدت مرجع فطری و نسلی کی شہادت کے ساتھ فردیت توحید کے تصرف حکمت کی طرف فطری طور پر محتاج ہے۔ تاکہ وہ تعیّن محوریت سے تمام نفوس انسانی کے افکار و اعمال میں

صحت تداور اور استقامت کا موجب ہو۔ کیونکہ فردیتِ الوہیت ہی ارواح الٰہی کو جذب رجوع فطری کی دلیل سے محورِ الوہیت کے گرد متداور کر سکتی ہے۔ اور چونکہ غیب ظلمن بجوانبِ میزابۂ نفس کی ابتدائی کیفیت خلقیہ ہے۔ اس لئے کائناتِ انسانی یا نفسِ جماعت حقائقِ نفس یا تصرفِ حکمت کو متشکل دیکھ کر راہ پا سکتا ہے۔ پس فردیت الوہیت کی طرف احتیاج کی الیا فردیت رسالتِ مصطفوی سے متحقق ہوتی ہے۔ کہ وہ کشف روحِ فعال لما یرید اور تحمل کشف کی دلیل سے نفس جماعت کو تصرفِ فعالیہ کے ساتھ تعین محور اور اس کے گرد تداور صحیح سے شعور صحیح اور عمل صالح میں متحقق کرتی ہے یہی اصول ہے جو فردیت رسالت مصطفوی پر اجتماع عالم کے لئے فیصل ناطق ہے۔ پس وہ دائماً اور مسلسل اِلیٰ یَومِ القِیٰمَہ اپنی تعلمی اور دستوری حیثیت کے ساتھ جائز واحد ملت وسط کے نفس اجتماعی پر غالب ہے۔ علیٰ ہذا یہی اصول ہے۔ جو عہدِ فردیت استخلاف فی الارض میں اس کی فردیت محور کے گرد تمام عالم کے تداور کو فطرت قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہ سطح ارض پر اپنے عہد میں فردیت رسالت مصطفوی کی شرح متشکل ہے۔ اور کشفِ روح الٰہی اور تحمل کشف سے اس قوتِ فعالیہ جاریہ مصطفویہ کے تصرف کے ذریعہ ملتِ وسط کو فردیت رسالت مصطفوی پر جمع کر دیتا ہے۔ جو مصطفوی فردیت رسالت وخلافت الٰہیہ کے بعد اس کی نیابت کا استحقاق ہے۔ اور استعدادِ نیابت ہے۔ اور تسلسل و تواتر کے ساتھ ملتِ اسلامیہ میں جاری ہے۔ اور اکمالِ دین اور اتمام نعمت اور اختتام نبوت پر حجت قاطع ہے۔

چنانچہ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے بعد خلافت راشدہ اس قوتِ فعالیہ سے متحقق تھی۔ زاں بعد اس معیار سیادت (یعنی شرط وجود قوتِ فعالیہ) کے ذریعہ جو اول المسلمین صلعم نے سطح ارض پر اِلیٰ یَومِ القِیٰمَہ مستقلاً نصب فرما دیا ہے۔ انتخاب امارت کے ترک پر حافظ فطرت وارث کمالاتِ مصطفوی اور محی اصول نیابت مصطفوی حسین ابن علی علیہ السلام کی شہادت تجدید طریق صحیح انتخاب کے لئے دعوت متشکل ہے۔ یہ حقیقت علیہ انتخاب امیر میں صرف کیفیات کشفیہ وتحملیہ سے مایہ دار افراد ملت کو جو مظاہر تدبیر علویہ وانخات دہر میں تداول شعوری سے قلبیت یا کشف شعور کی معیت میں پختہ کار ہیں۔ حق انتخاب عطا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ دلیل بالا سے صاحب استعدادِ فاضل اولوالامر کی معرفت میں عاقل ہیں۔ بحالیکہ کشف وتحمل میں افضلیت تقاضائے تدریج ارتقا ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور کے نور میں استغراق کی کیفیات لامتناہی اس شوکت فاضلہ پر شہادت ساطعہ ہے۔ علیٰ ہذا یہی حقیقت علیہ اولوالامر فعال اور اس کے صاحب کشف وتحمل نائبین کے لئے احتساب استعداد[1] ولاۃ وعمال وغیرہ اور ان کے تعین کے استحقاق مخصوصہ پر شہادت باہرہ ہے۔ (اور یہی حقیقت علیہ کیفیت نیم شعوری کو آزاد حق انتخاب سے محروم کرتی ہوئی جادۂ انتخاب میں شناسائے کشف وتحمل افراد کے تتبع کو لازم قرار دیتی ہے) پس ان دلائل وحجج کے بعد نفس زمانہ کے الخطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے حبِ رحیم مستخلف

[1] جزو ب بنیادِ مستحکم میں عنوانِ احتساب استعداد ولاۃ مطالعہ فرمائیں

عزّوجل استخلاف فی الارض کا فیصلہ اس محبت غالبہ سے اجتباوفردیّت کے ساتھ نافذ فرما دیتا ہے کہ وہ فردیّت الوہیّت ورسالت کی نیابت ہے۔ جو مضمون [1] اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ کو مستلزم ہے۔ اور نیابتِ فردیّت الوہیّت ورسالت اس کی فردیت کے لئے فیصلِ ناطق ہے تو خلیفۃ اللّٰہ اس قوتِ فعالیہ کے ذریعہ (جو تواترِ میزان العدل سے اس کے نفسِ مبارک میں متحقق ہے۔ اور امر بالعدل الٰہی کی نیابت ہے۔ جس پر آیات اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ اور وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ کا تطابق شاہد ہے۔ اور اسی دلیل سے یا کشفِ روحِ الٰہی (علم وحکمت) اور تحمّل کشف سے فعّال لما یرید عزّوجل کی تجلّی فعالیہ ہے۔ (نفسِ ملّت میں تکمیل نفس یا عصبیتِ اسلامیہ (کشف وتحمل) کے میزان مشترک سے) جو فردیّت رسالت مصطفوی پر یا نفس فعال اوّل اور منبع کشف وتحمل پر اجتماع ملّی کا تحقق ہے) استحکام جمعیّت ملّی کے ساتھ مسخرات نفس پر استحقاق جائز سے قبضۂ شمشیر کو سنبھالتا ہوا اور اپنی محور فردیّت کے گرد ندا ورِملّی کی دلیل سے یعنی تصرفِ قوتِ فعالیہ سے تحمّل شمشیر کو خاصۂ نفسِ ملّت قرار دیتا ہوا ہر گونہ موانع مفرط کو جادۂ اجتماع جائز واحد ملّت اسلامیہ (وسط) سے دُور کر دیتا ہے۔ جو استخلاف فی الارض کی شجاعتِ قاہرہ کے ساتھ بنیادِ مستحکم پر تشدید ہے۔ اور سطح ارض پر وراثت امر بالعدل الٰہی یا حفظ فطرت انسانی کشف وتحمل (دینِ قیّم) کی تمکین قاہرہ ہے۔ گویا خلیفۃ اللّٰہ فی الارض مستخلف عزّوجل کی جلوہ گاہ علم وحکم ہے۔ اور دلیل نیابت الٰہی سے شہادت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ نیابت امر بالارادہ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ سے مشرف وکامران ہے جو اس کے تصرف شجاعت کے ساتھ اتحادِ شمشیر سے سرعت غلبہ وقہر اور تجدید وتعمیر ملّت پر شہادت قاہرہ ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے۔ کہ وحدتِ مرجع فطری ونسلی کی دلیل سے اجتماع تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔ جو تکمیل فطرت کی محبتِ روشن سے ملّت وسط میں تمام عالم کے اجتماع پر فیصل ناطق ہے مگر اساس تخلیق یعنی عدل سے سقوط کی بناء پر مختلف نقطہائے فرط پر انسانی گروہوں کا اجتماع مفرط اجتماعات کی تشکیل کا موجب ہے۔ جنہیں جماعتی حیثیت سے جائز واحد جماعت کے ساتھ تشابہ حاصل ہے۔ اور فطرت نفس تقصیرِ فطرت کی دلیل سے انہیں ناجائز قرار دیتی ہے۔ علیٰ ہذا ان کی کیفیات شعوریہ میں تفاوت ماحولیہ کی دلیل سے درجات شعوریہ کا تحقق جو نفس جماعت میں نیم شعوری کیفیّت کو متحقق کرتا ہے۔ وہ فطری احتیاج ہے۔ جس کے تقاضے سے وہ اس مفرط امارت پر جمع ہو جاتے ہیں۔ جو ادراک وتحریکات میں تداول شعوری سے استقلال شعور وظن کے ساتھ نفس جماعت مفرط پر غالب آجاتی ہے۔ اور یہ جائز واحد فردیّت امارت اسلامیہ کے ساتھ اس کا تشابہ ہے۔ اور فطرتِ انسانی اس کے حقائق نفس کے فرط وسقوط کی دلیل سے اسے ناجائز قرار دیتی ہے۔

---

[1] اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف چُن لیتا ہے...... الخ (شوریٰ)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ)

ب

اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم
کے
سوانح عہدِ نبوت و خلافت پر تبصرہ سے ترتیب دستور تعمیر ملی اور آئینہائے صلح و جنگ اور قوانین نظم و ضبط کی تشکیل و تحدید

(خلیفہ) محمد سعید

دار التصنیف و النشر
درگاہِ عالیہ صدیقیہ
آلو مہار شریف

جعلت لی الارض کلہا مسجداً

(تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنادی گئی) بخاری ومسلم

اس اول المسلمین صاحب کتاب و میزان و شمشیر صلعم کے نفس ناطقہ میں حقایق وحی و شہود کے تحقق سے صرف آپ کی حکمت اور قول فیصل ہی دلیل امر بالعدل کے ساتھ مایۂ تہذیب و تدبیر و سیاست و تحکیم ہے اور اس کی وراثت سے تمام عالم پر عزت و کرم کا فطری استحقاق صرف ملت اسلامیہ کو پہنچتا ہے۔

محمد سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

قبل بعثت کعبۃ اللہ الحرام کی تعمیر نو میں نصب حجر اسود

اور بحیثیت ثالث فیصلہ (تحکیم بین الدول کیلئے ملت اسلامیہ کا فطری استحقاق)

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (البقرہ)

موسّسان کعبۃ اللہ الحرام ابراہیم حنیف اور اسمٰعیل ذبیح علیہما السلام کی دعا[1] یعنی اوّل المسلمین اور خاتم النبیین خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل آیۂ طالوتی اور حکمت سلیمانی کے ساتھ مکہ کا ایک قابل اعتماد حکیم اور فیصل تسلیم کیا گیا وہ آیۂ طالوتی کعبۃ اللہ الحرام کی تعمیر میں منجانب اللہ آپ کے دست مبارک سے حجر اسود کا نصب ہے اور وہ حکمت سلیمانی آپ کا اس کے متعلق بحیثیت ثالث فیصلہ ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ قریش نے آپ کے عہد طفولیت میں کعبۃ اللہ الحرام کی عمارت کے متعلق از سر نو تعمیر کی ضرورت محسوس کی کیونکہ بارش کے زمانہ میں شہر کا پانی بند کو توڑ کر جو حرم کی حفاظت کے لیے بنوایا گیا تھا۔ بارہا حرم کی عمارت کو متاثر کر چکا تھا۔ پس قبائل قریش نے عمارت کے مختلف حصے برائے تعمیر آپس میں تقسیم کر لئے۔ لیکن حجر اسود نصب کرنے کا موقعہ آیا تو سخت جھگڑا پیدا ہوا۔ تلواریں کھچ گئیں بعض لوگوں نے خون بھرے پیالوں میں انگلیاں ڈبوئیں جو اس زمانہ میں قربانی جان کیلئے رسم ادا کی جاتی تھی۔ چار دن تک یہ جھگڑا رہا۔ پانچویں دن ابو امیہ ابن مغیرہ نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے سامنے آئے وہی ثالث تسلیم کیا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ دوسرے روز وہ مکمل ترین حنیفی محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے سامنے آیا۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ دیا کہ سب قبائل سے ایک ایک سردار منتخب کر لیا جائے۔ اور آپ نے چادر بچھا کر حجر اسود

[1] ربنا وابعث فیہم رسولا منہم ..... الخ (بقرہ)

اس میں رکھ دیا اور سرداران قبائل سے فرمایا۔ کہ چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ جب چادر مقام مناسب پر پہنچ گئی۔ تو اس خاتم النبیین خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے موقعہ پر نصب کر دیا۔

یہ ضروری تھا۔ کہ اس مکمل دین حنیفی اور متمم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خلافت پر اس کی بعثت سے پہلے وہ سب سے پہلا اللہ کا گھر جو تمام عالم میں اساس ہدایت اور برکت ہے اور ابراہیم حنیف کے مقدس ہاتھوں سے تعمیر ہوا ہے۔ علامات ظاہرہ اور آیات بینہ کے ساتھ شاہد ہو جس طرح حضرت طالوت علیہ السلام کے استحقاق سلطنت پر تابوت سکینہ نے شہادت دی جو تبرکات موسوی اور ہارونی سے مایہ دار تھا۔ اللہ عزو جل فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرہ)

ان کے نبی نے ان سے کہا۔ اس کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس تابوت لے آئیگا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینہ (اطمینان) ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کے بقیات (تبرکات) اور ان کو ملائکہ اٹھا کر لے آئیں گے۔

گویا آپ کے دست مبارک سے نصب حجر آپ کے ہاتھوں دین حنیفی کی تکمیل پر شہادت تھی اور قریش کے توکل پر آپ کا منجانب اللہ ظاہر ہونا أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ کی مانند بلا شبہ اللہ عزوجل کی جانب سے تھا۔

علیٰ ہذا آپ کا بحیثیت ثالث فیصلہ آپ کی خلافت الٰہیہ پر اسی طرح شہادت دیتا ہے جس طرح کھیت کے متعلق فیصلہ میں فہم سلیمانی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد طفولیت میں ان کی خلافت فی الارض اور حکمت پر شہادت دی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۔ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ..... الخ (انبیاء)

اور داود اور سلیمان جب کھیت میں حکم کر رہے تھے جبکہ قوم کی بکریاں اس میں چر چکی تھیں اور ہم ان کے حکم پر گواہ تھے پس سمجھا دیا ہم نے وہ سلیمان کو اور ہم نے (ان دونو) میں سے ہر ایک کو حکم اور علم عطا کیا تھا۔

تعمیر کعبۃ اللہ الحرام میں نصب حجر اسود اس نبوت فاضلہ کی علامت ہے جو کافۃ الناس کی طرف عام ہے۔ اور اس عمومیت محیطہ کے ساتھ اختتام نبوت کو مستلزم ہے۔ کیونکہ کعبۃ اللہ الحرام امام الناس ابراہیم خلیل علیہ السلام کے ہاتھوں کافۃ الناس کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ پس اللہ کے مقدس گھر کے متعلق آپ کا بحیثیت ثالث فیصلہ آپ کی خلافت الہیہ پر آیۂ ظاہر اور علامت روشن ہے کیونکہ وہ فصل الخطاب ہے۔ اور بیت اللہ کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) ہمنے اس (داؤد) کے ملک کو مستحکم کیا۔ اور اسے حکمت اور قول فیصل عطا کیا۔

حضور صلعم کے اس بین القبائل حکیمانہ قول فیصل کے متعلقہ حالات کی ترتیب اس طرح ہے۔

کعبۃ اللہ الحرام تمام عرب کا مرجع عقیدت تھا۔ اس لئے اس کی تولیت اقتدار و منصب کا مرکز تھی اور قبائل قریش حصول اقتدار و جاہ میں باہم رقیب تھے۔

عبد المطلب کی وفات پر بنو امیہ بنو ہاشم کی بجائے مسند تولیت حاصل کر چکے تھے۔ اس لئے ان ہر دو قبائل میں کش مکش رقابت ایک ضروری امر تھا

بنابریں حجر اسود کے نصب کرنے کا شرف جسے حاصل ہوتا اسے اور اس کے قبیلہ کو سیاسی اہمیت حاصل ہو جاتی۔ اس لئے میدان فیصلہ اس وقت درحقیقت قبائل کا ہونے والا مقتل بن چکا تھا۔ اور اسی لئے تعیین ثالث کو توکل پر چھوڑا گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ثالث مان لینے کے بعد بوقت فیصلہ قبائل کے اذہان اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہاشمی ہیں۔ اس لئے آپ کا فیصلہ تسلیم ہو جانے سے بنو ہاشم کی فوقیت سب قبائل کو کسی وقت اپنے اثر میں لے سکتی ہے۔ اور یہ ان کے لئے خطرہ تھا۔ چنانچہ ان حالات کی روشنی میں حضور صلعم نے اپنا مہتم بالشان فیصلہ نافذ فرمایا۔ جو آپ کے کمال عدل نفس پر شاہد ہے۔

آپ نے قبائل عربی کی تاریخی حرب و ضرب اور ان کے شعلہ زن احساسات اور جملہ حالات متعلقہ کو ذہن میں محفوظ و ملحوظ و مرتب فرماتے ہوئے۔ قبائل کے ہونے والے مقتل میں کمال

اطمینان اور توجہ کامل کے ساتھ بہ استقصائے جزئیات اپنی شوکت فطرت سے اور قوت فیصلہ اور صحت فیصلہ سے جسمیں نہ مبحث سے خروج تھا نہ تکمیل مقصد میں تقصیر تھی ۔ تمام قبائل کو صلح و آشتی اور تکمیل تعمیر کعبۃ اللہ الحرام کے نقطۂ مقصود تک پہنچا دیا اور بحیثیت ثالث وفیصل بین الدول تحکیم وفیصلہ کی پہلی مشعل فروزاں فرمائی جو اس اوّل المسلمین[1] صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور بالتبع ملت اسلامیہ کے لئے جملہ دول اور اقوام میں فطری استحقاق تحکیم وفیصلہ پر شہادت پائندہ ہے ۔ اور ملت اسلامیہ کے لئے لوازم تحکیم وفیصلہ کو واضح اور روشن کر رہی ہے ۔ اور للبیت کو ملت اسلامیہ کے اعمال کی فطرت اساسی قرار دیتی ہے ۔ کیونکہ بیت الحرام کو اللہ عزوجل بَیْتِیَ[2] (میرا گھر بقرہ) کے مقدس خطاب سے مشرف فرماتا ہے ۔ اور اسی مضمون بیتی کو زبور مزمور ہشتاد وچہارم میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے ۔

اے فوجوں کے خدا تیرے مسکن کس قدر دل پذیر ہیں ۔ میری جان صحنہائے خداوند کے لئے مشتاق ہے ۔ بلکہ کاہیدہ ہے .... خوشا بحال اُن لوگوں کو جو تیرے گھر کے ساکن ہیں ۔ اور ہمیشہ تیری تسبیح پڑھتے ہیں ۔ خوشا بحال اُن لوگوں کو کہ تیری قوت اُن میں ودیعت ہے ۔ اور تیرے راستے اُن کے دلوں میں ہیں ۔ جب وادی بکا کو عبور کرتے ہیں .... الخ

ترجمہ از کتاب مقدس مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء بزبان فارسی

وادی بکا مکۃ اللہ المبارک ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ	تحقیق وہ سب سے پہلا گھر ہے جو انسانوں کے لئے تعمیر کیا گیا ہے
مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ o (آل عمران)	بکہ میں مبارک اور جہان والوں کے لئے ہدایت

گویا صحنہائے خداوند اور تیرا گھر سے مراد وہی بیت مقدس ہے جو کافۃ الناس کے لئے اس سطح ارض پر بحیثیت معبد سب سے پہلے تعمیر کیا گیا ۔ پس دست مبارک مصطفوی صلعم سے اس کی تکمیل تعمیر یعنی نصب حجر اسود تمام عالم پر ملت اسلامیہ کی افضلیت کو متحقق کرتی ہے جسمیں للّٰہیت روان افضلیت ہے ۔

اے ترا حق خاتم اقوام کرد | بر تو ہر آغاز را انجام کرد

اے فلک مشت غبار کوئے تو | اے تماشا گاہ عالم روئے تو

طرح عشق انداز اندر جان خویش | تازہ کن با مصطفیٰ پیمان خویش (اقبال)

[1] وامرت لان آکون اول المسلمین (زمر) [2] وعہدنا الی ابراہیم واسمعیل ان طہرا بیتی الخ ۔ بقرہ

تجارت (تکمیل معیشت)

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ ......الخ (نور)

اسباب معیشت کی بنیاد زراعت و تجارت پر ہے۔ اور زمین کے مختلف طبقات پیداوار زراعت و معدنیات کے لحاظ سے مختلف کیفیات رکھتے ہیں اور ضروریات زندگی کی تکمیل مختلف انواع اسباب معیشت کے اجتماع سے مرتب ہوتی ہے۔ اور ان کا اجتماع باہم مبادلہ سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے بنی نوع انسانی کی تکمیلِ معیشت میں تجارت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں تاجر یا متبادل کا حق اجرتِ تبادلہ ہے جو حق کے ساتھ ہو۔ اور اس تبادلہ کا معیشی اثر یا نتیجہ اُن تمام اقوام پر مرتب ہوتا ہے۔ جن کی ضروریات حیات متبادلین کے لئے اس عمل تبادلہ یا تجارت کی وجہ ہیں۔ گویا تجارت کو معیشی نقطۂ نگاہ سے ایسی بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ کہ متبادلین کا وسیع معیشی اثر تمام اقوام عالم کو ان کی معاشی احتیاج کی وجہ اور دلیل کے ساتھ احاطہ کر لیتا ہے۔ اور احتیاج ایک انفعالی کیفیت ہے۔ جو نفوس پر طاری ہو جاتی ہے۔ اس لئے تجارت اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس مقصد کی ایفا کے لئے اس حیثیت سے سودمند ہے۔ کہ نفوس اقوام اور ملل میں انفعالی حیثیت کا پیدا ہونا انہیں حق سے قریب تر کر دیتا ہے۔ بجائیکہ مسلم متبادل قائم بالقسط ہو اور اس کے ترشحات فکری و عملی نقطۂ عدل پر مستقیم ہوں۔ جو اس کی فعالی حیثیت کی حقیقت ہے۔ اور انفعالی کیفیت میں اثر کر سکتی ہے۔ پس وہ اول المسلمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ قبل بعثت جب سن رشد کو پہنچے۔ تو آپ نے پیشۂ تجارت اختیار فرمایا۔ اور مختلف مقامات تجارت میں حجاز سے باہر دور دور تشریف لے گئے۔

قریش بالعموم تجارت پیشہ تھے۔ آپ کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے۔ گویا پیشۂ تجارت اختیار کرنے میں آنحضرت صلعم کے ماحول نے آپ کے ساتھ سازگاری کی۔ یہ تائید غیبی تھی۔ پس بلاشبہ ملت اسلامیہ کے لئے حضور صلعم کا پیشۂ تجارت اختیار فرمانا تا قیامت دلیل راہ ہے۔ کہ وہ حضور کی تبعیت میں اس راہ معیشت کو بین الاقوامی جامعیت کے ساتھ اختیار کرے۔ اور ہر عہد کے ماحول

کے مطابق اپنی تجارتی حیثیت کو تمام عالم میں پھیلا دے - اور چونکہ مسلم کی موت وحیات سب کچھ اللہ کے لئے ہے - اور وہ عزوجل قائم بالقسط ہے - اور انسان کی تخلیق میں اس عزوجل نے قیام بالقسط کی بنیاد قائم فرمائی ہے - اس لئے اسے فکر - قول - عمل - معیشت - معاشرت - تمدن میں قائم بالقسط یا آمر بالعدل ہو جانا چاہیئے - اور وہ فطرت کے قیام بالقسط کو مستلزم ہے - جو قائم بالقسط عزوجل کی تصدیق اور اس پر شہادت ہے - اور للہیت کی شرح منشکل ہے جس سے نبی برحق بعثت سے قبل اجتبائے الٰہی کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے - جو تدریجی استعداد انسانی کی تکمیل کا ذریعہ ہے - اور وہ تکمیل استعداد حقائق وحی کے برداشت کی قابلیت ہے - چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شوکت عدل یا ضیائے آفتاب مکارم ومحاسن سے اقران اور معاصرین کی آنکھوں کو روشن فرمایا اور تجارت کے منافع یا حق تبادلہ کی پاکیزگی جو کسب طیب ہے متحقق فرمائی پس حسن شمائل کی بنا پر قوم نے آپ کو امین کے لقب سے ملقب کیا - اور طاہرۃ العرب خدیجۃ الکبریٰ نے جن کی وسعت تجارت تمام قریش کی متفقہ تجارت سے مقابلہ کرتی تھی اس امانت ودیانت کی بناء پر اپنا سرمایہ مضاعف اجرت پر تجارت کے لئے آپ کے حوالہ کیا - اور دوست اور دشمن معاصرین نے آپ کی صداقت اور دیانت کی تصدیق کی

اس پر تاریخ شاہد ہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے - الحاصل یہ ملت اسلامیہ کے لئے تا دوام سنت جاریہ ہے - کہ وہ اس شریف اور بزرگ پیشہ کے ذریعہ تمام روئے عالم میں اسلامی مقدس طرح معاشیات کو پھیلا دیں - اور ہر مرحلہ پر قائم بالقسط مسلم کی حیثیت سے ایفائے کیل ومیزان ایفائے عہد حسن شرکت حسن معاملہ - صداقت - دیانت وغیرہ وغیرہ مکارم ومحاسن سے اس مقدس ذریعہ معاش کو ملت اسلامیہ کی ایسی شریف خصوصیت قرار دیں جس میں آفتاب للہیت پوری تابانی کے ساتھ درخشاں ہو - جو مستلزم قیام بالقسط ہر چہار فضائل ہے اور اس مسلم عادل کا افکار و اقوال و اعمال میں مقصود نگاہ ہے - جو کسی وقت رجحان کثافت میں مبتلا نہیں ہوتا

قرب حق از ہر عمل مقصود دار | تا ز تو گردد جلالش آشکار
مال را گر بہر دیں باشی حمول | نعم مال صالح گوید رسول

نیز مختلف کوائف کے ساتھ ہر گونہ معاہدہ ہائے اجرت بھی تجارت کی ہی مختلف انواع ہیں[۱]
جن میں قیام بالقسط جو خواہش ارضی سے تقدس کو لازم قرار دیتا ہے۔ اُن عہود و مواثیق کی
ایفا ہے جن کی شعور (لطافت علوی) اور اعتراف (کثافت ارضی) تصدیق کرتا ہے۔
گویا ان کی ایفائے عادل فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل کی ایک شق ہے جس
میں خطا یا رجحان کثافت کو جو ارضی ماحول کا عنصری جذب ہے۔ دخل نہیں ہوتا۔ اور مسلم
عادل کے نفس میں اس کا تحقق اس میں عدل کامل کی تمکین کو لازم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ
صرف کشف لطافت اور تنویر کثافت ہی خواہش یا رجحان کثافت سے نفس ناطقہ کو پاک کر سکتی
ہے جس کے سر انجام سے صرف ملت اسلامیہ مایہ دار ہے۔ اس لئے معیشت کو عدل کی بنیادوں
پر صرف وہی مکمل کر سکتی ہے۔ گویا ہر گونہ معیشت و تجارت کی تکمیل عادل کا صرف اسے ہی جائز حق
پہنچتا ہے۔

دعوت الی الحق (تا سیس ملی)

قُم فَاَنذِر (ق)

تسلیم توحید یعنی اللہ عزوجل کی فردیت الوہیت میں استغراق کی جدو جہد تمام کائنات
انسانی کا مرجع فطری ہے۔ پس یہی ملت اسلامیہ کا نقطۂ مقصود ہے۔ کیونکہ نفس ناطقۂ انسانی کے
تقاضائے فطری کی ایفائے عادل کا ستر و دستور ہے۔ اسی سے افراد ملت میں اتحاد فکری متحقق
ہوتا ہے۔ جو اتحاد عمل کا ذریعہ ہے۔ اور یہ اتحاد افکار و اعمال اجتماع افراد پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے
جسے ملت اسلامیہ کے مقدس اور بزرگ نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور جس ذات بزرگ نے
اس دعوت توحید کا مقدس فرض ادا کیا ہے۔ جو نفس ناطقۂ انسانی کی کشف و استقامت کا ذریعہ
ہے۔ وہ سید المرسلین محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا اس نکتہ مقصود پر افراد ملت کے
افکار و اعمال کا محور وہی ذات بزرگ ہے۔ جو داعی توحید ہے۔ اور اس کا دست مبارک
بمطابق یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ مقصود حقیقی یعنی فردیت الوہیت پر ملت اسلامیہ کے جملہ عہود و موا

---

[۱] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اجرت پر تجارت فرمانا اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

کو الی یوم القیمۃ یعنی عہد اول کو بلا واسطہ اور پھر عہود مابعد کو بواسطہ ہائے مسلسل جمع کر دیتا ہے
پس توحید و رسالت یا فرد مسلم اساس ملت ہے اور چونکہ اس کی تسلیم فرد کے نفس ناطقہ میں بحیثیت فکر
صحیحہ اور بحیثیت تصدیق فکر یعنی عمل متحقق ہوتی ہے اس لئے ملت اسلامیہ کے افراد کا اتحاد
افکار و اعمال اور نقطۂ مقصود (یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نفوس ناطقہ میں
تحقق توحید) متحدہ نورانی معنویت ہے۔ گویا یہی اتحاد حقیقت اساس اجتماع ملی ہے۔ اور یہ ثابت
ہو چکا ہے۔ کہ تدریج ایک اصول ہے۔ جو فطرت کائنات اور فطرت انسانی میں یکساں طور پر جاری
و ساری ہے۔ اس لئے تعمیر ملی میں جو اجتماع افراد سے متحقق ہوتی ہے فرد کے نفس ناطقہ کی تدریجی
خصوصیات کی رعایت کے ساتھ دعوت حق جو افراد کے اتحاد افکار و اعمال سے اجتماع افراد یا
تشکیل ملت کا ذریعہ ہے نفوس افراد اور نفس جماعت میں قبول دعوت کا موجب ہوتی ہے۔
چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید کو بالتدریج نازل فرمایا تاکہ بالتدریج اسے انسانی تدریجی استعداد
پر پیش کیا جائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل)	قرآن اسے ہم نے متفرق کر کے اتارا تاکہ اسے تو لوگوں پر توقف کے ساتھ پڑھے اور اتارا ہم نے اسے اتارتے اتارتے (رفتہ رفتہ)

گویا دعوت الی الحق میں تدریج بھی ایسے ہی ضروری ہے جیسے دعوت الی الحق ضروری ہے
یعنی جیسے نفس ناطقہ کی تکمیل و تعدیل جو دعوت الی الحق کا مدعا و مقصد ہے۔ اس کے فطری
تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے۔ ایسے ہی تدریجی حیثیت کے ساتھ دستور عدل کا پیش کرنا
بھی نفس انسانی کی فطرت مرجیہ کے تقاضا کی مطابقت اور ایفا ہے۔ دستور عدل کے بالتدریج
تکمیل نزول کے بعد فرائض و نوافل وغیرہ میں تفریق پائندہ اسی تدریجی اصول کی مطابقت ہے
علی ہذا افراد کی انفرادی حیثیت کے بعد اجتماع ملی اسی تدریجی اصول کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔
یعنی افراد جب ایک نقطۂ نگاہ پر متحد ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اتحاد فکری جو اساس اتحاد عمل ہے۔
ان کی اجتماعی حیثیت کا سبب بنتا ہے۔ اور نفس جماعت کی تدریجی استعداد کا آئینہ دار ہے۔
اور اس کا محور وہ ذات بزرگ و مصلح ہے جو افراد کے اتحاد فکر و عمل کا دعوت الی الحق سے ذریعہ و واسطہ

ہے۔ اور نفوس افراد کے افکار و اعمال اجتماعی حیثیت سے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ اور وہ عادل جماعت کا اس کے دست مبارک پر اجتماع ہے۔

پس اس تدریجی استعداد نفس انسانی اور نفس جماعت کی رعایت کے ساتھ حکم ربانی سے اس داعی الی الحق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداً راز رسالت جو معلن توحید ہے۔ اُن خاص محرمان اسرار اور قابل اعتماد نفوس کے سامنے پیش فرمایا۔ جن کے فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت فطری یعنی عزت مکارم و محاسن پہلے سے متحقق تھی اور وہ حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر عتیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت زید رضی اللہ عنہ جیسے ذی قدر اور بزرگ نفوس تھے جن کی استعداد داعی الی الحق کے متعلق استقامت فکری اور اس کی صحبت کے اثر سے قبول حق کے لئے مستعد ہو چکی تھی۔ زاں بعد بتدریج ایسے اصحاب اس حق و سعادت کے مبارک حلقہ میں داخل ہوتے گئے۔ جن کی فطرت مزجیہ میں جستجوئے حق مسخ نہ تھی۔ اور حق معلوم ہونے پر انہوں نے قبول کر لیا۔ مگر یہ سب کام تین سال تک نہایت رازداری کے ساتھ جاری رہا۔ اور یہ ضروری تھا کہ اعلان عام سے پہلے پاکیزہ نفوس کی ایک جماعت حق کو قبول کرے۔ اور دعوت الی الحق کے اعلان میں وہ حق پرست جماعت ساتھ ہو۔ گویا توسیع حق کے لئے اجتماع ملی میں یہ قلت سے کثرت کی جانب تدریج ارتقا تھا جو نفوس افراد اور نفوس جماعت میں تدریجی ارتقا کی حیثیت سے جاری ہے۔ پس جب حق ایک پاکیزہ اور مقدس نفوس میں متمکن ہو چکا تو حضور صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا۔ اے معشر قریش چنانچہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک فوج آ رہی ہے تو کیا تم باور کرو گے۔ سب نے کہا ہاں۔ کیونکہ تم ہمیشہ سے صادق اور راستباز ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ ایک ہے۔ اور میں اس کا رسول ہوں۔ پس ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے۔ تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ بہت برہم ہوئے۔ اور چلے گئے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے۔ کہ کعبۃ اللہ الحرام۔ صفا مروہ کی عظمت قریش کے اذہان میں نسلاً بعد نسلٍ متمکن تھی۔

پر عظمت انذار کے ساتھ دعوت واقعہ کی مہتم بالشان حیثیت کا فطری تقاضا ہے۔ اور

عظمت اندازکے ساتھ نفسیات قوم کی رعایت نفوس افراد قوم میں ایک گونہ روحی کیفیت پیدا کردیتی ہے جس کی علامت قوم کا وہ اجتماع ہے۔ جو سمع مقصد کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر متحقق ہوا۔

ہر دعویٰ شہادت سے مستحکم ہوتا ہے۔ توحید اور رسالت حقیقت عظمیٰ ہے۔ جس کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ فرمایا۔ اس پر شہادت حضور صلعم کی شوکت اخلاق اور صداقت کاملہ ہے۔ پس قوم مدعی کی شوکت اخلاق کا اگر اعتراف کرلیتی ہے۔ تو یہ مدعی کے دعویٰ کی صداقت پر مستحکم دلیل ہے۔ اور فی الحقیقت وہ قوم کی مجموعی شہادت ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اظہار دعویٰ سے قبل قوم یا جماعت سے مدعی کے اخلاق و صداقت کی تصدیق لی جائے۔ کیونکہ جو دعویٰ مخاطبین کے عقائد آبائی یا ان کی خواہشات نفس کے منافی ہوتا ہے وہ ان کے جذبات کو مشتعل کردیتا ہے اور یہ اشتعال ایک اضطراب ہے۔ جو شعور نفوس کو مختل کردیتا ہے۔ پھر ان کا متاثر قول و عمل معیار اعتماد پر صادق نہیں ہوسکتا۔

پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ سے قبل اپنے دعویٰ کو قوم کی شہادت سے مستحکم فرمایا۔ اور اعلان پر جب لوگوں نے اپنے افکار باطلہ کی تاریک لذات کو پامال ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو بھڑک اٹھے۔ مگر اس اعتراف یا ان کی شہادت نے جو مدعی کی شوکت اخلاق پر وہ دے چکے تھے۔ غیر محسوس طور پر اس عظیم شخصیت کے روبرو سخت برہمی کے باوجود ہلاکت آفریں راہ عمل اختیار کرنے سے روک دیا۔ اور یہ مدعی حق کی شوکت اخلاق اور نفسیات فہمی کا نتیجہ تھا جو نفس ناطقہ کے کشف یا حق روی سے متحقق ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ قوم کے ہنگامی جذبات پر قدرت کے لئے یہی نہج اختیار کی جائے۔ کیونکہ ایسے ہنگامہ میں خصوصیت کے ساتھ نفس جماعت پر ایک غیر شعوری کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اور اس غیر شعوری کیفیت پر قدرت حاصل کرنے کے لئے ایسے ہی مذکورہ قاہر اثر کی ضرورت ہے۔ جو غیر محسوس طور سے نفوس پر اثر انداز ہوچکا ہو۔ بحالیکہ مدعی کی بین القبائلی حیثیت جو دعوت الی الحق میں تدریجی اصول کی مطابقت کے ساتھ اسے حق کے اعلان عام سے قبل حاصل ہوچکی تھی۔ اس کا بھی نفس جماعت میں پہلے سے اثر موجود ہوتا ہے۔ اور وہ نفس کی ایک مستقل کیفیت کی صورت اختیار کرلیتا ہے

پس ایسے ہنگامہ میں نفس جماعت کی غیر شعوری کیفیت غیر شعوری حیثیت سے بطور فطرت اس اثر کی بھی پیروی کرتی ہے۔ الحاصل حالاً و ماضیاً یہ ہر دو صورتیں فطرت نفس فرد اور نفس جماعت کے فہم سے فہم دعوت کی ارتقائی رفتار میں راستی و استقامت ہے۔

علی ہذا گو وہ ہنگامی طور پر اس وقت کسی حد تک مشتعل ہو جائیں۔ لیکن ان کا وہ اعتراف اور تصدیق غیر محسوس طور پر ان کے افکار و اذہان میں ایک قائم رہنے والا اثر کر چکتا ہے۔ جو بعض ایسے نفوس کو جن کی فطرت میں کچھ جستجوئے حق کام کرتی رہتی ہے۔ کسی وقت حق کے قبول کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اور معاندین چونکہ اس کی صداقت پر ایک دفعہ شہادت دے چکتے ہیں۔ اس لئے پھر ان کا اس مدعی حق کے اخلاق و صداقت مستقلہ و مستمرہ کی تکذیب نہ کر سکنا اس کے دعویٰ پر ایک شہادت مستمرہ ہے۔ جو اقران و معاصر بلکہ آئندہ نسلوں کے افکار و اذہان پر مسلسل اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ اس کا پائندہ اور جاریہ اثر ہے۔

پس حکم ربانی کی تعمیل میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت فصل الخطاب اور دعوت حق کے اعلان عام کا مقدس افتتاح تھا۔ جس نے شرق و غرب جنوب و شمال اور عہود و دہور روزگار کو سماع دعوت کے لئے مکلف فرمایا۔ کیونکہ صفا و مروہ شعائر الٰہی ہیں۔ اور انہیں مقدس مقامات میں جملہ عالم کے لئے امام الناس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک سے قربانی یا للٰہیت کی بنیاد رکھی گئی۔ پس اس مرکز عالم سے حضور صلعم کا خطاب آپکی کافۃ الناس کی جانب بعثت پر ایسی ہی حجت روشن اور علامت ساطع ہے جیسے نصب حجر اسود اور اس کے متعلق فیصلہ آیۂ طالوتی اور حکمت سلیمانی کا آئینہ دار جہاں ہے۔

اس قربان گاہ سے دعوت عام گویا مسلم حنیف کے لئے اعمال میں للٰہیت کو جو صحت فکر ہے۔ مقصد قرار دینے کا اعلان عام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (انعام)

تو کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے جو جہان والوں کا پروردگار ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وارث کتاب و حکمت ملت اسلامیہ کے لئے تا دوام یہ سنت قائم فرما دی ہے۔ کہ وہ ہر عہد میں اقوام عالم کو حق کی طرف ان کی نفسیات اور ماحول کی تشخیص

کرتے ہوئے تدریجی اصول کی مطابقت کے ساتھ ایسے پرعظمت انداز سے دعوت دیں کہ اقوام عالم میں سماع دعوت کے لئے ایک رجوعی کیفیت پیدا ہو جائے۔ بحالیکہ قائم بالقسط ملت اسلامیہ مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے معیار عدل پر راسخ اور معتمد ہو اور اقوام عالم اس کی شوکت فطرت اور عدل نفس کی تصدیق کے لئے واقعات اور حقائق کی روشنی میں مجبور ہوں

علی ہذاالقیاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا۔ کہ دعوت کا اہتمام کرو۔ تمام خاندان عبدالمطلب کو مدعو کیا گیا۔ کھانا ہوا۔ فراغت پاکر حضور صلعم نے فرمایا کہ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں۔ جو دین و دنیا کی کفیل ہے۔ اس بارگراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دیگا۔ تمام مجلس خاموش اور حیرت زدہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ گو میری آنکھوں کو آشوب ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ اور سب سے نوعمر ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دونگا

آبائی عقائد کے خلاف جنہیں قوت نظری میں جگہ حاصل ہوتی ہے۔ کسی نئے مسلک کا پیش کرنا گویا نفس ناطقۂ انسانی کے اور اکی نتیجے کے ساتھ معارضہ ہے جسے قوت غضبی بحیثیت مبدأ اعمال قدرت حاصل ہوتی ہے۔ جو اپنی ادراکیات کے راستے سے موانع کو ہٹا دینے کے لئے شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ اور اسے جذبات عداوت کی تحریک سے معنون کیا جاتا ہے۔ نیز قرابت کو ثقافتی اشتراک یا شعوری اعتراف کے سبب جو ثقافتی اشتراک کو بھی متحقق کرتا ہے۔ چونکہ نفس ناطقہ میں خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اقربا کو حق کی طرف دعوت متقاضی خصوصیت ہے۔ پس اقربا کو اس مخصوص طریق سے دعوت دینی چاہیئے جو ان کی فکری خصوصیات پر اثر انداز ہو اور ان کے مبادی اعمال کو متاثر کردے تاکہ دعوی یا اظہار بر مسلک جدید کے ساتھ فکری معارضہ میں مدعی کی شوکت اخلاق سے متاثر ہو کر وہ اپنے فکر و عمل میں واضح معاندانہ رویہ اختیار نہ کرسکیں۔ پس مدعی کے اخلاق حسنہ پر جو اس کے نفس ناطقہ میں متحقق ہیں۔ ان کا حرف گیری نہ کرسکنا ان کی شہادت خاموش ہے۔ جو مستقل اور پائندہ اثر رکھتی ہے۔ اور کافۃ الناس کے روبرو ایسی مستحکم دلیل ہے۔ جس کی ہرگز تردید نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اقربا سے زیادہ کوئی دوسرا شخص اخلاقی گہرائیوں سے باخبر نہیں ہوسکتا۔

پس جب حضور صلعم نے دعوت الی الحق کی دو ارتقائی منزلیں طے فرمائیں اور قوم کے اذہان اس عظیم الشان دعویٰ کے اصولوں یعنی توحید و رسالت سے باخبر ہو گئے۔ اور اپنے افکار باطلہ کے مخالف اثر کو ان کی ہر دو اور اکی قوتوں نے کسی حد تک برداشت کر لیا۔ اور ایک جماعت یعنی سابق و اول ملت اسلامیہ جو تقریباً چالیس افراد پر مشتمل تھی دعوت حق کی تصدیق سے نقطۂ مقصود یا مرجع فطرت یعنی تسلیم توحید پر داعی حق صلعم کے دست مبارک کے ذریعہ جمع ہو چکی تو ضروری تھا کہ اس مقصد علیہ کو اس مقدس مقام سے واضح اور تمام روئے عالم میں نشر کر دیا جاتا جو سطح ارض پر تمکین توحید کا اولیں مرکز ہے۔ اور اللہ عز و جل نے اسے بیت اللہ ہونے کے مقدس خطاب سے مشرف فرمایا ہے۔ (جس نے آپ کے عہد طفولیت میں آپ کی نبوت اور خلافت پر شہادت دی۔ اور ازاں بعد اس کے ملحقات یعنی صفا و مروہ سے کوہ صفا پر سے آپ نے اعلان حق کی صوت بلند سے تمام روئے عالم کو مخاطب فرمایا۔ یہ متصلات کعبۃ اللہ الحرام اور فی الحقیقت اسی بیت مقدس کی حضور صلعم کے دعویٰ پر دوسری شہادت تھی اور یہ تمام تدریجی اہتمام تدریجی استعداد انسانی میں تحقق قبول کے لئے ہوا) پس آپ کعبۃ اللہ الحرام میں تشریف لائے۔ اور توحید کا اعلان عام فرمایا۔ یہ آپ کی نبوت فاضلہ اور خلافت الٰہیہ پر کعبۃ اللہ الحرام کی یہ تیسری شہادت تھی۔ تو لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کے ربیب حارث ابن ابی ہالہ دوڑے تاکہ حضور کو بچائیں۔ ہر طرف سے ان پر تلواریں پڑیں اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ یہ اسلام کا پہلا شہید تھا جس کے خون نے تمام ملت اسلامیہ کو راہ حق یا تاسیس ملی میں اپنا خون بہا دینے کا رنگین پیغام دیا۔ ؎[1]

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سطح ارض پر تمکین توحید ہی آغاز مقصد ہے۔ اور انجام مقصد ہے اور مرکز تمکین یعنی کعبۃ اللہ سے اس کے نشر و اعلا کا تعین فطرت تاسیس ملی ہے۔ اور وضاحت مقصد ہے اور تمام عالم کو احاطہ کر لینے والی وسعت ملی میں ضبط فکر و عمل کا موجب ہے۔ کیونکہ اساس فکری پر اعمال صالح ادراکی بنیادوں پر قوت تحریک کا فعل ہے۔ اور افعال حرکت جسم سے مرتب ہوتے ہیں۔ پس ایسی عبادت الٰہیہ جو جسم و روح کی کیفیت رجوعی کو شکل و صورت میں متحقق کرتی ہے اور مسلم کے افکار و اعمال میں

[1] میر الکبر ...

للّٰہیّت کو فطرت قرار دینے کا ذریعہ ہے۔ اور للّٰہیّت کی علامت ہے یعنی نماز جو جامع فرائض و نوافل ہے[1] اور ذکر سے اپنی حقیقت شہودیت کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ ادراک و تحریک کو منور کرتی ہوئی ان حقائق بالا سے مسلم حنیف کو مشرف کرتی ہے۔ اس کے لئے منجانب اللہ ایک گھر کی تعمیر فطرت عبودیت کے تقاضائی ایفا تھی۔ جسے اللہ عزوجل نے امام الناس حضرت ابراہیم حنیف علیہ السلام کے ذریعہ پورا فرمایا۔ اور وہ بیت الحرام کی تعمیر ہے جو بحیثیت مقام عبادت یا سجدہ گاہ مرکز تمکین توحید ہے۔ اور تمام مساجد جو سطح ارض پر ہیں۔ سب اسی کی پیروی میں بیوت الٰہی ہیں۔ پس اس مرکز تمکین توحید کو نشر و اعلائے توحید سے متعین اور واضح فرماتے ہوئے حضور صلعم نے قبائل کا دورہ اور سفر اختیار فرمایا۔ جو کافۃ الناس کی طرف ان کے نفوس ناطقہ کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کے لئے دعوت عامہ تھی۔ تاکہ وہ نفوس جو ارضی ماحول میں حقیقت علوی کے تقاضائے کشف اور کثافت کے جاذبہ تحمل کی فطری کیفیتوں سے غافل ہو چکے ہیں وہ متنبہ ہوں یا ان پر اتمام حجت ہو جائے اور جن کی فطرت میں جستجوئے حقیقت یعنی تقاضائے فطری اپنی حیثیت کے ساتھ موجود ہوں انہیں راہ حقیقت میسر ہو گویا یہ دعوت عامہ اہتمام عدل کا عالمگیر پھیلاؤ ہے۔ جسے اللہ عزوجل نے نبی برحق کے نفس فعال کا فطری تقاضا قرار دے دیا ہے۔ جو کشف و تحمل نفس سے تقاضائے تدریج ارتقا ہے۔ اور وہ محل چاہتا ہے جہاں وہ اعتدال کی ضیا سے متصرف ہو اور وہ نفوس انسانی ہیں جو قبول دعوت سے اس کا محل قرار پاتے ہیں کہ ان میں قوت کتاب و حکمت سے اس کا تصرف انہیں منکشف اور مستقیم کر دیتا ہے۔ اور یہی ملت اسلامیہ کا سرِ وراثت مصطفوی ہے۔ جو تمام کائنات انسانی کو اپنی فعالی اور عادل فطرت کے تقاضاؤں سے اپنا محل تصرف قرار دیتی ہے۔ جو مستلزم دعوت الی الحق اور قبول دعوت ہے۔ پس اعلائے کلمۃ الحق جو نفوس اور منزل اور مدن میں نفاذ عدل ہے ملت اسلامیہ کے فطری تقاضا کی ایفا ہے کہ وہ وسعت عالم میں خیمہ عدل نصب کرتی ہوئی تمام روئے عالم کو کاملاً احاطہ کرے اور اس کا نفس فعال موانع سے ہرگز متاثر نہ ہو۔ اور جادۂ اعتدال سے اس کی عادل قوت غضبی تمام موانع کو شوکت شجاعت سے ہٹا دے۔ نہ شعب ابی طالب کی تین سالہ طویل قید اس کے استقلال کو متاثر کر سکتی ہو۔ اور نہ سفر طائف کی سنگباری اس کی رفتار عمل کو سست کر دے۔ اور جب توسیع ملی کے لئے وطن چھوڑنے

[1] فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ ...الخ (نساء)

کی ضرورت ہو تو کسی حسی مانع سے اس کا فکر و عمل متاثر نہ ہو
حضور صلعم کی عرب کے مختلف قبائل کو دعوت اور سفر طائف اور ہجرت اسی عالمگیر توسیع ملی کی اساس ہے جس نے محدود نسلی امتیازات سے ملت اسلامیہ کو بلند کر دیا ہے۔ اور اقوام عالم کے نمایندوں یعنی شاہانِ وقت کی جانب حضور صلعم کی دعوت الی الحق اسی عالمگیر تاسیس و شعت ملی کی وضاحت ہے۔ اور ترتیب عسکری اور قوت شمشیر کے ساتھ جادۂ عدل سے رفع موانع اجرائے حدود و قصاص۔ نظم و ضبط۔ اندفاع ظلم یہ سب کچھ اسی اجتماع ملی سے متحقق ہوتا ہے۔ جو عدل کی بنیادوں پر ترتیب اجتماع پاتی ہے۔ یعنی اس کے افراد کے افکار و اعمال میں عدل متمکن ہو جاتا ہے۔ جو تقاضائے فطرت انسانی کی ایفائے عادل ہے۔ اور منزل و مدن میں امر بالعدل اس کی تدبیر و سیاست میں فطرت قرار پاتی ہے۔ پس ملت صرف ملت اسلامیہ ہے۔ کہ اس کا فرد اور ملت ہر دو دستور عدل اور اجتماع عدل کی شرح متشکل ہیں۔ اور دستور صرف کتاب مجید اور سنت نبوی ہے۔ کیونکہ وہ کامل و محفوظ ترین نمایاں عدل ہے۔ اور صرف وہی حق ہے کیونکہ وہ نفس ناطقہ انسانی کے فطری تقاضا کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ اس کی طرف دعوت فی الحقیقت منکشف و متحمل نفس ناطقۂ انسانی کا فعالی تقاضا ہے جو خاصۂ تدریج ارتقا ہے۔ اور نفوس ناطقۂ انسانی کو تکمیل فطرت کی طرف دعوت ہے۔ پس دعوت الی الحق کے لئے فطرت انسانی صرف مسلم عادل فعال کو خصوصیت کا جائز استحقاق عطا کرتی ہے۔ جو اللہ عزوجل کی جانب سے اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں اسے پہنچتا ہے۔
اس لئے تمام کائنات انسانی کے تمام منفرط اجتماعات یعنی دیگر اقوام کو ملت اسلامیہ کے اجتماع عدل میں گم ہو جانا چاہیئے۔ یہ ملت اسلامیہ کی عزت عدل کا فطری اور فعالی استحقاق ہے جو قائم بالقسط عزوجل کے قسط و عدل کا پرتو ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل تمام عالم پر غالب و قاہر ہے۔ پس ملت اسلامیہ کی عزت عدل جو قائم بالقسط عزوجل کی فردیت الوہیت یعنی توحید میں استغراق سے اس کے لئے متحقق ہوتی ہے۔ اس کے جملہ اعمال میں قسط و عدل یعنی للہیت کو فطرت قرار دیتی ہے۔ اور اساس اجتماع ملی ہے۔ اور تمام عالم کے افکار و اعمال پر ملت اسلامیہ کا حق احتساب و شہادت ہے۔ اور بلا شرکت غیرے دلیل افضلیت ہے۔ کیونکہ اللہ

عزوجل علی الکبیر واحد و فرد ہے۔ گویا ملت اسلامیہ دعوت الی الحق سے تمام عالم پر غلبہ و قہر کا فطری استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ کی کشف و استقامت کی طرف دعوت ہے جو منزل و مدن بین الدول میں فطرت تدبیر و سیاست و تحکیم ہے۔ اور یہی اس کی اساس تعمیر ہے جو وسط و عدل ہے۔ اور اسی پر اس کا قصر اجتماع تکمیل و رفعت پاتا ہے۔ اور تمام دیگر اجتماعات کو اپنی عزت عدل کے روبرو صغیر اور پست قرار دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت علیہ اول المسلمین یا ملت اسلامیہ کے لئے تمام روئے زمین کو اس کی مسجد قرار دینے کا سر بزرگ ہے کہ کوئی مفرط مانع مسلم کی تلبیت میں حائل نہ ہوسکے۔ اور انجام کار تمام موانع اس کے اجتماع ملی کے بحر ذخار میں گم ہوجائیں۔

ہجرت

توسیع ملی اور اس میں اسباب قریبہ سے سازگاری

قَالُوٓا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا

النساء

حال توحید فرد موحد ملت اسلامیہ کی اساس ہے۔ افراد سے اجتماع ملی متحقق ہوتا ہے۔ انفرادی حیثیت سے اجتماعی حیثیت کی طرف انتقال تدریجی ارتقا ہے۔ علیٰ ہذا اس میں توسیع و تشدید بھی جو اعلائے توحید ہے نفس فرد اور نفس جماعت کا متحدہ تدریجی ارتقا ہے جو تحقق وسعت کے لئے جدوجہد میں تدریجی مراتب چاہتا ہے۔ چنانچہ دعوت الی الحق کی تاسیسی منازل طے فرماتے ہوئے اور اساس ملت کو متحقق فرما کر حضور صلعم نے اعلائے کلمۃ الحق یا توسیع ملی کی جدوجہد میں سفر طائف اختیار فرمایا۔ جس میں آپ کو سخت مخالفت اور شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں سے واپسی پر آپ نے حرا سے مطعم ابن عدی کو پیغام بھیجا کہ کیا تم مجھے اپنی حمایت میں لے سکتے ہو۔ مطعم نے یہ درخواست منظور کی اور اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ ہو کر اعلان کیا کہ آپ میری پناہ میں ہیں۔ آپ نے حرم میں نماز ادا فرمائی اور گھر تشریف لے گئے۔ عرب کا قاعدہ تھا۔ کہ پناہ خواہ کو ضرور پناہ دیتے تھے۔ خواہ وہ دشمن ہو۔ علیٰ ہذا حضور صلعم موسم حج میں بیرونجات سے آنیوالے

قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور دعوت الحق فرماتے۔ دس نبوی میں متصل عقبہ حضور صلعم کو ساکنین مدینہ منورہ سے قبیلہ خزرج کے چند اشخاص نظر آئے آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم پر سبقت لیجائیں یہ کہہ کر سب نے ایک ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے سال بارہ اشخاص مدینہ منورہ سے آئے۔ اور بیعت کی ان کی درخواست پر حضرت مصعب ابن عمیر رض کو بحیثیت معلم ساتھ بھیج دیا گیا۔ مصعب ابن عمیر کی تبلیغی جدوجہد بہت کامیاب ہوئی۔ اگلے سال بہتر اشخاص نے حج کے موقعہ پر آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی۔ گویا مدینہ منورہ نے توسیع ملی کے لئے اسلام کا مہتم بالشان استقبال کیا۔ پس حضور صلعم نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی۔ رفتہ رفتہ بالتدریج اکثر صحابہ چلے گئے۔ اور انجام کار رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تشریف لے گئے۔ البتہ جو لوگ مفلسی سے مجبور تھے وہ مدت تک جا نہ سکے۔ اور یہ سب کچھ حکم ربانی کی تعمیل میں تھا۔ ہجرت کی یہ پُراثر صورت واقعہ مختصراً اس طرح ہے۔ کہ قریش نے صحابہ کی ہجرت پر روک ٹوک کی۔ لیکن اکثر چلے گئے۔ اور مدینہ منورہ میں اسلام کی طاقت بڑھتی گئی۔ انجام کار قریش نے دار الندوہ میں اجلاس عام طلب کیا۔ مختلف رائیں پیش ہوئیں آخر کار ابوجہل کی رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص منتخب کر لیا جائے۔ اور سب یکدم ملکر حملہ کر کے خاتمہ کر دیں۔ پس اُن سب نے جھٹ پٹے سے حضور صلعم کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ عرب زنانہ مکان میں گھسنا معیوب سمجھتے تھے۔ اس لیے باہر رہے کہ آنحضرت کے مکان سے باہر نکلنے پر کام انجام دیں۔ قریش کو باوجودیکہ آنحضرت سے سخت عداوت تھی۔ لیکن آپ سے زیادہ اُن کے نزدیک کوئی اور قابل اعتماد بھی نہ تھا۔ چنانچہ حضور صلعم کے پاس بہت سی امانتیں محفوظ تھیں۔ پس آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر مبارک پر اپنی ردا مبارک اوڑھ کر سونے کا حکم دیا۔ اللہ عزوجل نے قریش پر نیند غالب فرمادی۔ اور حضور صلعم ان کو سوتا چھوڑ کر وہاں سے باہر تشریف لے آئے۔ اس سے دو تین روز قبل صدیق اکبر سے اس بارہ میں گفتگو ہو چکی تھی۔ چنانچہ حضور صلعم اور آپ ہجرت کے مقدس مقصد کے ساتھ مکہ معظمہ سے باہر نکلے اور مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تفصیل کتب سیر اور احادیث میں مرقوم ہے

یہاں مختصراً چند واقعات کا مزید ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہجرت سے قبل صدیق اکبر سے اس بارہ میں جو گفتگو ہوئی۔ اس میں حضور صلعم نے دو اونٹنیوں سے ایک اونٹنی کی قیمت جو آپ کے لئے تھی صدیق اکبر کے ساتھ بہ اصرار طے فرمائی اور سامان سفر حضرت اسمار نے درست کیا۔ کھانے کے برتن کا منہ اپنے نطاق مبارک سے باندھا۔ زاں بعد غار جبل ثور میں حضور صلعم نے تین روز قیام فرمایا۔ اور اس اثنا میں حضرت ابوبکر کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا۔ آپ اور حضرت ابوبکر اُن کا دودھ پی لیتے۔ عبداللہ ابن ابی بکر رات کو وہیں لیٹتے۔ اور صبح اندھیرے اندھیرے شہر چلے جاتے اور ضروری خبریں حضور ؐ کو مہیا فرماتے۔ زاں بعد حضور صلعم اور صدیق اکبر ؓ نے غار سے نکل کر عبداللہ ابن اریقط ایک کافر کو اجرت پر رہنمائی کے لئے مقرر کیا۔ اور روانہ ہوئے۔ دوسرے دن اثنائے سفر اور دھوپ کی شدت میں صدیق اکبر کے اہتمام سے ایک چٹان کے سایہ میں حضور صلعم نے آرام فرمایا۔ اور ایک چرواہے کی بکریوں کا دودھ نوش جاں کیا الغرض حضور صلعم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منازل طے فرماتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے انصار نے حضور صلعم کا عظیم الشان خیر مقدم کیا۔ اور ملت اسلامیہ کی وسیع اجتماعی زندگی کا دور شروع ہوا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

قَالُوٓا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا (النساء) — تو وہ کہیں گے (فرشتہ) کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔

وَاسِعَةً اَرْضِیْ توسیع ملی کا محل ہے۔ گویا اسلام تمام وسعت ارضی کو محیط ہے۔ اور کسی ایک خطہ یا ایک مرز و بوم سے ہرگز خصوصیت نہیں رکھتا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جُعِلَتۡ لِیَ الۡاَرۡضُ کُلُّهَا مَسۡجِدًا (بخاری و مسلم) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔

ملت اسلامیہ کی اسی وسعت بے پایاں کی شرح ہے۔ کہ مشرق و مغرب جنوب و شمال تمام روئے عالم کو صرف اس کی وسعت ملی احاطہ کر لینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ اور صرف ملت اسلامیہ ہی تمام روئے زمین کی جائز وارث ہے۔

اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہجرت۔ جہاد۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر تدریجی جد و جہد ہے کہ اس کے ذریعے ملت اسلامیہ اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیروی میں اپنے فطری استحقاق کو اس وقت حاصل کر لیتی ہے۔ جب مستخلف عزوجل کی طرف سے استخلاف فی الارض کا فیصلہ اس کے لئے نافذ ہو جاتا ہے۔ جس کی وہ امین ہے۔ اور وہ اس وقت تدریجی منازل کی سرعت تکمیل کے ذریعہ روئے عالم کو محیط ہو جاتی ہے کیونکہ استخلاف فی الارض اجتباء ہے۔ اور اجتباء متقاضیٔ سرعت تکمیل ہے۔

حضور صلعم کا دورۂ قبائل اور سفر طائف اور حضور صلعم کے حکم سے بعض صحابہ کی ہجرت حبش جہد توسیع کی ابتدائی منزلیں تھیں جس سے اس اول المسلمین صلعم کی پیروی میں اس وقت ملت اسلامیہ یعنی صحابہ کرام کی استعداد آیندہ ہجرت۔ اور اس کے عظیم بالشان نتائج اور تحمل جہد کے لئے پوری طرح ساز گار ہو گئی۔ کیونکہ فرد موحد اساس ملت ہے۔ اور اجتماع افراد سے جماعت مرتب ہوتی ہے۔ اور وجہ اجتماع اتحاد فکر و عمل ہے۔ اور وہ نتائج ادراک و تحریک کا نفوس افراد ملت میں سیران مشترک ہے جو واحد مرکزیت یعنی رسالت کے ذریعہ تمام ملت میں متحدہ طور پر متحقق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فطرت اتحاد متقاضیٔ وحدت ہے۔ اور وحدت فردیت مرکز سے متحقق ہوتی۔ جس پر وحدت اصل شاہد ہے[1] پس اول المسلمین صلعم کے تحمل شداید اور اس صلعم کی پیروی میں بعض صحابہ کی ہجرت اول کے لئے تکلیف بری کا اپنے نتائج کے لحاظ سے تمام صحابہ کی استعداد پر مجموعی طور سے مؤثر ہونا تقاضائے نفس جماعت ہے۔ گو یا یہ سب کچھ اس عظیم الشان ہجرت کا افتتاح یا دیباچہ تھا۔ جو توسیع ملی کے لئے فاتحۃ الابواب ہوئی اور دورہ اور سفر کو بہ تقاضائے تدریج اس کے لئے تہیائے اسباب میں بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت انصار اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ اور دورہ یا سفر کے بعد ہجرت جو موانع سے دوری ہے۔ اور جہاد کہ اسی کی ارتقائی صورت ہے۔ اور رافع موانع ہے۔ اپنی غایات میں کسی ایک حد پر معین نہیں۔ یہ وسعت ارض کے ساتھ اپنی وسعت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ حتی کہ اللہ عزوجل کی وسیع زمین کو اپنی غایات وسعت سے احاطہ کر لیں۔

اعزا و اقربا اور اہل شہر کے غیر منکشف اور غیر مستقیم نفوس کسی مقدس شخصیت کے منکشف اشعۂ انوار کو نہیں پا سکتے۔ کیونکہ ان کی چشم شہود وا نہیں ہوتی۔ گو ان مکارم و محاسن کو وہ دیکھتے ہیں جو نور نفس کی ظاہری علامات ہیں۔ مگر نفس انسانی کی

---

[1] عنوان تشدید ملی مطالعہ فرمائیں۔

قوتِ نظری جو صورِ علمیہ کا مبدأ قبول ہے۔ جب وہ کسی مقدس شخصیت کے عنصری حالات کھانے پینے چلنے۔ پھرنے۔ اور دیگر حوائجِ عنصری کی ایفا کو ایک عرصہ تک بصورت علم قبول کرتی رہتی ہے۔ بحالیکہ نفس غیر منکشف و غیر مستقیم ہو۔ اور انکشاف واستقامت کے اہتمام سے بھی بایہ دارنہ ہو اور اپنی عنصری حوائج میں انہماک سے وہ اپنی علوی حیثیت کی اس فطرت سے مفرط ہو چکا ہو جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ تو ان کیفیات کے ساتھ کہ اس کا شعور صرف عنصریات میں ہی تداول کرتا رہتا ہے اور وہ اس مقدس شخصیت کی عنصریات سے ہی اپنے فکر کو مملو کر لیتا ہے۔ اور اپنی مفرط کیفیت کی وجہ سے اس کی اعتدالی حیثیت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو اس کی غیر منکشف فطرت مکارم و محاسن کی حقیقت اور اس مقدس شخص کی نورانیت کو بہت کم پا سکتی ہے۔ گو مکارم اور حقیقت شعور میں اتحاد اساسی کی وجہ سے دریابی کا امکان موجود رہتا ہے۔ اور اس لئے ان کی صلاح و فلاح کے لئے جو بنی نوع کے ساتھ عہد فطری کی ایفا ہے۔ نبی برحق کو دعوت الی الحق میں بہت زیادہ محنت پڑتی ہے۔ اور یہ اللہ عزوجل کی جانب سے ہر گونہ انسانی گروہوں کی طرف غایات دعوت الی الحق کی تکمیل ہے۔ اور وہ نفوس جن کی فطرت اپنی کیفیت خلقی یعنی اساس قیام بالقسط پر قائم ہے گو غیر منکشف ہو۔ وہ اس علویت یا شعور کی خلقی حیثیت کے ساتھ جس کی حقیقت نور ہے فطری طور پر اس مقدس شخصیت کے اعتدالِ نفس یا نورانی عظمت کو ضرور پا لیتے ہیں۔ اور اُن کے لئے قرب و بعد کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور یہی لوگ اعتدال فہمی سے نبی برحق کے دعوے کی صداقت پر دلیل ساطعہ اور شہادت مستمرہ ہیں۔ مگر ان کی تعداد قلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ ارضی ماحول عنصریات کی طرف نفوس انسانی کو اکثر جھکا دیتا ہے۔ اور وزن نفس میں دونوں پلڑے اپنی خلقی حیثیت یعنی اساس قیام بالقسط پر قائم نہیں رہتے۔ اور وہ لوگ کہ عنصری انہماک کی شدت مستمرہ نے اس کیفیت کے ساتھ ان کی علوی حیثیت کو ڈھانپ لیا ہے۔ کہ کسی وقت بھی اس کے چھٹنے کا امکان نہ ہو تو قرب و بعد ان نفوس تاریک و محتوم مجوبے کے لئے یکساں طور پر بے نتیجہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں اس مقدس وجود کا ظاہری قرب حاصل نہیں۔ ان کا شعور اس مقدس

۵۱ یعنی روح علوی اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ روشن اور روح بخاری متحمل نور نہ ہو۔

شخص کی عنصریات میں متداول نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کی قوت نظری اس مقدس شخصیت کی عنصریات سے ممّاو نہیں ہوتی پس اگر ان کا ارضیات میں انہماک ختم و حجاب کی حدتک نہ ہو تو چونکہ وہ شعور علوی پرتو کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اساسی کیف کے تقاضا سے اس بزرگ شخصیت کے مکارم ومحاسن سے اُن لوگوں کی نسبت زیادہ اثر قبول کرتا ہے۔ جو اُس سے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ وہ کیف اساسی حقیقت مکارم اور اصل شعور کی حقیقت متحدہ ہے پس اعلائے کلمۃ الحق یا توسیع ملی کے سلسلہ میں سفر اور دورہ کی ضرورت فطرت نفوس کی تشخیص کے مطابق ہے۔ اور ہجرت اسی کی ارتقائی صورت ہے۔ جس میں وہ مقدس شخصیتیں جن کے نفوس مبارک منکشف اور مستقیم ہیں۔ وہ اُن نفوس انسانی پر ناگاہ جلوہ فگن ہوتے ہیں جو ان کے عنصری کوائف سے ملو نہیں۔ اور اُن کے ساتھ انہیں اشتراک نوعی حاصل ہے۔ اور ملت اپنی وسعت میں پھیلتی جاتی ہے۔ اور کلمۃ الحق بنی نوع پر جلوہ ریز ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس مرکزیت رسالت کے ساتھ عہد نبوی صلعم میں بلاواسطہ ملحق ہوتے گئے۔ اور زاں بعد الیٰ یوم القیامۃ بواسطہ ہائے مسلسل اس سے متحد ہوتے جاتے ہیں جو ملت اسلامیہ کا محور ہے۔ اور اسباب توسیع یا ہجرت وغیرہ کا پیدا ہونا اس تدریجی اصول کی نہج ہے۔ جو اس ماحول حیات اور نظام کائنات میں مستقلاً جاری وساری ہے۔ دعوت الی الحق بہ اخفاء اس کا اعلان عام دورہ سفر اور پھر ہجرت جہاد امر بالمعروف نہی عن المنکر پہلی صورت کے بعد نئی صورت کے اختیار کے ساتھ ساتھ مساعد اور ضروری موافق اور مخالف اسباب جو در اصل اس صورت جدیدہ کے اختیار کے لئے فضائے سازگار ہے۔ تدریجی اصول کائنات کے تقاضا سے تدریج تاسیس و توسیع کے ساتھ ساتھ رونما ہوتے جاتے ہیں۔ گویا ان سب منازل کا طے اور ان مسالک کا اختیار اللہ عزوجل کے حکم سے ایفائے مقصد کے لئے واقع ہوتا ہے۔ اور یہ اسباب متعلقہ صرف حالات روندہ کی ارتقائی صورتیں ہیں۔ جنہیں دعوت الی الحق اور ہجرت جہاد اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کی وجوہات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وجہ یا مقصد صرف توحید یا فردیت الوہیت میں فنائے تامہ یا تسلیم کامل ہے۔ پس توحید پر ایمان فکر صحیحہ ہے اور اس کی اعتراف اور عمل سے تصدیق ایفائے فطرت ہے۔ کیونکہ ادراک و تحریک اگر باہم مصدق نہ ہوں۔ تو گویا نفس ناطقہ اپنی فطرت میں کاذب ہے۔ اور تصدیق کاملہ یا اعتدال نفس رفع موانع

سے متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ چونکہ متشکل نتائج تحریک کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ اس لئے وہ دیگر بنی نوع کی ادراک و تحریک پر اثر کرتا ہے۔ گویا فرد انفرادی افعال میں بھی اجتماعی یا ملی قوت کے بغیر رفع موانع پر پوری طرح قادر نہیں ہوسکتا اور منکشف اور مستقیم نفس ناطقہ کا فعالی تصرف اس کا فطری تقاضا ہے۔ جو اجتماع ملی پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اور وہ وسعت سے ہی جو مستلزم سفر اور ہجرت وغیرہ ہے۔ اس ارتقائی صورت کو حاصل کرسکتا ہے۔ جو رافع موانع ہو اور وہ مستلزم تدریج ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے نفس فعال کو موانع سے دور ہو کر توسیع ملی کی جد و جہد وسعت کے ذریعہ جو تشدید ملی یعنی ہیبت شمشیر اور ملت کی حیات اجتماعی کے ساتھ تشکیل پاتی ہے۔ موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دینا چاہئے۔ اور توسیع ملی اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی۔ جب تک تمام سطح ارض پر اپنی شوکتِ قاہرہ کے ساتھ نہیں چھا جائیگی۔

وسعت ملی کی شوکت میں مکارم و محاسن روح شوکت ہے۔ کیونکہ نفوس ناطقۂ انسانی جن کی فطرت تخلیق قیام بالقسط یا اعتدال کی بنیادوں پر استوار ہے مکارم و محاسن کی عزت ملی کی جانب جو اعتدال نفس کے آثار و شواہد ہیں باوجود مخالفت شدید کے جس کی وجہ فرط نفس ہے فطری طور پر جھک جاتا ہے۔ یا اس سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس منکشف اور مستقیم نے فطری طور پر حالات کی رعایت کے ساتھ ہجرت کے لئے روانگی سے قبل اس حقیقت عدل کو ملحوظ فرمایا کہ ان کوائف پر تبصرہ منکشفِ حقیقت ہے۔

عرب زنانہ مکان میں گھس کر حملہ سخت معیوب جانتے تھے۔ اس لئے آنحضرت کے بستر خواب پر حملہ کا امکان نہیں تھا۔

ثار یعنی انتقامِ خون عرب قبائل کی فطرت میں راسخ ہو چکا تھا۔ اس لئے آنحضرت کے متعلق طریق قتل منظم مشورہ سے طے کیا گیا۔

اس وقت حضرت علی مقصود قتل نہ تھے۔ منظم مشورۂ قتل کا تعلق صرف آنحضرت سے تھا۔

آنحضرت کے متعلق ناکامی کی صورت میں جس کی انہیں امید نہ تھی۔ حضرت علی کا قتل ویسے ہی منظم مشورہ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ کیونکہ عربی نقطۂ نگاہ سے آنحضرت یا حضرت علی کا قتل ایک جیسے ہی نتائج پیدا کرسکتا تھا۔ اس لئے انفرادی جرأت ممکن نہ تھی اور ہنگامہ میں بوجہ گھبراہٹ منظم

مشورہ مشکل ہوتا ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قتل انسداد اسلام کا موجب نہ ہو سکتا تھا۔ اس
لئے اس مقصد کے پیش نظر منظم مشورہ کی ضرورت نہیں تھی۔ ادائے امانات کا اہم فرض آنحضرت
صلعم کے ذمہ تھا۔ امانات کی ادائیگی کا اہمیت کے ساتھ کامل اہتمام جس پر مقصد ہجرت شاہد
ہے حضور صلعم کے اعتدالِ نفس پر شہادت دیتا ہے۔ جو مستلزم جملہ فضائل و مکارم ہے۔ مگر ادائیگی
امانات کے لئے آپ کے کسی معتمد قائم مقام کا ہونا ضروری تھا۔ اور اس اعتماد اور نیابت کے لئے
کسی محقق علامت کی ضرورت تھی جو جانبین کے کامل وثاق اعتماد کے لئے کفایت کرتی ہے۔ اس
لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کی سلامتی کے متعلق یقین کامل کے ساتھ
اپنی جگہ اپنے بستر پر سلایا۔ اور ادائے امانات کی تلقین فرمائی اور یہ نیابت ان لوگوں کی طرف
پیغام اعتماد تھا جن کی امانات آپ کے ذمہ واجب الادا تھیں۔ آنحضرت کا اپنے دست مبارک
سے ادائے امانات افشائے راز کا موجب ہوتا۔ جو کامرانی مقصد کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ کیونکہ
دشمن مداخل و مخارج کے علم سے وسائل دخول و خروج پر غلبہ پانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔
الحاصل مجوزہ قتل گاہ میں حضور صلعم نے یہ نہج کامل اطمینان نفس کے ساتھ بتوجہ تام استقصائے
جزئیات فرماتے ہوئے قبائلی حیثیات کی رعایت اور جملہ حالات متعلقہ کی ترتیب سے اعتدالِ
کار کے ساتھ اختیار فرمائی۔ علیٰ ہذا روانگی سے قبل صدیق اکبر کے ساتھ حضور صلعم کا حسن معاملہ اور
اونٹنی کی قیمت کا تعین نفس انسانی کی تشخیص اور جذبات اتحاد کے تجزیہ اور اس کی تحقیق استحکام کا
آئینہ دار ہے۔ کیونکہ حسن معاملہ علامت عدل ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اس لئے
اس کی فطرتِ اتحاد عدل سے استحکام پاتی ہے۔ بالخصوص جب جانبین قائم بالقسط ہوں۔
یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے کہ اگر ملت کے بعض عادل افراد اپنے مجبور حالات کی وجہ سے ہجرت
پر قادر نہ ہو سکیں تو ملت کی اجتماعی زندگی اور اس کی توسیع ہی انہیں پریشانی اور ضعف سے
نجات دلا سکتی ہے۔ اس لئے جہد توسیع ہی ہر صورت میں فاتحۃ الابواب ہے۔
اور یہ تمام کارگاہ حیاتِ انسانی اسباب کی ہی باہم آمیزش سے مرتب ہے۔ انفرادی حیات
نظام منزلی و مدنی کا قیام و انضباط ان اسباب کو حسب مواقع منضبط کرنے سے ترتیب پاتا ہے۔
بقائے حیاتِ انسانی۔ معیشت و معاشرت۔ سیاستِ مدن اور بین الدول صلح و جنگ مختلف،

اسباب کی تدوین وترتیب سے ہی نتیجہ پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے اس عالم اسباب میں اللہ عزوجل نے کفر کو بھی اسباب عطا کئے ہیں۔ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا (البقرہ) یہ متاع حیوٰۃ دنیا جو قلیل ہے اس سے اُس کو بھی متمتع کروں گا۔

چنانچہ انحطاطی دور میں اسے رُوئے عالم پر غلبہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اقوام عالم کا عنصریات میں شعوری ارتقاء و انحطاط کا نتیجہ مرتبہ ہے۔ اور وہ شعور ہی سر امتحان و تکلیف ہے۔ اس لئے اجتماع ملی اور اس کی توسیع میں ان اسباب کی طرف رجوع لابدی ہے۔ جو کفر و ایمان ہر دو سے متعلق ہیں گویا وہ بنی تدریجی کیفیتوں کے ساتھ معاہدات ہیں۔ جو بنی نوع کے درمیان قرار پاتے ہیں۔ کہ مسلم عادل عدل کے ساتھ ان کی ضرور ایفا کرتا ہے۔ اور ان کے اختیار میں فطرتاً اصول اعتدال کو ملحوظ رکھتا ہے کہ وہ عدلِ نفس یا دستور عدل کے ساتھ سازگار ہوں۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (الممتحنہ)

نہیں روکتا اللہ (عزوجل) ان لوگوں کے متعلق کہ وہ تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے ملک سے نکالا۔ کہ تم ان سے نیک سلوک کرو۔ اور ان کے ساتھ اعتدال اختیار کرو۔ اللہ عادلین کو محبوب رکھتا ہے

چنانچہ مطعم ابن عدی سے غیر مشروط تعاون خواہی اور عبداللہ ابن اریقط کو اجرت پر رہنمائی کے لئے ساتھ لینا اور چرواہے سے دودھ کا حاصل کرنا اسی حقیقت پر شواہد ہیں اور بمطابق فرمان باری

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (انفال)

اے نبی تیرے لئے اللہ اور مؤمنین سے جنہوں نے تیری پیروی کی ہے۔ کافی ہیں۔

ملت اسلامیہ کا ہر فرد۔ اس کی مقدس مستورات۔ ان کے نطاق مسلم غلام اور اس کی گرد راہ جیسے کہ واقعات مذکورہ سے روشن ہے۔ الحاصل ملت اسلامیہ کے جملہ اسباب اور اس کا بیت الحرم یعنی تمام روئے زمین جو اس کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ بالتدریج اپنے انسانی، حیوانی، نباتی، جمادی متعلقات کے ساتھ کہ وہ ملت اسلامیہ کی اجتماعی حیات کے اسباب اور توسیع ملت یا اعلائے کلمۃ الحق میں اس کے معین و انصار ہیں۔ وہ اُن کی معیت میں رُوئے عالم پر غالب

لہ اخلاق نبوی اور قرآن حکیم مدظلہ فرماتے ہیں ۱۲

قاہر عزوجل کے لئے اس وقت غالب و قاہر ہوجاتی ہے جب اس کے لئے مستخلف عزوجل فیصلہ استخلاف فی الارض متحقق اور نافذ فرما دیتا ہے۔ جو مرکز نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جامع ملت اسلامیہ ہے +

ترتیب عسکری

(تشدید ملی)

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص)

مقدس اور بزرگ ملت اسلامیہ کا اجتماع اپنی استحقاق وسعت میں مشارق اور مغارب ارض کو محیط ہے مستخلف عزوجل قوی و غالب اور بزرگ ملت اسلامیہ استخلاف فی الارض کے شرف عظیم سے بہرہ دار ہے۔ اس عزوجل کا غلبہ و قہر اس کے ارادہ فعال کے ساتھ تمام ملکوت ارضی و سماوی میں جاری و ساری ہے۔ اور محل استخلاف ارض ہے۔ اور خلافت الارض نوع انسانی کی حیات ارضی (جو حامل روح علوی ہے) اپنی اساس تخلیق کے سبب اجتماع اسباب کا ذریعہ ہے اور اسکی تعدیل سے استخلاف فی الارض مشروط ہے) اجتماع اسباب سے متحقق ہے۔ پس ضروری ہے کہ وہ ملت بزرگ ... شعور ... استخلاف ... ہے۔ ان اسباب کے اجتماع سے متحقق ہو۔ جو روان قوت ... اور قوت ... نفس ناطقہ انسانی کے ادراک و تحریک پر مؤثر ہو۔ اور ادراک و تحریک پر صرف اسی قوت کی تقیقت اثر کر سکتی ہے جسے منافی حیثیت سے حیات و موت انسانی پر اقتدار حاصل ہو اور وہ تلوار ہے۔ تو وہ اپنے اسباب معاون کے ساتھ نفوس ناطقہ انسانی کی حیات و موت کے فیصلہ کی حیثیت اسباب اختیار رکھتی ہے۔ اور اس کی شوکت ادراک و تحریک کو اپنی قوت سے مبہوت کر سکتی ہے۔ اور مفرط ادراک، و تحریک کا ضبط اس ہیبت کے اثر سے ہی ممکن ہے۔ جو اس کی وحشت کو اپنی قدرت قاہرہ کے ساتھ روک سکتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ ..... الخ (حدید) — ہم نے لوہا نازل کیا جس میں باس شدید ہے

اور اس کا استحقاق صرف اس ملت وسط کو پہنچتا ہے جس کے نفوس یا افراد اور ان کا اجتماع اپنی

لہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ ..... الخ (نور)

فطرت ہیں حادل اور سلیم ہے۔ اور قانون عدل ان کی فطرت سلیم کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔
اور چونکہ تدریج انسانی فطرت ہے۔ اس لئے افرادِ ملت کہ ان کے نفوس کی تعدیل و تکمیل ایک
وقت اور عمر چاہتی ہے اور اعمال صالحہ بر مداومت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس لئے اس کے
افراد کا اسلام فکری یا اعترافی کہ جب تک اسے کمال تصدیق عملی حاصل نہ ہو۔ دستور عدل کی نورانی معنویت
کے ساتھ اس کا نورانی اتحاد متحقق نہیں ہوتا۔ اجتماع ملی کے لئے خطرہ ہے اور خطرہ سے حفاظت
مستلزم قوت ہے۔ گویا اجتماع ملی بھی اپنے داخلی استحکام میں ہیبت تلوار چاہتا ہے۔

علیٰ ہذا اجتماع ملی اور توسیع ملی میں شمشیر دو پاس شدید ان کے عادل جادۂ اجتماع و وسعت
سے موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ اور اپنی ہیبت سے اس اجتماع عدل اور اس کی وسعت کو ہمیشہ
قائم رکھ سکتی ہے۔

بنی آدم کا اصل ایک نفس واحد ہے گویا کافۃ الناس ایک آدمی معدن کے جواہر ہیں۔ اس پر
تاریخ شاہد ہے اور کیفیت توالد و تناسل اور اس کی تدریجی وسعت اس حقیقت پر شہادت
بیّنہ ہے۔ کہ صرف انسان اول کا وجود اپنی زوجۂ مطہرہ کے ساتھ جو اس کی حیثیت فصل اور فردیت
میں گم ہے۔ تمام کائنات انسانی کی اصل ہے فطرت تدریج جو تخلیق انسانی اور اس کے ماحول حیات
اور تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ تمام کائنات انسانی کا نسلی مرجع انسان اول کو
قرار دیتی ہے۔ گویا کافۃ الناس کی فطرت متقاضی وحدت اجتماع ہے اور کافۃ الناس میں کثافتی اشتراک جو
بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ وہ اور ایک علی الکبیر عزوجل کی جانب سے جو اسکی کثافت کا خالق ہے ارواح علوی کی
ودیعت انکی وحدت نوعی پر دلایل ہیں اور ان کے اس فطری تقاضا پر شہادت ہے۔ کہ تمام عالم کو جماعت
واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو تخلیق انسانی یعنی اساس قیام بالقسط کی ایفائے عادل سے قائم بالقسط
ہو۔ گویا فطرت تخلیق اجتماع ملی کا تقاضا کرتی ہے۔ اور صرف ملت وسط کو جائز جماعت قرار
دیتی ہے۔ اور نقطۂ فرط پر بعض انسانی گروہوں کا اتحاد بھی فطرت انسانی کے تقاضا سے ہے۔
اور مفرط نفوس میں باہم جنسیت فرط اُن کے جماعتی اتحاد کو قائم کر دیتی ہے۔ بہر حال وہ جماعتیں
ہیں۔ مگر فطرت انسانی اپنے عدل کے ساتھ ان کو معیار قیام بالقسط سے ساقط کرتی ہوئی اُن کے
وجود کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور تمام کائنات انسانی کی وحدت اصل اس مرکز رسالت کی فردیت

کے لئے فیصل ناطق ہے۔ جو انفرادی اور اجتماعی فطرت انسانی کے تقاضہائے قیام بالقسط کے کامل دستور ایفا کی حامل ہے۔ اور ملت اسلامیہ یا وسط کا ہر عہد بالواسطہ یا بلاواسطہ اس پر مجتمع ہے اور استخلاف فی الارض اس مرکزیت رسالت پر مکمل اجتماع ملی ہے۔ ایفائے قیام بالقسط رفع موانع سے متحقق ہوتا ہے۔ جیسے عادل قوت غضبی یعنی شجاعت نفس ناطقہ کے جادۂ اعتدال سے موانع کو ہٹاتی ہوئی اس کی تعدیل یا تکمیل کا موجب ہے۔ اسی طرح اجتماع ملی کے جادۂ عدل سے رفع موانع اس متاعی قوت کے ذریعہ ممکن ہے۔ جو حیات و موت انسانی اور اس کی عزت و ذلت پر قادر ہو۔ کہ اس سے موانع کا دفاع متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے اسباب معاون کے ساتھ تلوار ہے۔ گویا اجتماع ملی اور تلوار لازم و ملزوم ہیں۔ اور فطرت انسانی ان کی لابدیت اور استحقاق کا فیصلہ ملت اسلامیہ کے حق میں نافذ کرتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (حدید)

ترجمہ: ہم نے اپنے رسول بھیجے آیات ظاہرہ کے ساتھ اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں اور ہم نے لوہا نازل کیا جسمیں سخت جنگ ہے اور انسانوں کیلئے فائدے ہیں اور اس لئے کہ اللہ جانے کون اسکی اور اسکے مرسلین کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ اللہ قوی اور غالب ہے

گویا ملت اسلامیہ شمشیر ذو باس شدید کے ساتھ استحکام و تشدید باقی ہے۔ مرسلین کی بعثت اور ان کی دعوت الی الحق عہد فطری کی ایفا ہے۔ جو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ان کے اشتراک نوعی کی دلیل سے ان پر اللہ عزوجل نے عائد فرمائی ہے۔ اور وہ ان کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے علیٰ ہذا حرکت شمشیر بھی اسی عہد فطری کی تکمیل ایفا ہے۔ محمد ن المصطفیٰ احمد ن المجتبیٰ المبعوث الی کافۃ الناس صلعم کے ساتھ قائم بالقسط عزوجل نے انسانی قیام بالقسط کے لئے کتاب مجید قرآن حکیم نازل فرمایا۔ اور قوت تزکیہ و تعلیم جو نفوس امت میں کتاب و حکمت کے انتقال کا ذریعہ ہے۔ گویا وہ میزان العدل ہے۔ جو وزن نفس میں حقیقت علوی اور کثافت ارضی کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے ان کو کسی طرف جھکنے نہیں دیتی۔ اور کتاب و حکمت کے تحقق تواتر سے وہ

مسلسل ملت وسط میں جاری ہے کیونکہ کتاب وحکمت ہی قوت تزکیہ وتعلم کو متحقق کرتی ہے اور نفس ناطقہ کی فعالی حیثیت کو مسلسل ملت وسط میں جاری کردیتی ہے۔ اور یہی اجرائے میزان العدل ہے اور مکارم ومحاسن اس کے ظاہری علامات ہیں جن پر احتساب حقیقت معیاری کی جانب رہنما ہے۔ اور چونکہ تعدیل وزن کمال انسانی ہے۔ اور وہ کتاب وحکمت میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے اور وہ مستلزم تزکیہ وتعلم ہے۔ اس لئے بلاشبہ میزان العدل قوت تزکیہ وتعلم ہے جیسے میزان میں ہر دو جوانب کے متعلق تنصیف وزن کا عمل استقامت قسطاس ہے۔ ایسے ہی قوت تزکیہ وتعلم مقتضیات لطافت وکثافت کی صحیح تقسیط وتعدیل کا عمل انجام فرماتی ہے۔ جو مقصود آیۃ ذیل ہے لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ [تاکہ جزا دے ان کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے عدل کے ساتھ یعنی ان کی ادراک وتحریک لطافت وکثافت عادل ہے (یونس)] اور تزکیہ وتعلم لازم وملزوم ہیں۔ تزکیہ سے علم کتاب وحکمت قلب میں متحقق ہوتی ہے۔ اور علم کتاب وحکمت تزکیہ قلب کا ذریعہ ہے یعنی دونوں ایک حقیقت متحدہ ہے جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہ کے نفوس کو مزکی اور صاحب کتاب وحکمت فرمایا۔ علی ہذا الی یوم القیامۃ میزان العدل مستقلاً امت وسط میں نصب کردی گئی۔ جو اِنَّہٗ کے تقاضا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ (ہم نے تمہیں تمام ہی انسانوں کی جانب بھیجا ہے۔ پس جیسے انفرادی حیثیت سے تمام نفوس ناطقہ انسانی کا اعتدال بعثت مصطفوی کا مدعا ہے۔ اس لئے چونکہ تشکیل ملت کائنات انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ بالیقین بعثت مصطفوی کا مدعا تمام کائنات انسانی کا ملت وسط یا عدل کی وسعت میں اجتماع ہے۔ اور انسانی احول حیات میں جاذبہ عنصری چونکہ اکثر نفوس انسانی کی اساس کیفیت کو فرط کی طرف جھکا دیتا ہے۔ اور کثیر انسانی گروہ نقطۂ فرط پر متحد ہوکر اسباب حیات اور قوت کو اپنے گرد جمع کرتے ہوئے ملت جائز وحق یا امت وسط (عدل) کے جادۂ اجتماع میں رکاوٹ پیدا کردیتے ہیں۔ اس لئے عادل نفس ناطقہ میں جیسے قوت غضبی کا عدل یعنی شجاعت رفع موانع سے تعدیل نفس کو متحقق کرتی ہے۔ وہی عادل اور جائز اجتماع ملی کے راستہ سے خارجی قوت کے ذریعہ

موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا دیتی ہے جیسے حیات و موت انسانی پر قدرت حاصل ہے۔ اور
اس میں بأس شدید ہے۔ اور صرف وہی مفرط اجتماعات کو عادل اجتماع سے تبدیل
کرسکتی ہے۔ کیونکہ جماعت افراد سے متحقق ہوتی ہے۔ اور فرد مستلزم حیات عنصری ہے۔ گویا
حیات عنصری کا وجود و عدم تشکیل جماعت یا انتشار جماعت پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اور اس
پر تلوار کو قدرت حاصل ہے۔ جیسے اللہ عزوجل نے ملت وسط کے جادۂ اجتماع سے رفع موانع
کے لئے نازل فرمایا ہے۔ جو فطرت انسانی کا اقتضائے صادق ہے۔ اور چونکہ وہ اللہ
عزوجل قائم بالقسط ہے۔ لہذا تلوار قائم بالقسط جماعت کا راستہ بے روک اور اس کے
اجتماع کو متحقق کرتی ہے۔ اس لئے گویا وہ قائم بالقسط عزوجل کی تصدیق اور وہ اس پر
شہادت ہے۔ گویا وہ اللہ عزوجل کی مدد ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ حامل شمشیر ملت اسلامیہ
رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی اس میزان العدل پر احتساب نفس سے حقائق نفس کی صحیح
تقسیط و تعدیل سے مقسط ہو۔ اور یہی قبضۂ شمشیر کے تصرف کا جائز استحقاق ہے جو
اس ملت وسط یا عادل میں اس وقت متمکن ہو جاتا ہے۔ جب اللہ عزوجل اول المسلمین حامل
کتاب و میزان و شمشیر محمد ن المصطفےٰ احمد ن المجتبیٰ رسول اللہ و خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کی
حقیقت نیابت یا خلافت الٰہی و مصطفوی کو سطح ارض پر متمکن فرما دیتا ہے۔ اور اس کی تمکین
مبرم پر تواز میزان العدل شاہد پائندہ ہے۔
قبضۂ شمشیر اس دست غالب کا متقاضی ہے جو شجاعت ظاہرہ سے مستحکم ہو اور وہ شجاع
ملت اسلامیہ کا دستِ عسکری ہے۔ اور جیسے انفرادی حیاتِ انسانی اللہ عزوجل کے دستِ
مبارک سے ترکیب و ترتیب پاتی ہے۔ ایسے ہی عادل اور جائز اور حق حیات اجتماعی جو
تقاضائے فطرتِ خلائف الارض ہے قائم بالقسط عزوجل کے نازل کردہ قانون عدل یعنی
کتاب کی روشنی میں ترتیب افراد اور ان کی تنظیم سے متحقق ہوتی ہے۔ اور چونکہ ملت وسط
کی حیات اجتماعی رفع موانع کو مستلزم ہے اسلئے اس کی رافع موانع حیثیت کی ترتیب کو ترتیب
عسکری سے معنون کرنا چاہیئے۔ جو مقصود اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ یعنی قبضۂ شمشیر کو سنبھالتی ہوئی ملت کی
حیات اجتماعی کو داخلی اور خارجی حیثیت سے شدید کر دیتی ہے یہی مقصود آیۂ ذیل ہے۔ اور

شرط استخلاف فی الارض ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) ہم نے اس کے (داؤد) ملک کو شدید (مستحکم) کیا۔ اور اسے حکمت اور قول فیصل عطا کیا۔

ملک میں داخلی شدت اسی ترتیب عسکری اور قبضۂ شمشیر کی ہیبت سے قائم ہوتی ہے۔ جو درونی حیثیت سے اجتماع ملی کو خطرات سے پاک رکھ سکتی ہے۔ شوکت اجرائے حدود و قصاص اور ملک کے مختلف عناصر کا ضبط اور ہر گونہ استحکام نظم اسی ہیبت کا مظہر ہے۔ علیٰ ہذا وہی ہیبت خارجی حیثیت سے موانع کو جادۂ اجتماع عادل سے ہٹا دیتی ہے۔ اور یہی اس آیت ربانی سے مقصود ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (حج) اجازت دی جاتی ہے انہیں جن سے لڑائی کی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے اور اللہ انکی مدد پر قادر ہے۔

یعنی وہ ملت وسط موانع مفرط کو جو ظالم ہے عادل جادۂ اجتماع سے الگ کردے اور اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو وہ موانع مفرط شمشیر کے اس فیصلہ کو قبول کریں جو اس کا فطری عمل ہے۔ یا اس کی ہیبت ان کے ادراک و تحریک کو متاثر کرتی ہوئی ان کے مفرط عمل کو باطل کردے اور ان کی مانعی حیثیت قائم نہ رہے۔ اور وہ گردن استکبار شمشیر عادل کے روبرو سطح ارض پر جھکا دیں۔ اور پست و صغیر ہو کر رہیں تاکہ ان کا وجود سلوک جادۂ اعتدال میں رکاوٹ پیدا نہ کرسکے۔ کیونکہ پستی ہی صرف مفرط ادراک و تحریک کو متاثر کرتی ہوئی ان کے مفرط فکر و عمل کو معطل کرسکتی ہے۔ الحاصل داخلی اور خارجی حیثیت سے ملت وسط کی تشدید کافۃ الناس پر آیۂ عدل و احسان کی ایفائے عادل ہے۔ اور قبضۂ شمشیر اور دست عسکری سے سطح ارض پر تمکین پاتی ہے۔ اور تمام روئے عالم کو صرف اسی کی وسعت احاطہ کرلینے کا جائز استحقاق رکھتی ہے۔ یعنی نفس انسانی کا تجزیہ اور اس کی تشخیص تمام کائنات انسانی کے لئے یہ فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کہ تمام روئے عالم کو ملت وسط ہو جانا چاہیئے۔ یا تمام مفرط گروہ اس کے فضل اور برتری کا ادراکی و تحریکی اعتراف کرتے ہوئے اس کی عزت عدل میں اپنے وجود کو گم کردیں۔ اور یہ ملت اسلامیہ کی عالمگیر وسعت میں تشدید و استحکام ہے۔

اس اول المسلمین سید و سرور محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے تاسیس ملت اسلامیہ اور اس کی عالمگیر توسیع کے اصولوں کو متمکن فرماتے ہوئے۔ اس میں داخلی اور خارجی حیثیت سے استحکام و تشدید فرمائی +

ہجرت جو توسیع ملی کا عظیم الشان افتتاح ہے۔ جب واقع ہو جاتی ہے۔ تو حسب اصول تدریج جیسے کہ ملت اسلامیہ کا نفس فعال مقدس نفوس کو متاثر اور مطہر کرتا ہوا تدریجی حالات کی مطابقت کے ساتھ جو آتش عداوت کی شعلہ زنی ہے۔ اپنے وطن کو اپنی پاکیزہ جماعت کی معیت میں چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ شعلہ زن حالات مزید ارتقائی صورت کی طرف رجوع کرتے جاتے ہیں گویا ہجرت کے بعد وہ خطرہ جو وطن میں موجود ہوتے ہوئے تھا۔ اپنی حیثیت میں شدید ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی شدت میں اس جمعیت کی نسبت کے ساتھ جو مقدس مہاجر کے لئے ہجرت کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ پہلی کیفیت سے جو وطن میں موجودگی کی صورت میں لاحق تھا۔ ہرگز کم نہیں ہوتا۔ یہ حالات کا تدریجی ارتقا ہے جو ہجرت اور اس کے بعد جہاد کے لئے فضائے سازگار ہے۔ دعوت الی الحق با خفا۔ اس کا اعلان عام۔ ہجرت جہاد یہ سب ایک مقدس مقصد کے لئے ارتقائی منازل ہیں۔ اور ان کا مقصد تمکین عدل اور جادۂ اعتدال سے رفع موانع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الحق یا ملت کی تاسیسی منازل اور توسیعی اور تشدیدی درجات میں ارتقائی رفتار اور اس میں استقلال اسی حقیقت پر شاہد عادل ہے۔ اور مسلم کے لئے آئین حیات ملی ہے۔۔

ہجرت کے بعد دشمن کا اجتماعی حیثیت کے ساتھ ملت کی اجتماعی حیثیت سے مقابلہ تجدید استحکام و شدت یعنی ہجرت و نصرت میں کامل تحقق اتحاد یا مواخاۃ باہمی کو مقدم اور اہم قرار دیتا ہے (عنوان لوازم تشدید مطالعہ فرمائیں) علیٰ ہذا دونوں ان گروہوں میں بے اطمینانی پیدا کر دیتا ہے جن کے ساتھ معیشی اور ملکی حیثیت سے اشتراک ہے۔ اس لئے معاہدات کے ذریعہ اُن کے متعلقہ حالات میں ضبط و وضاحت ضروری ہے چنانچہ حضور صلعم نے یہود مدینہ کو معاہدہ امن کے تحت فرمایا

دشمن جب تمام وسائل اور اسباب کو عداوت میں جھونک دیتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ملت اسلامیہ کا دست عسکری قبضہ شمشیر کو سنبھالے [illegible] چنانچہ اللہ عزوجل کے حکم سے اول المسلمین رسول

پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ترتیب عسکر اور شمشیر کو متحد فرمایا۔ اور یہ ضروری ہے۔ کہ دشمن اُن گروہوں کو تمام ترغیبی اور ترہیبی وسائل کے ذریعہ ورغلانے کی پوری کوشش کرتا ہے جو معیشت یا تمدن کے لحاظ سے ملت اسلامیہ کے ساتھ براہ راست متعلق ہیں یا قریب تر ہیں، جیسے کہ کفار نے یہود مدینہ اور مدینہ منورہ کے اردگرد کے قبائل کو ورغلانے کی پوری کوشش کی پس ہیبت عسکری کے ذریعہ ہی وہ تمام ماحول مرعوب اور پرہیبت ہو سکتا ہے۔ اور ان کے ساتھ ایسے معاہدات انجام پا سکتے ہیں جو دشمن کے اثر کو اپنے ملک سے کسی حد تک دور کر دیں چنانچہ یہود اور قبائل جہینہ اور مزینہ کے ساتھ معاہدات امن اسی قبیل سے ہیں (تفصیل کے لئے کتب سیر نبوی مطالعہ فرمائیں)

جب تک دشمن کے حالات نقل و حرکت وغیرہ کی اطلاع میسر نہ ہو۔ دشمن کا انسداد مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ متعلقہ حالات کا علم ہی اعتدال ضبط کو متحقق کرتا ہے۔ جو صحت تدبیر ہے۔ اور ملکی حدود کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو داخلی ضبط کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اور نقل و حرکت کی اطلاع عسکری گروہوں کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ جو دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی قوت شدیدہ سے مایہ دار ہوں اور یہ عسکری نظام کا نہایت اہم پہلو ہے۔ چنانچہ عہد نبوی صلعم میں دس دس یا بارہ بارہ یا پچاس پچاس افراد پر مشتمل سرایا اطراف و اکناف میں اسی مقصد کے لئے روانہ کئے جاتے تھے۔

جب عداوت متحقق ہو جاتی ہے۔ تو دشمن اُن تمام وسائل کو اپنے نرغہ میں لینے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ جو ملت کے معیشی اور تمدنی حالات میں معین و مددگار ہوں۔ اور اس کا انسداد عسکری نظام کے استقلال سے ہی ممکن ہے۔ جیسے کرز ابن جابر فہری مدینہ منورہ کی چراگاہ پر حملہ آور ہوا اور مویشی لوٹ کر بھاگ گیا۔ پس اس کا تعاقب کیا گیا۔ جو فی الحقیقت دشمن کی مجموعی تگ و تاخت کا انسداد تھا۔ گو وہ نکل گیا۔ لیکن تعاقب ایک مستقل اثر رکھتا ہے۔

ملک چونکہ مختلف انسانی گروہوں کی جائے معیشت و معاشرت ہوتا ہے۔ اور کائنات انسانی میں انفرادی یا اجتماعی اعتدال مسلم عادل یا ملت عادل کے سوا ہرگز کہیں نہیں پایا جا سکتا اس لئے نظم و ضبط اور امن و امان اور داخلی مفرط افراد یا گروہوں کی سیاست عسکری ہیبت چاہتی ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قبائل جن کا پیشہ غارتگری تھا

اُن کے خطرات کا انسداد فرمایا۔ اور چونکہ وہ لوٹ مار کر بھاگ جاتے اور حملہ کی صورت میں چھپ جاتے تھے۔ اس لئے ایسے حالات میں راتوں رات ان کے تعاقب میں سفر کیا جاتا۔ اور یہ بھی تنظیم عسکری کے ساتھ لزوم رکھتا ہے۔

دعوت الی الحق بنی نوع انسانی کے ساتھ عہد فطری کی ایفا ہے اور وہ فعال ملت اسلامیہ کا فطری تقاضا ہے۔ مگر تبلیغی گروہ جب تک عسکری قوت کے ساتھ محفوظ نہ ہوں اپنا فرض پوری طرح ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مفرط اور غیر منکشف اور غیر مستقیم انسانی نفوس ان کی مقدس حنبا یا اس کی علامات کو مؑا نہیں دیکھ سکتے۔ پس ضروری ہے کہ ان کی وحشت یا ظلم اور فرط سے عسکری قوت کے ذریعہ اِن مقدس داعین الی الحق کو محفوظ رکھا جائے۔ کیونکہ اس شعور کو جو عنصریات میں متداول رہتا ہے۔ عنصری عادل ہیبت سے مرعوب کرنا چاہیے۔ خواہ اس کی حسب واقع کیفیتیں جدا جدا ہوں۔

مگر چونکہ عداوت سے نفس انسانی میں اس کی اضطرابی کیفیت بھڑک اُٹھتی ہے۔ اور انفعالی کیفیت کو متغیر کر دیتی ہے۔ اس لئے حق کو فوج کشی کے ساتھ پیش کرنا تقاضائے نفوس افراد اور نفس جماعت کی مخالفت ہے پس عسکری قوت کا مقصد دفاع اور حفاظت سے متجاوز نہ ہونا چاہیئے۔ جو عین وسط و عدل ہے۔ اور دست عسکری کو اس وقت قبضۂ شمشیر کے ساتھ متحد ہو جانا چاہیئے۔ جب مفرط جماعتیں راہ اعتدال کو روک دیں اور یہ تقدس عدل کی پر جلال شوکت ہے۔ سوانح عہد نبوی ان حقائق پر شاہد ہیں۔

دشمن کے ایسے اسباب کو خطرہ میں مبتلا کر دینا جو اس کی معیشت اور سیاست پر اثر رکھتے ہیں اس اپنے جائز حق کی بہم رسانی کے لئے ضروری ہے جس پر دشمن ناجائز تصرف سے قبضہ کر چکا ہے۔ یا ملت اسلامیہ کو اس کے حصول سے روک دیا ہے۔ قریش نے اول المسلمین رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو حج کعبۃ اللہ الحرام کے حق سے محروم کر دیا تھا جس میں وہ اپنے جائز اور حقیقی استحقاق کے علاوہ قریش اور عرب کے ساتھ ظاہری حقوق کے اعتبار سے بھی یکساں شریک تھے۔ پس ان کے قافلہ ہائے تجارت سے تعرض اسی مقصد کے پیش نظر تھا تا آنکہ جب صلح حدیبیہ کے بعد اس رکاوٹ کو دور کرنے کا مشروط معاہدہ طے پایا گیا۔ جس میں اس تعرض

کو کافی اثر حاصل تھا۔ تو ملت اسلامیہ کے عسکری گروہ قریش کے انہی تجارتی قافلوں کی حفاظت کرنے لگے۔ ملت اسلامیہ کا دست عسکری عدل کے لئے حرکت کرتا ہے اور اس کی ہر عسکری تحریک اندفاع ظلم کے لئے واقع ہوتی ہے۔ اور یہ عین تقاضائے عدل ہے۔

ایسے مراسم اور نشانات مفرطہ کو مٹا دینا ضروری ہے جو انسانی گروہوں میں قبول عدل سے پہلے موجود ہوتے ہیں اگر یا وہ اتحاد مفرطہ کے مراکز ہیں تاکہ ان کا وجود تجدید فرط کا باعث نہ ہو۔ دیر بنہ خیال فطرت قرار پاتا ہے۔ اس لئے اس کو چھوڑ دینے کے بعد بھی نفس ناطقہ کے قوائے ادراک و تحریک اس کے متعلقات کو یک لخت مٹا دینے کی فکری یا عملی جرأت نہیں کر سکتے یہ تقاضائے اصول تدریج ہے۔ اس پر بالتدریج قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے قدیم اور مخلص افراد پر مشتمل عسکر کو ہی یہ کام انجام دینا چاہیے۔ علیٰ ہذا حسب مواقع انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے حصول حق قصاص اور قیام ہر گونہ امن اور اجرا احد و داسی عسکری شوکت سے حیات ملی میں استحکام و تمکین کا موجب ہوتا ہے۔

الحاصل اس اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے عادل ملت اسلامیہ بمیزان العدل مستقلاً نصب فرماتے ہوئے جو دلیل عدل سے استحقاق وراثت ارض ہے قبضۂ شمشیر اور دست عسکری سے اس کو شدید اور مستحکم فرما دیا ہے۔ پس اس کا ہر گونہ استحکام جو ملت اسلامیہ کے افراد اور گروہوں[1] اور ان کے علاوہ ایسے لوگوں کا نظم و ضبط ہے۔ جو اس کی عزت عدل کے زیر و پست ہیں۔ اور اس کے عادل جادۂ اجتماع سے مفرط موانع کے ہٹ جانے یا ان کے تعطل سے متمکن اور شدید ہے۔ اسی قائم بالقسط دست عسکری اور قبضۂ شمشیر کا مرہون منت ہے کہ وہ ہر دو قائم بالقسط عزوجل کی تصدیق اور اس پر تحقق شہادت کے لئے متحد ہیں جو نفوس ناطقہ انسانی اور تمام سطح ارض پر اول المسلمین صلعم کی وراثت اور اس کی پیروی سنت میں تمکین قیام بالقسط ہے۔ چنانچہ عہد نبوی صلعم کا استحکام ضبط اور غزوات آپہنا صلح و جنگ یا قوانین تشدید کا دستور عدل ہے یعنی شرح قیام بالقسط باللہ ہے۔

گفت من تیغ از پئے حق میزنم | بندہ حقم نہ مامور تنم
جز بہ باد او نجنبد میل من | نیست جز عشق او در خیل من
شیر حقم نیستم شیر ہوا | فعل من بردین من باشد گوا
(رومی)

[1] وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا... الخ (الحجرات)

غــزوۂ بدر

شوکتِ دفاع

کَمَا اَخرجکَ رَبُّکَ مِن بَیتِکَ بِالحَقِّ (انفال)

اس اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کتاب و میزان و شمشیر کے قائم بالقسط دست عسکری نے عادل جادۂ اجتماع ملی سے موانع کو ہٹانے کے لئے قبضۂ شمشیر کو سنبھالا یہ غزوۂ بدر بمطابق آیات لَیَستَخلِفَنَّھُم فِی الاَرضِ کَمَا استَخلَفَ الَّذِینَ مِن قَبلِھِم الخ اور وَاُمِرتُ لِاَن اَکُونَ اَوَّلَ المُسلِمِینَ سب سے پہلی خلافت الٰہیہ کی دفع موانع عزتِ غالبہ کا پُرشوکت افتتاح ہے صحیح بخاری میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

عن البراء رضی اللہ عنہ قال کان تحدث اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ممن شھد بدرًا عدۃ اصحٰب الطالوت الذین جاوزو معہ النھر (بخاری)

حضرت براء سے روایت ہے۔ کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد جو حاضر بدر ہوئے سات اصحاب طالوت کے برابر تھی۔ جو اس کے ساتھ نہر سے پار ہوئے

علیٰ ہذا بمطابق فرمان نبوی صلعم

انہ سیکون فی اٰخرِ ھذہِ الامت قوم لھم مثل اجر اولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویُقَاتِلُونَ اَھلَ الفِتَن۔ (مشکوۃ باب ثواب ھذہ الامت۔

تحقیق اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جن کا اجر ان کے اولین کی مانند ہوگا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرینگے۔ اور اہل فتن سے لڑینگے۔ ۳

---

۱ تم کو زمین میں ضرور ایسے ہی خلیفہ کریگا جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا (نور) ۲ اور میں مامور ہوں۔ کہ اول المسلمین ہوں (زمر) ۳ تفصیل عنوان استخلاف فی الارض میں مرقوم ہے +

ملت اسلامیہ کے دور آخریں میں جب مستخلف عزوجل آیت استخلاف کا منشا پورا کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ اس خلافت الہیہ کی عزت غالبہ کا افتتاح اپنی شوکت اور عزت اجر میں عہد مبارک مصطفوی کی عزت فاضلہ کا وارث ہو۔ میزان العدل کا نصب مستقل جو دور آخریں تک کمالات مصطفوی یعنی کتاب وحکمت کے انتقال مسلسل کا ذریعہ ہے۔ اس کی تمکین مبرم پر شہادت پایندہ ہے۔ عہد مبارک مصطفوی میں ہجرت کے ذریعہ جو توسیع ملی کا فتح باب بنے اور مسلم کی حیات اجتماعی میں افتتاح تشدید و استحکام کا ذریعہ ہے۔ جب مسلمان قریش کے ہاتھوں سے نکل گئے تو اُن کی آتش غضب اور بھڑکی جو ملت اسلامیہ کی توسیع ارتقائی میں استحکام تشدید کے لئے فضائے ساز گار تھی۔ وہ جوش غضب سے مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اُن کے طوفانی غضب مشتعل اور خطرناک عزائم کو وہ خطابے حجاب کر رہا ہے۔ جو انہوں نے عبداللہ بن ابی سلول رئیس یہود کو لکھا کہ تم مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم وہاں پہنچ کر تمہارا اور محمد کا فیصلہ کر دینگے۔ اور تمہاری عورتوں پر تصرف کرینگے۔

اسی مقصد کے پیش نظر کاروان تجارت میں ان کے مرد وزن نے اپنا کل سرمایہ لگا دیا تاکہ سامان جنگ زیادہ سے زیادہ مہیا کیا جائے۔

یہ اہتمام مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کے سلسلہ میں تھا۔ اور ہر اس اہتمام پر حریف مقابل کا حملہ ضرور قرین قیاس ہوتا ہے۔ جو اس کے استیصال اور اس کی عداوت کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے اکثر ذہنی اختراعات بھی حریف مقابل کے حملہ کی خبر پر منتج ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ قریش میں اس قسم کی افواہیں پھیلیں کہ مسلمان قافلہ تجارت پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور تجارتی قافلوں سے تعرض جو اس خاص مقصد کے لئے ہوتا رہتا تھا۔ کہ قریش اسباب معیشت کو خطرہ میں پاکر صلح کے لئے مجبور ہو جائیں ضروری تھا۔ کہ ایسی افواہوں کو مزید وقعت دیتا اور انہی دنوں رجب سنہ ۲ ہجری میں سریۂ عبداللہ بن جحش جو قریش کی نقل و حرکت کے متعلق خبر رسانی کے سلسلہ میں گشت کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں عمرو ابن حضرمی ایک شخص مارا گیا [۱] اور انتقام خون کو عرب میں شعلہ زن حیثیت حاصل تھی۔ اس لئے ان سب حالات کے اجتماع سے قریش جوش غضب سے اٹھے۔ اور مدینہ منورہ کا مسلح اور کثیر جمعیت کے ساتھ رخ کیا۔

[۱] تفصیل کے لئے کتب سیر مطالعہ فرمائیں۔

پس اس اول المسلمین خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ رمضان سنہ ۲ ہجری کو بمصداق فرمان ربانی

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ (انفال) جیسے کہ تیرے پروردگار نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے باہر نکالا۔

حق کے ساتھ جو للّٰہیت ہے اور نفس ناطقۂ انسانی کے ایفائے عادل کا تقاضا ہے اور عادل اجتماع ملی اسی کی تمکین کے لئے خروج کرتا ہے۔ اور کتاب مجید میں متغرق نفس ناطقہ کی عادل قوت غضبی یعنی شجاعت کا شمشیر کے ساتھ راہ حق سے دفع موانع کے لئے امر بالعدل ہے۔ مکہ معظمہ کا رخ فرمایا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ حضور صلعم نے شام کا رُخ نہیں فرمایا۔ جو کاروان تجارت کا راستہ تھا اور حالات سے ظاہر ہے۔ کہ خروج قریش اور کارواں تجارت کی آمد میں اتحاد زمانہ پایا جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت حال پر شہادت روشن ہے۔ کہ حضور صلعم کا مقصد قریش کی مسلح جمعیت سے مقابلہ تھا۔

روانگی سے قبل حضور صلعم نے صحابہ کو بلایا مہاجرین صحابہ نے جاں نثارانہ تقریریں کیں لیکن آنحضرت انصار کی طرف دیکھتے تھے۔ کیونکہ انصار نے بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا۔ کہ وہ اس وقت لڑینگے جب دشمن مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو۔

اس وقت صورت حال تو مطابق معاہدہ تھی۔ لیکن چونکہ دفاع داخلی مصالح امن و ضبط کے ماتحت حدود ملکی سے باہر مناسب رہتا ہے۔ اس لئے مدینہ منورہ سے نکل کر دشمن کو روکنا بھی فی الحقیقت معاہدہ کے مطابق تھا۔ مگر چونکہ معاہدہ کی جزئیات تعقید معاہدہ کے وقت مشرح نہ تھیں اور وہ انسانی استعداد قبول کی تدریجی کیفیت کی مطابقت تھی۔ اس لئے حضور صلعم کا انصار کی طرف دیکھنا درحقیقت جزئیات معاہدہ کی شرح اور انصار کے طریق کار کی وضاحت کے لئے تھا

تشخیص نفسیات سے یہ واضح ہے کہ جزئی تشریح مخلص اصحاب معاہدہ کی زبان سے اُن کے زیادہ استحکام عزم کا موجب ہوتی ہے۔ معاہدہ کی جزئیات میں اُن کے شعور کا تداول فہم معاہدہ کو روشن اور متعلقہ حالات کے تقاضاؤں کی ضرورت ایفا کو واضح کر دیتا ہے۔ چنانچہ انصار کے نفوس اس اثر انگیز نگاہ نبوی سے خلوص اور محبت اور قربانی کے دریائے بیکراں میں متغرق ہو گئے۔

سعد ابن عبادہ نے اٹھکر کہا۔ کہ حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ واللہ ہم آپ کے حکم سے

سمندر میں کودنے کے لئے تیار ہیں۔ اور مقداد نے کہا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہینگے۔ کہ آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑیں ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے ہو کر لڑیں گے۔

یہ تمام عظیم الشان اہتمام قریش کی کثیر جمعیت سے مقابلہ کے لئے مدینہ منورہ میں ہوا الغرض آپ ۱۲ سنہ ھ رمضان المبارک کو مدینہ منورہ سے نکلے آپ کی فوج تعداد میں تین سو تیرہ تھی جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔

عمیر ابن ابی وقاص ابھی کم سن بچہ تھے۔ انہیں منجملہ دیگر کم عمر بچوں کے واپسی کیلئے کہا گیا۔ تو وہ رونے لگے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں شرکت کی اجازت دیدی۔

یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ مسلم کم سن جو اپنے فکر و عمل کو ملت کی وحدت میں گم کر دیتا ہے۔ اُسے روئے عالم پر غالب و قاہر ہونے کا فطری استحقاق ہے۔ ملت اسلامیہ کے دست عسکری کا غایہ وثمر اس کی افضلیت کو اس سیران مشترک کی دلیل سے فطرت اور جائز قرار دیتا ہے۔ جو افراد ملت کے نفوس میں صادق فکر و عمل کی حیثیت متحدہ کے طور پر جاری و ساری ہے۔

آنکہ دوش کوہ بارش بر نتافت | سطوتِ اُو زہرۂ گردوں شگافت
بنگر آں سرمایۂ آمال ما | گنجد اندر سینۂ اطفالِ ما

آپ نے روانگی کے دوران میں ابو لبابہ ابن عبد المنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ کیونکہ نفس اجتماع متموج ہے۔ اور اپنی فطرت میں کلی اور جزئی حیثیت سے وحدت اور مرکزیت کا تقاضا کرتا ہے۔ اور وحدتِ سمت یعنی امیر کے بغیر دریائے جماعت اپنے بہاؤ میں مستقیم نہیں رہ سکتا۔ اور صرف استقامت ہی اجتماع کلی کو ہر گونہ داخلی اور خارجی خطرات سے بچا سکتی ہے۔ پس جائے قرار کو چھوڑنے کی صورت میں قائمقام امیر کا تعین ضروری ہے اور یہ اس وقت ہونا چاہیئے جب روانگی متحقق ہو جائے اور یہ اعتدال ضبط ہے۔ اور مسلم کی اس حیثیت کا تقاضا ہے۔ کہ اس کی ہر جنبش لب دستورِ عدل کی شرح ہے۔ اور اس کا فیصلہ مبرم ہے۔ اس لئے حالات کی کامل وضاحت فیصلہ سے پہلے ضروری ہے۔ چنانچہ

اول المسلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میل شہر سے باہر نکل کر فوج کا جائزہ لیا۔ اور ابو لبابہ ابن عبد المنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ نیز عاصم ابن عدی کو عالیہ (مدینہ کی بالائی آبادی) سپرد کی اور یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قائم مقام نیابت میں تقسیم ملکی کے ساتھ تعدد ہر گونہ احتیاط کا تقاضا ہے۔ ان عادل اور مناسب انتظامات کے بعد آپ بدر کی طرف بڑھے۔ اور دو خبر رساں آگے بھیجے مقابلہ سے قبل ضروری تھا۔ کہ دشمن کے مقام ورود اور متعلقہ حالات سے اطلاع حاصل کی جائے۔ کیونکہ مسلم کا جنگ جو حریف کے مفرط نتائج ادراک و تحریک کی شکست و تعطل سے اس کی حیثیت کو عزت عدل میں گم کر دیتا ہے۔ اُن سے وقوف کو لازم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وقوف سے ہی وسائل و اسباب مداخل و مخارج پر غلبہ متحقق ہوتا ہے۔

۱۷۔ رمضان المبارک کو آپ بدر کے قریب پہنچے تو خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک پہنچ گئے ہیں۔ حضور صلعم نے یہیں نزول اجلال فرمایا۔

قریش کی تعداد ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ چونکہ وہ پہلے پہنچ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضور صلعم نے حباب ابن منذر کے مشورہ سے آگے بڑھ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ فرمایا۔ مگر دشمن کو بھی اجازت فرمائی۔ کہ وہ پانی سے فائدہ حاصل کریں۔ اور یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ میدان دفاع میں اور ہر موقعہ پر ایک مقدس لشکری کا مشورہ روح عسکری کی تشنگی میں اطمینان اور تازگی کا موجب ہوتا ہے۔ اور مقامات اور وسائل مناسب جو حیات عنصری کے لئے بحیثیت اسباب معین و مددگار ہوں مقابلہ سے قبل ان پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔ اور یہ منجملہ دیگر مصالح دشمن کے نفس میں احتیاجی اور انفعالی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ جو بنی نوع انسانی کے ساتھ عہد فطری کی ایفا کے لئے مددگار ہے۔ جن کے لئے دعوت الی الحق اپنی جملہ منازل کے ساتھ ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے اور اسی ایفائے عہد کے لئے اس کی شمشیر حرکت کرتی ہے۔

احساس احتیاج کے بعد دشمن کو پانی کے حصول سے نہ روکنا اس دلیل کے ساتھ کہ وہ موہب ربانی ہے۔ بحالیکہ اس میں کسب انسانی دخیل نہ ہو۔ اس کے فطری احساسات کو متاثر کرتا ہے۔ گو سطحی نگاہ ان تاثرات کو نہیں پا سکتی۔ لیکن مسلسل اور غیر محسوس طور پر یہ اثر انگیزی اپنا کام

نفوس افراد اور نفس جماعت میں کرتی رہتی ہے۔ حتی کہ ایک وقت کے بعد ان تاثرات کے نتائج ظاہری شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں۔ رات کو صحابہ نے آرام فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ ربانی میں دست بدعا رہے۔

یہ اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ معرکۂ کارزار سے قبل فوج کو آرام کا موقعہ بہم پہنچانا ان کے نفوس کو برداشت مشقت کے لئے زیادہ شدید کر دیتا ہے۔ شجاعت گو منجملہ ہر چہار قوی نفس ناطقہ کی ایک قوت ہے۔ یا وہ استعداد ہے جو موانع کو ہٹاتی ہے۔ اور نفس میں اطمینان کو قائم رکھتی ہے۔ مگر چونکہ نفس کا تعلق جسم سے ہے اور روح بخاری جو روح علوی کا محل ہے ترکیب عناصر سے نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اور عناصر کی ترکیب شدہ شکل وصورت جسم ہے۔ اس لئے جسم کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل نفس ناطقہ کی تمام قوتوں کے عمل میں تمکین اعتدال کے لئے ضروری ہے۔

چونکہ مقصد فکر وعمل ذات اللہ عزوجل ہے۔ اس لئے فکری وعملی تگ ودو کے ہنگامہ میں دعا اور توکل نفس ناطقہ میں وضاحت مقصد ہے اور افکار واعمال کو مقصد کے لئے مخصوص اور خالص ہونا چاہیئے۔ یہ عدل ہے۔ جو تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن اور بین الدول میں حقیقت تہذیب وتدبیر وسیاست کو متحقق کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (انفال)

اے مومنین جب تمہیں کسی جماعت سے دوچار ہونے کا موقع ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو۔ بہت ممکن ہے۔ تم فلاح پاؤ۔

حقیقت مذکورہ کے مطابق ثبات اور ذکر الٰہی بیک وقت لازم وملزوم ہیں۔ علی ہذا فوج کے آرام شبانہ کے وقت امیر کی پاسبانی مقصد حقیقی کی طرف رجوع کامل کے ساتھ لزوم رکھتی ہے اور اسی حقیقت کی علمبردار ہے۔

صبح کی نماز کے بعد حضور صلعم نے جہاد کے لئے فوج کے سامنے تقریر کی۔

فعال نفس ناطقہ جس کی عادل قوت غضبی یا شجاعت اپنی دافع موانع حیثیت میں مستحکم ہے۔ جب وہ اپنے ترشحات سے قوم کو خطاب کرتا ہے۔ تو اس کا نفوذ افراد عسکر کے نفوس میں

عادل دافع موانع کیفیت کو مستقل اور شدید کر دیتا ہے۔ اور یہ اس کی عادل فعالی حیثیت کا تقاضا ہے۔ جو متعلقہ نفوس میں اثر کرتی ہے۔ اور نفس فعال اور عسکر کے باہم نفوس میں سیران مشترک تشدید مشترک کو متحقق کر دیتا ہے۔ کہ غلبہ و قہر اس کا تقاضائے لابدی ہے۔ کیونکہ کامیابی اس شدت استقلال کے ساتھ مشروط ہے جو اپنی ذات اور حیثیت میں موانع سے قوی ہو اور عدل قوت ہے۔ اور فرط ضعف ہے۔ گویا شدت گرما۔ شدت تشنگی وغیرہ وغیرہ اور کشت وخون اور ان سب شدائد میں نہ ٹوٹنے والا تسلسل جب قائم ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت کامیابی اس استقلال پائندہ کے ساتھ مشروط ہے۔ جو دشمن کے مقابلہ یا شکست سے بلکہ موت کے آخری سانس تک متزلزل نہ ہو

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک چھپر کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور سعد ابن معاذ تیغ بکف دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ کہ کوئی ادھر بڑھنے نہ پائے۔

یہ اس مصلحت کی آئینہ داری ہے۔ کہ قائد لشکر اور لشکری کے عمل کی الگ الگ حیثیتیں ہیں قائد کی عملی حیثیت یعنی قیادت بہت اہم ہے اس لئے اسے محفوظ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ تمام فوج کے متحدہ اعمال کا مرکز ہے یا محور ہے جس کے گرد تمام فوج اپنے اعمال شجاعت کا مظاہرہ کرتی ہوئی گھومتی ہے۔

حذیفۃ الیمان اور ابو حسیل دو صحابی کہیں سے آ رہے تھے۔ کہ راستہ میں کفار نے ان سے جنگ میں عدم شرکت کا وعدہ لے لیا۔ حضور صلعم کی خدمت میں انہوں نے واقعہ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ کی ایفا کریں گے۔ اور ہم کو صرف اللہ کی مدد درکار ہے۔

ایفائے عہد عدل ہے (عنوان وفا اور ایفائے عہد مطالعہ فرمائیں۔)

ترکیب عناصر سے تخلیق انسانی جو خالق و مرکب عناصر کا فعل ہے۔ انسانی فطرت پر شہادت ہے کہ خلائف الارض کی ہر اجتماعی حیثیت مرکزی وحدت کے ذریعہ ترتیب و تنظیم سے تکمیل پاتی ہے جو تمام جماعت کے فکری و عملی اتحاد کا ذریعہ ہے۔ اور یہ ترتیب و اتحاد ہی نتائج فکر و عمل کو متحقق کرتا ہے جیسے نفس انسانی میں دست مستخلف سے ترکیب لطافت و کثافت اس کے مجموعی فکر و عمل اور ان کے نتائج کے ظہور کا سبب ہے۔ اسی طرح جماعت ترتیب و ضبط جماعت کے متحدہ افکار و اعمال کے نتائج کے تحقق کا ذریعہ ہے۔ اور فطرت تخلیق انسانی کی پیروی ہے۔ اور افراد جماعت میں

جنسیت ترتیب اصولِ تدریج کا تقاضا ہے۔ جو خالق حقیقی عزوجل نے تمام کائنات انسانی اور اس کے ماحول حیات میں جاری و ساری فرمایا ہے۔ پس میدان دفاع میں ترتیب عسکری اور اس کی تنظیم اور صف بندی اور اس میں استحکام ایفائے تقاضائے فطرت نفس کی دلیل سے کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ نفوس افراد سے اجتماع ملت متحقق ہوتا ہے۔

شور و غل سے منع کر دیا گیا۔ کہ کسی کے منہ سے آواز نہ نکلنے پائے۔

لغو سے اعراض تقاضائے عدل ہے۔ تقاضا اور اس کا ایفا وزن کی صحیح تنصیف ہے اور فرط ہیں تنصیفِ وزن استقامت سے گر جاتی ہے۔ ادراک و تحریک کا فکر و عمل للہیت سے کاملاً اعتدال میں متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ جزئیات میں جزئی فکر و عمل جزئی عدل کو متحقق کرتا ہے۔ اور جزئی عدل کامل اعتدال پر منتج ہو جاتا ہے۔ جو تقاضائے تدریج ہے۔ اور جزئیات میں فرط نفس ناطقہ کے مجموعی فعل کو نقطۂ عدل سے ساقط کر دیتا ہے۔ اور قوائے نفس کا اعتدال سے ہٹ جانا مہمات میں کامیابی کو متعذر کر دیتا ہے۔ اور مقصد سے دوری افکار و اعمال کی حیثیت کو پراگندہ کر دیتی ہے اس لئے فکر اور قول اور عمل میں جزء کا ملاً اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

قریش کی فوجیں جب قریب آگئیں تو حضور صلعم نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا۔ اور فرمایا۔ کہ جب دشمن قریب آجائے۔ تو تیروں سے روکو۔

یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مقابلہ سے پہلے اپنے مقام پر بنیانٌ مرصوص کی حیثیت سے ثابت قدم ہو جانا چاہیئے کیونکہ نفس ناطقہ میں ثبات کی کیفیت متشکل استحکام قیام کی ظاہری شکل و صورت سے تمکین پاتی ہے۔ اور تا آخر استمرار ترتیب و تنظیم کے لئے نفس انسانی میں ایک منضبط اور مستقل اور متشکل لائحہ عمل قائم کر دیتی ہے

اگر دشمن کی پیشقدمی کی دلیل کے ساتھ اس پر حملہ میں پیشدستی کرنی چاہیئے۔ جو اس کے ادراک و تحریک کو متاثر اور مجروح کرے۔ اور اس کا مقابلہ اپنی شدت میں ضعف پذیر ہو جائے۔ کیونکہ ابتدائی ضرب کا اثر آخری مراحل جنگ تک ادراک و تحریک کو متاثر رکھتا ہے۔ اور اسے حریف کی شکست میں کافی دخل حاصل ہے۔ آخری مرحلہ پر دشمن کی مسلسل پیش قدمی تقدیم حملہ کے لئے

دلیل قطعی ہے۔ اور اس کی تقدیم کو متحقق کرتی ہے۔ کہ اس دلیل کے ساتھ تقدیم ضرب وطعن دستور عدل کی جزئی ایفا ہے۔ اور نفوس انسانی پر کہ اُن کی تعمیر اساس عدل پر ہے۔ اثر کر جاتی ہے گو سطحی نگاہ اس کو پا نہیں سکتی

نیز یہ ثبات کی ظاہری شکل وصورت یعنی فوج کا قیام منظم حملہ کی کیفیت میں استقلال پیدا کر دیتا ہے۔ اور ادراک وتحریک کی تمام تر توجہ اس کی کیفیات میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اور پیشقدمی کی صورت میں نفوس ناطقہ کی قوتیں دوگونہ مطامح فکر وعمل میں منقسم ہو جاتی ہیں اور حملہ کی کیفیت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی اور اپنی تیزی میں مسلسل بڑھتی گئی۔ اور صاحب کتاب ومیزان و شمشیر اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلے اللہ علیہ وسلم جہاد۔ توکل۔ دعا میں کاملاً مستغرق ہو گیا۔ تا آنکہ مستخلف عزوجل نے ملت اسلامیہ کے گروہ اول کے اس افتتاحیہ شمشیر استخلاف فی الارض کو عزت غالبہ سے نوازا۔ اور سطح ارض پر صرف اسی واحد گروہ کے ذریعہ اپنی فردیت الوہیت کو تمکین دی اور یہ مستخلف واحد عزوجل کی جانب سے استخلاف فی الارض اور اس کی فردیت پر دلیل قاطع ہے۔

اس مقدس گروہ سے چودہ اصحاب نے شہادت پائی اور قریش کے ستر نامور اشخاص مارے گئے۔ اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔

(اسیران جنگ کی بحث متعلقہ عنوان میں مطالعہ فرمائیں)

پس جب مستخلف عزوجل بمطابق

سیکون فی اٰخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم...... الخ (مشکوٰۃ) — اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہونگے جن کا اجر ان کے اولین کی مانند ہوگا۔

وعدہ استخلاف اس سطح ارض پر ملت اسلامیہ کے دور آخرین کے ساتھ ایفا فرماتے ہوئے بدری امتحان گاہ موت وحیات قائم فرمائیگا۔ بحالیکہ بعض لوگ بیم مرگ کی وجہ سے ناخوش ہونگے جیسے کہ اللہ عزوجل غزوہ بدر کے متعلقہ حالات کے بیان میں فرماتا ہے۔

وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ۝ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا — اور تحقیق مسلمانوں کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا۔ وہ تجھ سے حق ظاہر ہونے کے بعد بھی جھگڑتا ہے۔ گویا کہ وہ موت

يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ (انفال) کی طرف ہنکائے جارہے ہیں اور وہ موت کو دیکھ رہے ہیں۔
تو وہ عادل ملت اسلامیہ جو میزان العدل مصطفوی صلعم کے ذریعہ کتاب وحکمت سے قائم بالقسط ہے۔ اور صلح وجنگ اور حیات وموت میں وہ آمر بالعدل ہے۔ اس اول المسلمین کی جزئی اور کلی تبعیت کے ساتھ ضرور اس عزت عالیہ وشرافت قاہرہ سے کامران ہوگی جو مقصود آیہ ذیل ہے
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (قمر) فوج کو شکست دی جائیگی اور وہ پشت پھیر دینگے۔

غزوۂ اُحد

استقلال دفاع

..... وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

فطرت انسانی کی تشخیص اور تجزیہ سے یہ متحقق ہے۔ کہ سطح ارض پر صرف جائز اجتماع ملت وسط ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور وہ اس کے تقاضا کی ایفاء سے فرداً ومنزلاً ومدناً قائم بالقسط ہے۔

اور اصول اجتماع افراد کے افکار واعمال کا اتحاد ہے اور کائنات انسانی میں مفرط جماعتیں بھی مفرط فکر وعمل کی یک جہتی سے تشکیل پاتی ہیں۔ اور ان کا یہ فکری وعملی اتحاد نفس جماعت کے اجتماعی تاثرات اور ان کے اجتماع اعمال کے ظہور پذیر ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور فطرت انسانی ان کے فرط کی دلیل کے ساتھ ان کو جادۂ عدل سے ہٹا دینا لازم قرار دیتی ہے۔ فرط ان کے فکری وعملی نتائج میں وحشت اور درندگی پیدا کردیتا ہے۔ پس جب کسی مفرط جماعت کو خونریزی کے ساتھ شکست ہوجاتی ہے۔ بحالیکہ اس کا مرکزی وجود قائم ہو۔ تو وہ اپنے وحشی اور بہیمی فکر وعمل کے ساتھ بھڑ اٹھتی ہے۔ اور نفس جماعت جیسے من حیث القوم اجتماعی ولولہائے عداوت سے چھلکتا ہوا بڑھتا ہے۔ ایسے ہی انفرادی طور پر وہ لوگ جنہیں سابق مقتولین جنگ کے ساتھ قریب کا تعلق ہوتا ہے۔ انتقامی تاثرات کے ہمراہ اس مفرط جماعت میں شرکت کرتے ہوئے میدان کارزار کی طرف

کامزن ہوتے ہیں اور یہ تقاضائے فطرت ہے۔ کیونکہ ان کے افکار و اعمال کا نقطۂ مقصود راست نہیں ہوتا۔ چنانچہ جنگ بدر کے بعد قریش اجتماعی اور انفرادی جوش و خروش کے ساتھ پھر مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے اٹھے (یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے۔ کہ آئندہ چلکر حملہ آوروں کے ان کوائف کا تقاضا اجتماعی اور انفرادی اور عام اور مخصوص حیثیت کو احتیاط اور مقابلہ میں ضروری قرار دیتا ہے)

حضور صلعم کے چچا حضرت عباس رض اسلام لا چکے تھے۔ مگر ابھی تک مکہ میں ہی مقیم تھے۔ آپ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حالات سے اطلاع دی۔

دشمن کے ملک میں فرد مسلم کی موجودگی و قیع حیثیت اور محتاط حالات کے ساتھ جواس کی حفاظت کا ضروری تقاضا ہے۔ دشمن کے عزائم سے وقوف کا ضروری اور بہترین ذریعہ ہے۔ کیونکہ دفاع کے لئے وقت کا حاصل ہونا ذرائع اطلاعات کی سرعت اور وسعت اور استقلال چاہتا ہے۔

اطلاع ملنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خبر رساں خبر لانے کے لئے بھیجے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا ہے۔ اور ان کی چراگاہ کو اس کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مقیس کو بھیجا۔ کہ وہ اندازہ کرے۔ کہ فوج کی تعداد کس قدر ہے۔

دفاعی انتظامات کے منظر عام پر آنے سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ صحیح حالات معلوم ہو جائیں ایسا دفاعی نظم و ضبط یا دفاع کے لئے خروج جو حالات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔ ذرائع اطلاعات کے استقلال اور ملکی نظم و ضبط کے استحکام اور اطمینان نفس کی آئینہ داری ہے۔ یہ انسداد خطرہ ہے۔ اور کسی مزید خطرہ کو دعوت دینے سے احتیاط ہے۔

دشمن کی آمد معلوم ہونے پر شہر کے اطراف و جوانب کو پہروں سے محفوظ کر دیا گیا۔ اور سعد بن عبادہ رئیس خزرج اور سعد ابن معاذ رئیس اوس تمام رات مسجد نبوی کا پہرہ دیتے رہے۔ جسے بیت الخلافت کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ جب دشمن کا حملہ یقینی ہو جائے۔ تو ملکی حدود اور سرحدات کو محفوظ رکھنا داخلی نظم و ضبط کے استحکام کے لئے ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ داخلی نظم و ضبط سے اجتماعی حیات اور دفاعی انتظامات کی تشکیل و تکمیل ہوتی ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ بیت الخلافت

والعلم کی حفاظت ان وقیع وسائل کے ذریعہ ضروری ہے۔ جنہیں داخلی انتظامات میں بلند پایہ حاصل ہو اور ملکی اور عسکری حیثیت سے ان کی قوت مستحکم ہو۔

صبح کو حضور صلعم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ عبداللہ ابن ابی سلول کو بھی شریک مشورہ کیا گیا۔ اکابر انصار اور عبداللہ ابن سلول کی یہ رائے تھی کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ اور بعض صحابہ کو اس پر اصرار تھا۔ کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ ہو۔ آنحضرت صلعم گھر تشریف لے گئے۔ اور زرہ پہنکر باہر تشریف لائے۔ تو ان لوگوں کو ندامت سی ہوئی۔ اور عرض کیا۔ کہ ہم اپنی رائے سے باز آتے ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ ہتھیار پہن کر اتار دے

ملت اجتماع افراد ہے۔ اور ان کا ایک نقطۂ مقصود پر اتحاد افکار و اعمال روح اجتماع ہے اور اسی قوت کے ذریعہ دفع موانع متحقق ہوتا ہے۔ پس جزئی لائحہ عمل کی ترتیب میں بھی مشورہ اُن کے افکار و اعمال کو اس لائحہ عمل کے ساتھ اتحاد فکری و عمل عطا کرتا ہے۔ جو افکار و اعمال کے نقطۂ مقصود کے حفظ و استحکام کے لئے مرتب کیا جاتا ہے۔

علیٰ ہذا اُن مدنی گروہوں کو مشورہ کے ساتھ تعاون کی دعوت بھی ضروری ہے جو ملکی یا معیشی اشتراک سے وابستہ ہیں۔ تاکہ ان کا طریق عمل واضح ہو جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے دفاعی زندگی میں دلائل کی وضاحت کے ساتھ ان کے خطرات کا سد باب ہو سکے۔ ان کا فکری حیثیت سے متحد نہ ہونا ان کے اعمال کو خطرناک حیثیت قرار دیتا ہے۔ اور معیشی اشتراک یا اتحاد دلیل طلب مشورہ ہے۔ اور طلب مشورہ اُن کے متعلقہ لائحہ عمل کی ترتیب کے لئے تحقیق حال اور اتمام حجت ہے۔ اور اس وقت ہنگامی طور پر اسباب قریبہ سے سازگاری ہے۔

ملتِ اسلامیہ کے نفس فعال کا یہ فطری تقاضا ہے کہ وہ اپنی قوت نفوذ و تصرف کے ساتھ نفس ملت اور نفوس افراد پر متصرف ہوتا ہے۔ اور اس کے نفوذ و تصرف کی فعالی کیفیت ان کی انفعالی حیثیت کو برقرار رکھتی ہے۔ یہ کائنات ملی میں فعالی اور انفعالی نظام ہے جو ارواح و اجسام اور ان کے اجتماع کا ضابطۂ اعتدال ہے۔ پس جیسے منکشف اور مستقیم فعال نفس ناطقہ کا تصرف نفوس افراد میں استقامت کشف و تحمل کا موجب ہے۔ ایسے ہی تدبیر و سیاست میں اس کا فعال تصرف تحفظ تمدن کا ذریعہ ہے۔ پس اگر نفس فعال کی آمری اور فعالی حیثیت متغیر ہو جاتی ہے۔ جو ملت اسلامیہ

کے فعال نفس ناطقہ کی فطرت کے خلاف ہے۔ تو نفس ملت کی انفعالی کیفیت بھی متغیر ہو جاتی ہے جو قصر ضبط و اعتدال کو منہدم کر دیتی ہے۔

تمام انفرادی اور اجتماعی حالات کی تشریح میں مضمون تشبیہ یہ حکمت کا اصول زیر نظر رہنا چاہیئے۔ نفس انسانی میں حقیقت علوی اور کثافت ارضی کی ودیعت جو انسان کی حیثیت خلائف الارض کا مایۂ عز و افتخار ہے اور تمام کائنات انسانی میں اسباب حیات شخصی و منزلی و مدنی کے اجتماع کی دلیل ہے ہر مفرط جماعتوں میں بھی اس اتحاد اساسی کی وجہ سے جو تمام کائنات انسانی میں مشترک ہے۔ جماعت اور اس کے نفس اجتماعی اور امیر اور اس کی اثر انگیزی کو قائم کرتی ہے۔ اور جیسے مفرط جماعت کے امیر کا شعور عنصریات میں تداول کرتا ہوا عنصری اسباب کے اجتماع سے اس جماعت پر غالب ہو جاتا ہے جس کے انفرادی اور اجتماعی شعور کا ماحول صرف کثافت اور ارضیات ہیں۔ جو شعور کا بے جا اور مفرط استعمال ہے۔ اس امیر کی اثر انگیزی بھی نفس جماعت اور نفوس افراد کو متاثر کرتی ہے۔

یہی اصول تمام دور انحطاط میں قرنہا قرن تک چلتا رہتا ہے تا آنکہ مبارک عہد میں اور آج دور مصطفوی میں وعدۂ استخلاف فی الارض کا تحقق جب ہو تو ملت اسلامیہ کا نفس فعال اجسام و ارواح میں اپنے فعالی تصرف کے ساتھ کشف و تحمل کو متحقق کرتا ہوا نفس ملت میں اجتماعی عدل و انضباط کو متمکن کر دیتا ہے۔

قریش بدھ کے دن مدینہ منورہ پہنچے اور کوہ احد پر پڑاؤ ڈالا۔ تقریباً تین ہزار مسلح سپاہی قریش کی فوج میں شامل تھے۔ حضور صلعم جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ شہر سے باہر نکلے۔ عبداللہ ابن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ یہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ کہ میری رائے محمد (صلعم) نے نہیں مانی۔ گویا اس مرحلہ پر شہر سے باہر نکلکر دفاع شہر کے تحفظ کے علاوہ وضاحت حالات اور رفع اشتباہ کے لئے ضروری تھا۔ اور موجودہ حالات میں شہر کی حفاظت اس طریق دفاع کے ساتھ زیادہ موزوں تھی۔ اس وقت بھی ملت کے کم عمر افراد کی حوصلہ افزا کیفیت فضل دو کم عمر بچوں کی یکے بعد دیگرے شرکت کی منظوری سے پھر تازہ ہوئی جو اس سے قبل جنگ بدر کے موقعہ پر بھی اپنا سماں دکھا چکی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی فرمائی اور اس کو پچاس تیر اندازوں کے ایک دستہ سے عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں محفوظ فرمایا اور ان کو تاکید کی کہ جنگ جیتنے کے باوجود اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ علیٰ ہذا رسالہ اور زرہ پوش دستوں کے الگ الگ کماندار مقرر فرمائے اور قیادت اعلیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی

پس شدت سے جنگ شروع ہو گئی اور ملت اسلامیہ کے دست عسکری کی قوت غالبہ سے کفار ہٹ گئے اور مطلع صاف ہو گیا۔ مگر ساتھ ہی مسلمان مال غنیمت کی طرف لپکے۔ اور تیر انداز باوجود عبداللہ بن جبیر کے روکنے کے اپنی جگہ سے ہٹ آئے تو خالد بن ولید قریش کے ایک سالار نے موقعہ غنیمت جان کر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر نے اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ شدید مقابلہ کیا لیکن سب شہید ہو گئے۔ خالد ابن ولید بڑھا اور نہایت بے دردی سے قتل و غارت شروع ہوئی اس پراگندگی اور انتشار میں بہت نقصان ہوا۔ دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی شہید ہوئے۔ حضرت حذیفہ کے والد یمان نے اسی پراگندگی کے عالم میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے شہادت پائی (بعد جنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خون ملت کی طرف سے ادا کرنا چاہا۔ تو حضرت حذیفہ نے معاف کر دیا۔ یہ ملت وسط کے نفس ملی اور نفس امیر اور نفس فرد میں تمکین عدل کی آئینہ داری ہے)

قائد کی ہدایات کی خلاف ورزی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ کسی ایک مرحلہ پر خواہ وہ آخری کامیابی کے مراحل سے ہو افراد عسکر کی لغزش جمعیت عسکری اور ملت کو بہت نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کیونکہ ملت اور جمعیت عسکری افراد سے مرتب ہوتی ہے۔ اور کامرانی اور ظفر اتحاد افکار و اعمال کے نتائج ہیں۔ جو وحدت مرکزیت سے تحقق پاتا ہے اور جب افراد کا فکر و عمل جزئی حیثیت سے چند لمحوں کے لئے بھی محور امارت کے بغیر متحرک ہوتا ہے۔ تو صحت تداول کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ نفس اجتماع متموج ہے۔ اور وحدت سمت کا متقاضی ہے۔ جو قائد لشکر کی ذات گرامی ہے۔ اس لئے صلح و جنگ اور جملہ حالات ہر گونہ حیات میں منکشف اور مستقیم فطرت نفس قائد لشکر یا امیر ملت کی اطاعت کے لئے اپنا روشن فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کیونکہ امیر یا قائد کا نفس ناطقہ فعال ہے اور فعالی حیثیت قوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ پس تمام ملت کو

اس انفعالی حیثیت سے اس کا حکم اور تصرف قبول کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہیئے۔ جو شعور اور اعتراف اور عمل کے ذریعہ متحقق ہوتی ہے۔ اور چونکہ قرآن حکیم یعنی دستور عدل میں نفس ناطقہ کا استغراق اس کے فطری تقاضاؤں کے ایفائے عادل کا ذریعہ ہے اور قرآن حکیم کی نورانی معنویت اور نفس انسانی کا نورانی کشف وتحمل متحد الحقیقت ہے۔ اس لئے فطرت نفس کا فیصلہ قانون ربانی کے نفس ناطقہ میں تحقق سے ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النساء) اے مومنین اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو تم میں سے اولی الامر ہو۔

گویا ملت اسلامیہ کے اولی الامر کی نورانی فطرت اطاعت الٰہی اور سنت نبوی کی پیروی سے دستور عدل یعنی قرآن حکیم کی نورانی معنویت کے ساتھ نورانی اتحاد رکھتی ہے اور وہ توحید ورسالت پر ملت کی اطاعت کو فعالی اور انفعالی تواتد کے ساتھ متحقق کر دیتا ہے جو تسلسل وراثت مصطفوی ہے اور دلیل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور شرط استخلاف فی الارض ہے۔

اس پریشانی کے بعد جو کچھ ہوا وہ استقلال دفاع کا حیرت انگیز منظر ہے اور ملت کیلئے عین تاریخ میں استقلال دفاع کی سنت جاریہ ہے۔ مشہور ہو گیا کہ حضور صلعم شہید ہو گئے۔ ابن نضر نے یہ کہا کہ اب ہم زندہ رہ کر کیا کرینگے۔ اور فوج میں گھسے اور لڑ کر شہید ہو گئے آپ کی لاش پر اسی سے زیادہ زخم تھے۔

کعب ابن مالک نے حضور صلعم کو پہچان کر مسلمانوں کو آواز دی۔ کہ حضور تو یہ ہیں۔ جاں نثار اس طرف لپکے۔ کفار بھی اس طرف بڑھے۔ صحابہ کی جان نثاری سے کفار کا ہجوم منتشر اور پراگندہ ہو ہو کر رہ جاتا تھا۔

اسی اثنا میں حضور صلعم نے فرمایا۔ کون مجھ پر جان دیگا۔ زیاد ابن سکن انصاری پانچ ساتھیوں سمیت بڑھے اور ایک ایک کر کے جان دیدی۔ حضور صلعم کے چہرۂ مبارک کو زخم پہنچا اور ابو دجانہ نے اپنی پشت مبارک حضور صلعم کے روبرو تیروں کے لئے سپر بنادی اور طلحہ نے تلواروں کے وار ہاتھوں پر روکے اور ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔

رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون ۝ اے پروردگار میری قوم کو بخش دے تحقیق وہ نہیں جانتے۔
محور افکار و اعمال کی حفاظت جو فعالی اور انفعالی تعلق کا فطری تقاضا ہے۔ ضبط ملی اور عسکری کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اس اول المسلمین صلعم کی اس موقعہ پر دعا بنی نوع کے نفوس میں تمکین عدل کی تمنا ہے۔ اور عہد فطری کی ایفا میں استقلال ہے۔ اور وضاحت مقصد ہے۔ جو مدعائے بعثت ہے۔ اور نبی برحق کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے۔ اور اسی مقصد کے لئے خلافت الٰہیہ کی شمشیر حرکت کرتی ہے اور اس تمام شدت بری کا مدعا مقصود ہے۔ اور اس پر امت وسط اول المسلمین صلعم کی دلیل وراثت سے مامور ہے۔ اس موقعہ پر خاتونان اسلام نے بھی مسلم زخمیوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی اور یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ دفاع میں تمام ملت کو مکمل عسکر ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ حیات ملی ہی ہر گونہ عادل حیات کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ البتہ ان کے فرائض تشخیص نفسیات اور جنسیت اور کوائف کے ساتھ اس طرح منقسم کر دیئے جائیں کہ وہ ان کو باحسن الوجوہ انجام دے سکیں اور کیفی یا منفی مفرط اندیشہ لاحق نہ ہو۔

زاں بعد حضور صلعم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان فوج لیکر پہاڑی کی طرف بڑھا۔ حضرت عمر اور صحابہ نے سنگ باری سے ان کو واپس کر دیا۔ چنانچہ اس نے سامنے کی پہاڑی سے چڑھ کر پکارا یہاں محمد ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام لیا۔ حضور صلعم نے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ تو پکار کر بولا۔ سب مارے گئے۔ پھر حضرت عمر نے جواب میں فرمایا۔ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔ پھر اس نے کہا۔ اعل ھبل (اے ہبل تو اونچا رہ)

صحابہ نے حضور کے حکم سے جواب میں آواز دی۔ اللہ اعلیٰ و اجل (اللہ اونچا اور بڑا ہے) پھر ابوسفیان نے کہا۔ لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم (ہمارے پاس عزا ہے تمہارے پاس نہیں) صحابہ نے جواب میں کہا۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔

حضور صلعم کے حکم سے صحابہ کی ابتدا خاموشی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ دشمن کا علم کے باوجود پکارنا شر انگیزی کے لئے تھا۔ اور جب دشمن ایسا رویہ اختیار کرے تو ایسا خاموش طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے جو اس فساد انگیزی کو ہوا نہ دے سکے۔ مگر جب دشمن مقصد عدل پر کسی حیثیت سے

حملہ آور ہو تو اسے خاموش کر دینا چاہیئے۔
معرکہ کارزار کا فیصلہ ان الفاظ پر قرار پاتا ہے جنہیں آخری تمکین حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب دشمن غلط کو ایسے مواقع پر اپنے الفاظ کی قوت سے قائم کرنا چاہیئے۔ تو مسلم عادل اپنی شوکت عدل کے ساتھ علی الاعلان اس سے انکار کر دے۔ ایسے مواقع پر خاموشی مقصود فکر و عمل (عدل) کی حیثیت متمکنہ کو ضعیف کر دیتی ہے۔ اور مسلم کا آخری اعلان اس کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے استحقاق فضل کی تمکین جاریہ ہے۔
پس جب دونوں فوجیں میدان سے الگ ہوئیں تو باوجودیکہ مسلمان زخموں سے چور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کون دشمن کا تعاقب کریگا۔ فوراً ایک معتد بہ جماعت اس مقصد کے لئے تیار ہو گئی۔ ابوسفیان احد سے روانہ ہو کر جب مقام روحاء پر پہنچا تو اسے خیال ہوا کہ کام ناتمام رہ گیا ہے۔ پس وہ لوٹا۔ ادھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تعاقب کے لئے روانہ ہو چکے تھے یہ معلوم ہونے پر وہ واپس ہو گیا۔
یہ نفس عداوت کی تشخیص سے استقلال دفاع ہے جو قوت کی حیات اجتماعی کو انجام کار محفوظ کر لیتا ہے۔ اور دشمن کو اپنے مقاصد میں ناکام کر دیتا ہے۔
الحاصل اول المسلمین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک نے افراد عسکر کی شدید لغزش سے پیدا شدہ اضطراب انگیز اور ہلاکت آفریں شدائد کو بکمال اطمینان برداشت فرماتے ہوئے ذہن مبارک میں متعلقات ماحولیہ کو محفوظ فرما کر ان کی ترتیب سے بہ کامل صرف توجہ استقصائے جزئیات کے ساتھ فیصلہ، استقلال دفاع اور اعلان حقیقت سے استحکام فضل کی تمکین جاریہ میں ہر گونہ اعتدال کو ملحوظ فرما کر ملت اسلامیہ کی عزت عدل کو متمکن فرمایا۔
یہ ملت اسلامیہ کے نازک مراحل پر استقلال دفاع اور اعلان فضل کی سنت قاہرہ ہے۔

غزوۂ احزاب

شدّتِ دفاع

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب)

جماعت اتحاد افکار سے متحقق ہوتی ہے۔ جو اتحاد عمل کی بنیاد ہے۔ اور اس کا اتحاد فکری صرف وہ ہے جسے نفوس افراد جماعت کا شعور اپنے فطری رجوع کا متحدہ نقطۂ مقصود قرار دیتا ہی مرجع فطرت قائم بالقسط عزوجل ہے۔ اور نفس انسانی اگر فرط سے متاثر نہ ہو تو اس عدل کے تقاضاؤں سے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ بالیقین اپنے مرجع فطری کی طرف بخود رجوع کریگا۔ مگر ایک جماعت جب دور عدل کے بعد اختلاط کی طرف جھکتی ہوئی ایک نقطۂ فرط پر جمع ہو جاتی ہے تو اس کی نسلوں میں بالعموم وہ فرط شعور نفوس کا مرجع فطری قرار پاتا ہے۔ کیونکہ نفس انسانی کی انفعالی کیفیت[1] ہر گونہ اثر انگیزی کو قبول کر سکتی ہے یہی وہ استعداد ہے۔ جو نور کا مبداء کشف ہے۔ اور انوار الٰہی کو انفعالی حیثیت کے ساتھ قبول کرتی ہے۔ گویا وہ انفعالی کیفیت مطلق استعداد قبول ہے۔ اور جو اثر اسے ابتداءً احاطہ کر لیتا ہے۔ اسے ایک گونہ فطری حیثیت حاصل ہو جاتی ہے جسمیں تغیر تغیر فطرت ہے فرط اسی قوت سے عدل کے ساتھ مزاحم ہوتا ہے۔

الحاصل افراد جماعت میں اتحاد فکری سے مقصود مرجع شعور یا مرجع فطرت کے تعین میں اتحاد افکار ہے۔ ملکی یا معیشی اسباب میں شرکت کو اتحاد افکار قرار نہیں دیا جا سکتا وہ شرکت ایک گونہ تجارتی معاہدات کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ان تمام گروہوں کا وجود جو ملکی یا معیشی اسباب میں اور سکونت ارضی میں مشترک ہیں۔ ملت کے ساتھ اختلاف فکری کی وجہ سے حیات ملی کے لئے سخت خطرناک ہے۔ پس ان کے معاہدات کے ذریعہ حالات کی وضاحت کر لینی چاہیئے معاہدہ اختلاف افکار کی ہر نہج کو واضح کرتا ہوا۔ اگر اس کی توثیق عملی ہو تو خطرات سے بچا سکتا ہے کیونکہ وہ مناہج اعمال کو الگ الگ متعین کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ مفرط گروہ عمل سے ان معاہدات

[1] ابتدائے عنوان حکمت مطالعہ فرمائیں ۱۲

میں اعتماد پیدا نہ کر سکیں - اور یہی ان کے فرط فکری سے متوقع ہے - اور نقض عہد کے ساتھ ان کی نہج عمل معاندانہ اور خطرناک صورت اختیار کر لے جو اتمام حجت ہے - تو کثافت ارضی اور لطافت علوی سے ممتزجہ فطرت نفس ان کے ملت وسط کے ساتھ معیشی اشتراک کو ناجائز قرار دیتی ہے کیونکہ اس کے افراد میں جو اساطین ہیں لطافت و کثافت کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے عدل متحقق ہو چکا ہے۔ اس لئے ملت کی فطرت عادل کا تقاضا ہے۔ کہ فرط اس کی عزت عدل میں اپنی حیثیت کو گم کر دے۔

رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم جب کہ معظمہ سے ہجرت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے تو انہی دنوں حضور صلعم نے یہود کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ کہ ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا - اور ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور اعدا کے مقابلہ میں دونوں فریق باہم متحد ہونگے۔ مگر انہوں نے بدعہدی کی (تفصیل کتب سیر میں ملاحظہ فرمائیں) چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاندانہ رویہ اور نقض عہد کی وجہ سے قبل احزاب ۲ سنہ ہجری میں یہود بنو قینقاع اور ۴ سنہ ہجری میں بنو نظیر کے قلعوں کا محاصرہ فرمایا۔ پندرہ دن محاصرہ کے بعد بنو قینقاع اس امر پر راضی ہو گئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ کریں۔ انہیں منظور ہو گا۔ چنانچہ ان کے حلیف عبداللہ ابن ابی سلول کی درخواست پر کہ وہ جلاوطن کر دیئے جائیں انہیں مدینہ منورہ سے خارج کر دیا گیا۔ بنو نضیر کے سامنے بھی یہ مثال موجود تھی۔ وہ بھی اس حیثیت کے ساتھ شہر بدر کر دیے گئے۔ کہ جس قدر مال و اسباب اونٹوں پر لے جا سکیں اٹھا لیں اور مدینہ سے نکل جائیں۔ بنو نظیر کے رؤسا سلام ابن ابی الحقیق اور کنانہ ابن لربیع اور حی ابن اخطب وغیرہ خیبر میں چلے گئے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں اپنا رئیس تسلیم کر لیا۔ یہاں یہ ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ یہود سے بنی قریظہ نے حضور صلعم کی درخواست پر معاہدہ کی تجدید کر لی۔ چنانچہ ان سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا۔

ان لوگوں نے خیبر پہنچ کر بہت بڑی سازش شروع کی کہ معظمہ گئے قریش کو ابھارا کہ ہم مل کر اسلام کو مٹا دیں۔ اور وہ ہمیشہ سے اس کے لئے تیار تھے غطفان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ خیبر کا نصف محاصل وہ ہمیشہ ان کو دیا کرینگے وہ بھی ساتھ ہو گئے اور وہ پہلے سے بھی اس کے لئے تیار تھے - ان تینوں کے حامی قبائل نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ چنانچہ کم و بیش چوبیس ہزار کا لشکر جرار پانچ ہجری میں مدینہ منورہ

جانب بڑھا۔

یہ حالات کا تدریجی ارتقا تھا۔ قریش جانتے تھے کہ احد میں جو کچھ ہوا وہ افراد عسکر کی ایک لغزش کا نتیجہ تھا۔ ورنہ قوت کے لحاظ سے وہ ملت اسلامیہ کے دست عسکری کی طاقت بدر میں اور اس ہنگامی انتشار کے علاوہ احد میں بھی دیکھ چکے تھے۔ اس لئے ان کا اسلام کے مقابلہ میں وسیع پھیلاؤ کے ساتھ حملہ آور ہونا نفس عداوت کی ارتقائی شکل و صورت تھی اور یہود بنی نضیر و بنی قینقاع کا فساد ہر حال میں ضرور بڑھتا۔ ان کے نقض عہد اور عداوت کے اعلان نمایاں کے بعد ان کا مدینہ منورہ میں موجود رہنا ان حالات کی نسبت زیادہ خطرناک ہوتا جو غزوۂ احزاب کی صورت میں ان کے اتحاد قریش سے پیش آئے۔ وہ خطرناک گروہ جنہیں ملت کے ساتھ ملکی یا معیشی اشتراک ہوتا ہے جب ان کا نقض عہد اور ان کی دشمنی علی الاعلان متحقق ہو جاتی ہے۔ تو اس ملک میں ان کے موجود رہنے سے بنیادی خطرہ کے ساتھ جس کا تعلق اجتماع ملی کی مرکزیت سے ہے۔ ان اسباب معیشت میں ان کا اشتراک جن کی بنیادوں پر اسباب دفاع کا اجتماع متحقق ہوتا ہے۔ اور دستور دفاع تشکیل پاتا ہے۔ اور داخلی نظم و ضبط میں استمرار شدت قائم رہتا ہے۔ قصر دفاع میں رخنہ اور خلل پیدا کر دیتا ہے۔ اور بیرونی اعدا کے ساتھ ملت اسلامیہ کی عداوت میں ان کے اتحاد فکری کے سبب جو دلیل خطر کے ساتھ ان میں باہم متحقق ہو جاتا ہے۔ گویا اپنے ملک میں ان کا وجود حملہ آور اعدا کے مستقلاً وجود کا مترادف ہے اور یہ زیادہ خطرناک صورت حال ہے

پس جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لشکر عظیم کا حال معلوم ہوا۔ تو صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی نے رائے دی کہ کھلے میدان میں جنگ مناسب نہیں ایک محفوظ مقام میں لشکر جمع کر لیا جائے۔ اور گرد خندق کھود دی جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ مدینہ منورہ کے تین جانب نخلستان اور مکانات فصیل کا کام دیتے تھے۔ صرف ایک طرف کھلی تھی۔ چنانچہ اس طرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کی معیت میں شہر سے باہر تشریف لائے۔ اور خندق کی کھدائی شروع کر دی گئی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ مٹی کے پھینکنے میں شریک تھے۔

افراد ملت کا باہم شخصی اور معیشتی ماحول چونکہ مختلف ہوتا ہے اور وسعت ملی تمام روئے ارض کو محیط ہے۔ اس لئے ان کا شعور امور اور معاملات میں مختلف کوائف کے ساتھ تداول کرتا ہے۔ اور عنصریات میں اس کے مناہج تداول کی مختلف کیفیتیں ان کے شعور کے لئے اپنی اپنی نوعیتوں

کے ساتھ استقلال کا موجب ہوتی ہیں۔ اور ملت کو مجموعی طور پر پیش آنے والی مہمات میں چونکہ اقوامِ عالم کے نفوس افراد اور نفوس اقوام کے ہر گونہ شعور سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے افرادِ ملت کا مجموعی شعوری اتحاد فتح اور کامرانی کے مناہج کو واضح کر دیتا ہے۔ اس لئے ایسے دفاعی حالات میں جبکہ دول کثیر نقطۂ فرط پر متحد ہو کر نبرد آزما ہوں۔ تو ان افرادِ ملت کے شعور کو شوریٰ سے نقطۂ دفاع پر متحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اپنے اپنے معیشی اور منزلی اور ملکی ماحول کی مختلف مناہج میں تداول سے سرعت اور استقلال حاصل کر چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی کا مشورہ دفاعِ ملی کے لئے بنیادی حیثیت سے سود مند ہوا۔

قائد اور لشکری کے درمیان سے عنصری امتیازات کا اٹھ جانا ان اشتنباہات کو مٹا دیتا ہے۔ جو کثافتی رجحانات اور فساد کے آئینہ دار ہیں۔ سطحِ ارض پر ملت وسط کو دلیل امر بالعدل سے فضل اور برتری کے جائز استحقاق کی یہی حقیقت ہے کہ وہ سراپا عدل ہے اور کثافتی رجحانات یعنی اوزان نفوس میں ایک جانب کے جھکاؤ سے پاک ہے۔ اور اس کا نفس ملت اور نفوس افراد استکبار فی الارض سے مطہر اور پاکیزہ ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ — یہ دار آخرہ ہم ان لوگوں کے لئے کریں گے جو زمین میں علو نہیں چاہتے اور نہ فساد اور انجام متقین کیلئے ہے (قصص)

نفس ناطقہ میں خواہش علو اور فساد اسی فرط کا نتیجہ ہے جس میں شعور علوی عنصریات کے لئے اپنا عمل مخصوص کرتے ہوئے اس کے استعمال مفرط سے اپنی علوی حیثیت کو گم کر دیتا ہے۔ گویا وہ عنصری حوائج کی ایفا میں روح علوی کا بہاؤ ہے اور ارضیات میں اس علو کی تمکین ہے جس کا مرجع فطری ذات اللہ عزوجل قائم بالقسط ہے۔ گویا وہ فرط اور فساد ہے۔ اور قوت نظری کی نا راستی اور قوت عملی کا غیر فطری استعمال ہے کہ افعال و اعمال میں فرط اور وحشت اس کا لابدی نتیجہ ہے۔

پس حضور صلعم کا صحابہ کے ساتھ ایسا عمل جو عنصری امتیازات سے پاک اور مطہر تھا۔ امر کی حیثیت عدل کی وضاحت ہے۔ جو قائم بالقسط ملت اسلامیہ کے عدل فطری کے تقاضاؤں کی مطابقت سے استحکام ملی کا موجب ہے۔

نیز بنی نوع انسان کا قصرِ تخلیق عدل کی بنیادوں پر استوار ہے۔ اس لئے اس کی فطری استعداد کے سبب جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ خواہ اس کی ایک حیثیت محجوب ہو۔ مگر اس کا وجود موجود ضرور رہتا ہے۔ اس لئے عادل قول و فعل اُن کے نفوس میں اثر کرتا ہے۔ اور عدل کی جانب غیر محسوس طور پر جھکا دیتا ہے۔ اور یہ بنی نوع کے ساتھ عہد فطری کی ایفا ہے۔ جو نفوس فعال کے لئے اُن کے فطری تقاضا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ملتِ اسلامیہ کا نفس فعال قوت عدل سے ضرور کشافتی رجحانات کے آثار و شواہد کو مٹا دیتا ہے۔ جو تمکین عدل کے جادۂ مستقیم میں پرخطر موانع کی حیثیت سے موجود رہتے ہیں۔

خندق تیار ہو گئی سلع کی پہاڑی پشت پر رکھکر صف آرائی کی گئی۔ مستورات شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دی گئیں۔ اور یہود قریظہ کے خطرہ کے پیش نظر دو سو آدمیوں پر مشتمل ایک عسکری دستہ اس طرف مقرر کر دیا گیا۔

حضور صلعم کو معلوم ہوا کہ یہود قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ تو آپ نے سعد ابن عبادہ رئیس خزرج اور سعد ابن معاذ رئیس اوس کو تحقیقِ حال کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ اگر واقعی ایسا ہو تو مبہم الفاظ میں اس خبر کو بیان کیا جائے۔

قدرتی حصار سے فائدہ اٹھانا اس جانب کو دشمن کی تگ و تاخت کے اندیشہ سے حسب کو الف محفوظ کر دیتا ہے۔

مستورات کی حفاظت کا خاص طور پر اہتمام اور داخلی پرخطر گروہوں کی حرکات و سکنات کی دیکھ بھال اور اُن کے خطرات کا علاج حفظ آبرو اور نظم و نسق کی ایک مستقل شق ہے۔ اور افراد عسکر کے قلوب کی جمعیت کا موجب ہے۔ جیسے میدان دفاع میں اساسی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہ عزت عدل کا تحفظ ہے۔ اور امیر چونکہ خطرات کا سدِ باب کر سکتا ہے۔ اس لئے خطرات کے بحیثیت خبر منتشر ہونے کی نسبت اُن کا دفعیہ اور عسکر اور ملک کا محفوظ کر لینا افراد عسکر کی جمعیت قلوب کے تسلسل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اور عسکر کی توجہ صرف ایک طرف دفاع اور مقاتلہ کی جانب مبذول رہتی ہے۔ اور جنگ چونکہ افراد ملت کی حیات کے لئے فیصل حیثیت رکھتا ہے اس لئے فیصلۂ حیات میں ادراک و تحریک یعنی حیات کے اجزائے ترکیب کی توجہ منقسم نہیں ہونی چاہیئے۔

اسی مصلحت کے پیش نظر حضور صلعم نے سعدین کو اطلاع رسانی میں ابہام خبر کا حکم فرمایا نیز مفسد داخلی گروہوں کے خطرات حملہ کی جوانب کو اس عسکرِ دفاع کے علاوہ جو خارجی دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ ایک الگ مستقل عسکری حیثیت کے ساتھ محفوظ کر لینا چاہیئے۔ تاکہ بیرونی دشمن سے مقابلہ کی اثنا میں وہ اگر انتشار پیدا کرنا چاہیں تو اس عسکرِ دفاع کی مستقل حیثیت پر کچھ پریشاں اثر مرتب نہ ہو۔ نیز خطرناک حالات کی اطلاع یابی کے ذرائع میں ایسی قوت موجود ہونی چاہیئے۔ کہ دشمن بدعہد ان پر حملہ کی جرأت نہ کر سکے۔ چنانچہ سعدین کا اس مقصد کے لئے تعین اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔

تقریباً ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ اس سختی سے قائم رہا کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام پر تین تین فاقے گذر گئے۔ محاصرہ کی سختی کو دیکھ کر حضور صلعم نے سعد ابن عبادہ رئیس خزرج اور سعد ابن معاذ رئیس اوس کو بلا کر مشورہ فرمایا۔ کہ غطفان سے اس شرط پر معاہدہ کر لیا جائے کہ انہیں مدینہ کی آمدنی کا ایک ثلث دیدیا جائیگا۔ دونوں نے عرض کی کہ اگر وحی الٰہی ہے۔ تو ہم انکار نہیں کر سکتے اور اگر حضور کی رائے ہے تو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کفر کی حالت میں کسی شخص کو ہم سے خراج مانگنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور آج تو ہمارا پایہ اسلام نے بلند کر دیا ہے۔

ایسے نازک مواقع پر معاون گروہ کے متعلق کچھ ایسا گمان ممکن ہو کہ ان کے افکار ان حالات شدیدہ میں کسی ایسے مخرج کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ جو اس شدت تکلیف میں کچھ موجب کشائش ہے۔ تو شدت استقلال میں ثبات کے لئے نقطۂ نگاہ کی ہم آہنگی اور دفاع میں ان کے اتحاد فکری کی وضاحت ان کے ایسے ذی اثر نمائندوں کے ذریعہ کر لینی چاہیئے۔ جو اس تمام گروہ کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہوں اور دفاع میں ان کے افکار پر انہیں اقتدار حاصل ہو پس تشخیص نفس اور تجزیۂ حالات کے ساتھ امیر ملت یا قائد لشکر کی ایسی معلومہ نہج گفتگو کے ذریعہ جیسے حضور صلعم نے سعدین سے فرمائی۔ جب ان کا شعور اور اعتراف شدت استقلال کا خود از سر نو فیصلہ دیگا۔ تو گویا انفعالی تعلق تجدید نو کے ساتھ امیر کے نفس فعال سے غایات قبول کے ہمراہ الحاق میں مزید استحکام کے ساتھ ضعف کے امکان کو مطلقاً ختم کر دیگا

محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے۔ آنحضرت

صلعم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں متعین فرمائیں جو ان کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ اور ایک حصہ آپ کے اہتمام میں تھا۔ بالآخر محاصرین نے حملۂ عام کا فیصلہ کیا۔ ایک جگہ سے خندق کا عرض کچھ کم تھا۔ چند سرداران قریش نے گھوڑوں کو مہمیز کیا اور خندق عبور کر گئے۔ عمر ابن عبدود جو ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ اس نے عرب کے دستور کے مطابق آواز دی کہ کون مجھ سے لڑیگا۔ حضرت علی رضہ نے اُٹھکر کہا کہ میں۔ آنحضرت نے روکا اور فرمایا کہ یہ عمر ابن عبدود ہے۔ حضرت علی بیٹھ گئے۔ دوسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا تیسری مرتبہ پھر اس نے پکارا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُٹھکر جواب دیا کہ میں اور حضور صلعم نے فرمایا کہ یہ عمر ابن عبدود ہے۔ حضرت علی رضہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی کہ ہاں میں جانتا ہوں یہ عمر ابن عبدود ہے۔ چنانچہ آپ نے اجازت دی خود اپنے دست مبارک سے تلوار عنایت فرمائی۔ اور عمامہ سر پر باندھا۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست غالب سے وہ مارا گیا۔

دشمن کی تعداد جو بیس ہزار سے زیادہ تھی اور صحابہ کرام کی تعداد مقابلۃً تین ہزار تھی۔ جب دشمن کی تعداد اور اسلحۂ جنگ میں بہت زیادہ کثرت و وسعت ہو تو دفاع میں ایسا محفوظ طریق اختیار کرنا چاہیئے جسمیں دشمن کی بیشتر قوتِ حملہ اُن اسباب حائلہ میں مصروف ہو جائے کہ انہیں جارح اور دافع کے درمیان دفاعی حیثیت حاصل ہے اور ایسے حالات میں قائد اعلیٰ کو قیادت کے فرائض کلی اور جزئی حیثیت کے ساتھ انجام دینے چاہئیں تاکہ قواد لشکر کے لئے اس کا جزئی لائحۂ عمل اسوۂ استقلال ہو اور کلی طور پر اس کا تصرف اپنی مستقل اور نفاذ حیثیت کے ساتھ موجب شدت دفاع ہو نیز جن افراد عسکر کی قوی دشمن سے مقابلہ کی شدت مخصوص طور پر براہ راست قائم ہو جائے قائد اعلیٰ کے لئے ضروری ہے کہ ان کے نفوس میں عزم کو استقلال انگیز محرکات سے راسخ کردے۔ اور وہ ایسا لائحۂ عمل ہے جس سے اُن کا شعور استقلال دفاع میں شدت کا خود فیصلہ کرے۔ اور ان کا اعتراف اس کا مصدق ہو[۱]۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گفتگوئے معلومہ میں یہی مقصد پنہاں تھا۔

غزوہ احزاب شدت دفاع کا ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے شکمہائے مبارک پر شدت فاقہ سے پتھر بندھے تھے۔ نزاکت پر نزاکت بڑھتی جاتی تھی۔ یہ اس

[۱] قائد اعلیٰ جب اپنے زیر قیادت قواد لشکر کو مہمات عظیمہ سپرد کرے تو یہی لائحۂ عمل اس کے لئے دلیل راہ ہے۔

حقیقت علیہ کی طرف اشارہ ہے کہ بمطابق فرمان ربانی

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَمْوَالَھُمْ وَاَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط (التوبہ)

اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے مال اور جان جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔

مومن کو جہد عظیم اور مقاتلہ اور سرما اور گرما اور سال میں شدت فاقہ اور پیاس اور اس میں ہلاکت سے قریب کر دینے والی زیادتی کو قبول کرتے ہوئے اور برداشت کرتے ہوئے اس عہد کے ایفا کی معیار امتحان پر اپنی صداقت یا عدل کے ثبوت کو مستحکم کر دینا چاہیئے۔ جو اس نے مستخلف عزوجل کے ساتھ استوار کیا ہے۔ جس نے اس ملت اسلامیہ کے ساتھ استخلاف فی الارض کا وعدہ فرما کر تمام روئے عالم پر اسے فضل اور برتری اور امامت کا حق عطا کر دیا ہے۔

اس وعدۂ بزرگ کی ایفائے کے لئے مومن کے اس عہد کی ایفا کا امتحان فطرت وعدہ کا لابدی تقاضا ہے جو اس کے لئے امامت عالم کے تحقق پر شہادت اور دلیل ہو۔

وہ اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلا مصداق آیۂ استخلاف تھا۔ جس نے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے مضمون بزرگ کو جو حیثیت خلائف الارض اور استخلاف فی الارض کا جامع ہے۔ زمین میں تمکین دی اور یہی اعلائے کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کی پہلی تکمیل ایفا ہے

یہ غزوہ شدت دفاع سے معیار امتحان پر صداقت و اعتماد کے تحقق رسوخ کا نتیجہ ہے۔ پس اللہ عزوجل نے افواج غیب سے اس اول المسلمین صلعم کی مدد کی اور کفار محاصرہ اٹھا کر ناکام رخصت ہو گئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا (احزاب)

اے مومنین اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب کہ تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھیں۔

اور یہ ملت اسلامیہ کی طرف نصرت الٰہی کا پیغام جاریہ ہے۔ کہ اس اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں سطح ارض پر جب وعدۂ استخلاف کا تحقق ہو۔ تو

روئے عالم کی متحدہ اہل فتن اور مفرط جماعتوں کے مقابلہ اور مقاتلہ میں ملت اسلامیہ شدت دفاع کے استقلال انگیز مظاہرہ سے امداد ربانی کے ہمراہ موانع مفرط کو جادۂ تمکین عدل سے ہٹاتی ہوئی دین حق یا عدل کو سطح ارض پر ضرور ممکن کر دے گی

غزوہ بنو قریظہ

تحکیم بین الدول

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ (مائدہ)

غزوۂ احزاب میں یہود قریظہ نے بدعہدی کی اور عین اس وقت جبکہ قریش اور قبائل عرب اور یہود بنو نظیر وغیرہ کا متحدہ لشکر جرار مدینہ منورہ کی جانب بڑھا تو انہوں نے حی ابن اخطب نظیری کی تحریک سے اس معاہدہ کو توڑ دیا جس کی وہ متصل قریب میں پہلے سے تجدید کر چکے تھے اور دشمن کے لشکر میں شامل ہو گئے اور اس ہنگامہ میں قلعۂ مستورات پر حملہ کرنا چاہا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ نے احزاب سے فارغ ہو کر حکم دیا کہ عسکر اسلامیہ ابھی ہتھیار نہ کھولے اور قریظہ کی جانب بڑھنے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے علانیہ حضور صلعم کو گالیاں دیں۔ غرض اُن کا محاصرہ کیا گیا۔ اور ایک ماہ تک ان کا محاصرہ قائم رہا۔ بالآخر انہوں نے درخواست پیش کی کہ ان کے حلیف سعد ابن معاذ جو فیصلہ کرینگے وہ انہیں منظور ہے۔

سعد نے فیصلہ دیا۔ کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور بچے اور عورتیں قید کر لی جائیں اور مال و اسباب کو غنیمت قرار دیا جائے اور یہ توراۃ کے مطابق تھا۔ چنانچہ بمطابق صحاح قریظہ کے چار صد نفوس قتل کر دیئے گئے۔ یہاں مزید یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ حی ابن اخطب جسے غزوۂ احزاب کی تحریک میں بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ اس نے جلاوطنی کے وقت خدا کی شہادت کے ساتھ حضور صلعم سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آنحضرت صلعم کی

مخالفت پر کسی کو مدد نہ دیگا۔ پھر اس نے کیا جو کچھ کیا اور وہ ظاہر ہے۔ پھر اس نے غزوۂ احزاب میں بنو قریظہ سے یہ عہد کیا کہ اگر قریش چلے گئے۔ تو وہ خیبر کو چھوڑ کر تمہارے پاس آرہیگا۔ چنانچہ اس عہد کے مطابق بنو قریظہ احزاب کے اس سبب محرک کو جس نے عرب میں فساد کا طوفان بپا کر دیا تھا۔ مدینہ منورہ میں اپنے ساتھ لائے۔ وہ بھی اس فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ مقتل میں اس نے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم مجھے اس کا افسوس نہیں ہے۔ کہ میں نے کیوں تیری عداوت کی لیکن بات یہ ہے۔ کہ جو شخص اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے

پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ لوگو خدا کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ ایک حکم الٰہی تھا۔ نوشتہ تھا۔ سزا تھی۔ جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھی تھی۔

امور اور مہمات میں عدل کے معنی یہ ہیں کہ ہر دو جوانب میں قسطاس فیصلہ مستقیم ہو۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (بدلہ میں زندگی ہے) میں یہی استقامت وزن مقصود ہے۔ ظلم اور انظلام ہر دو افراط و تفریط ہیں اور عدل کی اضداد ہیں جو کارگاہ حیات میں عزت عدل کی موت ہے۔ جس کی اساس پر قصر نفس انسانی تعمیر کیا گیا ہے۔ اور چونکہ اجتماع نفوس سے جماعت ترتیب پاتی ہے۔ اس لئے عزت عدل کی موت فرد اور جماعت دونوں کی موت ہے۔ پس قتل حق۔ اجرائے حدود وغیرہ وغیرہ کائنات انسانی کی حیات ہے۔ کیونکہ یہ اساس حیات یعنی عزت عدل کی زندگی ہے کہ وہ ظلم یا فساد کا سدباب ہے۔ جو اوزان نفوس کی ناراستی یا فرط کا نتیجۂ منتشرہ ہے۔

مگر عدل کا فطری استحقاق صرف اس فیصل عادل کو پہنچتا ہے۔ جس کے وزن نفس میں اس کے ہر دو جوانب یعنی لطافت و کثافت اپنے تقاضاؤں کی ایفائے عادل سے منکشف اور مستقیم ہو کر قسطاس تنصیف و تقسیط پر معتدل اور راست ہوں۔ اسی کا دست عدل امور اور مہمات میں قسطاس فیصلہ کو مستقیم رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ قوت استقامت صرف اسے ہی حاصل ہے۔ اور وہ صرف ملت اسلامیہ کا فرد عادل ہے۔ جو دستور عدل کا حامل ہے۔ اور نفس ناطقہ کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل کے اسرار یعنی دستور عدل میں اصول استغراق سے واقف ہے۔

اور اسمیں مستغرق ہوکر عدل اس کے نفس ناطقہ میں متحقق ہے۔ اور اس کے پائندہ استحقاق پر دستور عدل کا ملت اسلامیہ میں اجرائے مسلسل اور میزان العدل کا نصب مستقل شہادت جاریہ ہے۔ جو ان حقائق پر قدرت کا استحقاق ہے جن سے وہ مرکب ہے مرکونکہ دگانہ حقائق کی ترکیب اساس عدل ہے۔ اور وہ اس کے تقاضا کی ایفا یعنی تحقق عدل سے اپنے لئے استحقاق قدرت کی دلیل روشن قائم کرلیتا ہے۔ گویا من جملۂ حقائق ارضیہ اُن تمام اسباب پر جو روح اجتماع اور روان قوت ہیں جن سے اجتماع متحقق ہوتا ہے۔ اسے ہی قدرت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ یعنی شمشیر کا جائز وارث صرف ملت اسلامیہ کا فرد عادل ہے۔ جو سطح ارض پر صرف ایک جائز اور حق اجتماع ملی کے جادۂ عدل سے موانع کو ہٹاتا ہوا اور عزت عدل کے روبرو دول کو جھکاتا ہوا اور اجتماع ملی کو مشارق و مغارب ارض تک وسیع کرتا ہوا سطح ارض پر غالب و قاہر ہو جاتا ہے۔ جو تحکیم بین الدول کے اس فطری استحقاق کے حصول پر دلیل قاطع ہے۔ جو صرف مسلم عادل کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ کہ وہ وارث کتاب یعنی دستور عدل ہے اور صاحب میزان العدل ہے۔ اور اسی لئے اس کی شمشیر تمکین عدل کے لئے متحرک ہوتی ہے۔ اور اس کے نفس ناطقہ میں دستور عدل کی نورانی معنویت متحقق ہو چکی ہے اور اس کی فطرت عدل کا نور آیات تعدیل کی نورانیت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ جو آیہ ذیل میں کُونُوا سے مقصود ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ	اے مومنین اللہ کیلئے شاہد ہو جاؤ۔ قائم بالعدل ہوکر اور
شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ	کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر پر آمادہ نہ کردے کہ تم عدل نہ
قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (الآیۃ)	کرو عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

چنانچہ سعد ابن معاذ کے فیصلۂ قریظہ کے متعلق مندرجۂ ذیل حدیث نبوی اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے۔ کہ بنی قریظہ نے سعد ابن معاذ کے حکم تحیکم فیصلہ پر رضامندی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد کے پاس بھیجا۔ سعد اپنے گدھے پر سوار ہوکر تشریف لائے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے۔ تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر آپ نے سعد سے فرمایا۔ یہ لوگ (قریظہ) تیرے حکم پر رضامند ہیں۔ سعد نے جواب دیا ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد قید کرلی جائے۔ تو حضور ص نے فرمایا۔

معاہدۂ حدیبیہ

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (فتح)

معاہدۂ بین الدول

نوعِ انسانی کی وحدتِ اصل اس حقیقتِ عظمیٰ پر شہادت ہے۔ کہ تمام عالم کو جماعتِ واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اساس تخلیقِ انسانی پر مکمل قصرِ انسانیت ہو۔ یعنی تہذیبِ اخلاق اور تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن اور بین الدول میں قائم بالقسط ہو۔ اور وہ ملتِ اسلامیہ ہے۔ اور یہی وحدتِ اصل وحدتِ امارت پر دلیلِ قاطع ہے۔ اور امیرِ واحد اولی الامر اول ملتِ اسلامیہ کا نفسِ فعال اول المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جسے تمام عالم پر فضل اور برتری کے لیئے مستخلف عزوجل نے منتخب کر لیا ہے۔ اور اس کی پیروی میں فوریت استخلاف فی الارض اسی حقیقتِ وحدت و فعالیہ کی شرح تابندہ ہے۔ پس یہی وحدتِ اصل وحدتِ ملی اور وحدتِ امارت کی شہادت کے ساتھ جملہ عالم کے لئے وحدتِ مسجد کا تقاضا کرتی ہے۔ اور وہ تمام سطحِ ارض ہے جو ملتِ اسلامیہ کے نفسِ فعال صلعم کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ اور فعالی اور انفعالی تعلق چونکہ ملت کو نفسِ فعال کے ساتھ متحد قرار دیتا ہے۔ اس لئے تمام تر سطحِ ارض اس ملتِ اسلامیہ متحدہ کی مسجد مقدس ہے۔ اور وحدتِ اصلی مذکورہ مستحکم شہادات کے ساتھ اس سجدہ گاہِ ارضی کی وحدتِ مرکزیت کا تقاضا کرتی ہے۔ جو جملہ سجود کی شکل و صورت کا تعین ہے۔ اور وہ سب سے پہلی مسجد ہے۔ جو مکۃ اللہ المبارک میں اللہ عزوجل کے حکم سے امام الناس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ پس تمام بنی نوعِ انسان کے لئے اس کی وحدتِ نوعی اپنی تقاضائے ازلی، وحدتِ اجتماعی اور وحدتِ امارت کے ساتھ یہ فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کہ اس مرکزِ ارضی سجدہ گاہِ اول کے ساتھ واحد اور ہمارا اجتماع یعنی ملتِ اسلامیہ کا سجدہ جو اس عزوجل کے لئے خالص ہے امیرِ واحد و فعال صلعم کی پیروی سے تخصیص طریقت میں کمال خصوصیت رکھتا ہو۔ اور یہ اتحاد

عملہ ایک مسجد میں نماز ادا کرتے ہے

خصوصی اُس وقت تحقق پاتا ہے۔ جب نفس ملت کا فکر یا ارادہ جو مبدأ اعمال ہے۔ اور عمل اس نفوذ بہ تخصیص پر متحد ہو جاتا ہے۔ اور وہ عین سجود اس مسجد اول کی جانب توجہ ملی کے لئے وحدت سمت ہے۔ جو نفس جماعت کے اس تقاضا کی ایفا ہے۔ جو وحدت جماعت اور وحدت امارت کے لیے فیصل بالحق ہے۔

پس ملت اسلامیہ کے نفس فعال اول المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام وسعت ارضی کے مرکز اور اس کو احاطہ کر لینے والی واحد ملت وسط اور اس کے نفس فعال (حضور صلعم) کے مرکز توجہ کعبۃ اللہ الحرام کی حیثیت کے کشف و استقلال کا ارادہ فرمایا جو اس صلعم کے فعالی تصرف کے ذریعہ کائنات انسانی اور اس کے ماحول کے فطری تقاضاؤں کی ایفا تھی۔ جو نفس فعال کی فطرت نفاذ کا فطری فعل ہے۔ اور وحدت مرکزیت کے کشف و استقلال سے وحدت جماعت کی حقیقت وعظمت کی وضاحت ہے۔

کعبۃ اللہ الحرام تمام عرب کا مرجع عقیدت تھا۔ اور یہ اس حقیقت پر شہادت ہے۔ کہ عہد ابراہیمی میں جب اس امام حنیف کے فعال تصرف نے اول المسلمین صاحب ملت حنیفہ محمد رسول اللہ صلعم کی مسجد وطہور یعنی روئے ارض کے فطری تقاضا کی ایفا فرماتے ہوئے مرکز معین فرما دیا جو امت وسط کی وسعت سجود و طہر کی وحدت جمعی کو وحدت سمت سے متحقق کرتا ہے۔ تو تدریجی تقاضا سے جوار تقائی و انحطاطی کوائف کے ساتھ تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے اس کے ماحول قریب نے عہد مصطفوی تک اذہان و نفوس میں اس عظمت کے اثر کو قائم رکھا یہی اثر پذیری کعبۃ اللہ الحرام کے ساتھ تمام قبائل عرب کے تعلق میں استحقاق یکسانیت اور شرکت کا موجب ہوئی۔ پس تمام عرب اس کی مسلمہ حقیقت کے پیش نظر بین الدول آئین تحکیم ملت اسلامیہ کے لئے ناطق بالحق ہے۔ کہ اس کے نفس فعال صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مقصد بعثت یعنی فطری حقوق کے ساتھ اور بین القبائل آئین استحقاق کی دلیل سے کعبۃ اللہ الحرام کے مقصد تعمیر ہوا ہے میں ان تمام مراسم عبودیت الٰہی کے بجا لانے سے مکمل کر دینا چاہیے تھا۔ جو اللہ عزوجل نے اپنے گھر میں ادا کرنے کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ چنانچہ ابتداءً اس صلعم نے اس سجدہ گاہ اول سے اعلان بالجہر کے ساتھ حق کی وضاحت فرمائی جسے تاسیس ملت میں اہم مقام حاصل ہے۔ پھر توسیع ملی

علہ ملت کا اس کی طرف رخ کرنا۔

اور اس میں تشدید کے لئے تدریجی منازل طے فرماتے ہوئے چھ ہجری میں چودہ سو صحابہ کے ہمراہ حج کعبۃ اللہ کا قصد فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ ہتھیار نہ باندھے جائیں۔ یہ مرکز سجود و ظہر کی تدریجی کشف و تمکین کا معاہدہ صلح و امن کے ساتھ ایک تدریجی مرحلہ تھا۔ جو فطرت نفس کی تدریجی صلاحیت کے ساتھ مطابقت ہے۔ کہ وہ فردولت میں رفتار اعتدال تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ کائنات انسانی کی تشخیص اور تجزیہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ جب تک جماعت عادل کی اس ہیبت اور قوت کے اثر سے جو تدریجی مراحل وداع سے متحقق ہوتی ہے۔ مفرط افراد اور جماعتوں کے نفوس کسی حد تک ملونہ ہو جائیں۔ صلح ممکن نہیں ہوتی۔ کیونکہ فرط عدل کے ساتھ اختلاف جنسیت کے سبب قدرت عدل کی شوکت و ہیبت سے ہی متاثر ہو کر معاہدہ صلح و امن کو قبول کرتا ہے۔

جب اس مرحلہ پر حالات پہنچ جائیں کہ مصالحت ممکن ہو تو چونکہ ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا مقصد کائنات انسانی میں تمکین عدل ہے۔ اور وہ اس عدل نفس کا فطری تقاضا ہے۔ تو عداوت کو فہم حقائق کے راستے سے ہٹا دینا چاہیئے۔

نیز حضور صلعم نے نیام میں بند تلوار ساتھ رکھنے کی اجازت فرمائی۔ گو یہ عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی تھی مگر اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ علامت صلح و امن کی تشکیل و وضاحت میں بھی قوت کی موجودگی اور اس کا سلیم مظاہرہ ضروری ہے۔ کیونکہ صلح و جنگ میں ہر ایک کا اختتام دوسری کا افتتاح ہے۔

حق اور اس کا ایفا عدل ہے۔ اور فرط ضد عدل ہے۔ اس لئے جائز حقوق کا مطالبہ مفرط نفس فرد یا نفس جماعت کی فطرت غیر عادل کے ساتھ بالخصوص ان حالات میں ہرگز سازگار نہیں ہوسکتا۔ جب وہ ان کے ظنون اور ہوائے نفس پر اثر انداز ہو۔ پس یہ ضروری ہے۔ کہ اعلان صلح و امن کے باوجود دشمن کے حالات کا صحیح اندازہ کر لیا جائے۔ کہ وہ حق امن کو صلح و جنگ کی کس حیثیت کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ بحالیکہ اختلاف عدل و فرط اور ہیبت عدل اور نفس عداوت عادل اور مفرط جماعت کے درمیان معرکہ آرا ہو۔ پس رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا۔ کہ وہ قریش کے ارادوں کی خبر لائے۔ اس نے آکر خبر دی۔ کہ قریش نے تمام قبائل متحدہ کو بلا کر کہہ دیا ہے کہ محمد مکہ میں نہیں آسکتے چنانچہ قریش نے افواج کی جمعیت عظیم کھے باہر جمع کی اور خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے روانہ کیا۔ حضور صلعم نے صحابہ کو حکم دیا۔ کہ خالد سے کترا کر داہنی طرف چلیں۔ کیونکہ جادۂ ایفائے مقصد میں تدریجی مراحل ہیں۔ جن میں صلح و امن کے مرحلہ پر

ہراس اندیشہ سے اجتماع ملی کو محفوظ کر لینا چاہیئے ۔ جو اس کی حیثیت امنیہ کی ضد ہو ۔ اور اسے جنگ میں جھونک دے ۔ تا آنکہ حضور صلعم نے بمقام حدیبیہ قیام فرمایا ۔ قبیلۂ خزاعہ نے گو ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا ۔ مگر مسلمانوں کا حلیف اور راز دار تھا ۔ رئیس قبیلۂ بدیل ابن ورقا حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ تو آپ نے انہیں قریش کی طرف بھیجا ۔ اور فرمایا کہ قریش سے کہہ دو کہ ہم عمرہ کی غرض سے آئے ہیں ۔ جنگ مقصود نہیں ہے ۔ جنگ نے قریش کی حالت نقصان زدہ اور خراب کر دی ہے ۔ ان کے لئے بہتر ہے کہ ایک مدت معین کے لئے معاہدہ صلح کر لیں اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں ۔ اس پر بھی اگر وہ راضی نہیں ۔ تو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ میں یہاں تک لڑوں گا ۔ کہ میری گردن الگ ہو جائے ۔ اور خدا کو جو فیصلہ منظور ہو وہ کر دے ۔

سلسلۂ سرایا اور ترتیب عسکری کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ قریش حج کعبۃ اللہ الحرام کے لئے مسلمانوں کی مزاحمت چھوڑ دیں جو انسانی وحدت اصل کی دلیل سے وحدت جماعت اور وحدت امارت کی شہادت کے ساتھ سطح ارض کی وحدت مرکزیت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے ۔ تا کہ جب جائز واحد جماعت یعنی ملت اسلامیہ کا امیر فعال صلے اللہ علیہ وسلم تدریجی منازل طے کرتا ہوا صلح و امن کے ساتھ ملت اسلامیہ کے ہمراہ کعبۃ اللہ الحرام کا رخ کرے تو ترتیب عسکری اور تشدید ملی کے نتائج و اثر سے دشمن کی قوائے ادراک و تحریک جو بالتدریج ہیبت کا اثر قبول کر چکی ہوں ۔ ملت کے ایفائے مقصد میں کلیتہً اور مستمراً مزاحمت کو قائم نہ رکھ سکیں ۔

جب دشمن کی قوائے ادراک و تحریک قوت کی اثر انگیزی سے بالتدریج متاثر ہو چکتی ہیں تو پیغام صلح کے ساتھ بصورت عدم قبول صلح تہدید جنگ تعقید معاہدہ تک کے تدریجی منازل طے کرنے میں سود مند واقع ہوتی ہے ۔

گویا ہیبت دفاع سے اثر انگیزی کے تحقق پر ہی تہدید مؤثر ہو سکتی ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب عسکری اور قصد کعبۃ اللہ الحرام اور پیغام صلح کے ساتھ بصورت عدم قبول صلح تہدید جنگ اسی حقیقت عظمیٰ کے شواہد ہیں ۔

ابتدائی حالات میں ابتدائی گفت گو کے لئے اختلاف عدل و فرط کی دلیل سے

دشمن کی طرف ترسیل سفارت میں یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ کہ سفیر جہاں ملت اسلامیہ کے لئے قابل اعتماد حیثیت رکھتا ہو۔ وہاں اسے دشمن کے نزدیک بھی پایۂ اعتبار حاصل ہو اور اس کے لئے حلیف قوم کا فرد موزوں تر ہے۔ اور تحلیف اس کے عدل کی طرف فکری انعطاف کی شہادت سے دلیل اعتماد ہے جو مسلم کی قوت نفاذ کے پر تو سے متحقق ہوتی ہے۔

قبیلۂ خزاعہ کی تحلیف اور بدیل ابن ورقاء خزاعی کی سفارت اسی حقیقت عظمیٰ کی آئینہ دار ہے۔ بدیل نے اپنا فرض ادا کیا۔ زاں بعد عروہ ابن مسعود ثقفی سفیر قریش کی حیثیت سے حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلعم نے ان سے بھی وہی گفتگو فرمائی جو بدیل کے ذریعہ آپ کی طرف سے قریش کو پہنچ چکی تھی۔ مگر معاملہ ناتمام رہا۔ اور کسی فیصلہ کن مرحلہ تک نہ پہنچ سکا۔ عروہ نے دیکھا۔ کہ جب آپ تھوکتے ہیں۔ تو صحابہ سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ اور جب آپ کسی امر کا حکم دیتے ہیں۔ تو اصحاب بہت جلد اس کی تعمیل کر دیتے ہیں۔ اور آپ کے وضو کے پانی پر وہ مرمٹتے ہیں۔ اور جب آپ گفتگو کرتے ہیں۔ تو وہ اپنی آوازیں پست کر دیتے ہیں۔ اور بلحاظ تعظیم آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ بہت متاثر ہوئے۔ اور اپنی قوم سے سفارشات کیں۔ مگر چونکہ گفت گو ناتمام رہی۔ اس لئے اپنی طرف سے مزید گفتگو کا اہتمام ضروری تھا۔ تاکہ آتش جنگ ہوا پذیر نہ ہو۔

پس جب گفت گو کی بنیاد ایک مرتبہ قائم ہو جائے تو شرح مقصد یا وضاحت حالات کے لئے جو گفت گوئے معاہدہ کا تدریجی مرحلہ ہے۔ اپنی قوم کے فرد عادل کی سفارت ہی قابل اعتماد اور موزوں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ صرف وہی فہم عدل اور شرح عدل پر قدرت رکھتا ہے اور جزئیات عدل کی تشخیص کر سکتا ہے۔ کیونکہ عدل اس کے نفس میں متحقق ہے۔ جو ملت اسلامیہ کا محور تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ چنانچہ بدیل کے بعد خراش ابن امیہ کو گفتگو کرنے کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمایا۔ مگر آپ کے اونٹ کو قریش نے مار ڈالا۔ اور ان پر بھی حملہ کرنا چاہا۔ لیکن قبائل متحدہ کے لوگوں نے بچا لیا۔[1]

[1] تفصیل کے لئے صحیح البخاری (کتاب الشروط) اور کتب سیر مطالعہ فرمائیں۔

انہی حالات کے درمیان میں قریش نے ایک فوجی دستہ بھیجا۔ کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ لیکن یہ لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ اور پھر سب کو چھوڑ دیا گیا۔ اختلاف عدل و فرط کی دلیل سے مطالبۂ حق و عدل اور معاہدۂ صلح و امن نفس جماعت مفرط کے ساتھ سازگار نہیں پڑتا۔ اور نہ وہ حقایق کی صحیح تضعیف و تعدیل کر سکتا ہے۔ کیونکہ فرط معیار عدل نہیں ہو سکتا۔ پس وہ مسلم دامن کی پیش کش۔ سے غلط فہمی اور غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی ایسی حرکات جاہلیہ کو اطمینان نفس کی شوکت سے دبا دینا چاہیئے۔ اور وہ ضرور دب جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کا منافرہ اور اک و تحریک بھی غیر محسوس طور پر خود بخود دباؤ محسوس کرتا رہتا ہے۔ اور یہ اختلاف و تاثر کی کشمکش ہے۔ کہ اس میں مسلم کے سکون قلب کے اثر سے شعلۂ جنگ نہیں بھڑک سکتا۔ جو اس تدریجی مرحلے کے تقاضا کی ابتدا ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر عفو نبوی اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بحیثیت سفیر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی طرف بھیجا۔ آپ پہلے اپنے ایک عزیز ابان ابن سعید کی حمایت میں مکہ معظمہ گئے۔ قریش نے آپ کو نظر بند کر لیا اور یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ آپ قتل کر دیے گئے۔ تو حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ عثمان کے خون کا قصاص فرض ہے۔ یہ فرما کر آپ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی یہ تاریخ اسلامیہ کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔ جسے بیعت الرضوان کے نام سے معنون کیا جاتا ہے ملت اسلامیہ کا سفیر گویا تمام ملت اسلامیہ ہے جس کی وہ نمائندگی کرتا ہے۔ اس لئے دشمن اگر اس کے ساتھ نامناسب سلوک روا رکھتا ہے۔ تو قانون عدل قصاص کو لازم قرار دیتا ہے جو حیات ملی کے لئے دلیل بین ہے۔ کیونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اور اس کا قصر تخلیق اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اس لئے عدل و قصاص ہی انفرادی اور اجتماعی حیات کو قائم رکھ سکتا ہے اور قصاص اصول عدل کی ایک نوع ہے جس کی پیروی عدل کی اثر انگیزی کو نفوس انسانی میں متمکن کر دیتی ہے۔ کیونکہ نفس ناطقہ انسانی میں ہر دو حقائق لطافت و کثافت کی ترکیب اساس عدل ہے۔ اس لئے معتدل ترشحات انہیں ایک گونہ بیداری پیدا کرتے ہوئے اسے اپنے اصل کی طرف دعوت رجوعی ہیں۔ جو اس سے غافل کیفیت فرط کے لئے تنبیہ یا ہیبت کی پیدایش کا ذریعہ

ہے۔ جو ہر گونہ حیات کی متزلزل بنیادوں کو اساس عدل پر اعتدال اساس تخلیق کی دلیل سے مستحکم کر دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل نفس ہی سطح ارض پر تمکین عدل کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اوراک و تحریک کو جو اپنی کیفیت میں معتدل ہو چکی ہوں کائنات انسانی میں تمکین عدل کے لئے خارجی جد و جہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو ارادہ و عمل کی تجدید اور اس کا تدریجی ارتقاء اور وہ ترشحات فکر و عمل کے تداول و تداور سے متحقق ہوتا ہے۔ یہی توثیق عہد اور اس کی ایفا ہے۔ گویا ہنگامہ جد و جہد سے قبل وثاق عہد لزوم ایفا کے ساتھ سر تمکین عدل ہے۔ اور یہی بیعت الرضوان کی حقیقت ہے۔

حضرت عثمان رض کا ان کی حمایت حاصل کرنا اس مصلحت عظیمہ کی اشارہ ہے کہ ضرورت محسوس ہونے پر ملت اسلامیہ کے سفیر کو ایسی بین الفریقین سپر اختیار کرنی چاہیئے۔ جو عدو مفرط کے تاثرات و ارادت کے رو برو حجاب کی حیثیت رکھتی ہو۔

بعد میں معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر غلط تھی چنانچہ اب جنگی اقدام حصول مقصد کے منافی تھا۔ کیونکہ اس وقت اصول تدریج جو فطرت انسانی اور فطرت کائنات میں جاری و ساری ہے معاہدہ صلح کے حق میں فیصل ناطق ہوا۔ بجائیکہ ضرورت قصاص ساقط ہو چکی تھی اور ان کی احتیاجات جاہلیہ منجملہ حضرت عثمان کی نظر بندی کے اثر کو اطمینان نفس کی شوکت سے دبا دینا ضروری تھا۔

ادھر عروہ ابن مسعود نے حضور صلعم کی خدمت سے واپسی کے بعد ان حالات عظیمہ اور آداب کا ذکر کرتے ہوئے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ اور قریش سے یہ کہا۔ کہ محمد نے تمہارے سامنے ایک عمدہ بات پیش کی ہے۔ لہذا تم اس کو مان لو۔ (۲) پھر بنی کنانہ کے ایک شخص نے حضور صلعم کی خدمت میں حاضری کے لئے قریش سے اجازت چاہی۔ چنانچہ وہ بحیثیت سفیر قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ یہ اس قوم سے ہے۔ جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہذا تم قربانی کا جانور اس کے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ حضور صلعم کے حکم سے ایسا کیا گیا۔ اور لوگوں نے تکبیر سے ان کا استقبال کیا۔ وہ کافی متاثر ہوا۔ اور واپس جا کر قریش سے سفارش کی اور کہا کہ میں مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ یہ لوگ کعبہ سے روک دئے جائیں

دشمن کا سفیر وہ تمام قوم ہے جس کا وہ نمائندہ ہے۔ اس لئے سفیر کے تاثرات فرستندہ قوم میں اثر انگیزی کے مترادف ہیں۔ پس اس کے حق میں فریضۂ حفظ وامن ادا کرتے ہوئے (جو تقاضاء عدل یا ایفائے عہد فطری ہے۔ اگر اس کی حسیات ذہنی اپنے مقصود سے کچھ مشابہت رکھتی ہوں تو حق وعدل سے اس کی کیفیت نفس کی مطابقت کے ساتھ اس کا استقبال کرنا چاہیئے۔ نیز حفظ آداب جو ملت اسلامیہ کے نفس فعال اور ملت کے نفوس منفعل کے فعالی اور انفعالی تعلق کا فطری تقاضا ہے۔ بجو د سفیر کو امیر فعال کی شوکت تقدس وعدل سے متاثر کر دیتا ہے۔ جو اس حقیقت پر دلیل ہے۔ کہ انسانی فطرت جو اساس عدل پر مخلوق ہے۔ ترشحات عدل کو پائی ہوئی اثر انگیزی اور اثر پذیری کی دلیل سے اس حقیقت پر شہادت دیتی ہے۔ کہ فعالی اور انفعالی حیثیت کا استحقاق جو تقاضائے نفس امارت وملت ہے۔ صرف ملت اسلامیہ کے نفس فعال اور ملت اسلامیہ کو پہنچتا ہے۔ اس اثر انگیزی اور اعتماد واعتدال کا نتیجہ تھا۔ کہ قریش نے سہیل ابن عمرو کو بحیثیت سفیر تعقید معاہدہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ بحالیکہ حالات سخت پراگندہ تھے۔ اور خود قریش کے پیدا کردہ تھے۔ پس ان جملہ تدریجی منازل کو طے کرتے ہوئے جن کا تعلق بدیل اور اس کے بعد ان مسلم سفرا کی حیثیت سفارت سے ہے۔ جس نے جنگ کے شعلوں کو روکے رکھا۔ گو انہیں گفت گو اور شرح مقصد کا موقعہ دستیاب نہیں ہو سکا اور سفرائے قریش کے ساتھ ملت اسلامیہ کے حسن سلوک سے ہے۔ اور اس کے نفس فعال کی اثر انگیزی اور ہیبت و اعتماد سے ہے۔ یہی قول فیصل کے لئے آخری نہج تھی جس کا ملت اسلامیہ کے نفس فعال کے ساتھ براہ راست تعلق ضروری تھا۔ کیونکہ صرف وہی اپنی فعالی حیثیت سے تمام ملت کو کلمۃ التقوی پر متحد کر سکتا ہے۔ کیونکہ صرف اسے ہی تاثرات نفوس ملت پر ہر حیثیت سے قدرت حاصل ہو سکتی ہے اور کلمۃ التقوی کو تاثرات کے ساتھ معنوی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ عدل کے ساتھ متحد الحقیقت ہے اور ملت منفعل کا اسیر اتحاد امیر فعال کے فعالی تصرف سے متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ فعالی حیثیت تکمیل عدل سے ہے۔ اور انفعالی حیثیت قبول عدل ہے +

سہیل ابن عمرو حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر اتفاق ہو گیا۔ اور آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر حکم دیا۔ کہ معاہدہ لکھو

دیا جائے۔ حضرت علی رضؓ نے عنوان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو سہیل ابن عمرو نے کہا۔ کہ اس کی بجائے وہی قدیم الفاظ باسمک اللھم لکھے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ جب یہ فقرہ لکھا گیا۔ ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ (یہ ہے وہ جسے محمد رسول اللہؐ نے تسلیم کیا ہے)۔ تو سہیل نے کہا۔ کہ اگر ہم آپ کی پیغمبری کو تسلیم کر لیتے۔ تو پھر جھگڑا کیا تھا۔ آپ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں۔ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ گو تم مجھے جھٹلاتے ہو۔ لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ یہ فرما کر ابن عبد اللہ لکھ دیا۔

تعقید معاہدہ فریقین کے درمیان یعنی ہر دو جوانب میزان میں قسطاس مستقیم ہے۔ اس لئے اور ان شرائط کی صحیح تنصیف و تقسیط فطرت معاہدہ کے تقاضا کی ایفا ہے پس تحریر معاہدہ میں صرف ان حقائق کو بنیاد تحریر تسلیم کر لینے میں اتفاق ضروری ہے۔ جو جانبین کے نزدیک مسلم ہوں اور منافی حقیقت عدل نہ ہوں۔ کیونکہ عدل دلیل بالا سے اساس عہد ہے۔ اور چونکہ اساس تخلیق انسانی ہے۔ اس لئے ایسی مراعات بالتدریج کثیر نفوس انسانی میں جن کی حیثیت تخلیق بالکل مسخ نہیں ہے۔ اثر کرتی رہتی ہیں۔ تا آنکہ انجام کار وہ عدل کو کاملاً قبول کر لیتی ہیں۔ اور یہ حق اور جائزلت وسط کے تقاضائے فطری وسعت محیطۂ عالم کی ایفا ہے مگر منبع عدل کا کشف بیان روشن کے ساتھ ہو جانا ضروری ہے۔ جو اخذ عدل کے لئے وضاحت مسلک ہے۔ اور رفع اشتباہ ہے

زاں بعد شرائط صلح لکھی گئیں کہ (۱) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں (۲) اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ لائیں جو نیام میں بند ہو اور نیام جلبان (تھیلے) میں ہو (۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے۔ تو اس کو نہ روکیں۔ (۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہ جائے۔ تو وہ واپس نہیں کیا جائیگا۔ (۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا۔ کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں۔ معاہدہ صلح میں شریک ہو جائیں۔

جس طرح کظم غیظ قوت غضبی کے عدل پر شاہد ہے۔ یعنی توران غضب پر قدرت عادل کو

متحقق کرتا ہے۔ اور اسی ملکہ راسخ کے ذریعے عفو و درگذر دشمن شدید کی عداوت کو محبت و قرب سے بدل دیتا ہے۔ ایسے ہی شرائط صلح میں ایسی مراعات جو دشمن کی حمیت جاہلیہ کے ثوران کو دبا دیں اور ایفائے عدل کا ذریعہ ہوں۔ اور مصالح ملی کے معیار پر معتمد ہوں حالات میں سکون پیدا کر دیتی ہیں اور وہ رعایت وہی اس سکینہ قلب یا اعتدال نفس کے ترشحات اور آثار و شواہد ہیں۔ جیسے تموج جذبات پر قدرت عادل حاصل ہے۔ اور وہی کلمۃ التقویٰ کی اصل ہے۔ جو ان حالات میں شعلہ ہائے جنگ سے اس امن اور صلح کے تدریجی مرحلہ کو بچا سکتا ہے۔

چنانچہ اس معاہدہ صلح میں حج کعبۃ اللہ کا حق تسلیم کر لیا گیا۔ جو ایفائے مقصد ملی ہے۔ اور تسلیم صلح نے حجاب عداوت کو درمیان سے اٹھا دیا جو فہم عدل اور حقائق کے لئے تشخیص نفس کی شہادت کے ساتھ ضروری ہے۔ کیونکہ عداوت جذبات کا تموج ہے۔ جو شعور کو مختل کر دیتا ہے جس کی کیفیت اس طرح ہے۔ کہ روح بخاری یعنی محل میں اضطراب اور جوش اپنے حال یعنی روح علوی یا شعور کے عمل کی حیثیت کو قائم نہیں رہنے دیتا۔ پس اس رفع حجاب سے مسلمانوں اور کفار میں باہم خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہو گئی۔ صحبت اور میل جول سے یا عدل کی اثر انگیزی سے فتح مکہ تک اس قدر کثیر لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جس کی مثال اس سے قبل تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

حق حج کی تسلیم کے ساتھ اس سال واپسی اور آئندہ سال کے لئے التوا اور دیگر مناسب شرائط نے کفار کی حمیت جاہلیۃ کے ثوران کو دبا دیا۔ جو ایفائے مقصد فطری یعنی حج کعبۃ اللہ اور افہام عدل کے لئے رفع عداوت کی غرض سے ضروری تھا۔

اس کے علاوہ ان دیگر شرائط میں کفار کے اس اشتباہ اور اندیشہ کو رفع کیا گیا ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے مکۃ المبارکہ میں داخلہ یا حصول مقصد سے پیدا شدہ حالات جدیدہ کی بنا پر انہیں لاحق تھا۔ اس لئے یہ جملہ شرائط بلاشبہ معیار عدل و احسان پر معتمد اور ملت اسلامیہ کے لئے ذریعہ راہ ہیں۔

اسی اثنا میں جبکہ یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ ابوجندل ابن سہیل پا بجولان اسی حالت میں جس طرح کہ وہ کفار کی قید میں محبوس تھے۔ کسی طرح بھاگ کر وہاں پہنچ گئے۔ اور مسلمانوں کے سامنے

گر پڑے۔ سہیل نے کہا محمدؐ یہ معاہدۂ صلح کی تعمیل کا پہلا موقعہ ہے۔ سب کے دل اضطراب سے
بے چین تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت اسلامیہ کے لئے ایفائے عہد کی سنت جلیلہ قائم فرمائی۔
اور حضرت ابوجندل کو واپس ہونا پڑا (تفصیل اسی جزء کے عنوان ایفائے عہد میں مطالعہ فرمائیں)۔
عمر ابن خطاب رضؓ شرائط صلح اور ابوجندل کی کیفیت سے سخت متاثر ہوئے۔ چنانچہ آپ نے حضور
صلعم کی خدمت میں بے چینی کے ساتھ حاضر ہو کر چند استفسارات کئے۔ حضور صلعم نے کمال
حلم سے جوابات عطا فرمائے (تفصیل کے لئے بخاری کتاب الشروط مطالعہ فرمائیں) یہ اس حقیقت
کی طرف اشارہ ہے۔ کہ فرد اساس ملت ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس کی کیفیت نفس اور اس
کی اثر پذیری کو جو ہنگامی حالات سے واقعہ ہو جاتی ہے۔ امیر فعال کی شوکت عدل یا قوت نفوذ
مطمئن کرتی ہوئی اساس ملی میں موجب استحکام ہو۔

آنحضرت صلعم نے حکم دیا۔ کہ سب لوگ یہیں قربانی کریں۔ لیکن دلشکستگی اس قدر عام تھی کہ
کوئی شخص نہ اٹھا جب تین بار ایسا ہو چکا۔ تو حضور صلعم نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ کے
مطابق اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمایا۔ اور بال منڈوائے۔ چنانچہ تمام اصحاب نے فوراً حضور صلعم
کی تبعیت میں نہایت تیزی سے قربانیاں کیں۔ اور بال منڈوا دیئے۔

یہ اس حقیقت کی اشارہ ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کی مقدس خاتون کا مشورہ بھی فعالی اور
انفعالی سیران مشترک کی دلیل سے امیر فعال کے لئے وہی پایہ رکھتا ہے۔ جو اس آیت ذیل
سے مقصود ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ (سورہ آل عمران)
اور کام میں ان سے مشورہ لے۔ پس جب ارادہ کرے تو اللہ پر توکل کر۔

کیونکہ حیوٰۃ طیبہ سے ذکور واناث ہر دو موعود ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً (سورہ نحل)
جو نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو۔ یا عورت بحالیکہ وہ مومن ہو ہم اسے پاکیزہ زندگی سے زندہ کر دیتے ہیں۔

نیز یہ اس حقیقت کی آئینہ داری ہے کہ نفوس ملت میں اعتدال امیر فعال کے تصرف سے
بالتدریج متحقق ہوتا ہے۔ پس ہنگامی واقعات سے کثیر یا بعض افراد ملت کی اثر پذیری تدریجی

تظام ارتقا کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ہنگامی واقعات سے متاثر نفوسِ ملت میں امیر فعال کا اسوۂ حسنہ متشکل قوتِ نفوذ و تصرف کی حیثیت سے اپنی فعالی حیثیت کو نافذ کرتا ہوا ملت کے انفعالی خاصہ کو نمایاں کر دیتا ہے۔

معاہدہ صلح میں ایک یہ شرط تھی جو مسلمان مکہ سے چلا آئیگا۔ وہ پھر واپس کر دیا جائیگا۔ اس میں صرف مرد داخل تھے۔ عورتیں نہ تھیں۔ چنانچہ چند مومن مہاجر عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو اللہ عز و جل نے یہ حکم نازل فرمایا۔

اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ... الخ

جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں۔ تو ان کو جانچ لو۔ خدا ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تم سمجھ لو کہ وہ مومنات ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔

انسانی وحدت اصل جو وحدت جماعت کے لئے فیصل ناطق ہے۔ اس کے نسلی اہتمام کو جو ملت وسط کی حفظ و بقا کے کثافتی تعلقات کا تسلسل ہے۔ اس جائز اور حق ملت اسلامیہ کے ساتھ مخصوص قرار دیتی ہے۔ شعور انسانی جو بفحوائے وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ اللہ عز و جل کی حکمتِ غالبہ کا پرتو ہے ملت اسلامیہ میں اپنی حقیقت کے اہتمام انکشاف یا تحقق کشف یعنی فردیت الوہیت کے تجلی کی دلیل سے اس کی اعتدال پا لینے والی یا اعتدال سے متحقق کثافت کی قوی کو ملی اجتماع میں محدود کرتی ہوئی شرکت غیری کو شدت کے ساتھ ناجائز قرار دیتی ہے۔ یہی حقیقت غیرت ہے جو ملت اسلامیہ کی معزز خاتون کو ملت کا پردہ ناموس قرار دیتی ہے۔

اے ردائت پردہ ناموس ما   تابِ تو سرمایۂ فانوس ما
اے امینِ نعمت آئین حق   در نفس ہائے تو سوز دین حق
طینت پاکِ تو ما را رحمت است   قوتِ دین و اساسِ ملت است   (اقبال)

ملت کے پردۂ ناموس کو اغیار ملت سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ ملت اسلامیہ کے نفس فرد اور نفس جماعت کی تشخیص اور تجزیہ اسے اس فطرتِ انسانی کا جائز اور غیور تقاضا قرار دینا ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی ایفا سے وہ معتدل اور مکمل ہے +

غزوۂ خیبر

تصغیرالدول

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ (توبہ)

تدریج فطرت انسانی اور اس کے ماحول تمام نظام کائنات میں جاری وساری ہے اسلئے جائزہ واحد ملتِ اسلامیہ کی تاسیس اور اس میں توسیع وتشدید یہ تمام اسی کی فطری اور ارتقائی منازل میں۔ گویا حالات کے تدریجی ارتقا کے ساتھ ساتھ حیات اجتماعی کی حیثیتِ ارتقائیہ بھی بڑھتی جاتی ہے۔ پس جب ملّتِ اسلامیہ کا نفس فعّال (صاحب کتاب وحکمت صلعم یا اس صلعم کی تبعیت میں وارث کتاب وحکمت اور مصداق آیۂ استخلاف) اپنے تصرف فعالیہ سے نبوت مصطفوی صلعم پہ اجتماع ملی کو متحقق کرتا ہوا مفرط مولع کو جادۂ اجتماع سے ہٹا دیتاہے۔ تو عدل کے فعالی تصرف سے جو رحجان کثافت سے پاک اور منزہ ہے۔ اور بنی نوع کے اُن نفوس پر جن کی حیثیت تخلیق مسخ نہیں ہے۔ اس دلیل سے اثر کرتا ہے۔ کہ نفس ناطقۂ انسانی کی اساس تخلیق عدل پر رکھی گئی ہے۔ فرط اپنی غیر فطری حیثیت کو اندیشہ میں پاتا ہوا عدل کے خلاف اس ارتقائی عداوت کی حیثیت سے اٹھتا ہے۔ یہ جو جماعت وسط یا عدل کی موجودہ تشدیدی اجتماع کی ارتقائی صورت کا تقاضا ہے۔ اور وہ جماعتیں جو نقطہ ہائے فرط پر اتحاد فکری وعملی سے متشکل ہیں۔ اجتماعی حیثیت کے ساتھ عدل سے نبرد آزما ہونے کے لئے گامزن ہوتی ہیں۔ اور وہ مفرط اجزا جو جائز اجتماع ملی کے جادۂ اجتماع سے عدل کی ہیبت عسکری کے ذریعہ ہٹا دیے گئے ہیں۔ وہ مفرط جماعتوں میں ہنگامہ آفریں اور شعلہ زا تاثرات کے ساتھ رواں متوج جماعت کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ یہی اصول ہے جس نے غزوۂ احزاب میں قبائل عرب کو اسلام کے خلاف نقطۂ فرط پر جمع کیا۔ مگر قدرت عدل نے جو قائم بالقسط عزوجل کی شوکتِ عدل کے تجلی وجلال سے مایۂ دا

ہے۔ ان کو منتشر کر دیا۔

مفرط اجزا یعنی رؤسائے یہود جو غزوۂ احزاب میں تموج فرطیہ کے روح رواں تھے خیبر میں جو مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ اور یہود نے وہاں بہت مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ اسکے بعد بھی ملتِ اسلامیہ کے متعلق تخریبی کوششوں میں پوری جد و جہد سے مصروف تھے۔ حی ابن اخطب کے بعد وہاں سلام ابو رافع ابن ابی الحقیق اس کا جانشیں ہوا چھ ہجری میں اس نے اردگرد کے قبائل کا دورہ کر کے اسلام کے مقابلہ میں انہیں پھر سے تیار کیا اس کے قتل پر اسیر ابن رزام اس کا جانشیں ہوا۔ اس نے قبائل یہود کو جمع کر کے تقریر کی۔ کہ محمد کی دار الریاست پر حملہ کرنا چاہیئے۔ یہود نے غطفان وغیرہ کو بھی اپنے ساتھ متحد کر لیا۔ اور منافقین مدینہ بھی اُن کو بہت حوصلہ دلاتے رہے۔

بلا شبہ معاہدہ حدیبیہ یعنی مسجد ملی یا وسعت ارضی کے مرکز کے کشف و استقلال کا تدریجی مرحلہ جو وحدت جماعت اسلامیہ اور وحدت امارت یا فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا تھی بین الدول آئین استحقاق اور حالات کی ارتقائی رفتار کے ساتھ حق فطری کی ایفا کرتے ہوئے معاہدہ صلح و امن کے ذریعہ مناسب تھا۔ تاکہ حجاب عداوت درمیان سے اُٹھ جائے۔ اور فہم عدل کے لئے ضروری ہے۔ کہ نفس انسانی سے جو اساس عدل پر استوار ہے۔ عداوت کے حجاب تاثرات کو رفع کر دیا جائے۔ بحالیکہ نفس کی داخلی اثر انگیزیوں کے شور و غوغائے عداوت کو حالات نے کسی حد تک خاموش کر دیا ہو

علیٰ ہذا جنگ سے قبل یہود کو دعوت معاہدۂ صلح و امن بھی اسی حقیقت کے پیش نظر ضروری تھی کہ حجاب عداوت فہم عدل اور حقائق کے درمیان سے رفع ہو جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو اس مقصد کے لئے یہود کی طرف بھیجا۔ مگر ان کے حالات کی وجہ سے اُن کے کوائف نفوس اور ان کی شور انگیزیاں قبول دعوت کے لئے سازگار نہ تھیں۔ اس لئے اگرچہ کامیابی نہ ہوئی۔ مگر اتمام حجت جزئیات عدل اور شواہد عدل سے ہے۔ اور غیر مسخ نفوس انسانی پر اثر کرتا ہے۔ کیونکہ فطرت نفس کے تقاضاؤں کی مطابقت ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔

قریش سے معاہدہ کی تکمیل اور یہود سے معاہدہ کا نہ ہو سکنا۔ ان حقائق کی طرف مشیر ہے۔ کہ تکمیل تعقید معاہدہ میں مقابل گروہوں کی اقتصادی خرابی اور ملکی اور جماعتی حالات کو کافی دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ متواتر جنگی کاہشیں ان کے نفوس افراد اور نفس جماعت کو متاثر کر دیتی ہیں۔ اس لئے انہیں معاہدۂ صلح وامن ممکن ہو جاتا ہے۔

عداوت عدل پر ان مختلف مفرط گروہوں کے اجتماع میں جن کے اتحاد وافکار واعمال کے نقاط فرط باہم مختلف ہیں۔ ان میں سے بعضوں کے ساتھ معاہدات صلح وامن کے ذریعہ تفریق ممکن ہو جاتی ہے۔

مفرط گروہوں کا ماحول بھی ان کے ناپاک افکار واعمال پر اثر رکھتا ہے۔ اس لئے معاہدات صلح وامن کے قبول ورد میں ان کے ماحول کو بھی کافی دخل حاصل ہوتا ہے

حضور صلعم نے بنو فزارہ کو جو غطفان کا ایک طاقتور قبیلہ تھا۔ لکھا۔ کہ تم خیبر والوں کی مدد سے باز آجاؤ۔ خیبر فتح ہونے پر تمہیں بھی حصہ دیا جائیگا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا

دشمن کے ماحول کو معاہدات کے ذریعہ کمزور کر دینے سے اس کی اجتماعی حیثیت کمزور ہو جاتی ہے اور اگر دشمن کے ماحول کے ساتھ تعقید معاہدات میں کامیابی نہ ہو۔ تو غیر محسوس طور پر ان ممالک کے نفوس اجتماعی کی حدت عداوت میں ایک گونہ فترت رونما ہو جاتی ہے۔ جو متداعیہ حالات میں ان کو اس قوم کی مدد میں پڑنے سے اس دلیل اور اس تاثر کے ساتھ روک دیتی ہے۔ کہ اسس قائمۃ العدل ودفاعی جنگ اور اس کے اثر کا ان کے ساتھ براہ راست تعلق نہیں ہوتا۔

محرم سات ہجری میں یہود کے حلیف غطفانیوں کے چند آدمیوں نے ذی قرد پر جو حضور صلعم کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ چھاپہ مارا۔ دو سو اونٹنیاں پکڑ کر لے گئے۔ اور حضرت ابوذر کے صاحبزادہ کو جو حفاظت پر مقرر تھے۔ قتل کر دیا۔ اور ان کی بیوی کو گرفتار کر لیا۔ سلمہ ابن اکوع مشہور تیر انداز صحابی تھے۔ انہوں نے حملہ آوروں کو جالیا۔ اور تیر برسانے شروع کئے۔ حملہ آور بھاگ نکلے انہوں نے تعاقب کیا۔ اور لڑ بھڑ کر اونٹنیاں چھڑا لائے۔ اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ اگر سو آدمی مل جائیں۔ تو ایک ایک کو گرفتار کر کے لا سکتا ہوں۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ اذا ملکت فاسجح۔ جب قابو پاؤ۔ تو درگذر کرو۔

سیاست فاتحہ اور شوکت ضابطہ کا تقاضا ہے۔ کہ دشمن کی ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کے دفعیہ میں جسے اس لئے کہ جماعتی حملہ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اعتدال عمل کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ اس کے جذبات میں اضطراب پیدا نہ ہو۔ اور نہ اجتماعی حملہ کے لئے کوئی دلیل قائم کر سکے یعنی دشمن کے معاندانہ رویہ کے جواب میں ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس سے اس کے جذبات عداوت میں شدت اور استقلال مستمر ہو جائے۔

نیز حصول قدرت کے ساتھ جو عزت غالبہ کا ضروری تقاضا ہے عفو سلیم کظم غیض کی شہادت کے ساتھ عدل نفس کا ترشح ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کو عدل کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یہ ططفانیوں سے متعلقہ عفو نبوی میں یہی حقائق عظمی پنہاں ہیں۔

حضور صلعم نے خیبر کا قصد فرمایا۔ تو اعلان عام کر دیا۔ کہ ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ شریک ہوں جن کا مقصد محض جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

مسلم کے نفس ناطقہ کے افکار و اعمال کا مرجع فطری اللہ عزوجل ہے۔ اس لئے ہر ایسے موقع پر فکر و عمل کے نقطۂ رجوع یعنی للّٰہیت کی وضاحت لازم ہے۔ جبکہ ماسوی المقصود فکر و عمل کو مقصد حقیقی عزوجل سے کسی حد تک غافل کر سکتا ہو۔ کیونکہ نفس انسانی اپنے تدریجی تقاضاؤں سے اعتدال کامل تک وقت، اور طی منازل کے ساتھ پہنچتا ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے افراد منازل جادۂ اعتدال کے سلوک میں تدریجی رفتار کے ساتھ بڑھتے ہیں اور فرد مسلم اپنی ہر کیفیت کے ساتھ ملت اسلامیہ کی اساس ہے۔ اس لئے ملت وسط کے نفوس افراد میں ہر ایسے موقعہ پر وضاحت مقصد ضروری ہے۔ اور چونکہ یہ پہلا غزوہ تھا۔ جو فاتحی مقصد کے ساتھ فاتحۃ العدل ہے۔ اور جس کے نتیجہ میں ایک غیر مسلم قوم کو مفتوح کی حیثیت سے اسلامی عادل اقتدار کے تحت آنا ضروری تھا۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے نفس فعال صلعم نے اس کے فکر و عمل کو اپنی فطرت فعالیہ کے ہر گونہ تصرفت وضاحت حق یا مقصد کے ساتھ مظہر فرمایا۔ اس غزوہ کی حیثیت فاتحہ انفعالی اور فعالی تسلسل و تواتر کی حامل فعال ملت اسلامیہ کے لئے سنت جاریہ ہے۔ کہ اگر دول مفرط جائرہ اور عادل ملت وسط کی تخریب اور شکست کے درپئے ہوں۔ تو فرط اپنی وحشت اور بہیمیت کو للّٰہیت یا حق کے ساتھ دبا دینا بنی آدم پر منصفو

آیہ عدل واحسان یا اُن کے فطری تقاضاؤں کی ایفائے عادل ہے۔ عدل فطرت نفس کا تقاضا ہے اور احسان عدلِ نفس کی حیثیت فعالیہ کی وضاحت اور شرح ہے۔

الغرض حضور صلعم نے محرم ۷ھ ہجری میں سباع ابن عرطفہ غفاری کو مدینہ میں اپنا قائم مقام فرمایا اور خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔ فوج کی تعداد سولہ سو تھی جس میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے قیادت اعلیٰ حضور صلعم کو تھی۔ اس موقعہ پر آپ نے تین علم تیار کرائے۔ خاص علم نبوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور ایک علم حباب ابن منذر کو اور ایک سعد ابن عبادہ کو عطا ہوا۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ حضور صلعم کے ہمراہ تھیں۔ نیز چند خاتونان اسلام نے بھی شرکت کی عامر ابن اکوع مشہور شاعر راجز کی حیثیت سے آگے آگے تھے۔

تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام رجیع نزول اجلال فرمایا جو غطفان اور خیبر کے درمیان میں ہے۔ غطفان خیبریوں کی مدد کے لئے نکلے۔ لیکن آگے بڑھ کر جب اُن کو معلوم ہوا کہ اُن کا گھر خود خطرہ میں ہے تو واپس چلے گئے۔ مستورات اور اسباب کو پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ اور فوجیں خیبر کی طرف بڑھیں

یہ فاتحۃ العدل غزوہ توسیع ملی اور اس میں تشدید کے آئین ایفا کی شرح متشکل ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ملت اسلامیہ کا نفس فعال صلعم جو دستور عدل (کتاب مجید) کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے بنفس نفیس اس کی قیادت اعلیٰ کا فرض انجام دیتا جو منفعل اور فعال ملت اسلامیہ کے لئے تصغیر الدول کا دستور غالب ہے۔

نیز اس میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر نتیجۂ کارزار حالات کے اعتبار سے حیات ملی اور اس میں توسیع و تشدید کے نئے بنیادی حیثیت سے فیصل ہو۔ تو اس میں ملت اسلامیہ کے نفس فعال یا اولوالامر کو بذات خود قیادت اعلیٰ کے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ حیات اجتماعی اور اس کے حقوق کی حیثیت تامہ فردیت امارت یا امیر اعلیٰ کی قیادت کو مستلزم ہے۔ چنانچہ غزوہ بدر و احد و احزاب میں جو شوکت و استقلال و شدت وقلع کے مظاہر عظیمہ ہیں قیادت اعلیٰ کا حضور صلعم کی ذات مبارک سے تعلق اسی حقیقت عظمیٰ کا مظہر ہے۔ کہ ان غزوات کو حیات ملی میں بنیادی اور فیصل حیثیت حاصل تھی۔ علی ہذا غزوۂ خیبر بھی دفاعی حیثیت کے ساتھ توسیع ملی کے لئے فیصل

اساسی تھا۔

اور ترسیل سراپا حفظ و توسیع فرعی کی آئینہ داری ہے جس میں قیادت اعلیٰ کے زیر تحت قائمقام
قوادِ لشکر کی حیثیت قیادت اور اس کی مناسبت محیطۂ عالم فرعی وسعتوں کی جامع اور دستور متشکل ہے
مفرط النفس جماعت کا خاصہ ہے۔ کہ جب وہ اپنے کا بیدہ تاثرات کے ساتھ جو تعقید معاہدہ میں
اساسی حیثیت رکھتے ہوں۔ صلح و امن کی پیشکش قبول کر لیتی ہے۔ تو عداوت کے رفع ہو جانے
پر جو اس کے اضطراب نفس کی وجہ جاریہ ہے۔ انہیں کاہشوں کے اثر سے اس کے حالات میں
ایک گونہ سکون رونما ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان تاثرات عداوت کو جو اس کے فرطیہ افکار یا ہوائے
نفس کے ساتھ اختلاف کی وجہ محرک سے اس کے نفس پر طاری ہو جاتے ہیں جیسے اضطراب فرطیا
رجحان عنصری میں بہاؤ سے مغنون کرنا چاہیئے۔ عنصری اور متاعی قوت غالبہ یعنی شمشیر سے روکا
جا سکتا ہے۔ جو اس کی جماعتی حیثیت اور عنصری اسباب کو نقصان پہنچاتی ہوئی اس کی جماعتی
کمزوری کے ساتھ اس کی عنصری حیثیت کے خارجی پہلو کو کمزور کر دیتی ہے پس اس کے داخلی تموجات
نفس میں رکاوٹ یا ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی نفس جماعت مفرط کی دلیل تشخیص سے اس
کے ساتھ تعقید معاہدوں میں کامیابی کی وجہ ہے۔

پس ایک عرصہ تک تا آنکہ اس کے شکستہ اسباب کسی حد تک از سر نو تعمیر پائیں۔ اور بوجوہات
شکستگی کے تاثرات سے اس کی کیفیت نفس کسی حد تک فارغ ہو پائے۔ [illegible] جماعت میں
کسی نئے تموج کا زیادہ اندیشہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ قریش مکہ سے معاہدہ کے بعد اس قدر متصل قریب میں
ان کی طرف سے کوئی خاص اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکز کو چھوڑتے
ہوئے غزوہ خیبر کی قیادت اعلیٰ کا فرض کبیر انجام فرمایا۔ اور مدینہ منورہ میں قائمقام نیابت کے [illegible]
تقاضے [illegible] جماعت کی [illegible] جو دریائے جماعت کی [illegible] ہے۔ اس کے بہاؤ میں
[illegible] ہے۔ حالانکہ اس وقت بیشتر عسکری طاقت آپ کی ذات مبارک بحیثیت [illegible]
تھی تشخیص نفسیات رکھتے افراد و قبائل اور امیر قائمقام اور جملہ داخلی و خارجی حالات کے وزن سے
قائمقام نیابت میں تقسیم کی کے ساتھ تعدد جیسے ہر گونہ احتیاط کا تقاضا ہے۔ ایسے ہی اس [illegible]
حقائق [illegible] کے ساتھ سیاست [illegible] کی اہم شق ہے۔ میدان کارزار میں علامت اجتماعی

یعنی قیام علم نفس عسکری کے اتحاد فکری و عملی میں اس دلیل کے ساتھ کہ گویا وہ متشکل عزت ملی ہے استقلال اور شدت کا اہتمام مستمرہ ہے۔ اور اس میں تعدد سہ گانہ عسکریہ کے کلی استقلال کے ساتھ اس جزوی استقلال عمل کا موجب ہے۔ جو میدان کارزار میں مناہج جنگ کی مطابقت کے ساتھ فوج کے تینوں پہلوؤں پر دشمن کے حالات مقابلہ کی رو سے اُن پر عائد ہوتا ہے۔

ملت اسلامیہ کا امیر فعال اپنی شجاعت فطری سے جو اس کی عادل قوت غضبی کا عدل و استقامت ہے۔ بأساء اور ضرّاء میں اطمینان نفس کے ساتھ صبر کرتا ہے۔ یعنی شدائد و مکارہ کی برداشت کو اس کے اطمینان فطری کے ساتھ بالکل اختلاف نہیں ہوتا۔ اور نہ حیات و موت کے تاثرات راحت و غم سے اس کے صدر مطمئن میں کچھ بطرز ضیق پیدا ہوتا ہے۔ پس سلوک جادۂ جد و جہد میں اس سے مطلقاً ضعف و استکانت رونما نہیں ہوتی۔ اس لئے ملی علامات کے لئے اس کا دفع موانع اور مضبوط ہاتھ اپنی فعال اور مجموعی ملی قوت کے ساتھ موت کے آخری سانس تک استقلال نصب و قیام کا فرض ضرور ادا کرتا ہے اور ان کے متعلق تفویض میں کامل الاعتدال افراد کی خصوصیت اس کی سیاست نافذہ کا ایک اہم اور درخشاں پہلو ہے۔ جو افراد جماعت اور ان کے متعلق مناصب مناسبہ کی تشخیص کا آئینہ دار ہے۔

پس علم جو اجتماع ملی اور اس کی عزت غالبہ کی علامت متشکل ہے۔ ضرور اس کے ہماحب قوت ہاتھوں کے ذریعہ سربلند رہتا ہے۔ اور یہ علامت عزت اجتماعی (علم) سے رفع اندیشہ کے لئے دلیل قاہرہ ہے۔

ملت اسلامیہ میں قائد عسکر کو فعالی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اور عسکر منفعل حیثیت سے اس کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ گویا قائد قوت عمل ہے اور عسکر اس متشکل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نفس فعال شعوری و عنصری تقاضاؤں کی ایفا میں بحیثیت قوت اور بحیثیت عمل کامل الاعتدال ہو جو اس کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں استقامت قسطاس ہے چنانچہ اس فاتحۃ العدل غزوہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی حضور صلعم کے ساتھ معیت اس حقیقت عظمیٰ کی آئینہ داری ہے۔

خطاب اور اس میں طرز مجرد منفرد یا راجز کے شعور اور فطری لگاؤ کے ممزوجہ عمل سے واقع

ہوتی ہے۔ اس لئے وہ نفوس ناطقہ میں ان حقائق عظمی کی تجدید کر دیتی ہے جو مسلم کے فکر و عمل اور میدانِ کارزار میں مقصودِ نگاہ ہے۔

دشمن ملک پر حملہ آور ہونے کی صورت میں جو درحقیقت دفاعی پیشقدمی ہے۔ جس پر اس کی عداوت مشتعلہ اور مستمرہ شاہد ہے۔ نزول افواج کے لئے ایسا مقام منتخب کرنا چاہیئے۔ جو حریف مقابل اور اس کے حلفاء کے درمیان تفریق ارضی و متاعی کا موجب ہو تاکہ اس کے حلفاء اپنے حالات کو اندیشہ میں پاتے ہوئے اس کے ساتھ اتحاد عسکری اور یک جائی پر قادر نہ ہو سکیں۔ ایسے حالات دشمن کے حلفاء کے لئے ان کی تکلیفی یا توسطی احساسات کے ساتھ جو ایک گونہ بیگانگت ہے۔ اپنی نوعیت میں بلاشبہ شدید ہیں۔ پس ہو سکتا ہے۔ کہ اس صورت میں حلیف دوسری جماعت سے متعلقہ خطرے کو اپنے لئے دعوت دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ بحالیکہ اس کے ذہنی تاثرات عداوت میں عفو سلیم اور معاہدات کی پیش کش سے گونہ فترت پیدا ہو گئی ہو۔ جیسے کہ حضور صلعم کے بمقام رجیع نزول اجلال فرمانے سے غطفانیوں اور یہودیوں میں ارضی و متاعی تفریق رونما ہو گئی۔ اور غطفانیوں کو جب معلوم ہوا کہ حضور صلعم خیبر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تو گو وہ مسلح ہو کر نکلے۔ لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو سلیم اور پیش کش معاہدات سے ان کے جذبات عداوت غیر محسوس طریق سے کمزور ہو چکے تھے۔ اس لئے اپنے گھروں کو خطرہ میں پاتے ہوئے انہوں نے جلد واپسی کا فیصلہ کر لیا اور لوٹ گئے۔

میدان جنگ میں مقاتلہ عرف اسپا مقاتلہ کی تجدید کو مستلزم ہے۔ یہ نقطۂ عدل ہے۔ ورنہ عادل نفس ناطقہ اپنے ماحول کے جو دراصل نفس ناطقہ کا خارجی پہلو ہے بحیثیت عدل ساز گار نہ ہونے سے اپنا فرض ادا کرنے پر بوجہ موانع کماحقہ قادر نہ ہو سکیگا۔ کیونکہ اجتماع اسباب میں تفضیر و تجاوز متاعی نقطۂ اعتدال سے فرط ہے۔ جو بحیثیت اسباب رفتار قتال پر ناسازگار اثر مرتب کرتا ہے اور صرف عدل ہی فطرت انسانی کے تقاضاؤں سے نفس ناطقہ اور اس کے ماحول یا صلح و جنگ میں مایۂ نظم و ضبط ہے۔ اس لئے شمشیر اور ایسے اسباب سے جو بلا واسطہ معاون شمشیر ہیں یعنی شمشیر کی حیثیت ان کے اجتماع سے تکمیل پاتی ہے۔ اور انہیں حیات و موت انسانی پر براہ راست اقتدار حاصل ہے۔ رزمگاہ کو مخصوص کر دینا چاہیے۔

ایسے ہی افرادِ عسکر کے علاوہ جماعت کے دوسرے عناصر کو جو اجتماعی نقطۂ نگاہ سے بالواسطہ مددگار ہیں، میدانِ جنگ میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔ ان کی شرکت تقاضائے جنگ اور اس کی ایفا یعنی اعتدالِ سیاستِ قتال سے تقصیر و تجاوز ہے۔ قتال کے ساتھ ان کی حیثیت تو سلبیہ انہیں میدانِ جنگ سے ایک پہلو پر الگ کرنے کے فیصلِ ناطق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسباب اور مستورات کو پیچھے چھوڑ دینا انہیں حقائقِ عظمےٰ کی آئینہ داری ہے۔ تا آنکہ حضور صلعم خیبر کے قریب پہنچے اور عمارتیں نظر آنے لگیں۔ تو آپ نے یہ دعا مانگی۔

انا نسئلك خیر هذه القریة وخیر اهلها وخیر ما فیها و نعوذ بك من شرها و شر اهلها و شر ما فیها — (اے اللہ العالمین) ہم تجھ سے اس گاؤں کی اور گاؤں والوں کی اور گاؤں کی چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ان سب کی برائی سے پناہ مانگتے ہیں (ابن ہشام)

کلام لفظی شکل و صورت میں متکلم کا متشکل ما فی النفس ہے۔ اس لئے حضور صلعم کی یہ دعا وضاحت مقصد فطری کے ساتھ حضور کے نفسِ فعال کے فطری تقاضا کی لفظی شکل و صورت ہے جو بنی نوعِ انسان کے نفوس میں بحالیکہ وہ انفعالی تعلق سے وابستہ ہوں فعالی حیثیت کے ساتھ متشرف ہوتا ہے۔ یعنی ملتِ اسلامیہ کا نفسِ فعال اس خیرِ فلاح کو بنی نوع کے لئے فطرتاً چاہتا ہے جس سے وہ خود مشرف ہے۔ یعنی وہ خود مرجع فطری کی طرف رجوع کی ایفا اور اس پر شعوری قدرت کے تحقق کی تکمیل سے مکمل مقصد فطری ہے۔ اور بنی نوع کے لئے اسی نقطۂ مقصود پر طلب اتحاد اس کا تقاضائے فطرتِ نفسِ فعال ہے۔ اس کی قوت تزکیہ اور تعلم اور اس کی شمشیر اسی حقیقت پر شہادت تابندہ ہے۔

رات حضور صلعم نے نواحِ خیبر میں بسر کی اور صبح کو خیبر میں داخلہ ہوا۔ دن جولانگہ افکار و اعمال ہے۔ اور رات کا کچھ حصہ قوائے نفس کے آرام کا وقت ہے۔ گویا قوائے نفس کی جد و جہد اور استراحت اس کے افکار و اعمال کی صحیح تعدیل و تقسیط ہے جو شب و روز میں تقسیم جد و جہد و سکون سے متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے رات کے وقت حملہ کی ابتدا گویا فطرتِ انسانی کے فکری و عملی تقاضاؤں کی ضد ہے۔ اور فرط ہے۔ پس صلح و جنگ میں حقائق اوقات کی مطابقت کے ساتھ تقسیم کار سے بنی نوع کے نفوس نفسِ انسانی کے فطری تقاضاؤں کی مطابقت کی دلیل مؤثرہ سے فعالی تعادل اثر کو

بالتدریج قبول کرتے جاتے ہیں۔ جو نفس فعال کے مقصد فطری کی ایفا ہے۔ البتہ ایسے مفرط گروہ جو ناشائستہ مظاہروں کے بعد نامعلوم مقامات میں اپنے مفرط افراد اور مفسد اجتماع کو جو فساد و فرط متشکل ہیں محفوظ اور غیر معلوم کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے راتوں رات سفر اور تیزی میں ان کو جا لینا جزائے عمل کی حقیقت اعتدالیہ کی بنیاد پر دفع فرط اور تمکین عدل کی شہادت کے ساتھ ہر فرط کی کیفیت قوت و عمل کے تقاضا کی مطابقت سے جو راہ دفاع کا اعتدال آئین عدل کی ایفا ہے۔ چنانچہ بعض سرایائے عہد نبوی اسی حقیقت کی آئینہ دار ہیں

جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ یہود ضرور لڑینگے۔ تو آپ نے فوج کے سامنے جہاد پر تقریر فرمائی۔

نفس فعال کا فطری تقاضا نفوس انسانی کیلئے قبول خیر یا عدل کو انفعالاً مقدم قرار دیتا ہے۔ اول یہ فرض فطری کی ایفائے کامل ہے۔ ورنہ بصورت دیگر تصغیر فرط سے عدل کو سطح ارض پر فضل اور کبریائی کے ساتھ متمکن کر دیتا ہے۔ پس جب جنگ یقینی ہو جائے۔ تو اس سے قبل یہ ضروری ہے کہ ارادہ کو جو مبدأ اعمال ہے۔ اعمال پر قدرت عادلہ سے اور قوت تحریک کو جو وجہ اعمال ہے استقلال اور اس میں شدت عادلہ سے موانع مفرط پر بالقوۃ غلبہ اور شدت متحقق ہو جائے۔ کیونکہ صرف ایسا ارادہ اور عمل ہی اپنی قوت شدیدہ کے ذریعہ موانع کو جادۂ عدل سے ہٹا سکتا ہے۔ جو اپنی حیثیت فطری میں مستحکم یعنی عادل کامل ہو۔ اور فرط پر فیصلۂ فطرت کی دلیل سے بالقوہ اور بالفعل غالب و قاہر ہو اور وہ قوت شدیدہ نفس فعال کے ترشحات فعالیہ من جملہ تقریر سے عسکر منفعلہ کے ارادہ و عمل میں انفرادی اور اجتماعی اور عسکری طور پر بالتجدید متحقق ہو جاتی ہے۔ اس لئے افتتاح جنگ سے قبل خطبۂ جہاد لازمۂ استقلال و شدت جہاد ہے۔

سب سے پہلے فوجیں قلعہ ناعم پر بڑھیں محمود ابن مسلمہ نے نہایت دلیری سے حملہ کیا۔ اور بہت لڑے۔ اس اثنا میں تھوڑی دیر سستانے کے لئے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اوپر سے کنانہ ابن ربیع نے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دیا۔ جس کے صدمہ سے وہ شہید ہو گئے۔ لیکن قلعہ جلد فتح ہو گیا۔ اختتام جنگ پر کنانہ کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے۔ کہ اس سے قبل مدینہ منورہ سے جلاوطنی کے

[1] سیرۃ النبی علامہ شبلی میں عنوان۔ یہودیوں کے ساتھ معاہدہ اور جنگ ۔ اور عنوان بنو قریظہ کا خاتمہ اور عنوان خیبر مطالعہ فرمائیں۔

وقت کنانہ نے عہد کیا تھا۔ کہ وہ کسی قسم کی بدعہدی اور خلاف بیانی نہ کریگا۔ ورنہ قتل کا سزاوار ہوگا

اس میں اس حقیقت کی اشارہ ہے۔ کہ اجتماعی جنگ میں مخصوص جرم کے لئے مخصوص عقوبت تقاضائے آئین اعتدال ہے یعنی اجتماعی حملہ میں اجتماعی اموات رفتار جنگ کا اسلوب عمومی ہے۔ مگر مخصوص جرم اور مخصوص موت تقاضائے آئین عدل سے مخصوص ردعمل چاہتی ہے۔ کیونکہ ہر دو جوانب میزان میں تنصیف صحیح عمومیت کے ساتھ عمومیت اور خصوصیت کے ساتھ خصوصیت کے وزن سے متحقق ہوتی ہے۔ اسی تعدیل وزن کو فطرت انسانی میں اللہ عزو جل نے ملحوظ فرمایا ہے اسی کا اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق مایۂ تہذیب وتدبیر وسیاست ہے۔ اس لئے مخصوص مجرمین کو قانون عدل کے روبرو خصوصیت کے ساتھ ضرور پیش کرنا چاہیئے۔

قائم کے بعد اور قلعے بآسانی فتح ہوتے گئے۔ لیکن فتح قموص میں جو یہود کے مشہور بہادر مرحب کا پایۂ تخت تھا کافی مزاحمت ہوئی۔ انجام کار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست غالب پر وہ بھی فتح ہوگیا یہود کی شکست پر مفتوحہ زمین پر قبضہ کرلیا گیا۔ یہود کی درخواست پر کہ زمین اُن کے قبضہ میں دیدی جائے۔ اور وہ نصف پیداوار ملت اسلامیہ کو ادا کردینگے۔ زمین اُن کے قبضہ میں دیدی گئی۔ بٹائی کے وقت مسلم نمائندہ کے کمال انصاف سے یہود تحیر کے ساتھ اعتراف انصاف کرتے۔

یہود کا تحیر اُن کے فرط نفس پر اور ملت اسلامیہ کے عدل فطری پر غیر متکلفہ شہادت ہے۔

خیبر کی زمین دو حصوں میں تقسیم کردی گئی نصف بیت المال اور مہمانی اور سفارت وغیرہ کے لئے اور نصف تمام مجاہدین کے لئے۔ مجاہدین کی تعداد سولہ سو تھی جس میں دو سو سوار تھے سواروں کو پیدل کی نسبت گھوڑوں کے مصارف کے لئے دوگنا ملتا تھا۔ اس لئے کل زمین کے ۱۸۰۰ حصے کئے گئے۔ ہر مجاہد کے حصے میں ایک حصہ آیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تمام مجاہدین کے برابر ایک حصہ ملا۔ اسی زمین میں خمس نبوی صلعم بھی تھا۔

جب شجاعت شمشیر کے ساتھ جو قوت روح اجتماع ہے۔ اور اسے حیات وموت انسانی پر بحیثیت اسباب قدرت حاصل ہے۔ موانع مفرط کو اس سطح ارض سے ہٹادیتی ہے۔ جو ملت اسلامیہ کی مسجد وطہور ہے۔ بجا لیگا۔ دفع موانع شجاعت اور شمشیر عادل کا جائز اور فطری فعل ہے۔ کیونکہ عدل پر ہی

فطرت انسانی استوار ہے۔ اور تمام ملکوت ارضی وسماوی نظام اعندالیہ کے ساتھ حقیقت اعندالیہ کے لئے مسخر ہیں۔ اور فرط اپنی غیر فطری حیثیت باطلہ کی دلیل سے مٹ جانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ تو سطح ارض ساجد وطاہر اور جائز واحد ملت اسلامیہ کے حیطۂ اقتدار میں اس کی وراثت صادقہ کی دلیل سے جس پر اس کی خصوصیت جواز وحدت اجتماع اور قیام بالقسط شاہد ہے داخل ہوجاتی ہے۔ اور اس دلیل کے ساتھ کہ شمشیر کو عادل اور مفرط جماعتوں کے درمیان فیصل ناطق تسلیم کر لینے کے بعد جب مفرط گروہ شمشیر کے فطری فیصلہ کو قبول کر لیتا ہے۔ یا تصغیر سے اپنے وجود کے تعطل کو تسلیم کر لیتا ہے۔ جو شمشیر کے فطری فیصلہ کی نیابت ہے۔ بحالیکہ شمشیر کی حیثیت فیصل مسلم ہے۔ تو اب شجاع ملت اسلامیہ کی شمشیر عادل کے روبرو اس مفرط گروہ کا جبکہ وہ انفرادی اور اجتماعی حیات کو معطل قرار دے چکا ہے۔ اپنے اسباب حیات پر حق ملکیت باقی نہیں ہے۔ یہ اساس قیام بالقسط پر استوار فطرت انسانی اور حقیقت قیام بالقسط کا تمام بنی نوع انسان کے لئے فیصلۂ ناطق ہے۔ نفس ناطقہ کے اجزائے تخلیق کے تقاضا اور فیصلہ کے روبرو تمام کائنات انسانی کو گردن تصغیر بہ اطاعت جھکا دینی چاہیئے۔ چنانچہ خیبر کی زمین اسی کلیہ کے تحت ملت اسلامیہ کے زیر نگین کر دی گئی

بیت المال اور مہمانی اور سفارت وغیرہ کے لئے زمین مفتوحہ کے نصف حصہ کی تخصیص اور نصف کی مجاہدین کے لئے خصوصیت اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کا ملکی اور عسکری نظم وضبط تمام روئے زمین کے وسائل کو اپنے لئے احاطہ کر لینے کا جائز استحقاق رکھتا ہے کیونکہ تمام روئے عالم کیلئے فطرت انسانی فیصل ناطق ہے۔ کہ اسے ملت اسلامیہ میں گم ہوجانا چاہیئے۔ جو فطرت انسانی کے تقاضا کی ایفا سے قائم بالقسط ہے۔ بحالیکہ ملت اسلامیہ کا ملکی اور عسکری لائحہ عمل وسعت ملی کو مشارق ومغارب ارض تک درجہ موانع سے وسیع کرتا جاتا ہو۔ یہ اس کا عمل بالفعل ہے۔ جو استحقاق جزائے بالفعل ہے۔

امیر اور ملت کے نفوس اپنی کیفیت تخلیق یعنی ارواح علوی وبخاری کے امتزاج سے جو اساسِ ملل ہے اسباب حیات میں متقاضی تعدیل و تنصیف ہیں۔ گویا متاع حیوٰۃ دنیا میں تقسیم صحیح الفبائے تقاضائے فطری ہے۔ اس لئے نظام منزل و مدنی میں تحقق استحکام کا ذریعہ ہے اور تسخیر نفس غیر فطری

لموعظۃ یلوق فتح نکتیہ الحشر حفظ تفصیل لا دقعہ لیللے عنوان جزیہ د فرا 2 مسطا لمہ فرما دیے

فعل ہے۔ اور نظام ملی میں باعث خلل ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کا عادل نفس فعال اپنے فطری عادل تقاضاؤں سے تشنج نفس کے ترشحات کو ضرور شادیتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر افراد عسکر کی مانند ایک حصہ اسی حقیقت عدلیہ کی آئینہ داری ہے۔

تخصیص خمس ان ملی مصالح کے لئے اللہ عزوجل نے قرار فرمائی ہے جن سے ملت اسلامیہ کا نفس فعال بحیثیت امیر جو جزو کل پر بالعلم والحکم حکمران اور قاہر ہے خصوصی وقوت رکھتا ہے اور وہی تشخص نفسیات کے ساتھ تمام عناصر ملی کی ترتیب صحیح سے وحدت جماعت میں استحکام و استقلال قائم رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے ملت کے تمام تر نفوس افراد انفعالاً وابستہ ہیں۔ فرمان ربانی فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ .... الخ اسی حقیقت کی توضیح وبیان ہے۔

گویا خمس مقاصد ملی کی ایفا میں ملت کے نفس فعال کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی سے مقصود ہے۔

ولا یحل لی من غنائمکم مثل ہذا الا الخمس والخمس مردود فیکم (مشکوٰۃ)

نہیں حلال تمہارے غنائم سے میرے لئے کچھ لیکن خمس اور وہ خمس بھی تمہاری حاجات میں خرچ کیا جاتا ہے۔

مسلم کا نفس ناطقہ معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اس میں روح الٰہی منکشف ہو جاتا ہے جس کا وہ حامل ہے۔ اور اس کا روح بخاری اس نورانی کشف کا متحمل ہے۔ جو نیر اعلیٰ نور عزوجل کا نور درخشاں ہے۔ اس لئے ایک مسلم صحیح الاعتدال حرمت وعظمت میں تمام روئے عالم سے بہتر ہے۔ گو شہور حرام کی عزت افتتاح قتال کے لئے فی نفسہٖ بالجواز نہیں ہے۔ لیکن جب بزرگ ملت اسلامیہ کی عزت و حرمت اور حیات خطرہ میں ہو۔ تو شہر حرام کی حرمت دفاع اور قتال کے لئے ہرگز مانع نہیں ہو سکتی۔ مسلم محترم کا نفس مبارک جلیل اکبر کی جلوہ گاہ ہے۔ اور شہور حرام اسی کی عزت غالیہ کے لئے اہتمام زمانی و جمعی اور وحدت اجتماعی ہے۔ اور اسی کی حرمت قاہرہ اور واسعہ کی وضاحت مستمرہ ہے۔ اور یہی اس حدیث نبوی صلعم سے مقصود ہے۔

فان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ہذا فی شہرکم ہذا فی بلدکم ہذا۔

تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری آبرو اسی طرح محترم ہیں جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔

واعلموا انما غنمتم ... کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور ذی القربیٰ اور مساکین اور مسافر کے لئے (انفال)
۵۲ مرکزیت وسعت ارضی ... المسجد الحرام میں

بیعت الرضوان۔ فتح خیبر۔ فتح مکہ۔ بقیہ حنین یعنی محاصرۂ طائف کا شہور احرام میں وقوع انہی حقیقت عالیہ پر شواہد نظام ربانیہ ہیں کہ بزرگ ملت اسلامیہ اپنی حرمت واسعہ کے روبرو دلیل امر بالعدل ہے تمام روئے عالم کو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل اپنی ذات مقدس میں اور اپنی تمام تر مخلوقات میں قائم بالقسط ہے۔ اور فطرت انسانی اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور ملت اسلامیہ قائم بالقسط ہے۔ اور یہی اس کے لئے استحقاق تصغیر الدول ہے۔ اور اسی سے وہ تمام روئے عالم پر غالب و قاہر ہے۔

غزوہ موتہ

قصاص بین الدول

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (بقرہ)

نفس ناطقہ اساس عدل پر استوار ہے۔ اور قصاص جزائے عمل میں معنی مساوات کی شہادت کے ساتھ تعدیل قانون ہے۔ اور وہ فطرت انسانی کے تقاضائے خلقی کی دلیل تطابق سے حفظ فطرتِ نفس ہے۔ پس وہ اسی ہیبت حفظ عدل کے ساتھ مفرط ادراک و تحریک کو متاثر کرتی ہوئی تمکین حیات انسانی کا موجب ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (اور تمہارے لئے بدلے میں زندگی ہے) اور چونکہ محرکات قصاص قوائے نفس کے ادراکی و تحریکی امور عمل کے ساتھ مشارکت اسباب سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اس لئے قانون قصاص کا نفاذ اس صاحب قوت شدیدہ و متاعی ذریعہ یعنی شمشیر کو مستلزم ہے۔ جو ہیبت عدل کو حیات دعوت انسانی پر متاعی قدرت کی دلیل ہے اور ادراک و تحریک پر مؤثر قرار دیتی ہے۔ اور داخلی خطرات سے استحکام ملی کو پاک کرتی ہوئی وسعت اجتماع عدل سے موانع مفرطہ کو ہٹا دیتی ہے۔ اور چونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اور اجتماع اسباب ملی اور بین الدول وسائل سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ایک فرد کا فعل گرچہ

ما حبس پر موصت مرکزیت وسعت ارتھا اور حرمت قسم اکرام شاہد ہے

اُن تمام اسباب کا ناجائز استعمال ہے۔ جس کے تہیا میں تمام کائنات انسانی کی کوشش شریک ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اور اس کی وحدت اصل تدریجی ارتقا کی شہادت کے ساتھ جو تمام کائنات انسانی کا نسلی مرجع انسان اول کو قرار دیتی ہے۔ تمام کائنات انسانی کے حق میں اس جماعت واحد میں اجتماع کے لئے فیصل ناطق ہے۔ جو تقاضائے فطری کی ایفا سے قائم بالقسط یا وسط در عدل ہے۔ اس لئے عادل آئینی نقطۂ نگاہ قصاص کا مدعی اس جائز جماعت کو قرار دیتا ہے۔ جو حافظ فطرت انسانی ہے۔ اور صرف اسے ہی اجتماع اسباب کا جائز حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ تمام ملکوت ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ اور وہ حافظ فطرت نفس ہے اور اسی حفظ فطرت نفس کی دلیل سے وہ تمام کائنات انسانی کے افکار و افعال پر احتساب کا جائز حق رکھتی ہے۔ اور تمام عالم کو اس کا استحقاق وسعت محیط ہے۔ اور چونکہ اس کا فرد اس جائز واحد ملت کی اساس ہے۔ اس لئے اس کا نقصان تمام کائنات انسانی کی اس فطرت کا نقصان ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے گویا اس کا قتل تمام کائنات انسانی کا قتل ہے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت اعتدال یا عدل کا ایسے حافظ و مکمل فطرت نفس ہے جس کی تکمیل و تعدیل طلب اساس ارواح بخاری و علوی کی ودیعت سے کافۃ الناس میں جاری و ساری ہے۔ جس کا نسلی مرجع یا وحدت اصل ایک ہے۔ اور اساس عدل یعنی ترکیب کثافت و لطافت کا مرکب و مستودع ایک عزوجل ہے۔ پس اس کی وحدت اصل اور وحدت مرجع فطری وحدت اساسی پر شاہد صادق ہے۔ اور مسلم عادل اس وحدت اساسی کا حافظ و مکمل ہے۔ اور بالخصوص جب وہ ملی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حفظ فطرت انسانی کا پیامبر ہو کر فطرت انسانی کا حق ادا کر رہا ہو۔ تو جماعتی نقطۂ نگاہ اسے تمام ملت اسلامیہ قرار دیتی ہے جو تقاضائے نفس انسانی جزو وحدت ملی کی علمبردار ہے۔ تو اس کا نقصان اساس مشترک کے نقصان کے ساتھ ان کے تقاضاؤں کی تکمیل کے نقصان کا آئینہ دار ہے۔ اور وہ اس تمام مفرط جماعت کے مجموعی خونبہا سے قیمت فضل میں بیش از قیاس ہے۔ جو اس کے نقصان کی مجرم ہے۔ اور اگر تمام روئے عالم کی مفرط جماعتیں اس مجرم جماعت کے ساتھ اتحاد جنسیت فرط کی وجہ سے متحد العمل ہو جائیں۔ تو ان کی مجموعی بہائی حیثیت بھی اس کے ساتھ کچھ تناسب نہیں رکھتی۔ عدل فرط کے ساتھ وزن میں ہرگز

برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فرط اپنے وجود میں ناجائز ہے۔ اور عدل کو اپنے وجود اور اس کی تمکین کا حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ خالق کائنات قائم بالقسط ہے۔ اور تمام کائنات اور جامع جملہ حقائق علویہ و سفلیہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے اس کے نقصان پر ملت اسلامیہ کو قصاص کے لئے مصروف جہد ہو جانا چاہیے۔ ملت اسلامیہ کے عادل نفس فعال اول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات انسانی میں اس فرض کو ادا کرتے ہوئے جو حق فطرت انسانی ہے۔ اور عادل نفس فعال کا فطری ارتقائیہ فعل ہے۔ من جملہ دیگر ہدایات کے شرجیل ابن عمرو کی طرف جو سرحدات شام سے علاقہ بلقاء کا رئیس تھا الداعی الی العدل نامہ مبارک حارث ابن عمیر کے ہاتھوں ارسال فرمایا۔ شرجیل نے حضرت حارث کو قتل کر دیا۔ پس آنحضرت نے تین ہزار فوج تیار کر کے شام کی طرف روانہ فرمائی۔ اور حکم دیا۔ کہ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ تو جنگ کی ضرورت نہیں۔

اسلام فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ یعنی عدل ہے۔ اور اس کا قبول اس مفرط جماعت کو اس سطح پر کھڑا کر دیتا ہے جس مقدس سطح معتدل پر ملت اسلامیہ کا وہ فرد جلوہ گر تھا جس نے تمکین عدل کے لئے اپنی جان دی اور اس فرط کا تعطل ہے۔ جو نقصان عدل کی ادراکی و تحریکی و مقامی حیثیت کے ساتھ وجہ اساسی تھا اور ایفائے مقصد قصاص کا جو حفظ آئین عدل ہے حیات عدل ہے۔ اپنی معنویت کے ساتھ استقلال ہے۔ اور وہ مفرط جماعت کے نفوس میں اپنے حقائق کے ساتھ تمکین عدل ہے۔ گویا یہ ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا موثر بالعدل فطری فعل ہے۔ جو عدل بغضب پر شہادت حلم و عفو کے ساتھ دلیل ساطع ہے۔ اور انفرادی قصاص کے اس عفو کی اجتماعی تصویر ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ	پھر جس کے لئے اسکے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دی گئی
بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ (بقرہ)	پس اتباع نیکوئی اور اس کی طرف باحسان ادائیگی ..... الخ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مدینہ منورہ تشریف فرما ہے اور زید ابن حارثہ کو جو حضور صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ قیادت عسکر عطا فرمائی۔ اور حکم دیا۔ کہ اگر انہیں دولت

شہادت نصیب ہو۔ تو جعفر طیار اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبد اللہ بن رواحہ سردار لشکر ہوں۔ اور خالد ابن ولید جیسا بہادر اور مدبر سپاہی بھی شامل عسکر تھا۔ اس امر کا چرچا ہوا۔ کہ جعفر طیار حضور صلعم کے چچیرے بھائی اور مقرب خاص اور عبد اللہ ابن رواحہ ایک معزز انصاری کے ہوتے زید ابن حارثہ کو کیوں سالار عسکر بنایا گیا۔ علیٰ ہذا۔ اس کے بعد دوسرے موقعہ پر مہم اسامہ میں جو حضور صلعم نے اپنی مرض وفات کے دوران میں شام کی طرف روانہ فرمائی قیادت اسامہ ابن زید کے متعلق اعتراض اور چرچے ہوئے۔ تو آپ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کے باپ کی سیادت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ حالانکہ وہ یقیناً سرداری کے اہل تھے گویا حضور صلعم نے سیادت کے لئے شرط استعدادِ فاضلہ کی وضاحت فرمائی۔ نیز حضور صلعم نے حکم دیا۔ کہ اس مقام پر جانا جہاں حارث ابن عمیر نے ادائے فرض کے لئے جان دی تھی یہ جمادی الاول ۸ھ کا واقعہ ہے۔

عدل دلیل للّٰہیت سے جو اطمینان کامل ہے حسیات ارضیہ کا ارضی یا مضطرب اثر قبول نہیں کرسکتا۔ مگر فطارِ رجحان کثافت کی فطری جنسیت کی دلیل سے ارضیات و حسیات سے متاثر ہوتا ہے۔ پس مفرط جماعتوں نے نفوس میں ملت اسلامیہ کے ساتھ تعقید معاہدۂ صلح کے بعد (جیسے کہ صلح حدیبیہ) متاعی اور اقتصادی اور جماعتی نقصانات کے تاثرات سے ایک عرصہ تک کے لئے خاموشی رونما ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ وقت گذرنے پر تشخیص نفس فردی شہادت کے ساتھ نقصانات کے اثر کا امتداد زمانہ کم کر دیتا ہے۔ اور افراد سے جماعتیں مرتب ہوتی ہیں۔ نیز امتداد زمانہ کے ساتھ صلح و امن نہیلے اسباب سے جماعتی حیثیت کو اسی نقطۂ قوت پر یا اس سے قریب یا اس سے بلند قائم کر دیتا ہے جس پر وہ جنگ سے پہلے تھی ان مفرط جماعتوں (گو ان میں بعض کا عدل کی طرف فکری رجحان ہو۔ مگر قبول عدل کے بغیر انہیں دائرہ فرط سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا) کے اتحاد یا باہم تعطل عمل عداوت میں جو مناہج فرطیہ میں الگ الگ حیثیتوں کے باوجود جنسیت فرط یا نقطۂ عداوت عدل پر اتحاد فکری و عملی کی وجہ سے قائم ہو جاتا ہے باہم فرعی اختلاف کے سبب ان میں خلل اتحاد یا حرکت عمل عداوت کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ احول کے ساتھ معاہدات تقاضائے سیاست مدان ہیں

اس لئے اُن کے اختلاف کا اثر ملتِ اسلامیہ کے اُن حلفا پر بھی مرتب ہوتا ہے۔ جو عدل کی طرف رجحان فکری کی وجہ سے ملت کے ساتھ معاہدہ تحلیف استوار کرتے ہیں۔ اور یہ حقائق ملت اسلامیہ کے لئے کسی مزید جدوجہد کا موجب قرار پا سکتے ہیں۔ اس لئے ایسے حالات میں قائد ملت کا مرکز کو چھوڑنا مناسب نہیں ہوتا۔

نیز وہ طاقتور مفرط جماعتیں جو قائم بالقسط ملت اسلامیہ کے دست عسکری اور رشتہ شیر ذو باس شدید کی ہیبت تصغیر الدول کو متصل قریب میں دیکھ چکی ہوں جیسے کہ فتح خیبر اسی شوکت کا عظیم الشان افتتاحیہ تھا۔ قوت اسلامی عادل اقتدار کو اپنی حیات کے لئے خطرہ محسوس کرتی ہوئی کیونکہ فرط ضد عدل ہے۔ عدل کے خلاف اپنی جدوجہد کو تیز کر دیتی ہیں۔ اور یہ قائد اعلیٰ کے لئے اپنے وجود کے ساتھ تمکین مرکز کو ضروری قرار دیتا ہے۔ نیز ایسی مہمات میں کہ اُن کا انجام تصغیر الدول کے ساتھ کاملاً متوقع نہ ہو۔ قائد اعلیٰ یا امیر فعال کی بنفس نفیس قیادت ہیبت فردیت امارت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ ملت اسلامیہ کی محیطۂ عالم وسعت اور وحدت امارت جو وحدت مرجع اور وحدت اصل کی شہادت کے ساتھ ایفائے تقاضائے نفس ناطقۂ انسانی ہیں ملت اسلامیہ کی قیادت اعلیٰ کے لئے ملت کی قوت عسکری کی اس اجتماعی حیثیت کو مستلزم ہے جو کارزار کے لئے مخصوص کی جا سکتی ہو۔

پس جب تقاضائے ماحول سے قائد اعلیٰ کے وجود کے ساتھ تمکین مرکز ضروری ہو۔ تو مہمات پیش آئندہ میں قائمقام قواد لشکر کا تعین اس دلیل کے ساتھ کہ قوتِ عسکری مرکز اور مہمات میں اشتراک و قسمت چاہتی ہے۔ تقاضائے تقسیم قوت عسکری ہے۔

چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم قائمقام قیادتِ عسکری کے ساتھ یہ مہم حیات عدل روانہ فرمائی اور اپنے وجود منفرد و بزرگ کے ساتھ مرکز کو تمکین بخشی۔

قائد لشکر محور عمل ہے جس کے گرد تمام عسکر اعمال عسکری کا مظاہرہ کرتا ہے اور صحت تداور استقامت محور کو مستلزم ہے۔ جو قائد لشکر کی اس فاضلہ استقامت نفس سے متحقق ہوتا ہے جسے تمام عسکر پر برتری حاصل ہو۔ اس لئے فوج میں متعدد اہل سیادت اصحاب کی موجودگی میں عسکری نقطۂ نگاہ سے سب سے زیادہ مناسب شخصیت کی سیادت استقامت محور ہے۔ اور

چونکہ صحت تدادر اور استقامت محور صحت نظام ہے اور تنصیف وزن میں صحت و عدل ہے اس لئے افرادِ عسکر کے افکار جو بحیثیت ارادہ مبادئ اعمال ہیں۔ قائد لشکر کے متعلق مطابق حال اور درست ہونے چاہئیں۔ جیسے ملت اسلامیہ کا نفس فعال فعلی تصرف کے ساتھ ملت کے انفعالی تعلق کی دلیل سے متصرف ہو کر درست کر سکتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے افکار عسکر میں خطبہ مبارک یعنی ترشحات فعالیہ کے تصرف سے محور عسکر کے متعلق تدادر افکار میں صحت متحقق فرمائی۔ جو اعمال عسکر میں صحت تدادر کا موجب ہے۔ بحالیکہ پہلے موقعہ پر حضرت زید کی استعداد فاضلہ حضور صلعم کے امر نافذ پر دلیل راسخ تھی اور امتیازات نسبی کے اٹھا دینے کے لئے بحیثیت آئین صرف آپ کا تعین ... ملت کے نفس فعال کا حکم اس کی حیثیت فعالیہ کا نفوذ متصرف ہے۔ جو ایسی رکاوٹ سے اپنی قوت اجرائیہ کے ساتھ عبور کر جاتا ہے۔ اور دوسرے موقعہ پر حضرت اسامہ کے متعلق حضرت زید کے تذکرہ سے استعداد فاضلہ کی وضاحت کے لئے خطبہ ایسا اعتدال امر ہے۔ جو کہ رجحان کے تقاضا کی ایفا سے متحقق ہو سکتا تھا۔

قائم مقام قائد کا انتخاب ملت اسلامیہ کے نفس فعال کی حیثیت فعالیہ کا خاصہ ہے۔ جو اپنے ترشحات فکری و قولی و عملی کے ساتھ نفوس عسکر میں متصرف ہوتی ہے۔ اس لئے شدائد حروب میں تین قواد کا انتخاب یا نامزدگی ایک کے بعد دوسرے کی قیادت کو مشروط کرتے ہوئے۔ قائد اعلیٰ کی حیثیت فعالیہ کے استقرار کی دلیل سے افرادِ عسکر میں استقامت محور کا استقرار ہے۔ جسے حوادث کارزار متاثر نہیں کر سکتے۔

اور تین قواد کی یکے بعد دیگرے نامزدگی اعتدال انتخاب کی تکمیل ہے۔ نفس فرد و جماعت کی انفعالی کیفیت کے تین مدارج ہیں۔ انفتاح قبول۔ اس کی تمکین اور اس کا استقرار پس انتخاب قواد میں بہ شرط یکے بعد دیگرے تین تک تحدید اسی تدریجی انفعالی استعداد کی مطابقت ہے۔ اس لئے نامزدگی کی تعداد تین سے متجاوز نہ ہونی چاہیئے۔ البتہ ہر سہ قواد کے بعد ایسی قابل شخصیت کا لشکر میں وجود جو استعداد فاضلہ کی دلیل جاذبہ سے بلا اختلاف رائے اپنی ذات پر عسکر کو متحد کر سکتا ہو استقرار قبول کی تمکین جاریہ کی استعداد کے ساتھ اس کی ذات پر اتحادِ عسکر کی متحقق کر دیتی ہے خالد ابن ولید کی عسکر میں شمولیت اسی مصلحت عظمیٰ پر شہادت ہے۔

نیز اس مقام پہ جانا جہاں ملّت اسلامیہ کا نمائندہ ملی حیثیت کے ساتھ اپنی جان قربان کرتا ہے قصاص کی حیثیت کاملہ کی تجدید اور اس کا استقرار ہے اور عملی جدوجہد کے لئے مبادی اعمال میں افتتاح استحکام ہے۔ اور ارواح ملت میں تعلق وحدت کے سیران مشترک میں حسن تموج اور اس کا استقلال ہے۔

شرجیل ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ زید ابن حارثہ جعفر طیار۔ عبداللہ ابن رواحہ یکے بعد دیگرے دادِ شجاعت دے کر شہید ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت خالد نے لشکر کی عنان سنبھالی۔ آٹھ تلواریں آپ کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں۔ پھر واپسی ہوگئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آنحضرت کو معلوم ہوا کہ بعض مستورات نوحہ کر رہی ہیں۔ تو آپ نے منع فرمایا۔ اور اس میں تاکید فرمائی۔ ترکیب عناصر سے حیات عناصر نفس ناطقہ کی انفعالی کیفیت پر شہادت ہے۔ اس کے عنصری اشتراک اور صنفی جاذبیت کی دلیل سے جو خالق حقیقی عزوجل نے ذکور واناث کے مابین عنصری ترکیب کی کیفیت میں عنصری نتیجۂ ترکیب کے طور پر متحقق فرمائی ہے۔ جز ترکیب عناصر کے تسلسل کی موجب ہے اور اسی قاعدہ کے مطابق افراد ملت کے ساتھ مستورات کا تعلق یا تو اس حیثیت سے ہے جو تسلسل ترکیب عناصر کا سبب ہے۔ یا اس حیثیت سے ہے۔ کہ وہ تسلسل ترکیب کے نتائج ہیں یا نتائج ترکیب میں انہیں اشتراک حاصل ہے۔ عورتوں کا نوحہ و بکا افراد ملت کی تدریجی تکمیل تعدیل کے سبب مراحل قبل تکمیل میں بعض مجاہدین کے نفوس میں اثر کرتا ہے۔ اور یہ حیات ملی کے لئے جہد عظیم میں ضعف و وہن پیدا کر سکتا ہے۔

الحاصل غزوۂ موتہ اس دلیل کے ساتھ کہ قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ نبوی صلعم اپنی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں۔ اس فرمان ربانی کی شرح متشکل ہے۔

أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ؕ (مائدہ)

کہ جو کوئی بے خون کئے یا زمین میں بے فساد کئے کسی کو ناحق مار ڈالے۔ اس نے گویا سب آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور جس نے ایک کو زندہ رکھا۔ گویا وہ تمام انسانوں کی زندگی کا موجب ہوا۔

فساد فرط ہے جو ضد عدل ہے۔ اور حامل عدل صرف مسلم کا دل ہے جس کی فطرت فساد فرط سے پاک ہے۔ گویا ایک مسلم کی موت و حیات تمام کائنات انسانی کی موت و حیات ہے۔ کیونکہ مسلم اس فطرت نفس کا حافظ و مکمل ہے۔ جس پر تمام کائنات انسانی کا قصر تخلیق استوار ہے۔ اور یہ مہم حیات عدل شرح جزئیات کے ساتھ اپنی ملی حیثیت کی دلیل اساسی سے جس کی وسعت تمام روئے عالم کو احاطہ کر لینے کا حق رکھتی ہے۔ مسلم نمائندہ کے خون کو تمام حامل سے مقصد مہم میں قصاصی خصوصیت کے ساتھ و ایسی کی دلیل سے نمایات ثار کی شہادت کے ساتھ جسکی اقبل عمل فکری آگہی پر انتخاب متعدد قواد اور جملہ کوائف متعلقہ شاہد ہیں فاضل اور برتر قرار دیتی ہے۔ کیونکہ جب فرد مسلم ملی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ملی ترجمان کا فرض انجام دے رہا ہو۔ تو اس کا وجود تمام ملت اسلامیہ ہے۔ پس ملت ایفائے تقاضائے نفس انسانی یعنی وحدت جماعت اور وحدت امارت کے ساتھ اس کے قصاص کی مدعی ہے۔ گویا ملت اسلامیہ کا نفس فعال ملت کی انفعالی طاقت کے ہمراہ قصاص حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور آئین عدل کی رو سے وہ مفرط جماعت قصاص ادا کرنے کے لئے مجبور ہے۔ جس کا امیر ملت ملت اسلامیہ کے اس نمائندہ کو قتل کر دیتا ہے۔ جس کا وجود گویا تمام ملت وسط ہے۔ بجالیکہ وہ مفرط جماعت اس مفرط امیر پر مجتمع ہے۔ گویا مسلم نمائندہ کے خون کا قصاص اس مفرط جماعت یا ان تمام مفرط جماعتوں کے (جو اس مجرم جماعت کے ساتھ اس نقطۂ عمل پہ متحد ہیں) خون بہا دینے سے متحقق ہو سکتا ہے اور دلیل عدل سے مسلم کا خون ان سے قیمت فضل میں بیش از قیاس ہے۔

فتحِ مکّہ

تمکین استخلاف فی الارض

لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ (نور)

بیشک نفسِ ناطقۂ انسانی کی تشخیص اور تجزیہ تمام کائنات انسانی کے لئے فیصل ناطق ہے۔ کہ اسے وہ جماعت واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا سے قائم بالقسط ہے اور وہ ملت وسطیٰ یا ملت اسلامیہ ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام روئے ارض اس کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ کیونکہ قائم بالقسط عزوجل کے ترشحاتِ عدل میں استغراق سے نفس انسانی میں عدل متحقق ہوتا ہے۔ جو حقیقتاً سجود و طہر ہے۔ اور عنصری و علوی حیثیت خلقی و تودیعی کے ساتھ ایک خالق حقیقی عزوجل کی طرف تمام کائنات انسانی کا رجوع فطری جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی وحدت مرجع کائنات انسانی کی وحدتِ اصل اور وحدت نوعی کی شہادت کے ساتھ وجوب وحدتِ اجتماع اور وجوب وحدتِ امارت کو متحقق کرتی ہوئی وجوب وحدت مسجد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور وہ کعبۃ اللہ الحرام ہے جو کیفیاتِ رجوعی کی صورت متشکل کا جو مرجع فطری عزوجل کے ترشحات میں استغراق سے رونما ہوتی ہیں بحیثیت ظرفیت مرکز توجہ ہے یعنی اس وسعت ارضی کا مرکز ہے جو بالتمام جائزہ وحدملت وسط کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ پس دافع موانع ضلال شوکت قاہرہ یعنی شجاعت اور شمشیر ذو باس شدید کے ساتھ اس کی حیثیت عظمی کا کشف اور اس کا استقلال اور اس کشف و استقلال میں اہتمام تواتر تمکین جسے تسلسل وراثت کتاب و حکمت یعنی لفظی و معنوی حیثیت کے ساتھ اجرائے تکمیل دستور اور تواتر میزان العدل اور انزال حدید شاہد ہے دور مصطفوی میں سب سے پہلی خلافت الہیہ کی سطح ارض پر تمکین قاہرہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ـــــــــــــــ

۱؎ معاہدہ بین الدول مطالعہ فرمائیں ۲؎ عین عبادت و سجود رجوع کرنا

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (نور)

اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور ان کا عمل صالح ہے۔ انکو زمین میں ضرور خلیفہ کریگا۔ جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔ اور ان کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند کرلیا ہے انکے واسطے ضرور مستحکم کردیگا۔ اور ضرور انکے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ وہ عبادت میری اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کرینگے۔ جو اس کے بعد کفر کریگا۔ (ان کی خلافت سے انکار کریگا) وہ فاسقین ہیں۔

اور چونکہ اصول تدریج نفس انسانی اور ماحول حیات انسانی یعنی تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ جو انسانی تدریجی استعداد کی مطابقت ہے۔ اس لئے اس مرکز وسعت ارضی کی حیثیت کا کشف و استقلال یا مرکز توجہ سجود و طہر کی کشف و تمکین کے لئے تدریجی مراحل کی مطابقت تقاضائے فطرت تخلیق ہے۔

پس ملت اسلامیہ کے نفس فعال اول المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم نے عہد طفولیت میں تعمیر کعبۃ اللہ الحرام کے مقدس موقعہ پر بجانب اللہ نصب حجر اسود سے نبوت فاصلہ اور خلافت الہیہ پر دلیل ساطعہ قائم فرمائی اور یہ آپ دست مصطفوی سے توحید و وحدت مرکزیت کا افتتاح تھا جو فردیت رسالت و خلافت کے ساتھ کافۃ الناس پر افضلیت رکھتا ہے۔

پھر کوہ صفا پر تشریف فرما ہو کر جو متصلات کعبۃ اللہ الحرام سے ہی اور جسے بدلیل مضمون آیۃ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ کعبۃ اللہ الحرام سے تعبیر کرنا چاہیئے نفس فعال کے فطری تعلقات اور مقصد بعثت و دعوت الی الحق سے اسکی مرکزیت کے مزید وضاحت بخشی پھر کم و بیش چالیس افراد پر مشتمل ایک مقدس جماعت یعنی ملت اسلامیہ کے گروہ اول کی ہمراہی میں اس مسجد مقدس میں داخل ہو کر مقصد اساسی اعلان حق کے ساتھ توضیح مقصد مرکزیت کو بلا حجاب عیاناً واضح اور روشن فرمایا۔ اور یہ بحیثیت دعویٰ اعلان حق کی تکمیل تھی۔ پھر توسیع ملی اور اس میں تشدید کی جد و جہد جاریہ کے ساتھ جو ہجرت اور دفع موانع کو مستلزم ہے۔ شوکت قاہرہ اور علامات صلح و امن کے ہمراہ قصد حج کعبۃ اللہ اور معاہدہ صلح حدیبیہ اس وسعت ارضی یا مسجد ملی کے مرکز فرد کی حیثیت عظمیٰ کے کشف و استقلال کا پہلا تدریجی مرحلہ تھا۔ زاں بعد سال آئندہ مطابق معاہدہ ادائے عمرہ وغیرہ کو اسی مقدس مقصد کے دوسرے ارتقائی زینہ کی حیثیت حاصل ہے۔ تاآنکہ فتح الفتوح مکہ دلیل تمکین مرکزیت مسجد یا مرکزیت وسعت ارضی سے حیثیت وحدت مسجد کے استقلال کے لئے تیسرا اور آخری ارتقائی مرحلہ تھا۔ جو سطح ارض پر اس اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے استخلاف فی الارض

کی تمکین قاہرہ ہے۔ کیونکہ سجود مستخلف قائم بالقسط عزوجل کے تجلی قسط و عدل سے بدلیل استغراق نفس انسانی کو اعتدال سے متحقق کر دیتا ہے۔ اور زمین نوع انسانی کا جائے قرار ہے اور اعتدال فطرت انسانی کے تقاضا کی ایغلب ہے۔ اور اول المسلمین صلعم کا نفس فعال منبع اجرائے اعتدال ہے جس کے تصرف فعالیہ سے ارواح علوی و تیاری کا کشف و تحمل اور تواتر حیثیت فعالیہ الی یوم القیمۃ ملت وسط میں جاری ہے۔

گویا ملت وسط فعالی و انفعالی تسلسل و تواتر کے ساتھ نفاذ اعتدال ہے۔ اس لئے فطرت انسانی تمام روئے زمین کو ملت وسط کے نفس فعال کی سجدہ گاہ قرار دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام سطح ارض ملت اسلامیہ کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ جو لزوم اجتماع اسباب کے ساتھ کہ وہ اس حیات عنصری کا تقاضا ہیں جو محل روح علوی ہے۔ دفع موانع سفر طمتاعی قوت شمشیر کو مستلزم ہے۔ جسے حیات و موت انسانی پر متاعی حیثیت سے قدرت حاصل ہی اور وہ دست عسکری کو لازم قرار دیتی ہے۔ جو اس کا حامل ہے۔ اور نفس جماعت کی فطرت اجتماعیہ کا تقاضا ہے۔

پس دفع موانع اور نفاذ اعتدال قوت فعالیہ اور دست عسکری اور شمشیر کے ساتھ حیثیت خلیلے بیت الحرام کی تمکین سے پہلی خلافت الہیہ کے محیطۂ عالم سلطان کا سطح ارض پر استقلال جاریہ ہے۔ اس لئے کہ بیت الحرام اپنی مرکزیت کی دلیل سے گویا وہ تمام روئے ارض ہے جو جملہ عہود روزگار کی گذرگاہ ہے اور ملت اسلامیہ بھی مسجد و طہور ہے۔ کیونکہ جیسے نوع انسانی کی وحدت مرجع۔ وحدت اصل اور وحدت نوعی کی شہادت کے ساتھ وحدت اجتماع کے لئے وحدت امارت کی متقاضی ہے۔ جو حامل خلافت الہیہ فردیت رسالت مصطفوی سے جو اجرائے ایفائے مقصد بعثت کے ساتھ الی یوم القیمۃ جملہ عہود روزگار کو محیط ہے۔ اور اس عہد میں جب مستخلف عزوجل ملت وسط میں وعدۂ استخلاف فی الارض نافذ فرما دیتا ہے فردیت استخلاف فی الارض سے متحقق ہوتی ہے۔ کیونکہ واحد مرجع فطری مستخلف عزوجل کی طرف سے اعطائے شرف استخلاف ہی فطرت فردیت کا حامل ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی نوع انسانی کا جائے قرار اور اس کا کثافتی اصل یعنی زمین جو محل اجرائے اعتدال ہے اور نفس انسانی میں

اس کی ترکیب معتدل دلیل تودیعۂ روح الٰہی ہے۔ اور وہ اس کا محل ہے اپنے فطری تقاضاؤں کے ساتھ مرکزیت ارضی کا وجود چاہتا ہے۔ اور وہ بیت اللہ الحرام ہے۔ جو ملت حنیفیہ کے پیشرو اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اُن ہاتھوں سے تعمیر ہے۔ جو کشف ارواح الٰہی اور ارواح بخاری کے تحمل کشف کی دلیل سے دست الٰہی ہیں۔ جس پر مضمون بیّنتیٌ شاہد ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ بیت مقدس متحمل جلوہ ہائے نور ہے۔ اور عین سجود اپنی طرف رخ کو یعنی توجہِ ملی کو لازم قرار دیتا ہے جو اس کی سجود کے لئے بحیثیت مسجد ظرفیت ہی اور اسی دلیل سے متقاضئ کشف و استقلال ہی جسکی شرح متشکل عظمت کعبہ کی بحیثیت مرکز وسعت ارضی تمکین جاریہ ہے۔ گویا خالق حقیقی عزوجل کی طرف سے وہ ملت حنیفی کے لئے تعین مرکز ہے اور صرف اس عزوجل کو ہی تعیین کا حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ تمام کائنات کا مرجع فطری ہے۔ پس تمام ملت اسلامیہ صرف اسی میں سجدۂ عبودیت الٰہی کے لئے مکلف ہے۔ اور عین سجود اس کی طرف رخ گویا اس میں بحیثیت مسجد داخلہ اور اس میں سجدہ کا قائمقام ہے اور تمام ملت اسلامیہ کا اسمیں سجدہ اس فطرت نفس کے تقاضا کی ایفا ہے جو متقاضئ وحدت اجتماع اور وحدت ارادت ہے۔ اور اس کی فطرت وحدت اور فطرت اجتماعیہ منفرد اً تمام وسعت ارضی کو محیط ہے۔ پس وہ قائم بالقسط جائز واحد اجتماع کی مسجد ہے۔ اور کعبۃ اللہ الحرام اس کا مرکز ہی اور یہ نفس انسانی اور اس کے کثافتی اصل اور اس کے جائے قرار کے متحدہ تقاضا کی تعیین مرکزیت کے ساتھ ایفا ہے۔ اور دونوں میں تحقق مطابقت ہے اور بیت اللہ الحرام کی عزت مرکزیت یعنی سجود کے لئے اس کی تخصیص ظرفیت کی تمکین ہے۔ جو تحقق وحدت مسجد ہے۔ پس چونکہ ملت اسلامیہ کا استحقاق وسعت تمام روئے ارض کو محیط ہے اور تمام سطح ارض کو اس کی سجدہ گاہ قرار دیتا ہے۔ اور کعبۃ اللہ الحرام تمام روئے ارض کا مرکز واحد ہے۔ اس لئے سطح ارض پر اس کی شوکت حقیقی کا کتاب اور میزان العدل اور شمشیر کے ذریعہ کشف و استقلال جاریہ جو اس میں الی یوم القیمۃ تمام ملت کے اجماع سے اس کی طرف عین سجود جو قائم بالقسط عزوجل کے ترشحات اعتدالیہ میں استغراق سے درجہ اعتدال نفس ہے۔ جو شرط استخلاف فی الارض ہے۔ توجہ ملی کی دلیل سے متحقق ہے۔ بلا شبہ منبع اعتدال اوّلیں خلافت الٰہیہ کی تمکین پر جلال ہی پس آج محمد مصطفےٰ ہیں

فردیت استخلاف فی الارض کا سلطان قاہرہ بہ دلیل تواتر وراثت کمالات مصطفوی کتاب مجید اور میزان العدل اور شمشیر کے ذریعہ اپنی فردیت پر قائم بالقسط ملت اسلامیہ کے اسی دلیل کے ساتھ اجتماع سے کہ وہ قوت تزکیہ وتعلیم کے نفوذ فعال سے نفوس ملت میں قیام بالقسط کو متحقق کرتا ہے۔ اور شمشیر سے موانع مفرط کو اجتماع ملی کے جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتا ہے۔ اس مرکز مسجد ملی یا مرکزیت وسعت ارضی پر اجتماع ملی کو مستلزم ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلے اللہ علیہ وسلم الی یوم القیمۃ کافۃ الناس کی طرف مبعوث ہیں اور تواتر کتاب و میزان العدل جو اس دلیل سے استحقاق قبضۂ شمشیر ہے۔ کہ وہ موجب حفظ و عدل فطرت نفس ہے۔ اور تمام ملکوت نفس انسانی کے لئے مسخر ہے۔ ہر عہد میں مقاصد بعثت مصطفوی کا ایفا ہے اور بیت اللہ الحرام اس تمام سطح ارض کا مرکز فرد ہے۔ جو کافۃ الناس کا جائے قرار ہے

پس عہد خلافت الہیہ مصطفوی میں اس کی حیثیت عظمی کے کشف و استقلال جاریہ کیلئے جو تمام عہود روزگار کو محیط ہے۔ جو حالات محرک ہوئے اس تدریجی فطرت کا تقاضا ہے۔ جو نفس فرد کو وہ اساس جماعت ہے۔ اور نفس جماعت اور اس کے ماحول اور تمام کائنات انسانی اور تمام نظام کائنات میں جاری وساری ہے۔ پس وہ محرکات انہی حالات کی تدریجی ارتقائی صورتیں ہیں۔ جو بحیثیت دعوی بیت اللہ الحرام کی تکمیل وصناحت مرکزیت کے لئے ہر مرحلہ پر اساس اعلان تھے پھر اس کے کشف و استقلال کے لئے ارادۂ حج اور معاہدۂ صلح کے لئے شوکت قاہرہ اور علامات صلح وامن کے ساتھ تنقید معاہدۂ صلح اور مطابق معاہدۂ سال آئندہ ادائے عمرہ کے لئے اقدامات کی وجہ اساسی انہی حالات کی ارتقائی صورت تھی۔ تا آنکہ فتح الفتوح مکہ محرکات معاہدۂ صلح وامن کے بعد انہی حالات کی تدریجی ارتقا ہے۔ یعنی جیسے فرد سے اس کی ارتقائی حیثیت یعنی جماعت کی طرف ارتقا جماعتی عداوت کو متحقق کرتا ہے۔ ایسے ہی جماعتی وسعت دشمن مفرط جماعتوں میں اتحاد کی موجب ہو جاتی ہے۔ اور باہم فرطی جنسیت اور عداوت عدل کی دلیل سے ان کا اختلاف باہمی اٹھا ہے۔ تا آنکہ معاہدات صلح وامن کی وجہ سے جب مفرط جماعتیں مشترکہ خطرۂ عدل کی طرف سے کچھ بے خوف ہو جاتی ہیں۔ تو ان کے باہمی اختلافات پھر ابھرتے ہیں۔ اور چونکہ معاہدۂ صلح وامن ماحول سے قیام تحلیف کے لئے بعضلئے سازگار ہے۔ اور تنقید معاہدات تحالیف تقاضائے سیاست مدن

ہیں۔ کیونکر اسباب حیات عدل و فرط میں مشترک ہیں۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے ساتھ بعض ممالک کی حیثیت تحلیف کا قیام اور بعض ممالک کا دشمن معاہد کے ساتھ معاہدات تحلیف اور ان تمام ممالک ماولیہ میں مجموعی طور پر سابقہ عداوتوں کی از سر نو تحریک حالات کی ایسی ارتقائی صورت ہے۔ جو تقاضائے ایفائے عہد کی دلیل سے ملت وسط کے لئے آئین عدل کی پابندی کے ساتھ جو اس کا فطری تقاضا ہے۔ اقدام شدید کو ضروری قرار دیتی ہے۔

نیز یہاں یہ امر زیر نگاہ رہنا چاہیئے۔ کہ بعض قومیں جنہیں ملت کی طرف رجحان فکری ہو جو ان کی ملت سے تحلیف کی وجہ اساسی قرار پاتی ہے۔ جب تک عدل کو بحیثیت دستور تصدیق شعور و اعتراف و عمل کے ساتھ اختیار نہ کرلیں۔ انہیں اس دلیل کے ساتھ دائرہ فرط سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا کہ قول و عمل کیفیت حقیقت فکری پر شہادت ہے۔ اور ان کے رجحان کے تقاضاؤں کی ایفا جو تقاضائے اعتدال نفس ملی ہے۔ باہم نفع مندی اور حیثیت تحلیف کے قیام سے متحقق ہو جاتی ہے۔

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد قبائل عرب میں خزاعہ اپنے رجحان فکری کے ساتھ آنحضرت صلعم کے حلیف ہو گئے۔ اور ان کے حریف بنو بکر نے قریش سے معاہدۂ تحلیف استوار کیا۔ ان دونوں قبائل میں پہلے سے لڑائیاں تھیں جو اسلام کے ظہور کے سبب عرب کی اس طرف مجموعی توجہ سے رکی رہیں۔ مگر صلح حدیبیہ کے بعد وہ سابقہ عداوتیں پھر ابھریں۔ اور بنو بکر خزاعہ پر دفعتہً حملہ آور ہوئے اور رؤسائے قریش نے ان کی مدد کی یہاں تک کہ خزاعہ نے حرم میں پناہ لی۔ مگر اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسی مقدس مقام پر ان کا خون بہایا گیا۔ پس خزاعہ دلیل تحلیف سے حضور صلعم کی خدمت میں فریاد خواہ ہوئے۔ آپ کو سخت رنج ہوا۔ اور قریش کی طرف قاصد بھیجا۔ اور تین شرطیں پیش کیں۔

(۱) مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

(۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے۔ کہ معاہدۂ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ ابن عمر نے قریش کی زبان سے کہا۔ کہ صرف تیسری شرط منظور ہے۔ لیکن قاصد کے چلے جانے

قول وعمل ترشحات نفس ہیں۔ اس لئے ایک مرتبہ شکست عہد مفرط جماعت کی غیر آئینی کیفیت نفس پر شہادت اور دلیل ہے۔ پھر جب وہ اسے غیر آئینی اصرار کے ساتھ مستحکم کر دیتی ہے۔ تو اب فطرت انسانی کے ترشحات اعتمادیہ یا آئین اعتماد اس کے قول وفعل کو معیار اعتماد سے ساقط کرتا ہوا اس کے ساتھ مبادلہ گفت گو کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد اس کے ساتھ مقاتلہ اور اس کی تصغیر کے سوا کوئی دوسری صورت باقی نہیں رہتی۔

دشمن نفس جماعت کا یہ خاصہ کہ اس تحقق عداوت کو جانتے ہوئے جو اس کے قول وفعل کا نتیجہ ہے۔ اسمیں وہ جوش انگیز کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو خارجی مؤثرات سے اس میں پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ترشحات نفس کو اپنے منبع کے ساتھ بوقت ترشح ایک ہمواری کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور افشائے راز ایک خارجی مؤثر ہے۔ جو دشمن کی ادراک وتحریک پر اثر کرتا ہے۔ اور اس کی جد وجہد کو تیز تر کر دیتا ہے۔ جس سے کامیابی میں زیادہ دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اظہار اہل الام کے بعد نفس ملت کا معیار اعتماد وہیبت جو اس کے اتحاد قول وعمل سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اظہار راز اس لزوم اتحاد کا موجب ہے عملی مشکلات کی زیادتی سے خطرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ خاموش تیاری اور روانگی میں یہی مصلحت تھی +

{واقعۂ حاطب ابن ابی ملتعہ اور اس پر بحث لوازم تشدید میں مطالعہ فرمائیں}

غرض دس رمضان المبارک ۸ھ ہجری کو دس ہزار نفوس پر مشتمل عسکر خلافت الہیۃ مکہ معظمہ کی جانب بڑھا۔ اور مر الظہران پہنچکر پڑاؤ ڈالا۔ جو کہ معظمہ سے ایک منزل یا اس سے کچھ کم فاصلہ پر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی۔ جس سے تمام صحرا روشن ہو گیا +

قریش نے تحقیق حال کے لئے ابو سفیان اور حکیم ابن حزام اور بدیل ابن ورقاء کو بھیجا۔ حراس نبوی نے ان کو دیکھ لیا۔ اور گرفتار کر کے حضور ؐ کی خدمت میں لے آئے۔ تو ابو سفیان نے اسلام قبول کر لیا (گو اس وقت ان کا قبول اسلام مذبذب حالت میں تھا۔ مگر انجام کار وہ صادق الاسلام مسلمان ہو گئے) +

پھر لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا۔ تو حضور صلعم نے حضرت عباس کو حکم دیا۔ کہ ابو سفیان کو

پہاڑ کی چوٹی پہ لے جاکر کھڑا کردو تاکہ وہ شوکت اسلامی کو دیکھے۔ قبائل عرب پر مشتمل اسلامی عسکر گروہ در گروہ اس کے سامنے سے گذرنے لگا۔ ہر بار اس پر نئی ہیبت طاری ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ گروہ انصار شوکت محیّرہ کے ساتھ اس کے سامنے آیا۔ سردار گروہ اور صاحب علم سعد ابن عبادہ نے ابو سفیان کو دیکھ کر پکارا

یا ابا سفیان الیوم یوم الملحمہ تستحل الکعبۃ (بخاری) اے ابا سفیان آج گھمسان کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائیگا۔

سب سے آخر قائد اعلیٰ خلیفہ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر ارکین خلافت پر مشتمل سب سے مختصر جماعت اپنی حیثیت قیادت عسکری کے ساتھ نمایاں ہوئی۔ پس جب حضور ابو سفیان کے پاس سے گذرے۔ تو اس نے کہا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ سعد ابن عبادہ نے کیا کہا ... آپ نے فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے ... آخر پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سعد سے ابن سعد کی طرف علم منتقل کر دیا گیا +

نفس ناطقہ انفعالی کیفیت کے ساتھ کشف نور کو قبول کرتا ہوا بدلیل عدل جب قوت فعالیہ سے متحقق ہو جاتا ہے۔ تو ارضیات سے منفعلاً متاثر نہیں ہوتا۔ اور کشف نور کے اہتمام سے جو اعتدال نفس ہے صرف ملت وسط ایہ دار ہے۔ اس لئے دوسری قومیں بدلیل فرط جو اس انفعالی کیفیت سے محروم ہیں جو نفس میں کشف لطافت کو متحقق کرتی ہے۔ ارضیات کو انفعالاً قبول کرتی رہتی ہیں۔ جس سے اُن کی قوت غضبی اپنے عمل میں افراط و تفریط کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اس لئے اسلامی طاقت کا مظاہرہ اُن کے ادراک و تحریک کو مرعوب یا جاذبات کے تدریجی ارتقا کے ساتھ معطل کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر وسعت کے ساتھ عسکری روشنی اسی مصلحت کی آئینہ دار ہے۔

اور مکہ کے نو مسلم رئیس کے مذبذب ایمان فکری کا انفعالی استحکام چونکہ ہیبت انگیزی عدل کا متقاضی تھا۔ اس لئے اسے نظارہ ہیبت کا موقعہ دیا گیا۔ کیونکہ تذبذب کیفیات سابقہ کے ما بقا کی علامت ہے +

نیز رئیس مکہ ابو سفیان کو امان بخشی اور اس کا اسلام قبول کرنا اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ جب مفرط ادراک و تحریک کا تعطل واقع ہو جاتا ہے۔ تو عفو چونکہ عدل کی فعال اثر انگیزی ہے۔ اس لئے اس تعطل فرط کی دلیل سے فطرت نفس اساس عدل کی طرف جس پر وہ استوار ہے۔ نفس فعال کی حیثیت

فعالیہ کی اثر انگیزی سے جو ملت اسلامیہ کے نفس فعال کا فطری تقاضا ہے۔ اور اس کی عادل اور اکی و تحریکی جد و جہد کا مقصد ہے اور بدلیل تمکین عدل قائم بالقسط عز و جل کی مدد اور نصرت سے رجوع ازی ہے۔

نیز دشمن کو موت کا یقین اور غایت مایوسی اس کے تعطل اور اک و تحریک کو ہر دو میں کیفیت و جبلیت کی دلیل سے ارادی حیثیت کے ساتھ موت کے لئے تیار کر سکتی ہے۔ اور بہ تمکین عدل اور بہ ایفائے مقصد میں مشکلات کا مزید اضافہ ہے۔ اس لئے دشمن کے معطل قوای پر فعالی تاثر انجاح مقصد سے قریب تر ہے اور دشمن نفس جماعت میں تصغیر کی حقیقت کو قائم کر دیتا ہے۔

نفس فعال و منفعل میں تعلق باہمی کا سیران پائندہ معیار اعتماد پر دلائل اعتمادیہ کے ساتھ ہی صادق و راسخ قرار پا سکتا ہے۔ جو مافی النفوس کے ترشحات ہیں یا ان حقائق فعالیہ و انفعالیہ پر علامات ہیں جو نفوس فعال و منفعل میں متحقق ہیں اور ان دلائل اعتمادیہ کی وضاحت کے لئے ایک عرصہ درکار ہے۔ گویا قابل اعتماد نفس منفعل جو نظام ملی میں اساس مستحکم ہے۔ اور امیر کی حیثیت فعالیہ کے قبول کو شعوری تداول کے ساتھ تصدیق شعوری و اعترافی دخلی سے اپنے اندرون میں متحقق کر چکا ہے۔ مشکل الحصول اور گراں قدر ہے۔ اور امتزاج لطافت و کثافت سے فہم حقائق میں شعوری تداول ترشحات کی اساسی حیثیت امتزاجیہ کی دلیل سے مناہج شعوریہ میں موجب تعدد ہے۔ اور باہم وجہ تشابہ ہے۔ کیونکہ کثافت کی حیثیت ہر نفس میں اتحاد جنسی کے باوجود دوسرے نفس کی کثافتی حیثیت سے کسی حد تک تفاوت رکھتی ہے۔ جیسے طبقات ارضی کی گوناگوں کیفیتیں شواہد ہیں۔ چنانچہ اسی لئے مشورہ مستلزم صحت فہم ہے۔ کیونکہ متعدد نفوس ممتزج کے اجتماع سے متحقق ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے انفرادی طور پر لغزش بھی ممکن ہے۔ کیونکہ انفرادی فکر و فعل صرف ایک نفس ممتزج کا ترشح ہے۔ پس قابل اعتماد نفس منفعل کی لغزش پر اس کے خلوص انفعالی کا جزائے لغزش کے فیصلہ میں ملحوظ رکھنا تعدیل قصاص ہے جو اساس صحت نظام ہے۔ سعد سے ابن سعد کی طرف انتقال علم اسی حقیقت پر شہادت ہے کہ جزائے لغزش ایک خارجی موثر ہے جو اس اور اکی و تحریکی ترشح نفس کے ساتھ دلیل معارضہ سے ان ہر دو قوی کو فکر و عمل کے لئے متنبہ کر دیتا ہے۔ تو اس وقت اظہار حقیقت نفس منفعل کے متشابہات کو اس کی کیفیت انفعالیہ کی دلیل سے کوائف اعتمادیہ کے ساتھ بدل دیتا ہے۔

فرمان نبوی صلعم میں اظہار عظمت کعبہ سے مقصود یہی حقیقت عظمیٰ تھی اور عظمت کعبہ سے مقصود اس کا کشف و استقلال ہے جس کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال نے کتاب مجید اور قوت فعالیہ کے ساتھ شمشیر کو حرکت دی اور موانع کو راہ کشف و استمرار کشفہ کے جادۂ مستقیم سے ہٹا دیا +

اعلان کر دیا گیا - کہ جو شخص ہتھیار ڈال دیگا - یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیگا یا دروازہ بند کریگا - اس کو امن ہے +

ہتھیار ڈال دینا تعطل ادراک و تحریک یا تصغیر فکر و عمل کی ظاہری علامت ہے (یعنی تسلیم یا فی النفس للفرط ہے) جس سے فرط کی مانعی حیثیت قائم نہیں رہتی - چونکہ ملت اسلامیہ کا دست عسکری شمشیر کے ساتھ جادۂ عدل سے اندفاع موانع کے لئے متحرک ہوتا ہے - جو اختیار آئین عدل کر اور تمکین عدل ہے - اسلئے مقصد دفاع کے تحقق پر دولت مما نع کو مامون کر دینا چاہیئے +

رئیس قوم چونکہ نفوس افراد جماعت کے قوائے ادراک و تحریک کی اساس اتحاد کی حیثیت رکھتا ہے - اس لئے اس کے سابق اساسی اثر کی دلیل سے اس کی حفاظت مامول حیثیت اور اس کا اعلان کثیر افراد جماعت کے ادراکیات و تحریکات کے تعطل کو اس کے ساتھ مختص کرتا ہوا اُن کی تصغیر کو متحقق کر دیتا ہے - مگر چونکہ اس کی اساسی حیثیت کی شکست انتشار جماعت پر نتیجہ پذیر ہوتی ہے - اس لئے بعض گروہوں سے اشتعال انگیز حرکات ممکن ہیں - کیونکہ نفوس افراد کی کیفیتیں طبقات اجنبیہ کے اختلاف کی شہادت کے ساتھ اس دلیل سے کہ نفس انسانی میں ترکیب کثافت محل شعور ہے - اور وجہ تحریک ہے - گوناگوں کوائف کی مظہر ہیں -

پس آئین اعتدال نظم کو ہاتھ میں لیتے ہوئے مقصد امن کا قرار صرف اُن کے متعلق تحدید عمل انسداد فساد سے متحقق ہوتا ہے - جیسے قریش کے ایک گروہ نے حضرت خالد کی فوج پر تیر برسائے جس کے نتیجہ میں کرز ابن جابر فہری اور حبیش ابن اشعر نے شہادت پائی - پس حضرت خالد نے ان پر حملہ کیا اور وہ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے - باز پرس پر حالات معلوم ہونے سے حضور صلعم نے فرمایا - کہ قضائے الٰہی یہی تھی گویا ماتحت قائد پر کفار کی تقدیم حملہ سے اس کا جوابی یا دفاعی حملہ تقاضائے عدل آئین ہے - اور اس عہد ملی کی ایفا ہے - جیسے

فطرت تعلق فرد و ملت استوار کرتی ہے۔ اور حضور صلعم کا اس سے اتفاق صحت عمل پر شہادت نبوی ہے۔ اور حضور صلعم کی باز پرس قائد کی حیثیت تشخیص و تجزیہ کا تحقق ہے۔ جو انکی قوت فعالیہ کا فطری تقاضا ہے۔ یعنی نفوس جماعت اور ان کے امیر میں اس حیثیت کا تشابہ اس اتحاد اساسی کی وجہ سے ہے جو فطرت انسانی کی کیفیت مزجیہ کا تقاضا ہے۔ اور نفوس منکشف و متحمل کشف اور غیر منکشف اور غیر متحمل کشف نفوس میں مشترک ہے[۵۱]

گھر کا دروازہ بند کرنے کو علامت امن قرار دینا ملت اسلامیہ کی صداقت[۵۲] فطری کی شہادت کے ساتھ اس حقیقت عظمٰی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس کا اعلان امن اور نظام منزل و مدن حفظ و بنائے امن ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت نفس دستور عدل کی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اللہ عزو جل فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ط .... الخ (نور)	اے مومنین اپنے گھروں کے سوا (دوسرے) گھروں میں مت داخل ہو۔ یہاں تک کہ ان کے رہنے والوں سے اجازت حاصل کرلو۔ اور سلام کہہ لو۔

پس اس کے روبرو اس دلیل سے کہ وہ حافظ فطرت نفس ہے اور ایفائے جملہ تقاضاہائے نفس ناطقہ سے مکمل فطرت نفس ہے۔ جو ایفائے عہد فطری ہے۔ اور حقیقت عدل ہے۔ اور تحمل نور سے کثافت کے تقاضاؤں میں تحقق امن ہے دولت صاغر کے جان و مال و آبرو کو اس طرح محفوظ سمجھنا چاہیئے۔ جیسے ملت اسلامیہ کا دامن حفظ اپنی اعراض اور نفوس اور اموال کو محیط ہے۔

کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ[۵۳] بت نصب تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی چھڑی انپر مارتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط	حق آیا اور باطل چلا گیا۔
جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔	حق آگیا۔ اب باطل نہ نیا ہوگا نہ دوبارہ آئے گا۔

عین کعبہ کے اندر بہت سے بت تھے۔ سب کو حضور صلعم کے حکم سے نکلوا دیا گیا۔ حضرت عمر رض نے اندر داخل ہو کر جس قدر تصویریں تھیں وہ بھی مٹا دیں۔ پس حرم جب ان آلائشوں

[۵۱] یہ صفحہ ۲۹ مطالعہ فرمائیں ۱۲ [۵۲] (ل) عنوان صدق مطالعہ فرمائیں ۱۲

سے پاک ہو چکا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ اور نماز ادا کی۔ اور ایک روایت کے مطابق صرف تکبیریں کہیں۔

یہ بیت اللہ الحرام اور اس کے ماحول کا طہر ملت اسلامیہ میں سب سے پہلی فردیت خلافت الٰہیہ کے محیطۂ عہود مسلسل سلطان قاہرہ کا شہادتِ تواتر تزکیہ و تعلم کتاب و حکمت کے ساتھ تسلسل پائندہ ہے جس نے اس واحد مرکز ارض کی حقیقتِ عظمیٰ کو منکشف فرمایا۔ اور اس کشف حقیقت کو استقلال و استمرار بخشا جو اس کی اساس تعمیر ہے۔ اور مقصد تعمیر کی ایفا ہے اور بانیٔ اول کے مقاصد بنا کی تکمیل ہے۔ جو فطرت استحقاق طہور ہے۔

پس جب رسول اللہ اور خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم فردیت رسالت اور فردیت خلافت کے تقاضائے وحدتِ مسجد کی اس مرکزیت کو متحقق کر چکا جو ملت اسلامیہ میں اہتمام تواتر کتاب و حکمت کی دلیل سے مضمون وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ سے مایہ دار ہے۔ تو اس وحدت مرکزیت کے کشف و استقلال مستمرہ کی مسند رفیعہ سے کہ وہ تختگاہِ استخلاف فی الارض ہے۔ جس پر حقیقتِ وحدت جماعت اور وحدت امارت اور وحدت مرکزیت شہادات ساطعہ ہیں۔ جبابرہ قریش کے روبرو خطبہ دیا۔ جو کافۃ الناس کی طرف شہادت وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ کے ساتھ فردیت رسالت اور سطوتِ خلافت کا خطاب عام تھا۔ جس پر وہی تقاضائے فطرت انسانی یعنی وحدتِ جماعت وسط اور فردیت امارت اور وحدت مسجد اور اس کی فردیت مرکزیت دلائل قاہرہ ہیں۔

اس خطاب عام میں ثنائے مستخلف عزوجل اور تذکرہ شوکتِ استخلاف کے بعد انتقامات خونہائے قدیم اور مفاخر جاہلیہ کو معطل اور باطل قرار فرماتے ہوئے حضور صلعم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ	اے لوگو ہم نے تمہیں پیدا کیا مرد اور عورت سے۔ اور
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ	تمہارے خاندان بنائے۔ کہ آپس میں ایک دوسرے سے
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۔۔۔۔ الخ	پہچان لئے جاؤ۔ لیکن اللہ کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو تم
( )	میں سے متقی ہو۔

یعنی خاندان اور قبائل صرف ذریعۂ تعارف ہیں۔ کرم عندیت واحد مستخلف عزوجل سے جو تمام ملکوت پر غالب و قاہر ہے متحقق ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے شرط فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ اور عندیت مستخلف مستلزم تقویٰ ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں کشف روح مستخلف اور تحمل کشف کو متحقق کرتا ہے۔ پس تقویٰ سے لزوم عندیت مستخلف ملت متقی میں جو بدلیل عدل ملت وسط ہے حقیقت تقویٰ کا سیران مشترک ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے اور مرجع فطری مستخلف عزوجل واحد ہے۔ اس لئے عندیت مستخلف اور حقیقت تقویٰ کا سیران مشترک اور فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفائے عادل تمام کائنات کے لئے فیصل بالحق ہے کہ اسے ملت وسط کے اجتماع میں گم ہو جانا چاہیئے۔ اور اسی دلیل سے وہ امانت فردیت استخلاف فی الارض سے مایہ دار ہے۔

پس جب مستخلف عزوجل نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں سے دلیل تواتر مضمون کتاب و حکمت کے ساتھ جو اجرائے حقیقت تقویٰ ہے۔ اور کشف و تحمل نفس سے قوت فعالیہ کا تسلسل ہے۔ اور شرط استخلاف فی الارض ہے فیصلۂ استخلاف نافذ فرما دیتا ہے۔ تو منبع عدل و تقویٰ فردیت رسالت مصطفوی حامل فردیت خلافت الٰہیہ پر روئے ارض کی حقیقت سجود و مطہر متحقق ہو جاتی ہے۔ جو تواتر کشف و استقلال مرکزیت وحدت مسجد یا مرکز ارضی یعنی عظمت کعبۃ اللہ الحرام کی تمکین مستمرہ کو مستلزم ہے بمضمون وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ اسی حقیقت عظمیٰ پر شہادت مصطفوی ہے۔ پس بمطابق وعدۂ ربانی لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (تو دنیا) تاکہ اسے تمام دینوں غالب کر اس فردیت رسالت و خلافت اولیں کا محیطۂ عالم استحقاق وسعت اس کے لئے تمام روئے ارض کی حیثیت سجود و طہر کو عظمت بیت اللہ الحرام کے ساتھ ضرور متحقق کر دیگا۔ جو تخلیق جملہ کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ کیونکہ اشیاء متقاضی حقائق ہیں۔ اور وجود مقصد سے متحقق ہوتا ہے۔ اور مستخلف عزوجل قائم بالقسط ہے۔ اور نفس انسانی اساس قیام بالقسط پر استوار ہے۔ اور ملت وسط قائم بالقسط ہے۔ اور استخلاف فی الارض سطح ارض پر تمکین قیام بالقسط ہے۔ اور بحیثیت اعتدال فردیت رسالت و خلافت مصطفوی کائنات انسانی کی وحدت مرجع اور وحدت اصل کی دلائل ہے جو موجب وحدت جماعت اور وحدت امارت ہیں۔ کافۃ الناس کی طرف بعثت کے

تقاضا کی ایفا ہے۔ علیٰ ہٰذا ملت اسلامیہ کے اس عہد بعد میں جب مستخلف عزوجل فیصلۂ استخلاف صادر فرمادیتا ہے۔ تو اس کی فردیت اس تمام کائنات انسانی کے بالا تقاضا ہائے فطری کی ایفا ہے۔ جو اس دور حاضر میں سطح ارض پر بحیثیت خلائف الارض متمکن ہے۔

پس یہ فردیت عظمیٰ وحدت جماعت اور وحدت امارت اور وحدت مسجد کی شہادات کے ساتھ اُن تمام مفاخر جاہلیہ کو جو زینتہائے حیواۃ عنصری ہیں۔ اور تقاضائے کثافت ارضی ہیں۔ اور انساب کو جو صرف اشتراک کثافت سے متحقق ہوتے ہیں فطرت انسانی کے تقاضا ہائے خلقی کی مطابقت سے منسوخ قرار دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اعتدال نفس سے مایہ دار نہیں ہیں۔ جو اساس قیام بالقسط یا استوار فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ بلکہ صرف تقویٰ بدلیل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف للّٰہیت کاملہ ہے۔ جو تمام کائنات انسانی پر ایفائے تقاضائے نفس ناطقہ کی دلیل سے وجہ افضلیت ہے۔ اور رجحان کثافت سے نفس کو پاک قرار دیتی ہے۔ اور کشف لطافت اور تنویر کثافت کی آئینہ دار ہے۔ یعنی کائنات انسانی کے تقاضائے فطری وحدت اجتماع عدل میں ایفائے تقاضائے فطرت نفس کی دلیل سے اجتماع کافۃ الناس کے لئے فیصل ناطق ہے۔ اور یہی اس فرمان نبوی سے مقصود ہے۔ جو حضور صلعم نے تنسیخ مفاخر اور تنسیخ افتخار انساب کے لئے جو وجہ تشکیل اوطان ہے۔ اس خطبۂ استخلاف میں ارشاد فرمایا۔ اور اس کے بعد آیۂ فضل تقویٰ تلاوت فرمائی۔

یامعشر قریش ان اللّٰہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالاباء الناس من آدم و آدم من تراب۔	اے قوم قریش اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے تم سے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم ؑ کی نسل سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے تھے۔

یعنی کثافت وجہ فضل نہیں قرار پا سکتی۔ بلکہ اس پر روح الٰہی کا کشف جو تقویٰ کی حقیقت کو منکشف کر دیتا ہے۔ وجہ فضل ہے۔ کیونکہ وہ مستخلف قائم بالقسط عزوجل کا تجلی عدل ہے۔ جو ایفائے تقاضائے لطافت و کثافت یعنی کشف و تحمل سے نفس انسانی میں قیام بالقسط کو متحقق کرتا ہے۔ اور کائنات انسانی کی وحدت مرجع اور وحدت اصل کے تقاضاؤں سے قائم بالقسط ملت اسلامیہ میں اجتماع عالم کے استحقاق کے لئے فیصل و شاہد ہے۔ مجمع خطاب میں وہ جبابرۂ قریش موجود تھے۔ جو تاسیس ملی کے ابتدائی مراحل سے اس کی تشدید تک شکست ملت کے لئے اپنی تمام ترجہد وجہد

کے ساتھ آج تک سرگرم رہے۔ اور ان کی تشنگی کا مقصد صرف ملت اور اس کے بانی کا خون تھا۔
حضور صلعم نے ان کی طرف دیکھ کر شوکت آمیز انداز کے ساتھ پوچھا۔ کہ تم کو کچھ معلوم ہے۔
میں تم سے کیا معاملہ کرنیوالا ہوں۔ سب پکار اٹھے

اخ کریم وابن اخ کریم تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے۔
آپ نے فرمایا۔

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء ۔ تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ترشحات نفس یعنی قول وفعل کو نفس کے ساتھ ہموار کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے نتائج کی ترتیب سے حالات پر جو اثر مرتب ہوتا ہے۔ اسے نفس انسانی اسوقت تک کبھی قبول نہیں کرسکتا۔ جب تک اس کی انفعالی استعداد پر ان کو ایسے خارجی موثرات کے ساتھ پیش نہ کیا جائے جو ذیل حصول مضمون حیات وموت یا امید وبیم سے فطرت نفس کے لئے اثر انگیز ہوں۔ گو ترشحات نفس کے نتائج کو بھی خارجی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور انہیں ان کی حیثیت کے ساتھ کسی حد تک شعور انسانی پا سکتا ہے۔ مگر کماحقہ قبول ایسی وضاحت خطاب سے متحقق ہوتا ہے۔ جس کی فعلی حیثیت نفس مترشح کے وجود اور اس کے حالات وکوائف پر پُر اثر انداز ہو سکتی ہوئے۔

گویا اس وقت نفس سامع کی استعداد قبول بیدار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضور صلعم کا مختصر اور جامع وضاحت استفساریہ خطاب جو تقسیط قولی ہے۔ اور نفس سامع پر مؤثر بالقسط ہے۔ اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے اور قریش کے الفاظ اخ کریم وغیرہ اسی حقیقت پر شواہد ہیں۔ پس خطرات جزائیہ کے ایسے امکان پر جو اختصار اور جامعیت خطاب کے ساتھ کیفیت امید سے بھی مایہ دار ہو۔ انفعالی استعداد کی بیداری متحقق ہو جاتی ہے۔ جس پر عفو عدل غضب کی شہادت کے ساتھ شوکت عدل سے منصرف ہوتا ہے گویا عفو کا عادل تصرف فعالیہ اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کے نفوس پر اس وقت سرعت کے ساتھ اثر کرتا ہے جن کی استعداد قبول سے خارجی مؤثرات کے ذریعہ وہ حجابات اٹھ جاتے ہیں جو نفس اور اس کے ترشحات میں ہمواری کیفیت کی ذیل سے ترشحات نفس اور ان کے نتائج کے درمیان حائل ہیں۔ اور اس اثر انگیزی کو احسان استقلال عطا کرتا ہے۔ جو فطرت عدل کی حیثیت فعالیہ کے استمرار و استقلال پر شاہد ناطق ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل) تحقیق اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔
چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو عام کے اعلان کے ساتھ مہاجرین کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے ان مملوکات سے دستبردار ہو جائیں۔ جن پر اُن کی ہجرت کے بعد قریش نے قبضہ کر لیا تھا۔

پس قریش کا سیلاب عظیم قبول عدل یا اسلام کی طرف بڑھا۔ صفا کے ایک بلند مقام آپ تشریف فرما ہوئے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے آتے۔ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ کثیر مردوں اور عورتوں نے دست مبارک مصطفوی پر اسلام قبول کیا۔ جو حضور صلعم کے نفس فعال کے ساتھ ملت کے انفعالی تعلق کا تحقق ہے۔ جو تصدیق شعوری سے علوی اور تصدیق تحریکی سے جو اعتراف و دستگیری پر مشتمل ہے عنصری حیثیت کا حامل ہے۔ اور تسلسل کتاب و حکمت کا ذریعہ ہے۔ جو نفوس میں حیثیت فعالیہ کو متحقق کرتی جاتی ہے صفا وہی مقام ہے جس پر سے حضور صلعم نے ابتدائے بعثت میں ندائے حق اعلان عام کے ساتھ بلند کی تھی۔ اور اسے بدلیل واقعات جس پر تاریخ شاہد ہے۔ متصلات کعبۃ اللہ الحرام سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ گویا وہ اس مرکز واحد کا ایک پہلو ہے +

پس بیعت الاسلام تمکین فردیت مرکز یا کشف و استقلال کعبہ کے اہتمام مستمرہ پر تواتر کتاب و حکمت کی ایسی شہادت ہے۔ جو استحقاق دافع موانع قبضہ شمشیر ہے۔ کیونکہ وہ نفس ناطقہ میں جس کے تمام اسباب ملکوت مسخر ہیں۔ اہتمام تمکین عدل ہے جس کی اساس پر وہ استوار ہے اور اس کی تکمیل سے اس کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ گویا تواتر کتاب و حکمت جو تواتر عدل ہے اور شرط استخلاف فی الارض ہے۔ حافظ فردیت مرکز ہے۔ اور بدلیل تواتر مرکزیت مسجد وسعت ارضی کی بحیثیت ظرفیت سجود دائم تمکین جاریہ ہے۔ اور شمشیر اس کے جادۂ تمکین سے دافع موانع ہے۔ الحاصل حضور صلعم نے صفا سے افتتاح اعلان حق کے بعد منازل تاسیسی و توسیعی و تشدیدی طے کرتے ہوئے بیعت الاسلام سے اہتمام تواتر کتاب و حکمت کو متشکل فرمایا۔ اور یہ تکمیل اعلان حق تھی۔ جو فردیت مرکزیت ارض کی شہادت کے ساتھ تمام روئے ارض کی وسعت کے احاطہ پر فیصل بالحق ہے۔ اور بدلیل تواتر کافۃ الناس کی طرف ہر عہد میں مقصد بعثت مصطفوی کا اپنا ہے۔
تضعیر دولت مفرطہ کے تحقق پر سب سے پہلے نفوس ملت فاتح و جماعت مفتوح کے اذکار و اعمال

ملاحظہ ساکنان کعبۃ اللہ الحرام حضرت ابراہیم و اسمٰعیل [illegible] کے سوانح مطالعہ فرمادیں۔

کے محور و مرکز کو متعین کر دینا تقاضائے استحکام نظم ہے۔ ملت فاتح کے نفس فعال یعنی اس کے محور کے گرد افکار و اعمالِ ملت کا تد اور فعالی و انفعالی دلیل سے امیر کی وضاحتِ جزئیات سے ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا مفتوح قوم کے افکار و افعال تصغیریہ کا اسی محور روشن کے گرد تد اور بھی تعین جزئیاتِ آئینِ فتح و شکست سے ہی قائم ہوتا ہے۔ اور فطرت تد اور تقسیط وزن کے ساتھ جو صحت تد اور ہے صحت نظام کو مستلزم ہے +

چنانچہ حضور صلعم کے خطبۂ استخلاف میں وضاحتِ جزئیات اور عفو عام اسی حقیقت نظم و ضبط کی آئینہ داری ہے جیسے کہ فتح خیبر میں یہود صاغر کے ساتھ تعقید شرائط تصغیریہ یہود اسی آئین ضبط و سیاست کی شرح ہے +

نیز عفو عام یا امن کا اعلان عام حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبول اسلام کے ساتھ مشروط نہیں فرمایا عفو عام عدل کی حیثیت فعالیہ کی جلوہ گری ہے۔ اس لیئے قبول عدل کے ساتھ اس کو مشروط کرنا فعالی تصرف کے جادۂ نفوذ میں حسی مانع کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جائز و احد اجتماع یعنی ملت اسلامیہ کے ساتھ جملہ دولِ معرطہ جماعتی جنسیت کے ساتھ مشابہ ہیں۔ اور جماعتی حیثیت متقاضیٔ اجتماع اسباب عنصری ہے۔ اور یہ عنصری تشابہ گویا انفعالی استعدادِ قبولِ عدل کے روبرو حجاب عنصری نفس ہے۔ اور عفو مطلق عادلِ مطلق ترشح فعالیہ ہے۔ جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے لئے مؤثر ہے۔

مگر اس کا قبول نفوس انسانی کی الگ الگ مزجہ حیثیتوں کے مطابق متحقق ہوتا ہے۔ جو اجزائے ترکیب کی کیفیت ترکیبیہ کی حیثیات فطری ہیں۔ جن پر انہیں پیدا کیا گیا ہے یا تدریجی کوائف کے ساتھ متغیر ہو چکی ہیں اور اسی دلیل تدریج سے وہ اپنے درجات متغیرہ میں باہم متفاوت ہیں اور اسی دلیل سے نفوس انسانی میں قبول عدل تدریجی حیثیات تصرف سے متحقق ہوتا ہے۔

اور اگر لطافت علوی کلیۃً حجاب ارضیات میں محجوب ہو گئی ہو تو عدل کے ساتھ اس کی جنسیت ختم ہو جاتی ہے اور کشف حقیقت کا امکان بالکل نہیں رہتا۔ کیونکہ لطافت کی حقیقت نور ہے۔ اور عدل کشف لطافت ہے تنویر کثافت ہے۔

نیز ایت [illegible] کو محفوظ کر دیا گیا۔ کیونکہ سونا اور چاندی وغیرہ مسلمات اقوام کی مطابقت سے اسباب

حیات کا اختلاط جامع کے ساتھ تبادل ہے۔ اس لئے اس کا محفوظ رکھنا اسباب ہر گونہ حیات کی حفاظت ہے +

مقیس اور ابن خطل کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہ دونوں خونی مجرم تھے +

قصاص حیات عدل ہے۔ کیونکہ موجب تمکین حیات انسانی ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے (عنوان قصاص بین الدول مطالعہ فرمائیں) اور انفرادی جرم کا انفرادی حیثیت کے ساتھ قصاص تعدیل آئین قصاص ہے۔ اور چونکہ فرد اساس مدن ہے۔ اس لئے افراد کے معتوط ترشحات کے نتائج کا بقا جو ضد عدل ہیں سیاست مدن میں اختلال پاینده ہے۔ کیونکہ عدل اس دلیل سے اساس نظام مدن ہے۔ کہ نفس فرد اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے تصغیر دولت بشرط کے بعد انفرادی حیثیت کے مجرمین کو تحکیم ملی کے روبرو انفرادی حیثیت کے ساتھ ضرور پیش کرنا چاہیئے +

الحاصل فتح مکہ کشف و استقلال مرکزیت مسجد وسعت ارضی کی شہادت۔ کے ساتھ شوکت ظاہرہ تمکین استخلاف فی الارض کی صورت متشکل ہے۔ جو تجدید جواز وحدت اجتماع اور وحدت امارت کے لئے دلائل وحدت مرجع فطرت اور وحدت اصل کے ساتھ فیصل ناطق ہے۔ کیونکہ اس کی حامل جائز واحد ملت وسط ہے) اور جزئیات تصغیر الدول کے دستور عادل کی شرح پر جلال ہے۔ جو لوازم استخلاف فی الارض ہیں

غزوۂ حُنین

تمکین ہیبت

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ توبہ

نفس انسانی میں کثافت ارضی کی ترکیب جو محل لطافت ہے۔ اُن کثافتی احساسات بطرو ضیق کی موجب ہے۔ جو عنصری اسباب کے اجتماع یا تشتت پر عنصری مناسبت کی دلیل سے

نفس انسانی کو اس وقت تک ضرور لاحق رہتے ہیں۔ جب تک کثافت کی کثیف حیثیت کشف
لطافت سے مزکی و منور ہو کر اعتدال نہیں پالیتی۔ اور یہ منور نفس ناطقہ کا دیگر بنی نوع کے نفوس سے
معیار امتیاز ہے۔ کہ وہ بدلیل نور و عدل عنصری مؤثرات سے فرحت و خوف میں مبتلا نہیں ہوتا
اور ہر گونہ قلت و کثرت راحت و رنج اور حوادث روزگار اس کے عزم مستحکم کو جو مرجع فطری کی طرف
رجوع کی ایفا اور کشف شعور سے فطرت نفس کی صحت و استقامت کا نتیجہ ہے ہرگز متاثر نہیں کرسکتے
اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا (آل عمران)

اور کتنے پیغمبر ہیں کہ ان کے ساتھ ہو کر بہت سے ربانی لوگ لڑے تو پھر ان کو خدا کی راہ میں جو کچھ تکلیف ہوئی۔ تو ہمت نہیں ہارے اور نہ کمزور ہوئے۔ اور نہ دبے۔

ربیون سے مراد وہ مقدس گروہ ہے۔ جن کے نفوس میں کشف شعور سے جو روح الٰہی کا ترشح منکشف
ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ نور الٰہی ہے بوجہ تحمل نور ان کی کثافت میں للہیت راسخ ہو چکی ہے۔
اس لئے ان کی شجاعت قاہرہ اپنی شوکت فطری کے ساتھ تفریط غضب یعنی وہن اور ضعف اور
استکانت سے بے عیب اور پاک ہو جاتی ہے۔ گویا وہ تعدیل غضب ہے جو نفس ناطقہ کی جملہ
قویٰ کے اہتمام تعدیل میں بدلیل دفع موانع اطمینان اساسی اور روح رواں ہے۔ اور نفس
فرد اور نفس جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے ان کے جادۂ تمکین عدل سے بلا ضعف
او وہن دفع موانع کا مقدس فرض انجام دیتی ہے۔ بحالیکہ تمکین عدل صرف مضمون نبوت یعنی کتاب
میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ کتاب قائم بالقسط عزوجل کا ترشح عدل ہے۔ اور وہ عزوجل
خالق نفوس و ارواح ہے اور مرجع فطری ہے۔ اور اسی کا دست تصرف کشف و تحمل یا عدل نفس
کو متحقق کرسکتا ہے اور اس کا محل نزول نبوت ہے۔ گویا کتاب میں استغراق معیت نبوت کے تحقق
سے زمرۂ ربیون میں شرف دخول کا موجب ہے اور ملت اسلامیہ میں اس کا اجرائے مسلسل
فردیت نبوت مصطفوی پر ملت اسلامیہ کے ہر عہد کو جمع کرتا ہوا الیٰ یوم القیمۃ اسے گروہ ربیون
قرار دیتا ہے۔ پس وحدت مرجع فطری کی دلیل راسخ سے جو فردیت امارت یا فردیت نبوت کو مستلزم
ہے۔ ایک تنہا محمد رسول اللہ کی حکمت و عدالت و شجاعت و عفت یعنی شوکت عدل کی سطوت

قاہرہ نے تمام عرب کو بالفعل احاطہ فرمایا۔ اور ملت اسلامیہ میں اس کا اجرائے مسلسل جہانگیر توسیع ملی پر شہادت ہے۔ اور روزگار آخرین میں جملہ مقتضیات دہر اور ان کے ایفا کے تحقق سے تکمیل دستور کی شہادت کے ساتھ فردیت نبوت مصطفوی پر حجت قاطع ہے۔

گویا عہد مقدس مصطفوی میں سب سے پہلے صرف اس اوّل المسلمین صلعم کا نفس مبارک کشف و تحل یعنی تعدیل سے قوتِ فعالیہ کے ساتھ مزکی و معلم کتاب و حکمت تھا۔ اور کسی قسم کی عنصری مؤثرات اس کی لطافت منکشفہ اور کثافت متحملہ پر اثر انداز نہ تھیں۔ اور اسوقت تمام عالم ان کثیف احساسات کے تاثرات سے ملوث تھا۔ چنانچہ اسی دلیل سے اس فعالِ فرد کی نورانی عظمت غالبہ تمام عرب کو اپنے پرخروش تموج کی شوکت قاہرہ میں بہا کر لے گئی۔ اور اس دریائے نور کے تسلسل جاریہ کی دلیل سایہ سے جو ارواح ملت سیران مشترک کے ساتھ فطرت وحدت و اتحاد ہے۔ مقصد بعثت کی الی یوم القیمۃ ایفا فرمائی۔ جسمیں حق وحدتِ اجتماع اور لزوم استیا کی دلیل سے حدید ذوباس شدید اس کی شجاعتِ قویہ کے ساتھ دفع موانع میں متحد ہے۔

چونکہ تدریج فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے۔ اس لئے تدریجی حیثیت کے ساتھ عہد مصطفوی میں فعال تصرف مصطفوی سے انفرادی و اجتماعی حیثیت کے ساتھ قبول اسلام تشکیل ملی پر نتیجہ پذیر ہوا اور تمکین استخلاف فی الارض پر قبائل عرب بالعموم قبولِ عدل کی طرف بڑھے۔ مگر ہوازن و ثقیف چونکہ ریاست و دولت میں نہایت ممتاز تھے۔ اسلئے وہ اسلامی اقتدار کی مخالفت کے لئے پوری تیاری سے ساتھ اُٹھے۔ گو فتح مکہ سے پہلے ہی وہ سرگرم عمل تھے۔ اور اس کے بعد تو ان کو یقین ہوگیا۔ کہ اگر حملہ بلا تاخیر نہ کیا گیا تو اسلام کا مقابلہ ناممکن ہو جائیگا۔ نیز آنحضرت کی روانگی کے وقت ان کو اطلاع پہنچی۔ کہ آپ کے حملہ کا رخ انہی کی طرف ہے۔ پس ان کی تاب انتظار ختم ہوگئی۔ اور بڑے زور و شور سے حملہ کے لئے بڑھے۔

عام طور پر قبائل عرب کا قبول اسلام اس حقیقت پر شہادت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال اور فطرت نفاذ پر انفرادی اور جماعتی فرداً ابتدائے دعوت سے تمکین استخلاف فی الارض تک کسی مرحلہ پر ہرگز مؤثر نہ ہو سکا۔ بلکہ آپ کی متصرف اور فعال شوکت قاہرہ نے جذب افراد کے ساتھ قبائل مفرطہ کی جماعتی حیثیت کو اپنے تصرفِ عدل سے احاطہ فرمایا۔ اور یہ آپ کی عادل اور

فعالِ قوتِ تزکیہ وتعلم پر عرب کی انفرادی اور جماعتی شہادت کا اتحاد ہے۔ اور ان کا قبول عمل ان کی اس مفرط کیفیتِ نفس کی وضاحت کرتا ہے۔ جو مؤثر للعدل شوکت اسلامیہ کے غلبہ سے منیقی تاثر میں مبتلا ہو کر ان کے لئے تجدید استعداد انفعال کا موجب ہوئی۔ کیونکہ تشخیص نفس اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ حیات عنصری جو محل شعور ہے مستلزم اسباب عنصری ہے۔ اور اسباب عنصری کا اس کے گرد اجتماع جس قدر وسعت میں بڑھتا جاتا ہے۔ عنصریات میں شعوری تداول کی وسعت شعور لطیف کی حقیقت پر حجابی تاریکی کو شدید کرتی جاتی ہے۔ اور امتزاج لطافت و کثافت کی انفعالی استعداد جو اس فطرت نفس کا خاصہ ہے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ عنصری اسباب کی حیثیت وسعت کے قبول سے جس حد تک مملو ہو جاتی ہے۔ حقیقت علوی کے نورانی انکشاف یا دعوت حق کے لئے جو تکمیل عدل ہے۔ اس حد تک کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس نکتہ تعیف اور ان ترکیبیہ سے فرط ہے۔ جو اس کی اساس تخلیق ہے۔ اور اساس عدل ہے۔ اور اسی لئے وہ تکمیل عدل کے قبول کے لئے انفعالی استعداد سے مایہ دار ہے۔ ثقیف و ہوازن کی اسلام کے مقابلہ کے لئے سرگرمی اور مخالفت میں شدت اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے۔

اور اسباب عنصری کے اجتماع وسیعہ کی شکست یا قلت اور ملت وسط و عدل کی کثرت اسباب یا غلبہ مفرط نفوس کی عنصریات سے ایک حد تک مملو استعداد میں اس دلیل سے انفعالی تجدید کا موجب ہوتی ہے۔ کہ عنصریات میں شعوری تداول کی افراط سمٹ کر محدود ہو جاتی ہے۔ جو اس کی فطری استعداد قبول سے قریب ہے۔ اور اس کا سمٹنا منیقی کیفیت ہے۔ جو اس کی فطرت مفرطہ کا فرط سے شکست اسباب کے ساتھ رجوع القہقری ہے۔ اور وہ مؤثر للعدل نفس فعال کے تصرف و نفوذ کے لئے محل منفعل ہے۔ عام طور پر قبائل عرب کا قبول اسلام اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ اور ثقیف و ہوازن کا شدائد حروب کے بعد انجام کار قبول اسلام انہی نفسیاتی کوائف پر شاہد ہے۔

اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نیت کی دلیل سے نفوس افراد و نفس جماعت ان کیفیات میں متحد الحقیقت ہیں۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ بعض ایسے نفوس جن کی اہتمام نور یا کشف شعور کے لئے انفعالی استعداد کثیف ارضیات میں شعوری تداول کے انہماک یک گونہ سے مسخ ہو جاتی ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی دعوت حق کو جو کشف شعور سے کثافت کو منور کر دیتی ہے۔ ہرگز قبول

نہیں کرتے اور وہ نفوس جو عنصری مؤثرات کے ہوتے ہوئے کثافت و لطافت میں شعوری تداول کی صحت کو ایک حد تک قائم رکھتے ہیں جس میں درجات ہیں۔ ان کی انفعالی استعداد عنصری اسباب کی وسعت کے باوجود یا شکست اسباب کے ساتھ ساتھ حق کو قبول کرتی ہے۔ چنانچہ نفس جماعت کے تدریجی مراحل قبول اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

الحاصل اسی اصول کے تقاضا سے کہ اسباب عنصری کی وسعت انفعالی استعداد کو کلیۃً یا ایک حد تک غلو کرتی ہوئی جادۂ قبول عمل میں حائل ہو جاتی ہے۔ انبیاء و مرسلین کی سب سے پہلے مخالفت اس قوم کے سرداروں نے کی جس کی طرف وہ مبعوث ہوئے۔ اور اسی اصول کے تقاضا سے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائے بعثت میں جو لوگ اس صلعم کی داعی الی العدل قوت فعالیہ سے معرکہ آرا ہوئے وہ بالعموم صاحب مناصب عالیہ اور صاحب اسباب کثیرہ تھے۔ یہ انفرادی حیثیت کے ساتھ ان کی مخالفت تھی۔ پس جب تاسیسی اور توسیعی اور تشدیدی منازل طے کرتے ہوئے جس نے ان کی جماعتی حیثیت عداوت کو متحقق کیا۔ اس صلعم کی قوت فعالیہ اور دافع موانع شوکت قاہرہ نے استخلاف فی الارض کو سطح ارض پر متمکن فرمایا تو حالات کے تدریجی ارتقا کا یہ تقاضا تھا کہ دول مفرطہ اس اول المسلمین یعنی ملت اسلامیہ کے سب سے پہلے نفس فعال کے ساتھ معرکہ آرا ہوئے جو اسباب عنصری کی وسعت حصول سے اس وقت مایہ دار تھے۔ گویا ہوازن و ثقیف کی معرکہ آرائی ہیبت استخلاف کے تقاضا سے تھی۔ پس ان کی تصغیر ہیبت استخلاف کی تمکین محققہ ہے۔

علیٰ ہذا اصول تدریج جو تمام کائنات انسانی میں فطرت تخلیق ہے۔ فیصل بالحق ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کی کلیۃً جہانگیر توسیع کا تحقق اس کے دور آخرین میں ہو بحالیکہ اس کا استحقاق تسلسل کتاب و میزان کی دلیل ہے ہر عہد میں قائم ہے۔ جو قبضہ شمشیر کے حق وراثت پر شاہد ناطق ہے۔ اور اس کے دور آخر میں جو تمام عالم کا عہد آخرین ہے۔ قرن اولیٰ کی نسبت بڑھی ہوئی اس کی کثرت تعداد دی ہے جسے استخلاف فی الارض اول المسلمین صلعم کے نفس فعال کے ساتھ اپنے عہد میں متحد قرار دیتا ہے۔ اور وہ اس کی تعبیر تو ہے۔ دول مفرطہ کے مقابلہ کی شدت وسیعہ تقاضائے تدریج ارتقا ہے۔ اور ہیبت استخلاف کی تمکین واسعہ و شدیدہ کو مستلزم ہے +

جب ایک جماعت اپنے حریف کے خلاف جنگی تیاریوں میں سرگرم ہو جاتی ہے۔ تو چونکہ خیال و عمل اس کثافت و لطافت ممزّجہ کے ترشحات یا اثمار ہیں۔ جو تمام بنی نوع انسانی میں سیران جنسی کے ساتھ مشترک ہے۔ اس لئے اپنی سرگرمی کے تاثرات کو سیرانِ مؤثر کی کی دلیل سے حریفِ مخالف کی جدوجہد کے ساتھ مشترک پاتی ہے۔ پس واقعات کے علاوہ یہ اثر انگیزی ایسی خبروں پر بھی منتج ہو سکتی ہے۔ جو تاثرات اور توقعات کے مطابق ہوں۔ اس لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ کی غلط خبر ثقیف کے سرگرم جماعتی حالات کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ وہ خیالی و عملی جدوجہد اور ان سے مرتّبہ اخباری نتائج کے ساتھ جو ادراکی و تحریکی جدّ و جہد پر خارجی مؤثر کی حیثیت سے اثرانداز ہوتی ہوئی اس کی جارحانہ ارتقائی صورت کا موجب ہوتی ہے۔ ملت اسلامیہ کی طرف بڑھے +

رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی جدرو کو بھیجا وہ جاسوس بنکر حنین میں آئے اور کئی دن تک فوج میں رہ کر تمام حالات کی تحقیق کی۔

صحت نظم صحتِ خبر کو مستلزم ہے۔ اور صحتِ نظم لوازم معیار کارزار کے تقاضاؤں کی ایفا سے اعتدالِ تہیائے اسباب جہاد ہے۔ جو فطرۃً بر فطرت نفس اور فطرتِ[۵۲] کائنات کے تطابق کی دلیل سے غلبہ و قہر حاصل کرنا ہے اور صحتِ خبر وثاق و تفصیل کو مستلزم ہے۔ جو معتمد شخصیت کی خبر رسانی و جاسوسی سے تحقق پاتی ہے +

حالات معلوم ہونے پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کے لئے تیاری فرمائی۔ رسد اور سامان جنگ کے لئے عبداللہ ابن ربیعہ سے تیس ہزار درہم اور صفوان ابن امیہ سے سو زرہیں اور اس کے لوازم طوعاً قرض لئے اور بعض طلقا[۵۳] بھی شریک جنگ کئے گئے۔

یہ اس مصلحت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اقوام مفتوحہ کی اسباب یا افراد کے لحاظ سے جنگ میں طوعاً شرکت، احمدی محور کے گرد ملت اسلامیہ کے ساتھ مفتوحین کے افکار و اعمال کو تحقق

---

[۵۱] عنوان استخلاف فی الارض مطالعہ فرمائیں ۱۲ [۵۲] کیونکہ فطرت نفس اساس عدل پر استوار ہے۔ اور تمام کائنات اس کے لئے مسخر ہے۔ اور اس کا ماحول ہے ۱۲ [۵۳] طلقا سے مراد وہ تمام لوگ ہیں۔ جو فتح مکہ پر معاف کر دیئے گئے۔ اور ابھی وہ غیر مسلم تھے ۱۲

کرتی ہے۔ جو ملک کے داخلی صحت نظم وضبط میں وجہ تمکین ہے۔ کہ وہ اساس تمکین عسکر ہے۔ بحالیکہ اسلام جب مفتوح اقوام کی تصغیر کے تحقق پر اُن کے مال وجان و آبرو کا محافظ قرار پاتا ہے۔ تو وسعتِ فرض اُن ذرائع کے شمول کو آئین عدل کی رو سے لازم قرار دیتی ہے۔ جو وجہ وسعت فرض یعنی اقوام مفتوحہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ بحالیکہ ملت کا نفس فعال ونفاذ اپنے عادل نفوذ یعنی عدل واحسان کے ساتھ اُن کے افکار واعمال کو محور امارت کے لئے ان کی طوعی رغبت سے ساتھ ممتد اور ہو جو اصول صحت تداور ہے۔ مگر اسمیں انفرادی استعانت جماعتی استعانت اور معاہدات تصغیریہ سے الگ مشخص اور مخصوص حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ قرض کی صورت میں انفرادی مدد اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے۔

پس شوال ۵ھ ہجری کو بارہ ہزار اسلامی فوجیں میں دو ہزار طلقا بھی تھے۔ اس سروسامان سے بڑھیں کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔ کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ پس دہلۂ اول میں ہی اسلامی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ابتری کے ساتھ پیچھے ہٹ گئیں۔

افراد سے عسکر مرتب ہوتا ہے۔ اور ہر نفس فرد کا اعتدال کامل دستور عدل میں استغراقی جدوجہد کی دلیل سے مستلزم انفاس وساعات وشہور وعوام ہے۔ جو سلوک جادۂ عدل میں کوائف نفوس افراد کے لئے تحقق درجات ومراحل کا موجب ہیں۔ اور فرد ہر حیثیت کے ساتھ اساس عسکر ہے۔ اس لئے عنصری کثرت یا قلتِ اسباب کے مؤثرات کوائف نفوس کی مطابقت کے ساتھ اپنے مؤثر یا غیر مؤثر کیسی ایک حد تک مؤثر قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کسی مرحلہ پر نفوس کا صحت وزن سے ایک جانب جھکاؤ واقعہ ہو سکتا ہے۔ جو استقامت قسطاس یا شجاعت کے منافی ہے جس سے وحدت ملی کے سیران مشترک کی دلیل سے ایک ناساز گار اجتماعی نتیجہ مرتب ہو جاتا ہے۔

گویا ایسی کیفیت کا سیران اس نصرت کے لئے مانع حیثیت رکھتی ہے۔ جو اعتدالی نسبت کی دلیل کے ساتھ ملت وسط وعدل پر قائم بالقسط عزوجل کی طرف سے معین وناصر ہو کر نزول فرماتی ہے۔ اور ثبات واستقامت متعذر ہو جاتا ہے جو خاصۂ استقامت اور اعتدال نفس یا شجاعت ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل حکم دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً — اے مومنین جب تم (دشمن) جماعت سے ملو

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کا ذکر کرو کثیر ممکن ہے (امید کرتے ہوئے) کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (انفال)

یعنی قائم بالقسط اور امر بالعدل عزوجل کے ترشح ذاتی (اسم ذات اللہ) میں استغراق دلیل عدل سے نفوس میں استقامت و ثبات کو متحقق کرتا ہے۔ اور مستمر رکھتا ہے۔ اور اعتدالی جنسیت کی دلیل سے قائم بالقسط عزوجل کی نصرت کو مستلزم ہے۔ اور جملہ افراد عسکر کو عدل میں استغراق مشترک کی دلیل راسخ سے اُن کے باہم تفاوتِ مراحل تدریجیہ کے باوجود استقامت ساریہ سی اجتماعی تمکین و استقلال عطا کرتا ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اس وقت استقلال کامل اور ثبات راسخ کے ساتھ اپنے مقام پر جلوہ فرما تھے۔ دائیں اور بائیں سے پکارا یا معشر الانصار۔ (اے گروہ انصار)

اور حضرت عباس کو حکم دیا۔ کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز دی

یا معشر الانصار (اے گروہ انصار)۔ یا اصحاب الشجرۃ (اے اصحاب شجرہ یعنی اصحاب بیعت الرضوان)

پس دفعتہً تمام فوج پلٹ پڑی۔ اور جنگ کا رنگ بدل گیا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ کافی تعداد میں قتل ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں قید ہو گئے۔ اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا۔

عنصری مؤثرات کی اثر انگیزی پر صرف ملت کا نفس فعال ہی اس عادل حیثیت فعالیہ کی دلیل سے تصرف نافذہ کے ذریعہ قسطاسہائے موازین میں استقامت کو متحقق کر سکتا ہے۔ جو کسی خارجی عنصری موثر سے شہادت فطری کے ساتھ ہرگز متاثر نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ ثبات کیفیت فکر و عمل ہے۔ اس لئے فیصلہ فکر و عمل کے ساتھ دستور عدل میں استغراق (اسلام) اور تمکین عدل کے لئے فکر و عمل کی تخصیص (جہاد) کے عہد کی جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے۔ مجاہدین کے افکار میں تجدید مقصود فکر و عمل (اسلام اور جہاد) کے لئے تجدید فکر و عمل کا تحقق کر دیتی ہے۔ جو نفس فعال کے تصرف کو مستلزم ہے جس کی شرح متشکل اس کا اسوۂ حسنہ ہے۔ جو مظہر شجاعت ہے۔ اور اس کا خطاب فعالیہ ہے۔

چنانچہ اول المسلمین شجاع فعال صلعم کی ثبات راسخ کے ساتھ صدا کہ یا معشر الانصار

اور آپ کے حکم فعال سے حضرت عباس کا نعرہ یا معشر الانصار اور یا اصحاب الشجرہ نفس عسکرین حیثیت عبد عدل کی تجدید تھی جس نے اس کے افکار و اعمال میں ایفائے تقاضائے فطری یعنی اسلام کو جو مستلزم ذکر ہے۔ اور قوت جہاد کو جو دافع موانع ہے تمکین و ثبات بخشا۔ اور نفس عسکرین عدل کے میران مشترک کی دلیل سے قائم بالقسط عز و جل کی نصرت نے نزول فرماتے ہوئے استخلاف فی الارض کی ہیبت قاہرہ کو دول مفرطہ کی تصغیر سے سطح ارض پر ممکن فرمایا۔ چنانچہ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (توبہ)

پھر اللہ تم نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمائی۔ اور ایسی فوجیں بھیجیں۔ جو تم نے نہیں دیکھیں۔ اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کافروں کی یہی سزا ہے۔ (توبہ)

یعنی ملت اسلامیہ اور اس کا نفس فعال صلعم دلیل عدل سے نصرت اعتدالیہ کے نزول کا محل ہے اور قائم بالقسط عز و جل کے ساتھ اس کی اعتدالی جنسیت وجہ سکینہ ہے۔ اور کفر کی جزائے فرط اس کی تصغیر ہے۔ جو ہیبت اسلامیہ کی تمکین قاہرہ ہے۔

یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے۔ کہ مفرط جماعت کا امیر صرف عنصریات میں شعوری تداول کی وسعت کے ساتھ نفس جماعت پر مسلط ہو جاتا ہے۔ پس اس کی آمری حیثیت کو عنصریات میں تداول واسعہ کی دلیل سے مفرط جماعت کے افکار و اعمال پر کہ انہیں صرف عنصریات میں تداول کے ساتھ خصوصیت ہے۔ حیثیت نفاذ ہے کے ساتھ محض ایک گونہ تشبیہ حاصل ہوتا ہے +

شکست خوردہ فوج کا کچھ حصہ اوطاس میں جمع ہوا۔ اور کچھ حصہ نے طائف میں جا کر پناہ لی اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضور صلعم کے حکم سے اول الذکر کا استیصال کر دیا گیا۔ اور طائف کو محصور کر لیا گیا۔ بیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔ حضور صلعم نے معاویہ بن نوفل سے مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی۔ تو پکڑ لی جائیگی۔ اور اگر چھوڑ دی جائے۔ تو بھی کچھ اندیشہ نہیں۔ خیر حضور صلعم نے حکم دیا۔ کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے اسی اثنا میں ایک معزز سفارت کی درخواست پر اسیران جنگ[1] کو رہا کر دیا گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ثقیف،

[1] عنوان اسیران جنگ مطالعہ فرمائیں۔

نے وفد بھیجا اور اسلام قبول کر لیا۔

مفرط نفس عسکری کا یہ خاصہ ہے۔ کہ ہزیمت پر اس کے ادراک و تحریک میں گو ایک گونہ تعطل واقع ہو جاتا ہے۔ مگر اس شکست کی تکلیف خارجی مؤثر کی حیثیت سے اس کی عنصری کیفیت (نفس) اور اس کے شعور ممرّجہ پر اثر کرتی ہے۔ (جس کا حیطۂ تداول عنصریات ہیں) پس اگر اسے کسی قدر عنصری اسباب جمعیت حاصل ہوں۔ تو وہ اپنے تاثرات جدیدہ کے ساتھ پھر بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اس کی جمعیت جدیدہ کو استیصال اور محاصرہ کے ساتھ کچل دینا اس کے کیف تعطل میں قرار مزید کا موجب ہوتا ہے۔ جو تعطل فرط کی دلیل ہے قبول عدل کے لئے اس انفعالی استعداد کا فتح باب ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ (اور وہ اساس عدل پر اس کی تخلیق ہے۔) بحالیکہ عادل مؤثرات کا تصرف جاری ہو۔ اور تعطل فرط کا تحقق یقینی اور غیر مشتبہ ہو۔

محاصرہ چھوڑ کر آپ جعرانہ تشریف لائے۔ جہاں مال غنیمت محفوظ کیا گیا تھا۔ حسب قاعدہ چار حصے فوج میں تقسیم کر دیے گئے۔ اور خمس بیت المال اور غربا کے لئے رکھا گیا۔ مذبذب الاعتقاد نومسلم رؤسائے مکہ کو حضور صلعم نے فیاضانہ انعامات دیئے۔ انصار کو اس پر اعتراض ہوا۔ تو حضور صلعم نے ایک چرمی خیمہ میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور استفسار حال کے بعد آپ نے مندرجۂ ذیل الفاظ[۱] کے ساتھ خطاب فرمایا۔

"کیا یہ سچ نہیں کہ پہلے تم گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت کی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا تم مفلس تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولتمند کیا"۔

آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ اور ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے۔ کہ خدا اور رسول کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔

آپ نے فرمایا تم یہ جواب دو۔ کہ

"اے محمد تجھ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا۔ تو ہم نے پناہ دی۔ تو مفلس آیا تھا ہم نے ہر طرح کی مدد کی"۔

یہ کہکر آپ نے فرمایا۔ کہ تم یہ جواب دیتے جاؤ۔ اور میں یہ کہتا جاؤنگا۔ کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن

[۱] سیرۃ النبی از محقق شبلی میں جسطرح اس خطبہ کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ بعینہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

اے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں۔ کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں۔ اور تم محمد (صلعم) کو لے کر اپنے گھر آؤ۔

انصار بے اختیار چیخ اُٹھے۔ کہ ہمکو صرف محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) درکار ہے۔ اکثروں کا یہ حال ہوا۔ کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں۔ آپ نے انصار کو سمجھایا۔ کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں۔ میں نے اُن کو جو کچھ دیا ہے۔ حق (استحقاق) بنا پر نہیں۔ بلکہ تالیف قلب کے لئے دیا ہے۔

قبول عدل کے لئے عادل مؤثرات کے ساتھ فتح باب جو نفس فعال کا فطری تقاضا ہے۔ بنی نوع پر احسان عظیم ہے۔ جو امین استخلاف فی الارض ملت اسلامیہ میں دخول کے ساتھ نجات سرمدی سے تشریف کا ذریعہ ہے۔ مگر چونکہ افتتاح قبول کو بالعموم ظنی حیثیت حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کی فکر صحیحہ کی حیثیت سے تمکین عادل مؤثرات کے تصرفات پیہم کا تقاضا کرتی ہے۔ تاکہ عنصری کوالف سے اس کا ممزّجہ شعور عادل مؤثرات کی مساعی شوکت کے ساتھ قبول اشیا کے ذریعہ اثر پذیر ہوکر استمرار کیفیت انفعالیہ کے تحقق سے فکر عادل کی صحت کو متمکن کردے۔ اور وہ فکر عادل اعمال پر قدرت کی دلیل سے متحدہ ادراکی و تحریکی جدوجہد کا موجب ہو جس سے نفس ناطقہ میں حقیقتِ عدل یا شہود یعنی کشف و تحمل کی تمکین متحقق ہوتی ہے۔ جو ایفائے تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔

پس تصغیر الدول کے ساتھ عطایا عادل مؤثرات ہیں۔ جو بنی نوع پر نفاذ احسان حقیقی کے اسباب و وسائل ہیں۔ اور حامل کشف و تحمل جائز واحد ملت وسط کی محیطۂ عالم توسیع کے لئے جدوجہد ہے۔ جو کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔

بنی نوع انسان میں ترکیب کثافت مستلزم حوائج حیات عنصری ہے۔ یہ احتیاج کثافت اصل کے سیران کی دلیل ہے اسباب متعلقہ میں فکر و شعور سے ممزج عنصری رجوع کو فطرت نفس قرار دیتی ہے۔ یہ اصول ہے جو اپنی اس حد تک بنی نوع میں مشترک ہے۔ اور اسی وجہ سے انصار کے اعتراض کا موجب ہوا۔

چنانچہ ملت کے نفس فعال صلعم نے تصرف خطابیہ سے نحو امارت کے گرد شعوری تداور کی صحت کو متحقق فرمایا جو بدلیل امتزاج کثافت تداور اعمال میں تمکین صحت کو مستلزم ہے۔ اور یہ تحقق صحت

تصرف فعالیہ اور استعداد منفعلہ کے حقائق منورہ پر برہان ساطع ہے۔ اور رجحان کثافت یا فرط سے بلند شوکتِ عدل نفوس کی وضاحت ہے۔

حق عدل ہے۔ کیونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ پس اس میں انفعالی استعداد اُن حقائق کی تومبنع سے جو حیثیت فعالیہ اور حیثیت منفعلہ کو اپنے کوائف کے ساتھ منکشف کردیں۔ خطابی تصرف فعالیہ کے ذریعہ قبول حق کے لئے مستعد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا خطبہ نبوی صلعم میں انداز خطاب اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔

نیز اس میں وحدتِ ملی کے اس سیران مشترک کا تحقق ہے۔ جو حضور صلعم کے نفس فعال اور انصار (اور تمام قائم بالقسط ملت اسلامیہ[1]) کے نفوس منفعل میں متحداً جاری و ساری ہے۔

اور تا ابد معیت نبوت کا تحقق ہے۔ جو مدعائے آیات ذیل ہے۔

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۔ (زخرف) — آج سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے لیکن متقین۔

وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا (النساء) — اور یہ (انبیا صدیقین۔ شہدا۔ صالحین) بہترین ساتھی ہیں۔

اور سطح ارض پر معنویتِ عہد معیت و رفاقت (بیعت) کی شرح متشکل ہے۔ اور ان مقدس ترشحات کی وضاحت ہے۔ جو ہجرت سے قبل ابو الہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے استفسار کے جواب میں حضور صلعم نے ارشاد فرمائے تھے۔

ابو الہیثم ۔ یا رسول اللہ یہود سے ہمارے تعلقات ہیں۔ بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے۔ تو آپ ہم کو چھوڑ کر وطن چلے جائیں۔

رسول اللہ صلعم (مسکرا کر) نہیں تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے ہو۔ اور میں تمہارا ہوں۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس سیران مشترک کی حقیقتِ ساریہ کو ارواح علوی و بخاری کے ترشحات و اثمار کا فیصلہ

[1] کیونکہ قائم بالقسط ملت اسلامیہ اسی انفعالی تعلق سے کے ذریعہ حضور صلعم کے نفس فعال سے وابستہ ہے۔

متحقق کرتا ہے۔ اور اس کی پائندگی بروح علوی و بخاری کا امتزاج اس دلیل سے شاہد ہے کہ روح الٰہی کو فنا نہیں ہو سکتی۔ اور روح بخاری اس کا محل ہے اس لئے حال و محل دونوں کا بقا لازم و ملزوم ہے۔ لہٰذا ارواح کا سیران مشترک تا ابد پائندہ ہے۔ اور ملت اسلامیہ میں اس تعلق کا اجراء مسلسل الی یوم القیٰمۃ نبوت کے ساتھ ابدی معیت و رفاقت کے تحقق کا اہتمام متواتر ہے۔

الحاصل غزوہ حنین تمام غیر اسلامی عالم انسانی کے فرط اور ملت اسلامیہ کے نفس فعال صاعم کی حیثیت فعالیہ دجہ بدلیل تصرف اجرائے تواتر اور سیران مشترک سے تمام ملت کی فعالی اور انفعالی حیثیت جاریہ کو متحقق کرتی ہے۔ اور وہ اس میں الی یوم القیٰمۃ معیتہ نبوت کا استمرار ہے) اور ہیبت استخلاف فی الارض کی تمکین قاہرہ کی شرح متشکل ہے۔

غزوۂ تبوک

.....تُرْهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ..... (انفال)

اجرائے ہیبت

اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض کے نفس فعال کے ذریعہ امت وسط میں کشف ارواح الٰہی اور ان کے تحمل کا تواتر مسلسل اس حقیقت پر شاہد پائندہ ہے۔ کہ کمالات مصطفوی جو استعداد فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ ملت اسلامیہ کے ہر عہد میں مسلسل الی یوم القیٰمۃ جاری و ساری ہے۔ پس فردیت نبوت مصطفوی اور خلافت اول المسلمین کے ذریعہ دستور مکمل کی تمکین کے ساتھ اتمام حجت جو قیامت تک کافۃ الناس کے لئے تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کی وضاحت کاملہ ہے۔ اور جائز واحد اجتماع یعنی ملت وسط میں تمام عالم کی وسعت کو احاطہ کا استحقاق جاریہ ہے۔ نفس زمانہ کے انحطاطی کوائف کی دلیل سے انحطاطی دور کے انجام میں مستخلف عزوجل کی جانب سے

لہ عنوان تعلیم و تزکیہ مطالعہ فرمائیں ہے وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (زمر) ...... لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (نور)

ہے عنوان ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں۔

استخلاف فی الارض کی تمکین کا متقاضی ہے۔ جو دورِ انحطاط کو ختم کر دیتا ہے۔
اور اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ علیہ کی وراثت کاملہ کی دلیل سے اپنے عہد میں ملت کی تاسیسی اور توسیعی اور تشدیدی منازل میں جادۂ مصطفوی کی تبعیت کے ساتھ لزوم رکھتا ہے۔ اور فعالی وانفعالی تسلسل کی حجت روشن سے اس کا اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال سے اتحاد اس کے عہد کو عہد مصطفوی قرار دیتا ہے۔ اور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقصود ہے (جو انجام کار بالتدریج دور آخر میں محیطۂ عالم توسیع ملی کی تکمیل ہے۔

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا (بخاری مسلم) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنا دی گئی +

پس دورِ استخلاف میں تاسیس ملی کے بعد توسیعی اور تشدیدی منازل ارتقائیہ سے جب ہیبتِ عدل سطح ارض پر متمکن ہو جاتی ہے۔ تو خارجی حالات کی تدریجی رفتار جو ملت کا ماحول ہے۔ اس ہیبت متمکنہ کے لئے اجرائے قاہرہ کی متقاضی ہے۔ جو بین الدول مفرط شورشوں کو ملت اسلامیہ کی شمشیر قاہرہ کی سطوت شدیدہ سے دبا سکتی ہو۔ اور اسی دلیل سے وہ شوکت استخلاف کی ہیبت متمکنہ کا محیطۂ عالم غلبۂ قاہرہ ہے۔ اور وہ بتقاضائے اندیشہ تمام استطاعی سامان حرب کے ساتھ عسکر جرار کا جہاد کے لئے استقلال اجتماع اور اس کا خروج ہے۔ جو تمام مفرط قوتوں کے ادراک و تحریک کی شورش انگیزیوں کو معطل کر دے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ ج اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ (انفال)	اور ان کے لئے تم سے جو ہو سکے زور و قوت سے اور گھوڑے باندھنا تیار رکھو۔ کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے۔ مرعوب کرو۔

چنانچہ اول المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے متوقعہ اندیشہ کی بنا پر جو غزوۂ موتہ سے اور ملت کے ارتقائی حالات کی وجہ سے پیدا ہو چکا تھا۔ مدافعانہ خروج کے لئے لشکر

لہ عنوان تزکیہ وتعلم مطالعہ فرمائیں۔

جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ اور تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی مدد طلب فرمائی۔ حضرت عثمان اور صاحب استطاعت صحابہ نے گراں قدر ہدایا اور رقوم پیش کیں۔ الحاصل رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار لشکر جرار کے ساتھ جس میں دس ہزار گھوڑے تھے رجب ۹ھ ہجری مدینہ منورہ سے نکلے۔ اور شام کا رُخ فرمایا۔

فرد اساسِ ملت ہے۔ اور قبائل یا دُوَل جو ایک مرکزِ وحدت کے تحت اجتماع پاتے ہیں۔ جنگ کے لئے اُن کے افکار و اعمال کا اتحادِ محوری تقاضائے نظم عسکر ہے۔ اور وہ اُن کے نفوس کی اور اداکی و تحریکی جد و جہد کے نتائج و ثمرات یعنی اسباب کی شمولیت سے کاملاً تحقق پاتا ہے۔ جو تقاضائے شعوری اور فطری لگاؤ کے ساتھ محورِ جنگ کے گرد جملہ دول کے افکار و اعمال کی صحت تداد کا موجب ہے۔ اور ان ارتقائی خارجی حالات کی مطابقت ہے۔ جو مقاتلہ میں وسعتِ جہد اور وسعتِ اجتماعِ اسباب کے متقاضی ہیں وہ نفسِ ناطقہ اور نفسِ ملتِ وسط کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ کیونکہ سطحِ ارض پر تمکین عدل ہے۔ اور نفس ناطقہ اساس عدل پر استوار ہے۔ اور تکمیل عدل چاہتا ہے۔ اور اسی دلیل سے ایثار نفوس و اسباب نفوسِ عادل کا ترشح فطری ہے۔ نیز یہ اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ کہ ان دنوں عرب میں گو قحط اور گرانی شدید تھی۔ مگر اس عادل اجتماع پر وہ کچھ اثر نہ کر سکی۔ کیونکہ نفس ناطقہ میں روحِ الٰہی کا کشف جو قوت فعالیہ کا تحقق ہے اور کثافت نفس اس کی متحمل ہوتی ہے۔ ان تمام موانع پر اپنی شوکتِ فطرت سے غالب آجاتا ہے۔ جو جادہ پیمائی للّٰہیت میں حائل ہوں۔ جو فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے تکمیل نفس فرد کے ساتھ تکمیل نفس ملت ہے۔ کیونکہ وہ اجزائے نفس کے حقائق کی فطرت نفس میں تمکین ہے۔ جو اس کا عدل ہے۔ اور اس کی فطرت قرار پاتا ہے

پس عادل فطری تقاضاؤں کی ایفا میں وہ موانع کو گوارا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان جو اس بنا پر شریک سفر نہ ہو سکے۔ کہ اسباب جہاد ان کے لئے مہیا نہ تھے ان کو سخت رنج ہوا۔ اور بہت درد سے روئے۔

نفسِ ناطقہ میں روحِ الٰہی کا کشف و تحمل کشف چونکہ اسی دلیل کشف سے تمکین للّٰہیت

یا عدل ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل کے راستہ میں جدوجہد نفس منکشف و متحمل کا فطری تقاضا قرار پاتی ہے۔ اور فطری تقاضا کی ایفا پر قدرت نہ پاسکنا، اس کی فطرت نفس کے اجزائے ترکیبیہ کی کیفیات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور چونکہ روح بخاری روح الٰہی کا محل ہے۔ اور روحِ بخاری کو اجزائے جسم میں بطور نتیجۂ ترکیب عناصر سیران جاریہ حاصل ہے جسے حیات جسمی کہنا چاہیئے۔ اور وہ اسباب عنصری کے ساتھ لزوم رکھتی ہے۔ اس لئے للّٰہیت کے لئے جدوجہد اسباب عنصری کے حصول و اجماع کو مستلزم ہے۔ جو اجزائے جسم کی تحریکی جدوجہد کو متحقق کرتی ہے۔ جو کشف و تحمل کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ بعض صحابۂ کبار کا بے سروسامانی کی وجہ سے دردو رنج اسی حقیقتِ علیہ کا مظہر ہے۔ اللہ عزو جل فرماتا ہے۔

...... وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس غم سے حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (توبہ) کہ ان کے پاس خرچ نہیں ہے۔

پس فرمان ربانی وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ...... الخ فطرت نفس فرد اور فردِ ملت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نفسِ ملت کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور چونکہ فطرتِ نفس انسانی اس وحدت اجتماع کے لئے فیصل بالحق ہے جو نفس ناطقہ کے عدل اساسی کی مکمل ہے۔ اس لئے تعدیل نفسِ فرد و جماعت کے جادۂ جدوجہد کے لئے جو دفع موانع کو مستلزم ہے۔ تہیائے قوت اور اجرائے ہیبت نوع انسانی پر آیۂ[2] عدل و احسان کی ایفائے عادل ہے۔

نیز خطرہ کے تحقق پر جو حالات کے ارتقائی تقاضاؤں کا نتیجہ ہے۔ ہنگامی موانع موسمی شدت یا قحط وغیرہ کی وجہ سے تہیائے قوت اور مدافعت کے لئے خروج میں تاخیر یا التوا نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دشمن ایسے حالات کو مدعائے حملہ کے ساتھ حالات زمانہ کی مطابقت سمجھتا ہے۔

اور دشمن کو اپنے ملک کی حدود سے باہر روک دینا چاہیئے۔ جو صرف مدافعانہ خروج سے

---

[1] ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں [2] اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل)

ہی ممکن ہے۔ ورنہ نظام ملکی خلل پذیر ہو جاتا ہے۔ جو اساس نظام عسکر ہے۔ امکانی صورت
ہیں دفاعی احتیاط تقاضائے حقیقت دفاع ہے۔ کیونکہ احتیاط جو اجرائے ہیبت
ہے۔ دشمن کی ادراک و تحریک کو متاثر کر دیتی ہے۔ اور ترکِ احتیاط اس کے مفرط
فکر و عمل میں شورِ فرط کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس کے ضیق و بطر کا تقاضا ہے جو
فرطِ نفس کی خاصیتں ہیں +

رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیادت عسکری کا فرض بنفس نفیس انجام دیا۔ اور
مرکز میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قائم مقام امیر کی حیثیت سے مقرر فرمایا۔ بین الدول اجرائے
ہیبت کے لئے شوکت عسکری کو واحد امیر فعال کی قیادت کے ساتھ مخصوص ہونا چاہیئے
کیونکہ اجرائے ہیبت مکمل عسکری طاقت کے اجتماع اور حرکت کو مستلزم ہے۔ اور عسکر
مکمل خارجیا وہ اخلال ملت کی دافع موانع قوت قاہرہ ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے
کہ فوجی قیادت کا امیر فعال سے مخصوص ہونا ایک مستقل حیثیت ہے۔ اور اس کے لئے
ترک مرکز یا اختیار مرکز ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔

جب ہیبت متمکن ہو جاتی ہے۔ اور وسائل ملک اجرائے ہیبت کے لئے خصوصیت
پا لیتے ہیں تو اس وقت امیر فعال مکمل عسکری طاقت کی حرکت کے لئے قیادت کا فرض انجام
دیتے ہوئے اگر دار السلطنت یا مرکز ملکی کو چھوڑتا ہے۔ تو وہاں اس کا قائم مقام امیر صرف
وہ ہونا چاہیئے جو اس کے اوصاف فعالیہ یعنی کشف و تحمل سے مایہ دار ہو۔ کیونکہ وہ قائم مقام
امارت الحسن خلافت الہیہ کی نیابت ہے۔ جو ملت کے افکار و اعمال کا محور ہے۔ اور اس
کی استقامت صحت تدادر کا موجب ہے۔ جو صحت وزن ہے یا عدل نظام ملی ہے۔ تاکہ وہ
امیر فعال کی غیر موجودگی میں عدل نفس کی دلیل سے ملت کی آبرو۔ جان و مال کا فطری رغبت
کے ساتھ اسی کی مانند حافظ ہو۔ جو نفوس عادل یا ان کے ترشحات عدل کی ہر گونہ حفاظت ہے
اور تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں تمکین عدل ہے جو استحکام تہذیب
و تدبیر و سیاست ہے۔ اور اس نظام عسکر کی اساس ہے۔ جو امیر فعال کی قیادت پر متحد
ہے۔

اس سفر میں مستورات شریک سفر نہ کی گئیں +

ایسے امعیت چونکہ تمکین معیت پر مہر فیصل ہے۔ گویا وہ عدل و فرط کے مابین آخری اور فیصلہ کن کارزار ہے۔ اس لئے اس میدان جہاد میں مستورات کو ہمراہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ آبروئے ملت میں اور حیات ملی اپنے کوائف و احساسات حیاتیہ کے ساتھ جان کی نسبت ان کی حفاظت کو زیادہ اہم قرار دیتی ہے۔ کیونکہ وجود حیات وجہ احساس ہے۔ پس چونکہ وہ حامل کشف و تحمل ملت اسلامیہ کے نسلی تسلسل کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے تقاضائے فطری کے ساتھ جو آبرو اور غیرت کی حقیقت ہے۔ ملت اسلامیہ اُن کی حافظ ہے۔

راستہ میں قوم ثمود کے وہ مکانات سامنے آئے۔ جن پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ کوئی شخص وہاں نہ قیام کرے اور نہ پانی پیئے +
یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ مقامات جو عذاب الٰہی کا جائے نزول تھے۔ جہنم کی مانند سطح ارض پر غضب الٰہیہ کے مظاہر ہیں۔

پس وجوہات عذاب کو اس سطح ارض سے مٹا دینا چاہیئے۔ جو نوع انسانی کی کثافتی اصل ہے اور اس کا جائے قرار ہے۔ اور نفس انسانی میں تحمل کشف اس کا فطری تقاضا ہے۔ جو خالق حقیقی کی عندیت اور معیت یا اس کی رضا ہے۔ گویا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا کتاب و میزان اور دافع موانع شوکت شمشیر نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا کے ساتھ سطح ارض کی فطرت تخلیق کی تکمیل ہے۔

تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک پہنچ کر بیس روز قیام فرمایا۔ جو مدینہ منورہ اور دمشق کے وسط میں نصف راہ پر مدینہ منورہ سے چودہ منزل ہے۔ وہاں ایلہ کے سردار یوحنا نے حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ اور اردگرد کے عیسائی اسی حیثیت سے کے ساتھ حاضر ہوئے یہیں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ فرمایا جہاں ایک عرب سردار اکیدر حکمران تھا۔ اور قیصر کے زیر اثر تھا۔ حضرت خالد نے اس کو گرفتار کر کے اس شرط پر رہا کر دیا۔ کہ وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ (چنانچہ وہ

اپنے بھائی کی معیت میں مدینہ منورہ حاضر خدمت ہوا) مگر غسانیوں اور رومیوں سے مقابلہ کی نوبت نہ آئی +

یہ ہیبت استخلاف کی شوکت اجرائیہ کا تحقق تھا کہ فرط کو ہیبت عدل کے اثر سے مزاحمت کی جرأت نہ ہوئی۔ مدینہ منورہ سے نواح شام کی جانب یہ پر شوکت سفر اس حقیقت علیہ کی طرف اشارہ ہے کہ اجرائے ہیبت استخلاف پر وہ مبارک سرزمین اپنی برکت[1] مخصوصہ کے ساتھ شاہد ہو۔

اس کے بعد اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ منورہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے۔ یہ اس شجاعت عظمیٰ کی وضاحت ہے کہ ملت اسلامیہ کا دست عسکری قبضۂ شمشیر کے ساتھ دافع موانع حیثیت سے متحد قرار پاتا ہے۔ جو عدل نفس فرد اور عدل نفس جماعت کا ترشح فطری ہے۔ اور تکمیل مضمون آیات ذیل ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ	جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمانوں سے) ان کو بھی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔
قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ۔	خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو۔ جو تم سے لڑتے ہیں۔

اور حاکم ایلہ اور سردار دومۃ الجندل اور دیگر نصرانی گروہوں سے متعلق کوائف اس حقیقت کی طرف مشیر ہیں کہ وہ افراد اور قبائل یا دول جو اجتماع ملی کے تدریجی منازل ارتقائیہ میں کسی ایک منزل پر مانعی حیثیت کے ساتھ ظاہر ہوں۔ ان کی اس اندیشہ ناک حیثیت کا تعطل ہی۔ یعنی ان کی تصغیر جادۂ عدل کو سفر کے لئے بے روک کر سکتی ہے۔ اور امیر فعال سے ان کا اجتناب بھی ان کے اس خطرانی النفوس پر شہادت ہے جس کا انجام ان کی مانعی حیثیت

---

[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا۔ (وگردانیدیم میان سبا ومیان آن دیہا۔ کہ بکرم خود برکت دادیم دراں از ولایت شام چوں فلسطین واردن واریحا وایلیا ...... الخ سبا تفسیر حسینی

کا استقرار ہے - اس لئے یہ ضروری تھا - کہ جولانگاہ ہیبت کا ماحول حضور خدمت مصطفوی سے مشرف ہوتا جو آمر بالعدل[1] عزوجل اور آمر بالعدل[2] ملت اسلامیہ کے دشمنوں یعنی نفس فرطمین اجرائے شوکت ہیبت سے تمکین رہبت[3] ہے - جو فطرت انسانی کے عدل اساسی کی طرف اس کے لئے دعوت رجوع ہے

پس ملت کا نفس فعال سطح ارض پر تمکین عدل کے لئے جو نوع انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے - اور اس کے ہر گونہ امر بالعدل سے ہے - اور اس کا تقاضائے فطری ہے - (جس پر اس کے نفس میں کشف روح الٰہی اور اس کا تحمل شاہد ہے - کیونکہ اللہ عزوجل فعّال لما یرید ہے) فطرتاً اپنا عادل عمل انجام دیتا ہے - اور موانع راہ عدل مفرط قوتوں کو شمشیر قاہرہ کی معیت میں (جیسے نفس انسانی کے لئے تسخیر اسباب کی حقیقت شجاعت نفس فرد و جماعت[4] کے ساتھ متحد قرار دیتی ہے) جادۂ عدل سے اس وقت ہٹا دیتا ہے - جب فرط کی مانعی حیثیت اس کے تاریک فکری و عملی شواہد کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے -

الحاصل ملت اسلامیہ کے نفس فعال اول یعنی اول المسلمین صلعم کا امر بالعدل اور ملت اسلامیہ میں اس کا تواتر (جو امر بالعدل الٰہی کی نفس انسانی میں جلوہ گری ہے - اور تکمیل فطرت نفس ہے - اور اس میں تمکین حکمت ہے - جو نور کتاب ہے اور اسی دلیل سے تواتر استعداد قول فصیل ہے) دلیل تعدیل نفس سے تقاضائے نفس نوع انسانی منزل و مدن میں مایۂ تدبیر و سیاست ہے - اور بدلیل تکمیل نفس اسمیں تمکین میزان ہے - اور استحقاق مسخرات نفس یعنی قبضۂ شمشیر ہے - اور کائنات انسانی میں اس دلیل سے کہ عدل اساس نفس ہے اور اسی لئے عدل مسلمۂ کائنات انسانی ہے - وہ تحکیم بین الدول اور تصغیر الدول اور کائنات انسانی پر فصل کا استحقاق جائز و مخصوص ہے جس پر یہ تمام حقائق سیاست فاتحہ و ضابطہ شاہد ہیں جنکی تفصیل اوراق گذشتہ میں مرقوم ہے یا اوراق آیندہ میں عنوان بنیاد مستحکم کے تحت سپرد قلم ہوگی -

---

[1] إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (نحل) [2] وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل)
[3] ..... تُرْهِبُوْنَ بِهٖ ..... الخ (انفال) اس عنوان کے ابتدا میں مطالعہ فرمائیں
[4] کیونکہ فرد و جماعت میں اساسی و تعبیری نسبت متحقق ہوتی ہے - [5] جوانب ہنر انیہ نفس یا اساس عدل کا تحفظ کر
[6] اور ثقل موازین سے تقاضائے جوانب کی ایفا ہے -

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝

اور ہم نے اس (داؤد) کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل بخشا۔ (سورہ ص)

لوازمِ تشدید

(بنیادِ مستحکم)

(خلیفہ محمد سعید دار التصنیف والنشر)

جامعہ عالیہ صدیقیہ آلو مہار شریف

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ

اللہ عزوجل محبوب رکھتا ہے انہیں جو اس کے راستہ میں جنگ کرتے ہیں صف بستہ (متحد) گویا کہ وہ بنیاد مستحکم ہیں۔ (صف)

نفوس ملت میں حقیقت سجود یا اخوت ملی کے سیران مشترک اور وحدت ملی کے تحقق متشکلہ کے ساتھ محور فردیت امارت کے گرد ملت اسلامیہ کے جمعاً تداور صحیح سے یعنی فردیت امارت کی شجاعت متصرفہ کے ساتھ (جو بدفع موانع وجہ سیران مشترک ہے۔ اور جمعیت مستلزم شمشیر ہے)۔ اتحاد شمشیر کے ذریعہ عدل تہذیب ج تدبیر و سیاست کے دفع موانع فرطبۂ داخلہ و خارجہ قصر استخلاف فی الارض کی بنیاد مستحکم ہے۔ جو حفظ فطرت یا دین قیم کی تمکین قاہرہ ہے۔

محمد سعید

لوازمِ تشدید

بنیادِ مستحکم

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (صف)

افرادِ ملت کے نفوس میں کشف و تحمل یعنی حقیقت اسلامیہ یا فضائلِ اخلاق کا تحقق جو ملت کے نفسِ فعّال اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ فعالیہ کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ میں سیرانِ مشترک کے ساتھ اس عزوجل کی طرف سے جاری کر دیا گیا۔ شوکتِ شمشیر[1] کی معیت میں (جو نفسِ انسانی کے لئے تسخیرِ اسباب کی دلیل سے متاعی حیثیت کے ساتھ دفعِ موانع ہے۔) سطوتِ تشدید کی بنیاد ہے۔ اور وحدتِ اسلامیہ کا تحقق ہے۔ اور افرادِ ملت کے باہم[2] رحم کی اصل و اساس ہے اور حبل الٰہی سے ملت کا اعتصام[3] جمعی ہے۔

پس فعّالی[4] و انفعالی تواتر کی دلیل سے دورِ استخلاف میں ملت کا نفسِ فعّال قوّتِ فعّالیہ اور دافعِ موانع قوّتِ متاعیہ شمشیر کے ساتھ جادۂ کشف و تحمّل یعنی عدل نفسِ فرد اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت سے جادۂ عدل نفسِ جماعت سے موانع کو ہٹاتا ہوا اور کشف و تحمل کے سیرانِ مشترک کے ساتھ وحدتِ ملی کی جمعیت کو تفریق[5] و فشل[6] سے پاک کرتا ہوا اُسے بنیادِ مستحکم پر شدید کر دیتا ہے۔ جو بدلیل استقلال دفعِ موانع استقلال عدل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (الصف)

تحقیق اللہ محبت کرتا ہے۔ ان سے جو اس کے راستہ میں جنگ کرتے ہیں۔ اس کیفیت کے ساتھ صف بستہ کہ گویا وہ بنیادِ مستحکم ہیں۔

---

[1] نفس فرد و ملت میں اساسی و تعمیری نسبت اور وحدت مرج فطری و فشل کی دلیل سے اجتماع ملی اور اس کی وحدت قوت متاعیہ یعنی شمشیر کو فرد و ملت کے ساتھ خصوصیت عطا کرتی ہے۔ [2] رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (فتح) [3] وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا (آل عمران) [4] عنوان تزکیہ و تعلم مطالعہ فرمائیں۔ [5] وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران) [6] وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال)

فشل سستی یا ضعف[12]

اللہ عزوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ پس اس عزوجل کی ملّتِ متحدہ یا بنیاد مستحکم سے محبت استقلالِ عدل ملت پر شہادت ہے۔ جو بہ ایفائے تقاضائے[۱] فطرت نفس یعنی لزوم وحدت اجتماع نفس جماعت کی تکمیل اور حقیقتِ عدل کی تمکین ہے۔

اور تقاضائے فطرتِ نفس یعنی فردیتِ[۲] امارت جو اس بنیان مرصوص میں شوکت اتحاد و وصل افراد ہے (کیونکہ امیر فعال کشف و تحمل کے سیران مشترک کو تمام ملت میں اپنی قوت فعالیہ کے تصرف سے تحقق کرتا ہوا اسے متحد واحد قرار دیتا ہے) اُسے فردیت استخلاف فی الارض کا خاصہ قرار دیتی ہے۔ جو فردیت نبوت مصطفوی کی اپنے عہد میں جامع ملّتِ اسلامیہ ہے۔

پس سیاستِ مدن اسلامیہ میں جو لزوم وحدتِ[۳] اجتماع کی دلیل سے تمام عالم کو احاطہ کا استحقاق رکھتی ہے۔ کشف و تحمل افراد کا اہتمام جو نفس ملّت میں حقیقت اسلامیہ یا شوکت عدل کے سیران مشترک کی جدوجہد ہے اور اسی سیرانی دلیل سے موجب استحکام جمعیت ملی ہے اور نفس ملت و ملک کا کوائف غلبہ سے تقدس و طہور (جو نظام مدن کی سیاست داخلہ اور خارجہ میں شجاعت اور اسکے ترشحات فعالیہ اور ہیبت شمشیر کو مستلزم ہے۔ کیونکہ نفوس افرادِ ملت کے تدریجی مراحل تعدیلیہ کے ابتدائی یا تکمیل سے پہلے کے کوائف اور فرط ماغر کہ ہردو استقلال عدل کے لئے خطرہ ہیں اور ہیبت شجاعت و شمشیر سے مستقیم رہ سکتے ہیں) اور نفس فرد و ملت کیلئے لزوم اسبابی کی دلیل سے تحصیل محاصل اور حوائج اجتماعی میں انکا نفق معتدل۔ جو بدلیل عدل سیاست کہ وہ دفع فرط کو مستلزم ہے۔ تصرف شجاعت و ہیبت شمشیر چاہتا ہے۔

الحاصل سیاست مدن کی تمام جزئیات میں خلیفہ شجاع کے ترشح شجاعت کے ذریعہ استقلال عدل سے جو وحدت ملی کی تمکین کا موجب ہے داخلی و خارجی موانع مفرطہ کا ملت اسلامیہ کے استحکام جمعی کے ساتھ محو رفو دبت اما۔ کے گرد اسکی تداور میں سے متاع قاہرہ شمشیر کی ہیبت میں جادۂ عدل نفس فرد و جماعت سے مستقلاً اندفاع قصرِ استخلاف فی الارض کی بنیاد مستحکم پر تشدید ہے۔ جو حفظِ فطرت اور دین قیم کی تمکینِ ظاہر ہے۔

---

[۳] ترتیب عسکری مطالعہ فرمائیں [۲] یعنی نوع انسانی کا وحدت مرجع فطری و نسلی تقاضائے فردیت امارت ہے
[۱] وَهُمْ صَاغِرُونَ (توبہ) اور وہ پست ہو کر رہیں ۱۲

تعمیر مسجد

تسلیم متشکل کیلئے ایفائے لازمۂ ظرفیت

اور شرح مقصود جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً

نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جو توسیع ملی کا عظیم و بزرگ اہتمام شروع فرمایا اور نورانی دریائے کشف و تحمل کی ایسی قوی لہر انی شوکت ہے جو کائنات انسانی کو اپنی وسیع موجوں میں بہاتی ہوئی لئے جاتی ہے سب سے پہلے تعمیر مسجد کا حکم دیا جو حقائق نفوس کی شرح متشکل یعنی قیام و سجود یا فردیت الوہیت میں استغراق کے لئے اس کے لازمۂ ظرفیت کی ایفا ہے یعنی سجود کے لئے جو تسلیم متشکل ہے۔ اور اس کی حقیقت نور علیٰ نور عز و جل کے انوار کی جانب ابدائے نفس ہے جو اجزائے نفس کی شوکت تکمیل ہے اور ان کا کشف و تحمل ہے اور نفس انسانی کا قیام بالقسط ہے جو مقصد بعثت انبیا اور نزول کتب اور نزول شمشیر ہے اس دلیل سے کہ جسم انسانی میں روح بخاری کو جو حامل کشف روح الٰہی ہے۔ سرایت حاصل ہے (بحالیکہ یہی حقیقت ساطعہ سجدہ کو تشکیل تسلیم قرار دینے پر فیصل ناطق ہے) اور جسم مستلزم مکانیت ہے۔ مسجد کو لازمۂ سجود قرار دیتی ہے۔ جو از روئے ایفائے ظرفیت تمام روئے ارض ہے اور وہ مستلزم مرکزیت ہے۔ (جیسے کعبۃ اللہ الحرام کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے) کیونکہ وہ اس نوع انسانی کا جائے قرار ہے جس کی وحدت مرجع فطری و نسلی وحدت اجتماع اور فردیت امارت کے لئے فیصل ناطق ہے گویا یہ مرکزیت ارضی نوع انسانی کے فطری تقاضاؤں کے ساتھ بحیثیت محل و قرار مطابقت ہے پس مرکزیت بحیثیت مسجد اس کی طرف عین سجود رخ سے متحقق ہوتی ہے اور اس دلیل سے کہ سجدہ تسلیم متشکل ہے۔ افکار و اعمال کی مرجع فطری عز و جل کے لئے تخصیص[1]، سطح ارض پر جو جولانگاہ افکار و اعمال ہے حقیقت سجود کی تمکین ہے جو سطح ارض پر تمکین تزکیۂ افکار و اعمال کی دلیل سے شوکت طہور ہے[2]۔ حقیقت اسلامیہ ہے جس کا حق توسیع تمام وسعت ارض کو محیط ہے (سند صحیح دلیل حدیث ان حقائق بالا کی وضاحت کرتی ہے)

---

[1] یہ تزکیۂ نفوس ہے۔ [2] جیسے کہ ثابت ہو چکا ہے۔

ب

ك

....جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا۔ الخ (مشکوۃ) ۔ روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور طہور بنا دی گئی۔

مگر وہ تسلیم متشکل یعنی سجود جو اسی دلیل تشکیلیہ سے اسلام اور کفر۔(ضد اسلام) کے درمیان معیار امتیاز ہے اپنی جسمی کیفیات مخصوصہ کے ساتھ متقاضی مکانیت مخصوص ہے۔ ہے۔ جو مسجد واحد کعبۃ اللہ الحرام کی تبعیت میں سب سے پہلے مسجد مقدس ہے۔ جو توسیع ملی کی عظمت فاتحہ کے ساتھ سب سے پہلے تعمیر ہوئی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :-

..... لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (توبہ)

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں نماز پڑھے ...... الخ

علیٰ ہذا اس کی تبعیت میں توسیع ملی کی وسعت محیطہ کے ساتھ وہ تمام مساجد ارضیہ ہیں جو اساس تقویٰ پر اسی مقدس مقصد کے لئے تعمیر کی گئی ہیں۔ اور پھر وہ ہر سجدہ گاہ ہے جہاں نماز ادا کی جاتی ہے۔ اور کعبۃ اللہ الحرام کی طرف رخ تمام ملت کے ایک نقطۂ مرکزیت پر اتحاد فکر و عمل کی دلیل ہے انہیں اس بیت مقدس کے ساتھ ملحق کرتا ہوا اس کے اجزا قرار دیتا ہے۔ گویا بوقت سجدہ تمام ملت کا سمتی اتحاد وحدت ملی یعنی اسکی جمعیت اور اتحاد کا تحقق متشکل کرکے اور فردیت توحید میں استغراق کے سیران مشترک پر جو ملیت اسلامیہ میں حقیقت اخوت کی تمکین ہے شہادت متشکل ہے۔ اور حبل الٰہی سے اعتصام جمعی اور انادت میں فردیت کے لئے فیصل ناطق ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعال پر متحقق ہے اور استخلاف فی الارض پر تحقق پاتی ہے۔ جو اپنے عہد میں تمام ملت کو نفس فعال اول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جمع کر دیتا ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ سطح ارض پر اپنے روزگار مقدس میں فردیت رسالت مصطفوی کی مشرح متشکل ہے۔ اور بدلیل وراثت کمالات جاذبہ مصطفویہ اختتام نبوت پر حجت قاطع ہے۔

ك تشریح مزید کے لئے (اخلاق نبوی اور قرآن حکیم مطالعہ فرمائیں)

مواخاۃ

حقیقت اسلامیہ کا سیران مشترک

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات)

پس جب مسجد قریب الاختتام ہوئی۔ تو حضور صلعم نے حضرت انس کے مکان پر مہاجرین اور انصار کو جمع فرما کر انصار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ (مہاجرین) تمہارے بھائی ہیں۔ پھر مہاجرین اور انصار سے ایک ایک شخص کو بلا کر فرماتے گئے۔ کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو اسے مواخاۃ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے +

حقیقت اخوت افراد ملت میں فردیت توحید اور رسالت مصطفوی کی تصدیق متحدہ سے متحقق ہو جاتی ہے۔ مگر حقیقت فکر پر علمی شہادت اس سجود یا تسلیم متشکل سے تحقق پاتی ہے جو فکر وعمل میں تمکین للٰہیت کا آئینہ دار ہے۔ اور سجود مکانیت مسجود کا متقاضی ہے۔ گویا مسجد حقیقت اخوت پر افکار و اعمال کی جمعی شہادت ہے یا مواخاۃ متشکل کی بنیاد و اساس ہے +

نفس انسانی میں جیسے کہ ثابت ہو چکا ہے۔ کثافت ارضی اور حقیقت علوی ودلیعت ہے پس جیسے کثافتی اشتراک سے کثافتی اخوت متحقق ہوتی ہے۔ اور تودلیۂ شعور محلہائے شعور کے اشتراک باہمی سے اس کا مصدق ہے۔ اسی طرح نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فعالیہ کے ذریعہ ملت کے نفوس منفعل کے ساتھ اس نفس فعال کے باہم فعالی وانفعالی تعلق کا تحقق جو تواتر کے ساتھ ہر عہد میں جاری ہے۔ ملت متحدہ کی تصدیق شعوری وعنصری کی دلیل سے اخوت ملی کا سیران مشترک ہے جو آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مومنین بھائی بھائی ہیں) سے مقصود ہے۔ اور اس کی ظاہری شکل وصورت اس صلعم کے ذریعہ انصار ومہاجرین کے درمیان تشکیل مواخاۃ سے قائم ہوئی ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے نفوس میں حقیقت اخوت کی تمکین جاریہ ہے۔ کیونکہ متشکل سیران فکری جو عمل سے متحقق ہوتا ہے۔ افکار و اعمال میں فکری وعملی جنسیت کی دلیل سے اپنی حقیقت کے ساتھ متمکن ہو جاتا ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اقتدائے پسندیدہ ہے۔) اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ جو حامل تواتر میزان العدل ہے۔ اور فعالی و انفعالی تسلسل کو متحقق کرتی ہے۔ اور اسی سے نفس فعال کے ذریعہ عہد فردیت استخلاف فی الارض میں کشف و تحمل کا سیران مشترک ملت متحدہ میں متحقق ہوتا ہے۔ جو حقیقتِ اخوت اسلامیہ ہے +

اور نفس انسانی لزوم اسباب کی دلیل سے جماعتی تعاون کا متقاضی ہے جو وحدت ملّی یا جاذبیت اخوت سے کماحقہ متحقق ہو سکتا ہے۔ اور وہ نفوس افراد میں تمکین حقیقت اخوت کو مستلزم ہے۔ اور چونکہ انفرادی ضروریات کا ایفا مخصوص تعاون چاہتا ہے۔ اور مخصوص اخوت ہی مخصوص تعاون کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر دو افراد یعنی مہاجر و انصار میں مخصوص اخوت قائم کی گئی۔ جو غیر نسبی اخوت کی دلیل سے عام اخوت اسلامی کی آئینہ داری ہے۔ جو تمام ملت متحدہ میں مشترک ہے۔

اور چونکہ کوائف ماحولیہ میں ہر فرد اپنی اپنی مخصوص نوعیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس مخصوص اخوت میں اس نفسیاتی کیفیتوں کے اتحاد کی رعایت فرمائی گئی۔ جو ماحول افراد سے ان کے نفوس میں متحقق ہوتی ہیں۔ تاکہ تشکیل مواخاۃ کا مقصد باحسن الوجوہ انجام پذیر ہو +

الحاصل رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت و نصرت کی اضطرابی کیفیتوں کے درمیان اطمینان نفس اور توجہ کامل کے ساتھ ترتیب حقائق علوی و سفلوی سے نتائج عظیمہ کو زیر نظر فرماتے ہوئے اعتدال تشکیل مواخاۃ اور استقصائے جزئیات کے ساتھ حقیقت اخوت کو ملتِ اسلامیہ میں ہمیشہ تک کے لئے متمکن فرمایا۔ جو بنیاد مستحکم میں روان استحکام ہے۔

چوں گل صد برگ ما را بو یکے است
اوست جانِ این نظام و او یکے است

(اقبال)

اہتمام کشف و تحمل اور دفع موانع فطریہ

(سیاست مدن)

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ

حقائق نفس کی تکمیل و تعدیل جو نفس انسانی میں مکارمِ اخلاق حکمت و عدالت اور محاسنِ افعال شجاعت و عفت کا تحقق ہے۔ اور وہ اس دلیل سے کہ نفس انسانی کی بنیاد تعمیر پر قصر انسانی کی تعمیر و تکمیل ہے۔ اور نفس کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور کشف روحِ الٰہی اور تحمل کشف سے نفس انسانی میں قوت فعالیہ کا تحقق ہے۔ جو اپنے عادل فعالی نفوذ کے ساتھ نوع انسانی کے نفوس میں تصرف کرتی ہے۔ اور ان کے نفوس کے کوائف حالیہ کے مطابق ان کو قبولِ عدل کی طرف جھکاتی جاتی ہے۔ جو نفس انسانی کی اساس تخلیق ہے۔ اور اسی دلیل سے قبول عدل تکمیل[1] انسانی کا ذریعہ ہے۔ پس وہی اشاعت اسلام (اعتدال) کا راز ہے جو وسعت اسلامی کے لئے آفاق کو احاطہ کرنے کی استعداد اور اس کا استحقاق ہے۔

پس ملت اسلامیہ کے نفس فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوت فعالیہ اور اسکے تصرف نافذہ کے ساتھ تمام ملت اسلامیہ کا محور ہے۔ اور اپنے گرد افکار و اعمال کے تدادر میں تمکین جمعیت کو جو نفوس انسانی کے تقاضاؤں کی وحدت مرجع فطری و نسلی کی شہادت کے ساتھ ایفا ہے۔ تلاوتِ آیاتِ کتاب (دستورِ عدل) اور تزکیۂ نفس اور تعلیم اسرار کتاب (حکمت) سے نفوس ملت میں سیران مشترک کے تموج کے ساتھ اخوت اسلامی یا وحدت ملی سے متحقق فرمایا۔ اور اس دعوت عدل کو کائنات انسانی میں صاحب کشف و تحمل دعاۃ اور معلمین اور ولاۃ کے تقرر سے (جو اس کی ذات مبارک پر بالتوسل اجتماع ملت کا ذریعہ ہیں) کائنات انسانی میں وسیع فرما دیا۔ جو اس کے فعال تقاضائے فطری اور بنی نوع کے حقوق جنسی کی ایفا ہے یہ اہتمام کشف و تحمل ہے۔ اور فردیت

[1] جوانب میزانیۂ نفس (ذاتیت، ازلی و حقیقت علوی) [2] ثقل موازین نفس ۱۲

علیٰ ہذا الیٰ یوم القیمۃ توسل سلسلہ کے ساتھ ملت اسلامیہ میں کشف وتحمل کا اہتمام تواتر جو نفس زمانہ کے اختلاطی تقاضاؤں کی دلیل سے مستخلف عزوجل کی طرف سے سطح ارض پر ملت اسلامیہ میں فردیت استخلاف فی الارض کی تمکین پر شہادت جاریہ ہے۔ اہتمام کشف وتحمل کی تکمیل ہے جو عہد فردیت استخلاف فی الارض میں نفس فعال کے تصرف سے نفس مبارک مصطفوی پر ملت اسلامیہ کو جمع کر دیتا ہے اور بدلیل وراثت مصطفوی اہتمام کشف وتحمل کے استحقاق سے مایہ دار ہے۔ اور قوت فعالیہ کے تصرف سے نفس ملت میں اخوت اسلامی یا حبل الٰہی سے اعتصام جمعی کو کشف وتحمل کے میران مشترک کے ساتھ متحقق کر دیتا ہے۔ جو شوکت سیاست مدن اسلامیہ کی تمکین قاہرہ ہے۔

اور نفس فرد میں جو اساس ملت ہے قبول عمل کے بعد تکمیل عدل تک تدریجی منازل ہیں۔ اور تکمیل انسانیت یا عدل سے قبل ہر مرحلہ اور نفس کی ہر کیفیت اس دلیل سے نظام ملی کے لئے خطرہ ہے۔ کہ وہ کامل اطمینان کی حامل نہیں ہوتی اور اضطراب نفس کثافت ماحولیہ کی طرف رجحان کے ساتھ نامناسب فکری وعملی لغزش کا موجب ہو سکتا ہے۔

علیٰ ہذا مفتوحہ اقوام کا فرط نفس اپنی مفرط کیفیات کے ساتھ (جو ان کی تصغیر کے لئے دلائل ناطق ہیں کیونکہ نفس کا فرط انسانی بنیاد تخلیق کی شکست وتخریب ہے) نظام ملی کے لئے موجب اندیشہ ہے۔ اس لئے سیاست مدن ان اندیشہائے مفرطہ کے اندفاع سے ہی داخلاً استحکام وتمکین پا سکتی ہے۔ اور وہ حیات وموت انسانی کے لئے لزوم اسباب کی دلیل سے اس متاع قاہرہ شمشیر کی ہیبت کے ذریعہ اجرائے حدود وقصاص (ہے جس کا قبضہ جلال صاحب کشف وتحمل اولوا الامر شجاع فعال کو اس دلیل سے پہنچتا ہے۔ کہ وہ مکمل فطرت نفس ہے۔ اور اسباب نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ پس توسیع ملی کی دلیل سے وہ ان صاحب کشف وتحمل والا کے ذریعہ (جو اس کے ساتھ انفعالاً وابستہ ہو کر عادل قوت فعالیہ کے ساتھ امراء۔ نفاذ ہیں اور اسی دلیل سے دستور عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ ان کی نورانیت نفس متحد الحقیقت ہے جو حق اجتہاد اور نفاذ امر ہے۔ اور کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کی دلیل سے نفس ناطقہ میں تمکین للّٰہیت ہے اور تاریک کثافتی رجحانات سے تقدس وطہر ہے۔ اور بدلیل للّٰہیت یا عدل احکم الحاکمین عزوجل کے حکم کی وراثت کے لئے استعداد ہے) وہ تمام ترقضایا ہائے دیوانی[1] میں

---

[1] نکاح وطلاق اور ان کے متعلقات اور ترکہ ومیراث اور وقف۔ بیع بشفعہ۔ اجارہ۔ زراعت۔ وکالت وغیرہ

شریعت حقہ یا دستورِ عدل کے مطابق آئین عدل کو جاری کرتا ہوا ملک کو نفسیاتی خطرات سے پاک کر دیتا ہے
علیٰ ہذا اجرائے حدودؔ و قصاص سے (جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں
کی اس دلیل سے ایفا ہے۔ کہ وہ نظم و نسق انسانی میں افراط و تفریط کو مٹاتا ہوا اسے نقطۂ اعتدال پر قائم
کر دیتا ہے جو حالات و واقعات کے جوانب میزانیہ میں صحت اوزان ہے) سیاست مدن کو داخلی فرط
سے پاک فرما کر اس دلیل سے مستحکم کر دیتا ہے۔ کہ عدل فطرت نفس انسانی کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اس لئے
صرف عدل سیاست ہی استحکام نظام تمدن کا موجب ہو سکتا ہے۔ جو صاحب سیاست کے عدل
نفس کو مستلزم ہے۔ اور وہ اولوالامر فعال کی قوت فعالیہ عادلہ اور اس کے تصرف سے اُن ولاۃ اور حکام
کا کشف و تحمل نفس ہے۔ جو اس کی طرف سے اس کے لئے نافذ الامر ہیں اور یہ امر کہ نفس مبارک جامع
ملت اسلامیہ ہیں کیونکہ اس کی فردیت امارت وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے فطرت انسانی کے
تقاضا کی ایفا ہے اور تعیین ولاۃ کو توسیع ملی لازم قرار دیتی ہے۔ اور تقرر ولاۃ کے لئے اول المسلمین محمدؐ
رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معیار انتخاب کہ ولاۃ کے تعیین میں ان کی خواہش دخیل نہ ہو
اُن کے نفوس میں تمکین تثبیت یا تحقق کشف و تحمل کی ان کے تقرر کے ساتھ شرط اور ضرورت خاصہ پر شہادت
مصطفوی ہے۔ اور ملت اسلامیہ کے آمرین فعال کے لئے سنت جاریہ ہے جو نفس فعال اول کے ساتھ
انفعالاً وابستہ ہو کر اس کی پیروی اور متابعت کے لئے از روئے فطرت راغب ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ
اشعری رضؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ دو اشعری آدمی
اور بھی تھے میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم ان دونوں کو کہیں عامل بنا دیجئے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے
کہ یہ عامل بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو حضور صلعم نے فرمایا ؎

لن او لا نستعمل علیٰ عملنا من ارادہ (بخاری) — میں تو اس شخص کو ہرگز اپنے کام میں عامل نہیں بناؤں گا جو عامل بننے کی خواہش رکھتا ہو۔

کیونکہ خواہش اور تمنا نفس کی اس مفرط کیفیت کا ترشح ہے۔ جو ارضی راحات کے الحاق یا تصور الحاق سے

لہ زخم یا خون کا قصاص اور خون بہا وغیرہ اور قتل عمد اور غیر عمد میں تمیز کے ساتھ تعیین قصاص یا خون بہا یا کفارہ اور زنا کی سزا میں بیاہے کو سو درے اور بیاہے کو رجم اور ڈاکہ کی سزا قتل یا پھانسی یا خلاف کے ساتھ ہاتھ اور پاؤں کا کاٹنا یا قید بہتان کی سزا اسّی درے۔ شراب کی سزا چالیس درے۔ چوری کی سزا قطع ید وغیرہ علیٰ ہذا تمام رذائل اخلاق کا انسداد یعنی نہی عن المنکر اور فضائل اخلاق یا اوامر کی عدم تعمیل کا انسداد۔ اجرائے حدود میں داخل ہے۔

نفس پر طاری ہو جاتی ہے۔ اور عدلِ نفس یا اطمینان کامل کی (جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے) ضد ہے اور ارضی ماحول میں کثافت کی طرف رجحانات کثیف کی آئینہ داری ہی پس فطرت نفس اس کو معیار امارت یا نمائندگی انسانیت کے حق سے ساقط قرار دیتی ہے۔

گویا ولایتِ ملک کے لئے صرف وہی حکیم اور عادل اور شجاع و عفیف مسلم اپنی فطرت عادلہ کے لحاظ سے استحقاق رکھتا ہے۔ جو ہر گونہ ارضی مؤثرات کی اثر پذیری سے پاک اور منزہ ہو۔ یعنی حیوٰۃ ارضی کی زینت اسے اپنی جانب نہ جھکا سکتی ہو۔ کیونکہ ارضیات کی طرف مفرط جھکاؤ نفس کی اس ارضی کثافت مفرطہ کی آئینہ داری کرتا ہے۔ جو کثیف شعور سے منور نہ ہو۔ بجالیکہ کثیف شعور اور اس کا محل عدل نفس ہے جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے شرط تفویض ولایت سے جو نوع انسانی میں اولوالامر کی طرف سے نافذ تہذیب تدبیر و سیاست ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاۃ کی معیار زندگی میں ضرورت اور اس کی ایفا کو جو حقیقتِ عدل ہے۔ حوائج حیاتِ عنصری کی ایفا کا نقطۂ اعتدال مقرر فرمایا ہے۔ اور اس پر کمال رغبت کے ساتھ عمل نفس کی کیفیت عادلہ پر شاہد ہے۔ جو کثیفِ لطافت اور تنویر کثافت سے دستور عدل کے ساتھ اتحادِ حقیقتِ نفس ہے اور اساس عدل پر استوار کائناتِ انسانی میں تکمیل فطرت کی دلیل سے حق[۱] اجتہاد اور حق نفاذِ امر ہے۔ ارشاد مصطفوی ہے۔

من كان لنا عاملًا فليكتسب زوجة فان لم يكن له خادم فليكتسب خادمًا وان لم يكن له مسكن فليكتسب مسكنًا ومن اصاب غير ذلك فهو غالّ (ابوداؤد)

جو شخص ہمارا عامل ہو۔ اس کو بی بی کا خرچ لینا چاہیئے اور اگر اس کے پاس خادم نہ ہو۔ تو خادم کا۔ اور اگر مکان نہ ہو۔ تو مکان کا۔ لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لیتا ہے تو وہ خائن ہوگا۔

الحاصل ولاۃ اور حکام فردیت[۲] امارت کی قوت فعالیہ سے انفعالاً وابستہ ہو کر اخذ کتاب و حکمت اور اس میں استغراق سے فطرتہائے نفوس کو مکمل کرتے ہوئے اپنی قوتہائے فعالیہ کے ذریعے جن کا محل تصرف توسیع ملی یا اس کا جائے قرار وسعت ارضی ہے نفوس متعلقہ کو ان کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت سے فردیت امارت پر جمع کر دیتے ہیں۔ اور مفرطات حسیہ سے افراد اور شعبہ ہائے

---

[۱] تفصیل کیلئے مقدمہ کتاب فاتحۃ العدل میں عنوان اجتہاد اور نفاذ امر مطالعہ فرمائیں۔ [۲] جو نوع انسانی کی وحدت مرجع فطری ذہنی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔

سیاست مدن یا نظام ملکی کو ہیئت فعالیہ شجاعت اور شمشیر کے ذریعہ ہی۔ تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں میزان عدل کے ساتھ موجب استحکام ہیں۔ کیونکہ عدل اساس تحقیق نفس ہے اور تکمیل عدل یعنی نفس کے عادل تقاضاؤں کی ایفا جو ثقل موازین ہے تکمیل فطرت نفس ہے۔ اور فرد اساس ملت و منزل و مدن ہے۔

شعبۂ تاسیس توسیع و تشدید ملی | پس تعلیم کتاب و حکمت کے لئے نفس فعّال اول المسلمین صلعم کی تدریجی منازل کے ساتھ دعوت الی الحق دورۂ قبائل اور سفر ہیئت فردیت امارت کی اور دعاۃ اور معلمین کا انتظام شوکت ولایت کی عظمت افتتاح ہے یا توسیع و تشدید ملی کی تاسیس ہے۔

نفس فعّال اول صلی اللہ علیہ وسلم کی محیطۂ عالم قوت فعالیہ کے ذریعہ صدیق اکبر اور عرفائے صحابہ کا تزکیۂ نفس اور انہیں تعلیم کتاب و حکمت اور درسگاہ صفہ کا اہتمام تعلیم اور وہاں کے تعلیم یافتہ علمائے ربانی کی اطراف عرب میں ترسیل اور قبائل عرب کے گروہوں کا صحبت نبوی سے حصول علم و فیض اسی حقیقت علیہ کے مظاہر ہیں اور فعّال ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بالتوسل اجتماع ملی کے ذرائع ہیں۔ جو عہد مصطفوی صلعم میں اور الی یوم القیمۃ ملت وسطٰی کے ہر عہد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعّال پر اور عہد استخلاف فی الارض میں اس کی فردیت امارت پر جو فردیت نبوت مصطفوی سے بالتوسل دتواتر وابستہ ہے۔ جمع کر دینے کی سنن سینہ اور حجتہائے ساطعہ ہیں۔ کیونکہ تعلیم کتاب و حکمت ملکۂ تعلم کی ودیعت کو جو مقصد بعثت مصطفوی کی ایفا کا ذریعہ ہے مستلزم ہے اس لئے کہ کتاب و حکمت سے نفس انسانی میں ملکۂ تعلم تحقق پاتا ہے۔ اور منبع کتاب و حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس مبارک ہے۔ اور یہی نفس انسانی کے فطری تقاضا یعنی فردیت رسالت اور وحدت اجتماع[1] کی ایفا بالقسط ہے جو تمام عالم کو ملت وسطٰی کی وسعت میں احاطہ کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور توسیع ملی کے ساتھ ساتھ مساجد کی تعمیر (جو اذکار و اعمال کی ہیئت متشکلہ یعنی سجدہ کے مقامات ہیں) لازمۂ وسعت ہے اور ان میں ائمہ و مؤذنین کا تقرر ادائیگی فرائض موقوتہ کے لئے جو وحدت ملی کے مظاہر ہیں نظم متحدہ کا ضروری تقاضا ہے۔ جو تمام ملت کے اتحاد سمت سے وحدت مرکزیت[2] کے ساتھ وحدت ملی کو اجتماعی شکل و صورت عطا کرتا ہے۔ اور حقیقت سجدہ یعنی نفس ملت کے فکر و عمل میں تمکین للہیت کا اہتمام جو دفع موانع کو مستلزم ہے۔ نفس انسانی کے لئے لزوم اسباب کی دلیل سے شجاعت نفس اور

ملی حیثیت ارتکاز

[1] نوع انسانی کی وحدت مرجع فطری و ملی اس حقیقت فردیت و وحدت پر شہادت ہے۔ [2] کعبۃ اللہ الکرام

بیعت شمشیر کے اُن لوازم کو مستلزم ہے جو اجتماع افراد و اشیا کی تمکین و استقلال کے دفع موانع کے ساتھ ذرائع ہیں۔ اور وہ سیاست مدن میں مقتضیات مدن کے مطابق ہر گونہ شعبہ ہائے ملکی ہیں جن کی اصولی بنیاد مستحکم اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض خاتم النبیین مکمل دین اور متمم نعمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد مبارک میں استوار کر دی گئی۔ اور وہ بحیثیت رسول و امیر فرد آپ کے وہ اقوال و افعال ہیں۔ جو ایفائے مقاصد شعبہائے ملکی کے ضامن و کفیل ہیں۔ اور قیامت تک ان کی توسیع کے حق پر ملت اسلامیہ کا اجتہاد اور نفاذ امر شاہد ہے۔ جو اکمال دین اور اتمام نعمت پر شہادت قاہرہ ہے۔ پس بیانیقین والاہ اور بیانشعبۂ تاسیس الٰہی (جو شوکت خلافت کا افتتاح ہے کے بعد سنت مصطفوی کی پیروی میں تمام شعبہ ہائے ملکی کی تفصیل جن کا تعلق امیر فعال سے ہے اور ان ولاۃ سے ہے۔ جو وسعت ارضی میں اس کی نیابت کا فرض انجام دیتے ہیں۔ ذیل میں درج کی جاتی ہیں

شعبۂ اجتہاد اور نفاذ امر | نفس انسانی میں جوانب میزانیہ نفس (حقیقت علوی و کثافت ارضی) اساس عدل ہیں۔ پس تکمیل نفس اس کی تعدیل سے متحقق ہوتی ہے۔ جو ثقل موازین ہے۔ اور وہ دستور عدل یعنی خالق نفس کے ترشحات میں استغراق کو مستلزم ہے۔ جو اس کے الفاظ اور اس کی نورانی معنویت کا نفس ناطقہ میں تحقق ہے۔ یہی حق اجتہاد اور اساس اجتہاد پر استحقاق نفاذ امر ہے۔ (تفصیل کے لئے فاتحہ العدل مقدمۂ کتاب میں عنوان اجتہاد اور نفاذ امر مطالعہ فرماویں) جس سے اولوالامر فعال کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کی دلیل سے سطح ارض پر آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہے جو نیابت امر بالارادہ مستخلف اور احکم الحاکمین عز و جل ہے۔ پس وہ اہتمام کشف و تحمل اور دفع موانع فطریہ یا تمام شعبہائے ملکی میں اور ملت کے لئے تادیب یا آداب ہر گونہ خور و نوش و رفتار و گفتار و نشست و برخاست و راحت و رنج و لباس ساتر و طاہر و معتدل وغیرہ وغیرہ میں کتاب (دستور عدل) اور سنت نبوی (دستور عدل کی شرح متشکل یا معیار استغراق اور میزان العدل) کی روشنی میں نفاذ قانون اور مقتضیات دہر کے مطابق فرض توسیع قانون کو انجام دیتا ہے۔ کیونکہ دستور عدل میں جامع فردیت امارت رسالت مصطفوی سے خطاب فردیت امارت یا نظام اجتماعی کو ان کی تعمیل کے لئے مکلف فرماتا ہے۔ آیۃ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ... الخ آیت ۱۴۳ بقرہ اسی حقیقت اجتماعی اور فردیت رسالت اور اس کی پیروی میں فردیت امارت کی حقیقت پر شاہد ہے۔ جو اپنے عہد میں نیابت رسالت ہے

علیٰ ہذا اس اولوالامر فعال کے لئے تقاضائے فردیت امارت کی ایقا کے ساتھ کہ وہ اپنے عہد میں فردیت رسالت مصطفوی پر جامع ملت اسلامیہ ہے۔ تمام ولاۃ مدن توسیع ملی کے عمل وسعتِ ارضی میں نفاذ وتوسیع قانون کا فرض انجام دیتے ہیں۔ الحاصل حق اجتہاد اور نفاذ امر (حق وسعتِ قانون اور اس کا اجراء) اولوالامر فعال کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور اراکین قصر فردیت امارت بدلیل کشف وتحمل اور اپنے اپنے شعبہ ہائے متعلقہ میں تداول شوری کی دلیل سے جو جزئیات اجتہاد کی ایقا ہے۔ اراکین شعبۂ اجتہاد اور نفاذ امر ہیں۔ شوریٰ اسی حقیقت رکنیہ پر شہادت ہے۔ اور اولوالامر جو فردیت رسالت مصطفوی فردیت امارت کے ساتھ اپنے عہد میں قائمقام ہے۔ تمام ملت اور ملک اور شعبہائے ملکی میں حق اجتہاد کے ساتھ نافذ الامر ہے اور ولاۃ کے لئے اس کی پیروی اور نیابت متحقق ہے۔ حدیث نبوی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لمعاذ ابن جبل..... الخ جو مقدمۂ کتاب (فاتحۃ العدل) کے صفحہ ۱۰ پر مرقوم ہے انہی حقائق اجتہادیہ پر شہادت مصطفوی ہے

شعبۂ شوریٰ امیر فعال نفس ملت کا محور ہے اور تمام اراکین امارت کا فکر وعمل شعبہ ہائے ملی کی کلیات میں احصائے جزئیات کے ساتھ محور فردیت امارت کے گرد صحت کے ساتھ گھومتا ہوا نظام امارت میں موجب اعتدال واستحکام ہے۔ اور چونکہ ان کا شعور اپنے اپنے متعلقہ شعبہ ہائے ملی اور حالات وکوائف مدن میں متداول ہوتا ہے اور امیر کی قوت فعالیہ کے ذریعہ ان میں میزان کشف وتحمل یا عدل کی دلیل سے فردیت امارت کے لئے کلیات وجزئیات کو آفاق میں تداول کے ساتھ صحت وسرعت پا لیتا ہے۔ نیز ان تمام شعبہ ہائے ملی کا اجتماع نظام مدن کی صورت متشکل ہے۔ اس لئے اراکین امارت کا شعوری اجتماع سیاست مدن میں مناہج افکار واعمال کو واضح کر دیتا ہے جو تاسیس توسیع وتشدید ملی میں موجب صحت نظام ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل حکم دیتا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران) | معاملہ میں ان سے مشورہ کر پھر جب تو عزم کر لے تو اللہ پر بھروسہ کر۔

عہد نبوی میں صحابۂ کرام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ جس پر سوانح عہد نبوی بداہت کے ساتھ شاہد ہیں اسی حقیقت کی توضیحت ہے اور حکم شاورہم ... الخ میں حضور صلعم کی فردیت عزم اراکین امارت کے مشورہ کو اپنی شوکت فردیت میں گم کرتی ہوئی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے کہ

محور فردیت امارت کے گرد ارکین امارت کے فکر و عمل کی صحت تدا و رجو بدلیل مرجع فطری و نسلی کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے فطرت صحت فکر و عمل ہے کیونکہ تدا ور مستقیم خفیقت صحت ہے۔ اور وہ فردیت امارت (یا محوریت) سے متحقق ہوتا ہے چنانچہ حکم شاورہم تعین محوریت امارت پر دلیل قاطع ہے اور مندرجہ ذیل فرمان ربانی بھی جس پر عمل وجہ تکمیل شوریٰ ہے اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔

وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (نور)

جب وہ اس کی خدمت میں امر جامع کے لئے حاضر ہوں۔ تو ہرگز نہ جائیں جب تک کہ اس سے اجازت حاصل نہ کریں۔

مستخلف عزوجل اور رسول فروصلعم اور اولی الامر کے لئے اطاعت کا حکم متحدہ ان اداب کو فردیت رسالت وخلافت مصطفوی کے بعد اولوالامر فعال و فرد کے لئے ملت وسط میں نافذ قرار دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے عہد میں بہ دلیل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف استعداد استخلاف فی الارض سے مایہ ور ہو کر صاحب فردیت استخلاف ہے۔ اور کشف و تحمل مصطفوی کی وراثت سے کامران ہے۔ اور سطح ارض پر نافذ الامر ہے۔

شعبۂ احتساب، استعداد ولاۃ وغیرہ

ولایت چونکہ صاحب کشف و تحمل اولوالامر فعال اور نائبین اولی الامر کی نیابت ہے۔ اس لئے ولاۃ کے عدل نفوس کا معیار عدل پر احتساب تقاضائے فطرت نفس امارت فعالیہ ہے اور امارت جو سیاست نوع انسانیت ہے تکمیل نفس یا اس میں تمکین کمال عدل یا نقل وزن ہے اس لئے بداہت کے ساتھ مشروط ہے کہ نفس انسانی کی اساس تخلیق عدل ہے۔ اور تہذیب و تدبیر و سیاست (امارت) کا مقصد تکمیل انسانیت ہے اسی لئے وہ امیر فعال و فرد اور اس کے نائبین کی تکمیل نفوس کو مستلزم ہے پس معیار احتساب بر ولاۃ کے عدل نفوس کا امتحان تقاضائے منصب ولایت ہے۔ چنانچہ اس احتساب پر سنت نبوی شاہد ہے۔ اور وہ اہتمام احتساب کے لئے آئین جاریہ ہے کیونکہ سنت اور اس کی تمام جزئیات قوانین جاریہ ہیں (فاتحۃ العدل میں عنوان اجتہاد اور نفاذ امر صفحہ ۲ پر حال مضمون احتساب حدیث مرقومہ مطالعہ فرمادیں) نیز اصولی احتساب کے ساتھ اس کے لوازم فرعیہ میں تفویض خدمات کے لئے تدریجی احتساب دلیل لزوم فروع سے تقاضائے سیاست مدن ہے بلکہ قوت فعالیہ کی آمریت میزان عدل کو مجموعی حیثیت کے ساتھ نفوس افراد میں جاری رکھتی ہے۔ اور وہ افراد ملت کی تعینت عدل ہے۔

شعبۂ احتساب عام افراد ملت اور ملک کے اعمال کی (جو نتائج افکار و عزائم ہیں) معیارِ عدل پر جانچ احتساب عام ہے۔ کیونکہ حقیقتِ آمریت افرادِ ملت کے لیئے ان کے افکار و اعمال میں اہتمام صحت سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ مستلزم احتساب ہے۔ جو کیفیاتِ قرطبیہ سے وقوف کی بنا پر ان کے انسداد کا موجب ہو سکتا ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بازار میں تشریف لیجاتے اور اشیائے تجارت کا احتساب فرماتے۔ علیٰ ہذا اعمال کا محاسبہ فرماتے۔ کہ کسی نے ناجائز ذریعہ سے کچھ حاصل نہ کیا ہو۔ گویا یہ اس عہدِ مقدس میں محکمۂ احتساب عام کا افتتاح تھا۔ احتساب سے متعلقہ واقعات کے لئے احادیث صحیحہ اور سیرت النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرمائیں۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ استقلالِ عمل استغراق استقلال عدلِ نفس کا موجب ہے۔ اور عمل میں فروگذاشت ممکن ہے۔ اور تقاضہائے شعوریہ کی بنا پر لغزشات بھی ممکن ہیں۔ اور افراد ملت میں نقطۂ تعدیل تک تدریجی مراحل ہیں۔ یہ حقائق تمام ملت کے اعمال پر احتساب کو لازم قرار دیتا ہے۔

شعبۂ حرس (پولیس) اولوالامر خواہ یا دلاۃ اور ملک کے درمیان داخلی فرط ملکی کو دبا دینے کے لئے جو اجتماع عادل میں استحکام ضبط معتدل کو متحقق کرتا ہے۔ ایک قوتِ متوسلہ کی ضرورت ہے۔ جسے حرس یا پولیس کے نام سے معنون کیا جاتا ہے اور داخلی نظامِ مدن میں اسے ایک گونہ عسکری حیثیت حاصل ہے۔ گویا وہ نظام حق کے لئے شوکت عدل کی صورت متشکل ہے۔ عہد نبوی میں قیس ابن سعد اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔ گویا یہ اس شعبہ کا اس عہد مقدس میں افتتاح تھا۔

شعبۂ فصل قضایا افراد ملت کے تدریجی مراحل تعدیلیہ کے سبب یا فرط صاغرکے کثافتی ترشحات کی وجہ سے پیدا شدہ نزاعات جو داخلی سیاست ملکی میں انفرادی اضطرابات کی وہیل سے موجب اندیشہ ہیں۔ کیونکہ نزد اساس ملت و ملک ہے۔ اسلیئے انکا آئین عدل کی رُو سے اختتام تقاضائے سیاست مدن ہے۔ جو نفوس افراد کو ان فیصلوں کے قبول کرنے کے لئے اور ان کی تصدیق کے لئے اس وہیل سے مجبور کر دیتا ہے۔ کہ فطرت نفس کی اساس تخلیق عدل ہے۔ اور یہ داخلی سیاست میں استحکام کا موجب ہے۔ پس اس کے لئے محکمۂ فصل قضایا کی الگ تشکیل ملک کے داخلی انتظام کو خصوصی اہتمام کے ساتھ جو وجہ توجہ کلی اور حصر کلیات و جزئیات سے مستحکم کرنے کیلئے لازمۂ سیاست مدن ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرات ابوبکر و عمر، عثمان، علی۔

ملا اسی جز کا ص ۱۵۸ مطالعہ فرمائیے۔

عبدالرحمٰن ابن عوف۔ ابی ابن کعب۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نے اس خدمت کو انجام دیا۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ یہ تمام حضرات معیار عدل پر صادق تھے۔ گویا عہد مصطفوی میں مقتضیات حالات کے مطابق یہ اس شعبہ کا اہتمام خصوصی تھا

شعبۂ ہیبت اجرا (انسداد فساد اور اجرائے حدود و قصاص اور فیصلہائے قضایا کو عملی طور پر تشکیل دینے کا شعبۂ اہتمام)

وہ ہیبت شجاعت جو قوت متاعیہ یعنی شمشیر کی معیت میں نفس ملت و ملک پر غالب و قاہر ہو جاتی ہے۔ اس کی قوت متشکلہ ہی داخلی مفردانہ اندیشیوں کو رفع کر سکتی ہے۔ یعنی اُسے ہی فیصلہائے قضایا کی عملی تشکیل پر من جملہ اجرائے حدود و قصاص پر اور انسداد فساد داخلی پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اسی کی ایک حیثیت حرس عادل ہے۔ اور اسی کی ایک حیثیت ملک میں عسکری طاقت کا استعمال ہے۔ جو نفس فعال کے تصرف فعالیہ سے منفعلاً میزان عدل میں مستغرق ہو۔ جیسے سرایائے عہد نبوی کی متعدد عسکری حیثیتیں عسکری طاقت کے استعمال پر شاہد ہیں۔ جو تمکین عدل اور انسداد فساد وغیرہ کے لئے قائم ہوئیں (عنوان ترتیب عسکری مطالعہ فرماویں) اور اسی کی ایک حیثیت عادلہ جلادی وغیرہ ہے۔ جو گردن زنی وغیرہ تمام حدود کے عملی اجرا کا کام انجام دیتی ہے جیسے عہد نبوی میں حضرت زبیر اور حضرت علی۔ مقداد بن الاسود۔ محمد ابن مسلم وغیرہ صحابہ کرام کے سپرد جلادی کی خدمت تھی اور ان سب کی قوت فردیت امارت کی ہیبت شجاعت کے ساتھ اتحاد شمشیر سے متحقق ہوتی ہے۔

شعبۂ اصلاح بین الناس

افراد ملت کے درمیان اعتدال سیاست سے استحکام نظم و ضبط جو اولوالامر فعال کے تصرف فعالیہ سے نفوس افراد میں تہذیب سے اور اذکار و اعمال افراد میں ہیبت شجاعت اور اس کے لازمہ متاعی شمشیر کے تاثرات سے یعنی نظام ملکی کے ہر شعبہ میں میزان استحکام عدل سے نیز افراد ملک کے درمیان نزاعات کے پیدا ہونے پر امارت کی زیر نگرانی ان کو مٹا دینے سے جو تمکین اتحاد افراد سے وحدت ملی اور اس کی جمعیت کا استحکام ہے۔ اصلاح بین الناس متحقق پاتی ہے۔ جو حبل الٰہی سے اعتصام جمعی کا اندیشہ انتشار سے تحفظ ہے (احادیث صحیحہ اس اہتمام خاص پر شاہد ہیں۔ سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرماویں۔

شعبۂ تحصیل محاصل (زکوٰۃ و جزیہ و خراج وغیرہ اصناف محاصل)

نسل انسانی کے لئے لازم

اسباب کی دلیل سے انفرادی منزلی مدنی حوائج کی ایفا کے لئے اسبابِ حیاتِ انفرادی و جمعی کا اجتماع تقاضائے ہر گونہ حیات ہے۔ اور یہی اس شعبہ کے لئے اہتمام خاص اور اس کی مستقل تشکیل کا تقاضا کرتا ہے۔ جو نظام ملکی و عسکری کی اساس بناتی ہے۔ چنانچہ عہد نبوی میں محصلین صدقات کا تعین اسی حقیقت کے تقاضاؤں کی ایفا تھی۔ بندوبست اراضی۔ کہ اس سے محاصل اراضی۔ حکومت و امارت کی طرف انتقال پاتا ہے۔ اسی اہتمام خاص کا ایک شعبہ ہے۔ عہد نبوی میں زمین عشری و خراجی کے محاصل یعنی عشر و خراج کی تحصیل کا اہتمام اسی محکمہ کے تشکیل کی بنیاد تھی۔ علیٰ ہذا تمام اصناف محاصل کی تحصیل و تحفظ اسی قبیل سے ہے۔

شعبۂ عیادت مرضیٰ فرد اساس ملت ہے اور اس کا فکر و عمل انفرادی اور ملی حیثیت سے جد و جہد تبلیغ کے لئے جو اس کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ صحت جسم کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جو محل اور محرک و تحریک ہے اس لئے امیر فعال کے لئے جو نفس ملت و ملک کا محور ہے۔ ضروری ہے۔ کہ فکر و عمل کی جد و جہد تداوری کو اہتمام صحت اجسام کے ساتھ خلل ضعف جسمی سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام عیادت[1] مرضیٰ اور اس کی تاکید اسی شعبہ کا افتتاح تھا۔ جو شفاخانوں کی توسیع کا بنیادی حیثیت سے احاطہ کئے ہے۔ اور عہد نبوی میں حضرت رفیدہ اور دیگر کئی مستورات کا جنگ کے زخموں کی مرہم پٹی کا اہتمام اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

شعبۂ رحم حیوانات تمام حیوانات کو کثافت ارضی میں چونکہ نوع انسانی کے ساتھ اشتراک حاصل ہے اس لئے ان پر رحم اس عہد فطری کی ایفا ہے جو فطرت عنصری ان کے ساتھ استوار کرتی ہے۔ چنانچہ حیوانات کا انسان کے لئے بلحاظ خوراک اور سواری اور دیگر منافع و مشارب از روئے عدل اس دلیل سے مفید ہونا کہ وہ ان کی تخلیقی اور ترکیبی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی کثافتی اشتراک پر شہادت ہے۔ احادیث صحیحہ میں جانوروں پر رحم کی تاکید اور ان کے متعلق احتساب نبوی اسی تقاضائے فطری کی وضاحت ہے (ابوداؤد کتاب الجہاد اور دیگر صحاح مطالعہ فرماویں)۔ پس منجملہ جانوروں کی خوراک صحت وغیرہ کی نگہداشت اور اس بارہ میں احتساب عام اور ان کے لئے شفاخانہ جات کا اہتمام اسی فطری تقاضا کی ایفا کے فروع اور جزئیات ہیں۔

[1] تفصیل کیلئے بخاری و مسلم وغیرہ کتب احادیث مطالعہ فرماویں (نیز حضور صلعم منافقین اور یہود کی بھی عیادت فرماتے۔ بخاری کتاب الجنائز)

شعبۂ اہتمام صحت | صحت اجسام کے لئے صفائی کا انتظام تقاضائے اعتدال ترکیب جسمی ہے۔
کیونکہ بو دار اور غلیظ عناصر اپنی اس حیثیت میں قائم نہیں رہتے جس صحیح کیفیت کی ارتقائی صورت
کے ساتھ وہ جسم حیوانی انسان میں ترکیب دیئے جاتے ہیں۔ اور چونکہ روح بخاری نتیجۂ ترکیب عناصر
ہے۔ اس لئے وہ ان کے تاثرات سے اپنی اعتدالی حیثیت صحت کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور چونکہ وہ
روح علوی کا محل ہے۔ اس لئے شعوری حیثیت بھی متاثر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ
وسلم کا راستوں کو غلاظت سے صاف رکھنے کا حکم اور ہر گونہ صفائی کا اہتمام اسی حقیقت کے شواہد ہیں
اور یہ محکمۂ صحت کا افتتاح تھا۔

شعبۂ زراعت | انسانی حیات عنصری کی قیام و بقا جو محل شعور یا روح علوی ہے۔ خور و نوش
کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور خوراک کے لئے مخصوص نباتات اور مخصوص حیوانات درکار ہیں۔ اس
لئے ایسی نباتات کی پیداوار کا اہتمام جو انسانی اور حیوانی خوراک وغیرہ اور اسکے لوازم کا کام دیتی ہیں نفس انسانی کے شعوری
و عنصری تقاضاؤں کی ایفا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افتادہ زمینوں کی آبادی کے لئے کوشش
اسی حقیقت کی مظہر ہے۔ اور شعبۂ زراعت کے اہتمامِ خاص کی شکل و صورت کا افتتاح ہے (تفصیل
واقعات متعلقہ کے لئے سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرماویں)

شعبۂ معدنیات | زمین جسم عنصری کا اصل ہے۔ اس لئے تمام حوائجِ عنصری کا معدن ارض ہے
پس وہ تمام ضروریات حیات جو کانوں سے مہیا کئے جاتے ہیں۔ وہ فطرتِ نفس کے تقاضا کی ایفا
ہے۔ کیونکہ نفس انسانی جامع حقائق ہے۔ اور تمام احوالِ حیات اس کے لئے مسخر ہے۔ پس اس پر
تصرف سے وہ تقاضائے نفس کی ایفا پر تدریجی رفتار کے ساتھ قدرت حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس
قدرت میں شدت اور سرعت حاصل کرتا جاتا ہے۔ عہد نبوی میں کانوں کا اہتمام اسی حقیقت پر شہادت
ہے۔ چنانچہ آپ نے بلال ابن حارث مزنی کو کانیں اور اراضی مرحمت فرمائی جوان کے لئے اہتمام و سعت
و حفاظت پر دلیل ہے اور شہادت جنسیت سے ہر قسم کی کانوں کے اہتمام کو ضروری قرار دیتی ہے۔
(تفصیل واقعات کے لئے سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرماویں۔

شعبہ ہائے آب رسانی و آب پاشی و نشاندہی | نباتات چونکہ من جملہ دیگر ذرائع آب پاشی کے ذریعہ پیدائش اور نشو و نما
پاتی ہیں۔ اور پانی انسان اور حیوان کی حیات عنصری کے ذرائع سے ہی

اس لئے اس کی مطلق حفاظت اور آبپاشی کے نقطۂ نگاہ سے اس کی حفاظت کا اہتمام پانی کے تمام
وسیع انتظامات کی شکل وصورت کی ابتدا تھی۔ جو بمطابق ضرورت عہد نبوی میں قائم کردی گئی۔ محکمۂ
انہار اور شہروں میں آبرسانی کا اہتمام۔ اور کنوؤں میں وسعت اس کی تدریجی وارتقائی صورت ہے۔ چنانچہ
بحوالہ سیرت النبی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حکم دیا۔ کہ جو شخص اپنے چشمہ پر قبضہ کرے
جس پر کسی مسلمان نے قبضہ نہیں کیا ہے تو وہ اس کا ہے۔ تو تمام لوگوں نے دوڑ دوڑ کر اپنے اپنے چشموں
کے حدود مقرر کر لیے۔ اس سے پانی کے متعلق حقیقت اہتمامیہ کے ساتھ یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ
عہد نبوی میں جیسے ملی خدمات کے حقوق کی ایفا کے لئے اراضی تقسیم کردی جاتی تھی۔ ایسے ہی یہ
پانی کے حقوق کا انتقال بھی اسی قبیل سے تھا اور ملی وملکی ضروریات کے لئے ضرورت نشانہی (سروے)
کی بنیادی ایفا بھی اس سے ظاہر ہے۔

شعبۂ رفاہ عامہ | ملک وملت کے لئے اُن معتدل عنصری آسائیوں کا مہیا کرنا جن کے ذریعہ
فکری وعملی ترشحات کو اپنے قوائے تحریک سے محور آمریت کے گرد صحت تداوی کے ساتھ عملی جامہ پہنا
سکیں ملی وانسانی اخوت کا تقاضا ہے۔ نیز وہ نظام مدن میں سرعت استحکام کا ذریعہ ہے پل سڑکیں
مہمان خانے وغیرہ وغیرہ اور مسلم اور غیر مسلم[1] غربا ومساکین اور صاحب احتیاج ومحرمان افراد کی مدد کا اہتمام
جس کے سبب وہ احتیاج سے محفوظ ہو جائیں اسی کی اہم شقیں ہیں۔ افراد ملت کے حقوق کی ایفا
تقاضائے وحدت ملی ہے۔ جو حقیقت اسلامیہ کا سیمان مشترک ہے۔ اور بنی نوع کے حقوق کی ایفا تقاضائے
وحدت نوعی ہے۔ ان ہر دو حقائق پر قرآن وسنت شاہد ہے[2] اور[3] چونکہ ملت اسلامیہ کے مال وجان کا محور فردیت
امارت ہے۔ اس لئے آیۃ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ[4] لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ سے ملی حیثیت کے ساتھ محرمان حوائج
کی ایفا ہے۔ جو افراد ملت وملک نظام مدن کے روبرو سائل کی حیثیت سے پیش کریں۔ یا مصائب کی وجہ سے
وسائل معیشت وحیات کا انقطاع (جیسے موسمی حادثات وغیرہ سے کھیتوں کی تباہی یا آگ لگنے سے
دوکانات ومکانات کی بربادی وغیرہ وغیرہ) اُن احتیاجات کا موجب ہو وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ[5] بھی اسی

[1] زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات غیر مسلم محتاجوں کی مدد پر سنت نبوی شاہد ہے۔ بخاری کتاب الجمعہ اور مسلم باب فضل الصدقۃ علی الاقربین مطابق مزادین [2] من جملہ سورہ فتح آیت ۲۹ سورۂ بقرہ آیت ۲۴۳ ومن جملہ احادیث لا یومن احدکم حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ (مسند احمد) [3] ان کے مال میں سائل اور محروم کے لئے حق ہے (ذاریات) [4] سائل کو مت جھڑک۔ (والضحیٰ)

ایفائے مقصد کے لئے حکم ناطق ہے اور اس میں حامل استخلاف فی الارض فردیت رسالت سے خطاب گویا فردیت رسالت وامارت سے خطاب ربانی ہے۔ اور چونکہ وحدتِ ملی۔ نظام ملی اور فردیت رسالت اور اس کے تتبع میں فردیت امارت جو اپنے عہد میں فردیت رسالت کا مدعا اس کی نیابت سے انجام دیتی ہے۔ تقاضائے مقصود آیت[1] اُمَّۃً وَّسَطًا ہے۔ اس لئے ملتِ اسلامیہ نظامِ اجتماعی کے ساتھ ان احکام کی ادائیگی پر مکلف ہے۔ اور اولوالامر فعال یا فردیت امارت کے نفاذِ امر کو مستلزم ہے۔ اور وہ اس مقصد کی ایفا کے لئے من جملہ شعبۂ رفاہِ عامہ کی تشکیل ہے۔ جو ہرگونہ امراض غربت سوال و حرمان انفرادی اور جملہ مشکلات اجتماعی کا علاج ہے۔

شعبۂ جاسوسی جاسوسی کا ذکر بحث غزوات میں جابجا گذر چکا ہے۔ عملی ہذا سیاست ملکی چونکہ داخلی حیثیت سے دفع موانع فرطیہ کو مستلزم ہے۔ اس لئے اس محکمہ کی ضرورت کو وہ ویسے ہی اہم قرار دیتی ہے۔ جیسے خارجی موانع مفرط کے اندفاع کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ وقوف ہی انسداد کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور فرطیات سے وقوف ان کی بے اعتدالی کی دلیل سے اس اہتمام کو ضروری قرار دیتا ہے۔

شعبہ ہائے صنعت و حرفت۔ تجارت۔ مواصلات اہتمام صنعت وحرفت رسل ورسائل یا مواصلات اور تجارت کی مبادیات کے قیام پر وہ تمام حوائج ہرگونہ حیات اور اُن کا ایفائے عادل شاہد ہے۔ جو اس عہدِ مقدس مصطفوی میں موجود تھے۔ اور آج اُن کی فروعی وسعت اپنی تدریجی ارتقا کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔ جو تقاضائے فطرت کائنات ہے۔ اور ملت اسلامیہ کا حق اجتہاد اور نفاذ امر اس تدریجی ارتقا کو قیامت تک کیلئے احاطہ کرتا جاتا ہے۔ اور تمام فرعی وسعتوں کے اہتمام کیلئے منفصل بالحق ہے۔

دار الضرب اجناس ارضی جو ایفائے حوائج عنصریہ اور بقائے حیات اور تکمیل حوائج ہرگونہ حیات کے متاعی ذرائع ہیں۔ ان کے باہم انتقال وتبادلہ کے لئے جو تکمیل ایفائے حوائج کا ذریعہ ہے۔ ایک جامع مختصر کی ضرورت ہے جسے سکے کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عہد نبوی میں سکہ[2] کا استعمال اسی اجتماعی ضرورت پر شہادت ہے۔ اور یہ محکمہ دار الضرب کی تشکیل کا تقاضا کرتا ہے۔

---

[1] وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ)

[2] سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم عنوان امنات محاصل و مخارج مطالعہ فرمائیں۔

شعبۂ دول مفتوحہ وسرحدات

ملک کی حفاظت پر اس کے حدود کی حفاظت شہادت دیتی ہے۔ جو افراد ملک کی فکری جمعیت کے ساتھ ان کی عملی جمعیت اور اجتماع اسباب اور وسائل اجتماع میں تحقق استحکام کا موجب ہے۔ چنانچہ عہد مصطفوی میں تمام دفاعی غزوات اسی حقیقت پر شواہد ہیں۔ علیٰ ہذا نجران کے عیسائیوں کے ساتھ شرائط معاہدہ میں یمنیوں کی شورش پر ان سے اسلحہ کی امداد کا حصول حفظ سرحدات کی ایک متعین شق تھی اور ان سے اور ایلہ کے نصرانی سردار اور اس اطراف کے عیسائیوں اور یہود خیبر وغیرہ سے معاہدات تصغیر یہ جن کی رو سے وہ ملت اسلامیہ کے روبروپست قرار دیئے گئے اور ان کے متعلقہ اہتمام کی تمام شقیں گویا دول ماتحت کے لئے شعبۂ اہتمام تھا جو ملت وسطی کی وسعت فطری کے تقاضائے جاریہ کی ایفا کیلئے سنت قاہرہ ہے۔

شعبۂ نصرت ہجرت اور انسداد بے روزگاری

فرط وعدل کی کش مکش کی دلیل سے اور ملت اسلامیہ کی جہد توسیع کے نتائج سے ملت اسلامیہ کے بعض افراد جب اپنا وطن اور اس سے متعلقہ استیاجات کو چھوڑ دیتے ہیں تو ان کی آبادی ملت اسلامیہ کی وحدت اور اخوت اسلامی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ سلسلہ مواخاۃ کے مقصد میں ایک شق اس اہم اہتمام کی شامل تھی۔ ہر موقع پر مہاجرین کی آبادی و آسانی کے انتظامات اسی حقیقت پر شواہد عہد مصطفویہ ہیں جو ہمیشہ تک توسیع ملی کے جادۂ جدوجہد میں مشعل راہ ہیں۔ یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انصار کا مہاجرین کے ساتھ ہر شعبۂ حیات میں تعاون ان کی بے روزگاری کو دور کرنے کے لئے گویا ہمیشہ تک ملت اسلامیہ میں افراد ملت کے اس تعاون باہمی کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو بے روزگاری کو مٹانے اس حیثیت سے کہ وہ ہر گونہ معاونت محور فردیت امارت کے گرد رواں ہو جو وحدت مرجع فطری نسلی کی دلیل سے ایفائے تقاضائے فطرت نفس ہے۔ عہد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہاجرین سے بعیت کر وہ کسی سے سوال نہ کرینگے۔ ان کے لئے کسب طیبات کی جدوجہد میں تمکین استقلال کے لئے تھی۔ اور اسے انسداد بے روزگاری کے شعبہ کا اہتمام کہنا چاہیئے۔

شعبۂ تعلیم

علم مقدمات عنصری وعلوی سے صحت شعوری اور اس کا کشف متحقق ہوتا ہے۔ جو مایۂ تہذیب افراد اور تدبیر منزل اور سیاست مدن ہے۔ اور اس دلیل سے کہ فرد اساس ملت ہے

اور علم نفس فرد میں صحت اور کشفِ شعور کو متحقق کرتا ہے۔ اور کمال علم علیم و حکیم عزوجل کے کلمات علیہ میں استغراق کو مستلزم ہے جو عمل سے متحقق ہوتا ہے اور علوی و عنصری حقائق کو منکشف کر دیتا ہے۔ اور عمل مستلزم علم الفاظ ہے۔ اور وہ تعلیم کے اہتمام خاص کا متقاضی ہے۔ عہد نبوی میں تعلیم کتاب و حکمت اور اسی کی قوت علیہ کے ذریعہ علم الکتاب و حکمت کے (جو استعداد فردیت استخلاف فی الارض ہے) تواتر کی تاسیس کا اہتمام اور درسگاہ صفہ میں تعلیم کا اہتمام خصوصی اسی حقیقت علیہ پر شواہد ہیں۔ اور اسی درسگاہ میں انشا کی تعلیم جملہ متعلقات علمیہ (جو علوی و عنصری تقاضاؤں کے ایفا کے ذرائع ہیں اور انشا کے ساتھ اوراق میں حفظ و استقلال پاتے ہیں) کے علمی حصول پر شہادت مصطفوی ہے۔

اہتمام کتابت و انشا کتاب یعنی اللہ عزوجل کے کلمات علیہ یا دستور عدل اور سنت نبوی یعنی اس میں استغراق کی شرح متشکل علیٰ ہذا فردیت رسالت مصطفوی پر جامع ملت اسلامیہ فردیت استخلاف کے ترشحات استغراقیہ اور ملت اسلامیہ کے اجتہاد منور کی انشا ان کے استقلال حفاظت کی ایک اہم شق ہے اور وسعت نظم و ضبط یا جملہ شعبہائے ملکی کے متعلقات کا دفتری حیثیت سے تحفظ کتابت و انشاء سے ہی متحقق ہوتا ہے۔ جو صحت آمریت کے لئے لزوم ترتیب مقدمات کی دلیل ہے اس جائز حکم کے لوازم سے ہے۔ جو مقدمات حکم کے علم کی اساس پر اس قوت فعالیہ کے ذریعہ نفاذ پاتا ہے۔ جو کتاب میں استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ پس محررین کا تعین تقاضائے تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ[١] اسی حقیقت پر شہادت ربانی ہے۔ اور عہد نبوی میں اس کا اہتمام اسی حقیقت پر شہادت مصطفوی ہے تفصیل کے لئے کتب احادیث اور سیرت النبی مطالعہ فرمائیں۔

تعدیل معاشرت یا تدبیر منزل اور شعبۂ اہتمام [illegible] فرد اساس ملت ہے۔ اور افراد کی تعمیر حیات عنصری اور ان کے نفوس میں صحت افکار کا تحقق اور کردار صحیح کے مبادیات کی تکمیل نظام منزلی سے بہت کچھ وابستہ ہے۔ اس لئے معاشری نظام کی اصلاح اور اس میں تعدیل جو تعدیل نفوس افراد کو ضروری قرار دیتی ہے۔ افراد کے تدریجی مراحل تعدیلیہ اور تدبیر معاشرہ کی تشکیل کے تقاضائے مستلزم تصرف دستورِ عدل ہے۔ جو نفاذ آئین عدل اولوالامر فعال کو جائز استحقاق تدبیر منزل عطا کرتا ہے۔ پس وہ عدل تدبیر سے اور اجرائے ہیبت کے ذریعہ دفع موانع فطریہ سے عدل

[١] اس نے قلم سے لکھنا سکھایا (علق)

کی بنیاد پر اسے مستحکم کر دیتا ہے ۔ جو نظام ملکی میں اس کی بنیاد کا اہم جزو ہے ۔ کیونکہ وہ تعمیر گاہ افراد ہے ۔

پس بدیں ل وراثت مصطفوی امیر فعال کی قوت تزکیہ و تعلم کے فعالی تصرف سے جو حقیقت اسلامیہ یا تعلیم کتاب و حکمت کا ذریعہ ہے نفوس افراد میں تقاضا ہائے کثافت یعنی تحمل کشف اور ایفائے حوائج عنصری کی عادل ایفا کا تحقق فطرت نفس سے خواہش کو خارج قرار دیتا ہے ۔ جو مقصود آیات ذیل کی ایفا ہے ۔

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ۥ (نساء)	حفاظت میں لانے والے نہ مستی نکالنے والے
مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ ۥ (نساء)	حفاظت میں آنے والیاں نہ مستی نکالنے والیاں

(نفس فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عادلہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت[1] كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن ۔ منجملہ فضائل اخلاق اس عادل ایفائے حوائج عنصری پر اس شخصیت معظمہ کی شہادت ہے ۔ جو اس عنصری ایفائے عادل کی محل تھی اور اس کی شاہد تھی ۔ علیٰ ہذا اجرائے آیتہائے نکاح و طلاق اور اس کی جزئیات کے استقصاء سے امیر فعال سنت مصطفوی کی پیروی میں تدبیر منزل یا معاشرت کے وجود صحیحہ کو ملت مصطفویہ میں متحقق کرتا ہے ۔ اور فحشاء اور کاذب بہتان فحشاء پر اجرائے حدود کے ذریعہ تدبیر منزل سے متعلقہ خطرات موثرہ کا انسداد کر دیتا ہے ۔

نفس فعال اول صلعم سے طاہرۃ العرب حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت سودہ بنت زمعہ کے یکے بعد دیگرے نکاحات بالخصوص اور دیگر ازواج مطہرات کے نکاح بالعموم اولاً اس حقیقت پر شواہد ہیں ۔ کہ تقاضا ہائے کثافت کا ایفائے عادل جہاں تحمل نور سے روشن ہو جاتا ہے ۔ وہاں خلائف الارض کی نوعی بقا عنصری حوائج کی ایفا سے متحقق ہوتی ہے ۔ اور یہ معاشرت کے وجود صحیحہ کا تحقق ہے ۔ جس کی توسیع اس خصوصی ضرورت کے ساتھ دیگر مصالح ملی کی حامل ہے ۔ مثلاً

توسیع ملی اور تشدید ملی کے نتائج میں فاتحین اور مفتوحین سے کثیر التعداد مستورات شوہروں اور اقرباء کی سرپرستی سے محروم ہو جاتی ہیں ۔ ان صورں میں فطری نظم و نسق ہی اخلاق عادلہ کے معیار کو قائم رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ تقاضا ہائے فطری کی ایفائے عادل کا ذریعہ ہے ۔

اور بیوہ مسلم مستورات اور صاحب عیال مسلم بیوگان کو حیطۂ نکاح میں محفوظ کر دینا تعدیل معاشرت اور تحفظ افراد ملت کی ایک اہم شق ہے ۔ چنانچہ نفس فعال اول صلعم کے ساتھ نکاحات ام المومنین حفصہ اور حضرت زینب ام المساکین و حضرت میمونہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ اسی حقیقت پر شواہد ہیں

[1] آپ کے اخلاق قرآن تھے ۔ (ابوداؤد)

فرمانِ ربانی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ اسی تقاضائے فطری کی ایفا ہے ابد مفتوح اقوام کی عورتوں سے ان کی حیات کے مطابق معتدل اور خوشگوار سلوک اُن میں اعتماد اور وفا پیدا کر دیتا ہے۔ اور وُہ قبول اسلام اور ان کی آزاد حیثیت کے قیام سے اُن کے متعلق انتخاب نکاح میں ان کی سابقہ معیار زندگی کی رعایت ہے۔

اعتماد اور وفا افراد منزل کی ایک ضروری خصوصیت ہے جسے استحکام ملی میں اہم مقام حاصل ہے کیونکہ فرد اساس ملت ہے۔ اور منزل معاشری حیثیت کے ساتھ اجتماع افراد دودمان کو متحقق کرتی ہے نفس فعال اول صلعم سے نکاحات ام المؤمنین حضرت جویریہ سابقہ رئیسہ بنو المصطلق اور نکاح ام المؤمنین حضرت صفیہ سابقہ رئیسہ یہود انہی مصالح عظمےٰ کے مظاہر ہیں۔

حدود ملکی سے دور مسلمہ مسافرہ حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک یا لنفس فعال کے ساتھ فعالی و انفعالی تعلق کی دلیل سے ناموسِ ملتِ اسلامیہ ہے۔ اس لئے بعد فصل کے باوجود اس کے متعلق تحفظ اور نظم و نسق فطری کا اہتمام کامل وحدتِ ملی کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ اور اس مسلمہ کے معاشری فکر و عزم کو محور حصین مقصود آیۂ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ کے گرد صحت کے ساتھ متدا ور کر دیتا ہے۔ جو اساس صحتِ عمل ہے۔ چنانچہ نفس فعال اول المسلمین صلعم کے حبش میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ کے ساتھ نجاشی کے ذریعہ تعقید نکاح اسی سنتِ محمود کی بنیاد ہے ۔

تطابق فطرت ہی جو عدل ہے تقدس کو قائم رکھ سکتا ہے۔ محرمات صرف وہ ہیں جنہیں خالق فطرت نے حرام قرار دیا ہے متبنیٰ وغیرہ تعلقات کی ازواج ہیں چونکہ آئینی اور فطری حرمت متحقق نہیں ہے پس یہ غیر فطری حرمت تدبیر منزل کے تقدس میں اندیشہ خلل ہے۔ اس لئے نفس فعال اول صلعم نے مطلقۂ زید ابن حارثہ حضرت زینب سے نکاح فرما کر منزلی تقدس کو ہمیشہ کے لئے ایسے خطرات سے پاک فرما دیا ۔

نفس فعال کی منزل کو اخلاق معاشری کی حیثیت خصوصی کے ساتھ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کی جلوہ گاہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ ہر گونہ حیات میں نافذ الامر ہے۔ اس لئے رسول فرد اور تمام عالم کے لئے نفس فعال اول صلعم کے شخصی اخلاق فاضلہ اور اس کے عدل معاشرت اور اس کی سیاستِ ملی و ملکی کی تکمیل و وضاحت کے لئے ایک ایسی ناشرہ کی ضرورت تھی جو اس کی رفیقۂ حیات ہو

۱۔ آنحضرت صلعم نے حضرت زید کو جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے متبنیٰ بنا لیا تھا۔ سو اپنے میں سے بیوگان کا نکاح کرو۔ (نور)

اور مجتہدہ ہو۔ تاکہ وہ شخصی اور مدنی عدل کی وضاحت کے ساتھ نفس فعال کے عدل معاشری کو مجتہدانہ اور ناشرانہ حیثیت سے واشگاف کرے۔

بچپن یا شعوری ارتقا کے ابتدا میں ہی منزل عادل کے تعمیری تاثرات سے اگر نفس میں فکر صحیحہ متحقق ہو جاتا ہے اور پھر اسی ابتدائی ارتقائے شعوری میں کشف شعور کی قوت فعالیہ اس پر تزکیہ و تعلم کے ساتھ جلوہ ریز ہو جاتی ہے۔ تو وہ لطافت فاضلہ اور ممیزہ کی دلیل سے جزئیات کشفی میں سرعت سیر پا لیتا ہے۔ جو نفس میں حقیقت اجتہاد کی تکمیل سریعی ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں یہی مصلحت عقلی جلوہ گر تھی۔ آپ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھیں۔ اور ۹ برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں۔ چنانچہ آپ سے دین کی ایک تہائی مروی ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں آپ فتوی دیتی تھیں۔ اکابر صحابہ پر انہوں نے دقیق اعتراضات کئے ہیں۔ صحابہ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تھا۔ تو اس کو حضرت عائشہ ہی حل کرتیں (دیکھئے سیرۃ النبی)

آپ کی فصاحت و بلاغت جو صاحب جوامع الکلم صلعم کے تصرف فعالیہ کا جلوہ ہے آپ کے کلمات سے ظاہر ہے۔

اس اوّل المسلمین صلعم کی فردیت رسالت چونکہ مصالح ہر گونہ حیات کے لئے حامل اسوۂ حسنہ ہے پس وہ اس صلعم کے لئے تمام جزئیات معاشری کی تکمیل و وضاحت کی دلیل سے تعدد ازدواج میں تحدید کو بتادینے پر فیصل بالحق ہے۔ کیونکہ اس دلیل سے کہ نفس انسانی میں کثافت و لطافت ممزجہ کی ابتدائی صورت حقیقت عدل کی نوعیت سے عجز کے ساتھ اپنی تکمیل کے لئے جو اس کا عدل ہے۔ تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل اور سیاست مدن میں حامل قوت فعالیہ دستور متشکل یعنی اس رسول فرد کے اسوۂ حسنہ کی محتاج ہے۔ پس جب تدبیر منزل میں اس تعلق معاشری (جو تمام کائناتی تعلقات کا اصل ہے) کی جزئیاتی شرح متشکل متحقق ہو چکی تو امت کی وسعت تعداد ازدواج میں تحدید اربعہ کے لئے تقاضائے وسعت امت کے ساتھ تطابق ضرورت وسعی کی ایفاء کے لئے ضمانت وافیہ ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء)

نکاح کرو عورتوں سے جو تمہیں پسندیدہ ہوں۔ دو۔ تین۔ چار۔ اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے۔ تو ایک ہی یا وہ جن کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ۔

(منکوحات کے علاوہ کنیزگان اور اُن کے ساتھ معروف سلوک معاشری جو فطرت منزل یا معاشرت کا تقاضا ہے فطری نظم و نسق کی اہم جزو ہے۔

حوائج ارضی خورد و نوش اور لباس وغیرہ میں اس صلعم کا ایثار کامل (اس دلیل سے کہ عدل نفس تمام شہوات میں مجموعاً تعدیل کو مستلزم ہے) اور مقصود آیہ مُحْصِنِيْنَ[1] غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ اور نَهَى النَّفْسَ[2] عَنِ الْهَوٰى پر شہادتِ عائشہ كَانَ[3] خُلُقُهُ الْقُرْاٰن اس صلعم کے تعلقات صنفی میں عدل عملی پر شاہد ہے۔
نیز حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے زمانۂ نکاح میں حضور صلعم کے ریعان شباب اور ان کے بڑھاپے کے باوجود ان کی فردیت جزائے احسان[4] کی دلیل سے عدل نفس مصطفوی پر شہادت ہے۔

اس تعلق معاشری (نکاح) کی (جس سے دو دمانوں میں ثقافتی اشتراک کی بنیاد پڑتی ہے۔) ایفائے معروف[5] کے ساتھ والدین کے حقوق کی ایفا جو ہر منزل نو کی وجہ تعمیر ہیں بحیثیت فاصلہ کی حامل ہے۔ اور ان جملہ تعلقات کی ایفائے معروف تقاضائے تدبیر منزل ہے۔ جو ثقافتی اشتراک سے متحق ہیں۔ مثلاً اولاد۔ بھائی۔ بہنیں وغیرہ علیٰ ہذا دیگر اقربا اور علاوہ ازیں یتیمی مساکین اور مسافر جو فطرت جنسیت انسانی اور اپنی کیفیت مخصوصہ محتاج یہ منزل کے تقاضا سے متعلقات منزل ہیں۔ اور ہمسائیگان ہم نشین۔ مہمان۔ خادم جو ترشحات فکری و عملی کے ساتھ تعلق منزلی کے مصدق ہیں۔ اور دودھ وغیرہ حوائج منزلی کی ایفا کے لئے جانور جو اسی دلیل حاجت منزلی سے جزو منزل ہیں کیونکہ ان سب کو شرکت معاشری حاصل ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے۔ کہ ان میں یتمی کا بالخصوص یتمی اقربا کا فطری حق منزلی نظام

---

[1] حفاظت میں لانے والے نہ مستی نکالنے والے (ن ا) [2] اور اس نے اپنے جی کو خواہش سے روکا (نازعات) [3] آپ کے اخلاق قرآن تھے (ابو داؤد) [4] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حقیقت جزائے احسان پہ شاہد ہے۔ کہ جب لوگوں نے میری تکذیب کی۔ تو انہوں نے (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے) تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے وہ ایمان لائیں۔ جب میرا کوئی معین نہ تھا۔ تو انہوں نے میری مدد کی (سیرۃ النبی) [5] وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ) وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (نساء) [6] آپ اور آپ کے اہل و عیال متصل کئی کئی راتیں بھوکے رہتے تھے کیونکہ رات کو کھانا میسر نہیں ہوتا تھا (ترمذی) اور بروایت عائشہؓ کوئی کپڑا آپ کے لئے تہ کرکے نہیں رکھا جاتا تھا

کے ساتھ شہادت ربانی[۱] وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ان کے تقاضائے حالات کے مطابق بالاستقلال اسی طرح وابستہ ہے جس طرح دیگر افراد منزل اس متعلق ہیں۔ کیونکہ وہ ایک منزل کے افراد تھے۔ گویا یکی فطرت حالات حقیقت بالا پر ناطق بالحق ہے۔ اور اسی دلیل سے اخوت اسلامی اور وحدت ملی کا سیران مشترک فردیت امارت پر ان کے لئے تعیین نظام منزل کو (یا شعبۂ اہتمام یتمیٰ کو) فریضہ ملی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ صاحب استطاعت و کوشش بیوگان جو یتمیٰ کی پرورش کے لئے اپنے آپ کو روکی ہوئی ان کے لئے اس نظام منزلی کو قائم رکھتی ہیں جس کے وہ افراد تھے۔ انہیں محور ملت اسلامیہ و نظام ملی نفس فعال اول المسلمین[۲] سے شرف قرب[۳] حاصل ہے۔ جو ان کے افکار و اعمال میں صحبت تداوی (الی کرد) ہے۔ اور اسی دلیل سے فردیت امارت کے لئے (جو فردیت رسالت پر جامع ملت اسلامیہ ہے۔ اور نائب فردیت رسالت ہے) اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کی نگہداشت محور فکر و عمل کے گرد تداور فطری کے تقاضائی ایفلے[۴] گویا جیسے صاحب عیال بیوگان کا حیلۂ نکاح میں تحفظ فطری نظم معاشری کی ایک شق ہے۔ اور یتمیٰ کے لئے جدید نظام منزلی کا قیام ہے جو ان کی تربیت گاہ ہو۔ ایسے ہی عفیف بیوگان کا یتمیٰ کی پرورش کے لئے نکاح جدید سے مخصوص مصالح کی دلیل کے ساتھ رکنا یتمیٰ کی پرورش و تربیت کا دوسرا پہلو ہے۔ اور ان کے لئے اس نظام منزلی کا استقلال ہے جس کے وہ افراد ہیں الحاصل اہتمام یتمیٰ تدبیر منزل کی اہم شق ہے۔ اور فردیت امارت کی تدبیر و سیاست عادلہ کا تدبیر منزل اور تعدیل معاشرت میں نفاذ چاہتی ہے۔ جو اپنے عہد میں محور تہذیب و تدبیر و سیاست ہے علیٰ ہذا ان تمام آداب کی رعایت جو منزلی کوائف تدبیریہ سے متعلق ہیں۔ اعتدال نظام منزل کی تمکین ہے مثلاً کسی کے گھر میں[۵] داخلہ سے پہلے سلام کرنا اور قول حسن[۶] کے ساتھ اجازت لینا اور مخصوص افراد منزل کو دن میں[۷] تین بار فجر سے پہلے دوپہر کے وقت اور عشا کے بعد اجازت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملنا اور کھانے[۸] پینے اور اس کے لئے نشست و برخاست اور داخلہ میں رعایت آداب و اجازت وغیرہ اور خطرات فسرطیہ سے تحفظات[۹] منزلی (حفظ نظر و زینت و فروج) پر استقلال فکر و عمل تعدیل معاشرت ہے۔ جو عدل نظام منزل یعنی اس کی تدبیر صحیحہ سے سیاست۔

[۱] اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں (البقرہ) [۲] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فضل من عال یتیما [۳] بخاری کتاب آداب مشکوۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق [۴] سورۂ نور آیات ۲۰ [۵] وَتُوَاصِیْ النَّاسِ حُسْنًا البقرہ [۶] سورۂ نور آیات ۵۸-۵۹ [۷] سورۂ ہود آیت ۶۱ اور سورۂ احزاب آیت ۵۳ [۸] سورۂ نور آیات ۳۰-۳۱-۳۳-۶۰ [۹] سورہ احزاب ۳۲-۵۳ وغیرہ

مدن میں موجب استحکام ہے کیونکہ منزل تعمیر گاہِ افراد ہے اور اجتماعِ افراد جو تقاضائے وحدت مرجع نوعِ انسانی ہے

شعبۂ سیاست بین الدول جہاں فطرتِ نفس کی اساس تخلیق عدل ہے۔ اور اسی دلیل سے دستورِ عدل (اسلام) کائناتِ انسانی کے نفوس پر کوائف فطرت ہائے نفوس کی مطابقت کے ساتھ (جو ارضی ماحول کے اثر سے اپنی فطرت اساسی سے متغیر ہو جاتی ہیں۔ اور ان کے درجات تغیریّہ میں مدارج ہیں۔ کیونکہ مؤثرات ارضیہ و ماحولیہ متفاوت ہوتی ہیں) اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لئے اُن عادل مؤثرات کے اہتمام کا شعبہ جو دولِ خارجہ کے لئے حالات صلح و جنگ میں مؤثر للعدل ہے۔ اور نوعِ انسانی کو اپنی فطرت کی حقیقتِ اساسی کی طرف محسوس اور غیر محسوس طور پر جھکا دیتا ہے اور اس فطری جھکاؤ کا اثر حالاتِ صلح و جنگ کو طے کرتا ہوا انجام کار امن پر منتج ہوتا ہے۔ شعبۂ سیاسیاتِ خارجہ ہے۔ عہد نبوی میں تعقید معاہدات اور ان کا ایفا رعایت قاصدین و وفود اور ان کی مہمانداری اور انہیں عطائے ہدایا و تحائف اور اسیران جنگ سے حسن سلوک وغیرہ وغیرہ اسی حقیقت (مظاہر عدل) پر شواہد ہیں اور فطری اصولِ تدریج کی شہادت کے ساتھ یہ شعبۂ سیاستِ بین الدول جائز و واحد سیاستِ حسن (دستوری) اسلامیہ کا ایک تدریجی مرحلہ ہے (جزیاتی) تفصیل اخذ کرنے کے لئے از ص١٥٠ تا آخر مطالعہ فرمائیں

شعبۂ دفاع جمعیّت عسکری کی تشکیل جو مظہر وحدت ملّی ہے۔ داخلی شعبہ ہائے ملکی کی معاونت سے نظامِ ملکی میں استحکام کے ساتھ جو اجتماع افراد و اسباب میں موجب استقلال ہے۔ اور عسکر اپنے اسباب متعلقہ کے ساتھ اسی ہیبت اجتماعیہ کا پُر شوکت خلاصہ ہے (وہ اور) اس کے لئے اسباب ہر گونہ حیات من جملہ اشیا جنگ یعنی لوازم شمشیر کا اجتماع کہ وہ اشیا تحفظ حیات مدن ہیں۔ محکمہ دفاع کی تشکیل ہے جس کے ذریعہ امیر فعال قصر حیات ملّی اور اشیا مدن کو دفع موانع فرطیہ سے (دلیران) بدلیل تحفظ عدل بنیاد مستحکم پر شدید کر دیتا ہے۔ کیونکہ عدل اساس قصر تعقل انسانی ہے۔ جو اساس منزل و مدن ہے۔

چونکہ وسعت ارضی اور وسعت ملّی لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے جمعیت عسکری کی توسیع قائمقام قائدان عسکر کو مستلزم ہے۔ گویا دفاع عسکر۔ قائدین عسکر اور سامان جنگ کے اجتماع سے متحقق ہوتا ہے۔ اور وہ نفسِ فعالِ ملّت یا محور ملک کے دست عسکری کے ساتھ قبضۂ شمشیر کا اتحاد ہے۔ جس کی حرکت فرطِ داخلی و خارجی کی ادراک و تحریک کو اپنی ہیبت مؤثرہ میں بہا دیتی ہے۔ اور وہ فعال شوکت عدل میں فرط معطلہ کا استغراق ہے۔ یا ہیبتِ عدل کے روبرو اس کی تصغیر ہے۔ اور یہی ملت وسط

ا۔ توسیع ملی کائناتِ انسانی کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے اور وسعت ارضی اس کا محل ہے۔ کیونکہ وہ قرارگاہ کائنات انسانی ہے۔

۲۔ قبول عدل

یا عدل کے مقصد امارت کی وحدت ملی کے سیران مشترک کے ساتھ بنیاد مستحکم پر دفع موانع فرطیہ کے ساتھ تشدید ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ترسیل سرایا۔ قائمقام قوائد لشکر کا تعین۔ اور سامان حرب کا اجتماع انہی حقائق علیہ کے مظاہر ہیں جو شعبۂ دفاع کی تشکیل قاہرہ ہے۔

شعبۂ نشر نفس انسانی کی تدریجی خاصیت جو فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت سے خاصۂ نفس متحدہ فرد و جماعت ہے۔ فکری و عملی جدوجہد کے لئے تدریجی حیثیت کے ساتھ افراد اور ملت کو جہد عمل اور دفع موانع کے لئے مستعد کرتی ہے۔ اور فکری حیثیت سے افراد اور ملت کا مستعد ہونا استحکام عزم و عمل کا موجب ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے وسعت ملی کی مطابقت کے ساتھ عادل نشر و اشاعت ہی ہنگامہ ہائے فکری کو بپا کر سکتی ہے۔ جو عملی تغیرات اور انقلابات دفاعی کی بنیاد و اساس ہے۔ اور جملہ شعبہائے ملکی میں ان کے افراد متعلقہ اور جملہ افراد ملت کی معاونت کا اساس فکری مستعدی کو لازم قرار دیتی ہے۔ جو مہمات پیش آئندہ میں ان کی جدت کی دلیل سے فکری مستعدی میں جدت اور استقلال کو مستلزم ہے۔ اور یہ شعبۂ نشر کے استقلال کو ضروری قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرامین و خطبات نبوی اور ان کی اثر انگیزی اور احکام میں اصول تدریج کا لحاظ اسی اہتمام علیہ کے مظاہر ہیں۔ جو اُمت مصطفویہ کے لئے تا دوام سنت سنیہ ہے۔ علیٰ ہذا احادیث نبوی کی کتابت ہر گونہ نشر و اشاعت کے پائندہ اور مستقل انتظام کی تاسیس تھی۔ چنانچہ بروایت ابوداؤد حضور صلعم نے ایک موقعہ پر عبداللہ ابن عمر کو اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لکھ لیا کرو۔ اس سے جو کچھ نکلتا ہے۔ حق نکلتا ہے۔

چونکہ فطرت نفس اساس عدل پر استوار ہے۔ اور تکمیل عدل تکمیل فطرت ہے۔ اس لئے ہر ایسی تحریر جو معیار عدل سے ساقط ہو استحقاق وجود نہیں رکھتی۔ فرمان نبوی الکاتب السوء کا العامل به[1] اسی حقیقت پر شاہد ہے۔ کیونکہ عمل سوء یا فرطی تصغیر کے لئے فطرت نفس فیصل بالحق ہے جس پر اجرائے حدود و قصاص اور تصغیر الدول شاہد ہے۔ علیٰ ہذا تعدیل خطاب پر فرمان ذیل ناطق بالحق ہے۔

لا اخبرکم با بغضکم الی وابعدکم منی مجالس یوم القیمۃ الثرثارون المتفیہقون (الکامل) — کیا تم کو میں مطلع کروں۔ ان کے متعلق جنہیں میں نا پسند کرتا ہوں اور قیامت کے دن میری نشست دور ہو گی وہ بہت زیادہ گو ہیں اور منہ بھر کر بولنے والے اور متجاوز از حق ہو کر باتیں کرنے والے۔

[1] الجامع الصغیر السیوطی

یہ ترشح فعالیۂ مصطفوی غیرعادل خطابات کے وجود کو احاطۂ ملک وملت میں ناجائز قرار دیتا ہے کیونکہ نفس فعال اول صلعم الیٰ یوم القیٰمۃ محورِ ملت ہے۔ اور اس کے ترشحات عدل ہیں۔ اور عدل اساس تخلیق فرد ہے۔ اور فرد اساس منزل وملت وملک ہے۔ پس دستور عدل (کتاب) اور اس کی شرح متشکل (سنت نبوی) اور اس کی پیروی میں اس اولوالامر فعال کا خطاب اور تحریر جو اپنے عہد میں اس فردیت رسالت مصطفوی پر جامع ملتِ اسلامیہ ہے۔ جو مکمل فطرت نفس نوع انسانی ہے۔ احاطۂ ملت وملک میں سیران ونشر کا جائز حق رکھتی ہے۔ یا وہ خطاب وتحریر نشر کا استحقاق رکھتی ہے۔ جو اس عادل محورِ امارت کے گرد صحت کے ساتھ ممتد اور ہو۔ جو اپنے عہد میں بفحوائے[1] اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ مصداق فردیت امارت ہے۔ کیونکہ محور کے گرد تدا ور ہی حقیقت عدل ہے۔ اور اس سے تجاوز تفنق یا فرط ہے۔ اور کائنات انسانی کا محور صرف وہی قرار پاسکتا ہے۔ جس کے لئے فطرت نفس فیصل بالحق ہے۔ اور وہ وحدتِ مرجع فطری ونسلی اور تکمیل فطرت نوع انسانی کی دلیل سے فردیت رسالت مصطفوی صلعم ہے۔ اور فردیت استخلاف فی الارض ہے۔ جو اپنے عہد میں فردیت نبوت محمدیہ صلعم پر جامع ملت اسلامیہ ہے۔

شعبۂ تعدیل نفق | شعبہائے سیاستِ مدن میں استحکام نظم اور ان کے مقاصد تشکیل کی تکمیل من جملہ محکمۂ دفاع میں اسباب حرب یا لوازم شمشیر کا اجتماع اور نان افراد کے احتیاجات کا اہتمام جو اپنی خدمات کو یعنی فکری وعلمی جدوجہد کو ان شعبۂ ہائے ملکی کے مقاصد تکمیل کے لئے مخصوص کردیتے ہیں معتدل نفق اسبا (مال) سے متحقق ہوتا ہے۔ جو شعبۂ تعدیل نفق کا عمل ہے۔ نیز وسعت ارضی جو توسیع ملی کا محل ہے بتقاضائے دفع موانع وسعت ہر گونہ اسبا کو مستلزم ہے۔ جو تعدیل مصارف یا عدل نفق کے ساتھ ان جملہ حوائج تشکیلیہ یا تکمیلیہ اور ان کے متعلقات کی ایفا کے بعد شعبۂ تعدیل نفق میں استقلال اجتماع اسبا کو مستلزم ہے جسے مابقا کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس تقاضائے وسعت ارضی اور توسیع ملی کے ساتھ مطابقت ہے۔ جو دفع موانع میں وسعت کو مستلزم ہے۔ اور اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ.... الخ کے مقصود کی تکمیل ایفا کا ذریعہ ہے۔

---

[1] اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النساء)

ہے۔عہدِ نبوی میں اشیاء حرب کا اجتماع اور جزئیاتِ امورِ ملی میں حضور صلعم کی شوکت نفق اور محصلین اور عمال کو عطائے وظائف اور مجاہدین میں غنیمت اور اراضی کی تقسیم اور حقیقت تحصیل محاصل انہی حقائق پر شواہد ہیں

نیز جنگ بدر میں حضرت عثمان کا ان کی زوجہ محترمہ اور حضور صلعم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی کی تیمارداری کے لئے شہر میں قیام اور مجاہدین کے برابر تقسیم حصص میں ان کے ایک حصہ کا تعین اس حقیقت پر شہادت مصطفوی ہے۔ کہ جزئیات نظام ملکی کی نگہداشت (جمعیت کو ائف نفوس و اشیا کے ساتھ جو اساس استحکام جمعیت عسکری ہے۔ کیونکہ عسکر اس دلیل سے کہ وہ امیر فعال کی شجاعت فعالیہ اور شمشیر کا مظہر ہے۔ خلاصہ ملک وملت ہے۔ اور حالات ملکی بوجہ تعلق ساریہ افراد عسکر کے نفوس میں اور حالات عسکر پر اثر رکھتے ہیں) حق خدمت کو متعین کر دیتی ہے۔ الذیہ عبادت مرضی کے لئے حق خدمت کی ادائیگی کی ایک شق ہے۔ اور ایفائے بعضیت سے ایفائے کلیات پر دلیل ہے۔ اور اس حقیقت کی مظہر ہے۔ کہ شعبوں کے ساتھ شخصیتوں کی مناسبت تقاضائے اعتدال سیاست ہے۔ جو غیر عادل خطرات سے سیاست مدن کو محفوظ رکھتی ہے۔

تعدیل نفق کی اساس تحصیل محاصل ہے۔ اب اصناف محاصل اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اصنافِ محاصل

صدقات | اللہ عزوجل فرماتا ہے

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (توبہ)

صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں۔ اور ان کیلئے جو عاملین بامور تحصیل صدقات ہیں اور انکے لئے جنکا دل اسلام کیطرف رجوع کیلئے تالیف چاہتا ہو اور گردن چھڑانے میں۔ اور اللہ کے راستہ میں اور مسافر کے لئے یہ حصہ ہے۔ اللہ کیطرف سے مقرر کردہ اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

فردیت توحید نفس ناطقہ انسانی کا مرجع فطری ہے۔ یہی الٰہیت ہے۔ جو کشف روح الٰہی اور تعقل کشف سے اپنی حقیقت کے ساتھ نفس انسانی میں متحقق ہوتی ہے۔ یہی ایفائے رجوع فطری کی دلیل سے حقیقۃً اسلامیہ ہے

جو داعی توحید صلعم کے منکشف روح الٰہی کی قوت فعالیہ کے ذریعہ افراد ملت میں اخوت اسلامی یا وحدت ملی کے میزان مشترک کے ساتھ جاری و ساری ہے اور بنی نوع میں تو دیعۂ روح الٰہی کی دلیل سے اس قوت فعالیہ کا تسلسل تمام عہود روزگار کو نفس فعال اول صلعم کے ساتھ ملحق قرار دیتا ہے۔ کیونکہ قوت فعالیہ کا نفوس متعلقہ میں تصرف باعث کشف و تحمل ارواح ہے۔ پس عہد فردیت استخلاف فی الارض میں وہی قوت فعالیہ یا تصرف للٰہیت ملت کو نفس فعال اول صلعم پر جمع کر دیتا ہے۔ گویا للٰہیت یا فردیت توحید میں قوائے نفس، ادراک و تحریک کا داعی للٰہیت یا محور فکر و عمل صلعم کے گرد ندا ور کے ساتھ استغراق کو وہ موجب صحت اوزان ہے۔ فطرت نفس کی تکمیل اور نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے جو جوانب میزانیہ نفس میں ثقل موازین ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل ہے۔ چنانچہ ملت محمدیہ کو اسی نسبت للٰہیت کی حجت قاہرہ سے اللہ عزوجل نے ملت وسط (عدل) سے تعبیر فرمایا ہے۔ پس متحدہ ملت وسط کا مال و جان بدلیل للٰہیت تعمیر ملی کی اساس ہے۔ یہی اس فرمان ربانی سے مقصود ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَمْوَالَهُمْ وَأَنْفُسَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ)	تحقیق اللہ نے مومنین سے ان کے مال اور جان جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ (توبہ)

چونکہ اصول تدریج نفس انسانی اور اس کے مسخرات ارضی و سماوی میں بطور فطرت مخلوق ہے اس لئے اللہ عزوجل نے دستور عدل کے نزول اور احکام میں تدریجی مراحل کو ملحوظ فرماتے ہوئے زکوٰۃ کو ہر مسلم مستطیع پر فرض قرار دیا ہے۔ جو ملت اسلامیہ کے انفرادی اور اجتماعی حوائج کی ایفا کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اور غیر مخصوص صدقات نفل کی وسعت ایک حد تک معین نہیں رہ فرمائی۔ وہ افراد ملت کے اموال کو مقدار اعتدال اور رضائے نفوس افراد کے ساتھ محیط ہے۔ اور ان کی تحصیل اور نفق کا محور فردیت رسالت مصطفوی ہے۔ اور وہ اولو الامر ہے جو اپنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں روح جسیم کے ساتھ قائم مقام ہے۔ اور اس مقدس فرض کو فردیت امارت کی شوکت کے ساتھ (جو تقاضائے فطرت نفس کی بدلیل وحدت مرجع فطری و نسلی ایفا ہے) ادا کرتا ہوا اپنے عہد میں مقصد بعثت مصطفوی کو پورا کرتا ہے۔ تحصیل زکوٰۃ کا عہد نبوی میں تعین اور ان کے ذریعہ تحصیل صدقات اور ان کا نفق مندرجہ ذیل فرمان ربانی سے ساتھ

أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء) اطاعت کرو۔ اللہ کی۔ اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور تم میں سے جو اولی الامر ہے۔ اس کی۔

امر یا معتقد ... ستا و تحمل شاہد ہے۔ جو اس کے تصرف کو تصرف مصطفوی اور اس کے ملتزم کو دست مصطفوی قرار دیتا ہے۔

اسی شوکتِ علیہ کی وضاحت ہے۔ پس ملت اسلامیہ کا نفسِ فعال یا اولی الامر شعبۂ تعدیل نفق کے
زیرِ اہتمام اُن شعبہائے مدن کے ذریعہ زکوٰۃ کو خرچ کرتا ہوا نظام ملی کو مستحکم کرتا ہے۔ جو نفق زکوٰۃ
سے متعلق ہیں۔ اس کی جامع اور مجمل تفسیر اس طرح ہے۔ جو ان شعبہائے مدن کی تفصیل کو محیط
ہے۔ یعنی ملت اسلامیہ کے افراد اساسِ ملت ہیں۔ اس لئے ان کے انفرادی حیات کا تحفظ یعنی
مسلم فقرا اور مساکین کے حوائج حیاتیہ کی زکوٰۃ کے ذریعہ ایفا گویا اساسِ ملت کا استحکام ہے۔ اور
عاملین زکوٰۃ کی تحصیل زکوٰۃ کے لئے تفویض خدمت فکری و عملی ان کی حوائج حیاتیہ کی زکوٰۃ کے ذریعہ
ایفا کے لئے بالملق بالحق ہے۔

چونکہ اسلام (عدل) اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس کے تقاضا کی ایفا ہے اسلئے تالیفِ قلوب ہے
اسلام کیطرف رجوع کرنے یا اسلام پران کے استقلال کے لئے زکوٰۃ کا خرچ کرنا تقاضائے فطرت کی تکمیل یا توسیع
ملی کی ایک اہم شق ہے۔ اور یہ اجتماعِ ملی میں انفرادی و اجتماعی تاسیس کے ساتھ استقلالِ توسیع کا اہتمام ہے
علیٰ ہذا ملت کے نظامِ اجتماعی یا فردیت امارت کے تحت ان فقرا کے حوائج حیاتیہ کی جو اللہ کے راستہ
میں حصر ہے جو توسیع ملی کا ذریعہ ہے روزی حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ زکوٰۃ کے
ذریعہ ایفا توسیع ملی کی ایک اہم شق ہے۔ علیٰ ہذا اسی ذریعہ سے اس فردِ مسلم کی آزاد حیثیت کا قیام
جو اساسِ ملت ہے۔ چونکہ ایک جزو کی انفرادی تکمیل ہے۔ اور اسی ذریعہ یعنی زکوٰۃ سے اس دلیل کے
ساتھ ایفائے ضمانت کہ مسلم ضامن وحدت ملی کا مظہر ہے۔ اور فرد چونکہ اساسِ ملت ہے۔ اس لئے
یہ ہر دو استقلالِ تاسیس و توسیع ملی کی اہم شقیں ہیں جو زکوٰۃ کے ذریعہ انجام پاتی ہیں۔

اور اجتماع تقاضائے فطرتِ نفس ہے جسکی ایفا عدل و فرط میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے
جائز اجتماع عدل و مع موانع فرطیہ کو مستلزم ہے۔ جو مفرطا اجتماعات کا جادۂ عدل سے شجاعت فدائیہ
اور شمشیر کے ذریعہ اندفاع ہے۔ جو اجتماعِ عادل کی تمکین ہے اور فرد کی بحیثیت مسلم انفرادی و اجتماعی حیات
کے استقلال کا ذریعہ ہے۔ بحالیکہ وحدت حیات اجتماعی اور فردیت[1] امارت مدعائے آیۃ أُمَّةً وَسَطًا
ہے۔ جو بدلیل وحدت مرجع فطری و نسلی تقاضائے نفس کی ایفا ہے۔ ورنہ بصورت دیگر نفس فرد و ملت اور
تمام کائنات انسانی کی وہ فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن
میں تمکین عدل کے لئے جو اساسِ عدل پر استوار کائنات انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اس

[1] فردیت رسالت اور اس کی تبعیت میں فردیت امارت

سے داد خواہ ہوگی۔ کیونکہ وہ حامل دستور عدل ہے اور عدل للّٰہیت ہے۔ جیسے کہ ثابت ہو چکا ہے
اور وہ عزوجل قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ پس اس عزوجل کا قیام بالقسط اور امر بالعدل۔ عدل کو
للّٰہیت قرار دیتا ہے جو نفس انسانی میں کشف روح الٰہی اور اس کا تحمل ہے۔ جو تقاضائے نفس انسانی
منزل ومدن میں اساس نظام عدل ہے۔ پس اس فریضۃً من اللہ یا فریضہ الٰہی زکوٰۃ کا فی سبیل اللہ مصرف
ناطق نفس کے حقوق اور نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور وہ اولاً اجتماع عادل کے
جادۂ عدل سے رفع موانع فرطیہ (جہاد) میں ان کے تدریجی مراحل کے ساتھ جو تدریجی فطرت نفس کی مطابقت
ہے۔ اس کا تعلق ہے۔ کیونکہ تمکین اجتماع عدل اندفاع فرط کے بغیر ممکن نہیں اس لئے کہ سطح ارض ہر دو
کا مرجع قرار ہے۔ اور ماحول نفس کی عنصری جنسیت کثیر نفوس انسانی کو رجحانات کثافت یا فرط کی طرف
جھکاتی ہوئی اجتماعات مفرط کی تشکیل کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور وہ مراحل تدریجیہ پہلے فکری اور پھر
عملی تغیرات وانقلابات ہیں جو ملت وسط کے جادہ اجتماع عدل سے جس کی وسعت تمام عالم کو احاطہ کر لینے
کا استحقاق رکھتی ہے۔ موانع مفرط کو ہٹاتے ہوئے موجب تشدیدلی ہیں۔ الحاصل ملت وسط (عدل) کے
تمام اجتماعی حیات کے تقاضاؤں کی ایفا جو تاسیسی توسیعی وتشدیدی حیثیت سے تعمیرلی کی شقیں ہیں
فی سبیل اللہ میں شامل ہیں

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ   الفقراء کیلئے جو اللہ کی راستے میں حصر کر دیئے گئے ہیں۔ اور
لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ (بقرہ)   وہ روزی کمانے کیلئے سطح ارض پر سعی و کوشش نہیں کر سکتے۔

اسی حقیقت پر اس دلیل سے شہادت ربانی ہے کہ تحصیل علم اور ترسیل وحاۃ و معلمین جو توسیع لی
و تشدید کی تاسیس ہے۔ ان کے استحقاق حاجت کی بنا پر کیونکہ وہ کسب کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ ان
کے اخراجات کی زکوٰۃ وغیرہ کے ذریعہ کفالت تقاضائے تعمیرلی ہے۔ علیٰ ہذا مسافر چونکہ اسباب حیات
کے ہجائے اجتماع سے دور ہونے کی دلیل سے ضرورت کی بنا پر مصرف زکوٰۃ ہے۔ اور افراد ملت کا
استحکام معیشت ومعاشرت اور اقتصاد و باس کے لئے سفر تشدیدلی کی روح رواں ہے۔ کیونکہ
فرد اور اس کا مال وجان اساس ملت ہے۔ اس لئے وسائل سفر میں اس کا تعلق مدنی حیات کے
انصالی ذرائع میں باس آسانی اور استقلال کا موجب ہے۔ جس سے داخلی قوت مدن سرعت کے
ساتھ وسعت و استحکام پاتی ہوئی خارجی موانع مفرط کو جادۂ عدل سے ہٹا سکتی ہے۔ اور یہ تشدید

ملی کے لئے وسائل مدن کی اہمیت کبیرہ کا تحقق ہے۔

اور زکوٰۃ کی پیداوار سے عشر اور نصف عشر کی بطور زکوٰۃ تحصیل اور اسباب تجارت وغیرہ پر زکوٰۃ اور محصلین زکوٰۃ (عاملین صوبجات واضلاع) کے مصارف کی بعوض تحصیل زکوٰۃ منجملہ زکوٰۃ ادائیگی اس حقیقت کی مظہر ہے۔ کہ وہ اشیاء حیات مدن یا اساس محاصل کی اساسی حیثیت سے محیط ہے نیز ملت کی تشدید اساسی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ افراد اور اُن سے معلین اور انجام کار وہ بحیثیت ولاۃ و عمال اساس ملت شدیدہ ہیں۔ مندرجہ ذیل حدیث نبوی والی کی حیثیت تعلیم کتاب و حکمت اور قضا اور تحصیل صدقات کی مظہر ہے۔ جو ملت شدیدہ کا ایک رکن ہے

وَ بَعَثَہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاضیا الی الجند من الیمن یعلم الناس القراٰن و شرائع الاسلام ویقضی بینھم وجعل الیہ قبض الصدقات من العمّال الذین بالیمن

(سیرۃ النبی)

اس کو (معاذ بن جبیل کو) رسول اللہ صلعم نے یمن کے ایک حصہ جند کا قاضی بنا کر بھیجا کہ لوگوں کو قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم دیں اور اُن کے درمیان فصل مقدمات و مہمات کریں۔ اور جو عمال یمن میں تھے۔ اُن کے صدقات جمع کرنے کی خدمت بھی اُن کے سپرد کی۔

یہ فقرائے مصرف فی سبیل اللہ کی تدریجی اور ارتقائی صورت کا تحقق ہے۔

پس زکوٰۃ ملت اسلامیہ کا سرمایۂ اساسی ہے۔ اور صدقات نفل اس کے معین و مددگار ہیں اور دیگر تمام اصناف محاصل ان کے توابع ہیں۔ کیونکہ یہی ان کے وجود و حصول کی وجہ اساسی ہیں

محاصل متفرقہ | جملہ شعبہ ہائے ملکی جو صفحات گذشتہ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ اس دلیل سے کہ وہ افراد ملک اور ان کے اشیاء ہر گونہ حیات اور اُن کے وسائل حصول مثلاً زراعت صنعت و حرفت اور تجارت کے تحفظ یا اُن کی توسیع کی قوائے حافظہ ہیں۔ اپنے مقاصد تشکیل کی تکمیل اور متعلقہ ارکین نظم و تدبیر کی ایفائے حوائج کے لئے متقاضی اشیا ہیں۔ جن کے لئے ایسے محاصل تقاضائے آئین عدل ہے جو ان کے حقوق عملی کی بنا پر ترتیب پاتے ہیں۔ اور وہ افراد ملت کے منافع تجارت و زراعت وصنعت وغیرہ کا کچھ حصہ ہے۔ جو نظام مدن کی مجموعی جد و جہد کے ایفائے حق کا ضامن ہے۔ اور تقاضائے ضرورت نظام ملی اور اس کی ایفا کے معیار عدل پر مستند ہے۔ علیٰ ہذا اس دلیل سے سیاست مدان اسلامیہ دول خارجہ کی اس تجارت وصنعت وغیرہ سے ایفائے حقوق مدنی کا استحقاق

رکھتی ہے جس کے تحفظ و توسیع کے لئے سیاستِ مدن اپنی قوتوں کو مصروف کرتی ہے۔ حضور ذاتِ نبوی صلعم کا اجرت پر تجارت فرمانا انہی حقائق علیہ پر شہادت ہے۔ اور ملت اسلامیہ کے محور اولی الامر فعال کا حق اجتہاد اور نفاذ امر جو تمام مقتضیات دہر کو احاطہ کر لیتا ہے۔ شرح جزئیات اور تعین حقوق کے لئے فیصل بالحق ہے۔ نیز اس اراضی کی پیداوار کا عشر بطور زکوٰۃ وصول کرنا جو قدرتی بہتے پانی یا بارش سے بار آور ہو اور اس پیداوار کا نصف عشر جسے صاحب اراضی خود کنواں لگا کر سیراب کرے اس حقیقت پر شہادت ہے کہ نصف عشر کی معافی گویا حق محنت یا آبیانہ ہے جو ان کو ادا کیا گیا اس لئے اور دیگر صنعتی اور تجارتی اہتمامات کے متعلق جامع نظامِ افراد و سیاست مدن کے لئے حق محنت و آبیانہ کی تحصیل پر شہادت شرع مصطفوی ہے نیز زکوٰۃ میں نصاب کا تعین جملہ اصناف محاصل میں اصول استثنائی کی رعایت کے لئے مثال ہے۔

غنیمت | شجاعت بدلیل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف نفس انسانی میں تمکین للٰہیت ہے۔ اور تکمیل فطرت نفس ہے۔ اور مفرط رجحانات یعنی حرص نفس وغیرہ سے پاک ہے۔ اور اسی دلیل سے مسخرات نفس یا اسقبا ہر گونہ حیات کے جائز استحقاق تصرف ہے۔ اور استحقاق قبضہ شمشیر ہے جو ان اشیا کی جامع ہے جو شوکت دفع موانع سے پیدا ہیں۔ پس اس کے ساتھ اتحاد شمشیر سے جب مفرط قوموں کے وہ اشیا جو عدل کے ساتھ مزاحمت کے لئے وہ فراہم کرتی ہوئی اس سے نبرد آزما ہوتی ہیں۔ ان کے حالات تصغیریہ کی بنا پر ان شجاع فاتحین کو حاصل ہو جاتے ہیں جو بدلیل عدل یا للٰہیت ان کے حرص حصول پاک ہیں وہ اشیا غنیمت ہیں۔ ان کی حقیقت فی سبیل اللہ جو جامع تاسیس و توسیع و تشدید ملی ہے۔ ان کے نفق پر اس دلیل سے فیصل بالحق ہے کہ ان کا حصول فی سبیل اللہ سے متحقق ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال)	تجھ سے لوگ مال غنیمت کی نسبت پوچھتے ہیں۔ تو کہدے کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے

غنیمت اور فی کی اللہ اور اس کے رسول سے تخصیص اس حقیقت پر ناطق ہے کہ اولی الامر جو اپنے عہد میں فروعیت رسالت کی نیابت سے حق بعثت مصطفوی کو ادا کرتا ہوا آمر بالمعروف اور ناہی

۵۱ فی مال غنیمت کی وہ قسم جو اثنائے جنگ میں مزاحمت کے بغیر اتفاقیہ قبضہ میں آجائے اور وہ اسی دلیل سے خمس کے احکام سے دور رکھتا ہے۔

عن المنکر ہے محور للہیت تعلق ہے۔

اور غنیمت میں خمس کی تخصیص ملت کے ان مقاصد مخصوصہ کی ایفا کے لئے ہے۔ جیسے اولوالامر فعال۔ تعالی اور انفعالی تعلق کی دلیل سے نفوس اور ان کے کوائف متعلقہ کی تشخیص سے مخصوص و متعین کر سکتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (انفال)	پس تحقیق اللہ کے لئے ہے۔ اس کا خمس اور رسول کے لئے اور ذوالقربیٰ اور یتیمی اور مساکین اور مسافر کے لئے۔

اور حدیث نبوی :-

ولا یحل لی من غنائمکم مثل ھذہ الخمس و الخمس مردود فیکم (مشکوٰۃ)	میرے لئے تمہارے غنائم سے حلال نہیں ہے۔ مگر صرف خمس اور وہ خمس بھی تمہیں میں لوٹا دیا جاتا ہے۔

اسی حقیقت پر شہادات ہیں۔ اور اس کی ایفا کیلئے احکام ناطق ہیں۔

جزیہ وخراج علی ہذا جزیہ وخراج بھی اسی قبیل سے ہے جو اقوام صاغر کی جانب سے ملت اسلامیہ کے حق میں اس کے حقوق افضلیت کی ایفا ہے۔ بجائیکہ اسی دلیل فضل سے وہ ان کے مال وجان و آبرو کی محافظ ہے۔ اور ان تمام وسائل تجارت و زراعت اور صنعت و حرفت سے ان اقوام صاغر کی جلب منفعت جو ان کی جہد فکر وعمل کے ذریعہ انجام پذیر ہوتے ہیں۔ ان اقوام صاغر کے حقوق خدمت کی ایفا و تکمیل ہے جو وہ محور امارت اسلامیہ کے گرد تدابر فکر وعمل سے انجام دیتے ہیں۔ پس حق خدمت کی بنا پر وہ منفعت ان کی ملکیت قرار پا سکتی ہے بجائیکہ وسائل مدن یعنی جامع نظام افراد ریاست (یا مدن) کے اسباب حیات پر حق مالکانہ صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے (تفصیل متعلقہ کے لئے تصغیر الدول صفحہ ۸۸-۸۹ مطالعہ فرمائیں)

چنانچہ عہد نبوی میں اہل نجران سے یہ طے پایا کہ وہ[1] دو ہزار کپڑے سالانہ مسلمانوں کو ادا کیا کرینگے۔ اور اگر یمن میں بغاوت یا شورش ہوگی۔ تو [illegible] عاریتاً تیس زرہیں۔ تیس گھوڑے۔ تیس اونٹ اور تیس تیس ہر قسم کے ہتھیار دینگے۔ اور مسلمان ان کی واپسی کے ضامن ہونگے۔ یہ تعیین[2] جزیہ کے بعد ان کے حقوق خدمت پر ان کے حق مخصوصہ کا قیام ہے۔ علی ہذا عہد نبوی میں اس کے علاوہ عام طور پر ہر مرد بالغ مستطیع پر فی کس ایک دینار جزیہ مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ان حقائق پہ شواہد ہیں۔ کہ اصول تدریج کی دلیل سے

[1] از روئے جزیہ [2] یعنی تکمیل فضل

حالات دہر اور ان کے تقاضاؤں میں ارتقا اور انحطاط ممکن ہے۔ اس لئے جزیہ کی مقدار تقاضائے
حالات کی مطابقت کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ یہی اس کے لئے معیار عدل ہے۔ اور عہد نبوی میں
یہود خیبر کے ساتھ زمین کی نصف پیداوار پر معاہدہ ہوا جسے خراج کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے
یہ وسائل مدن یا اسباب حیات مدن پر ملت اسلامیہ کے حق فضل کی تمکین ہے۔
یہ معاہدہ سنہ ہجری میں آیت جزیہ کے نزول سے قبل طے پا چکا تھا۔ مگر آیت جزیہ کے
نزول کے بعد بھی یہ دستور قائم رہا۔ یہ ملت اسلامیہ کے استقلال و تمکین فضل پر شہادت جاریہ
ہے۔ اور تصغیر الدول اور اصول جزیہ کے ساتھ اس کے اتفاق اصولی کی تصدیق و وضاحت ہے
الحاصل ملت اسلامیہ میں حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک کی دلیل سے اس کا متحدہ
مال و جان نظام مدن اسلامیہ کی اساس ہے۔ اور تمام توسیعی اور تشدیدی لوازم کی دلیل سے تمام
دیگر اصناف محاصل حوائج مدن کی ایفا میں ہر گونہ حیات کے ساتھ لزوم اسباب کی دلیل سے لوازم
نظام تمدن ہیں جن کے ذریعہ ملت اسلامیہ تمام کلیات و جزئیات توسیعی و تشدیدی کو استقلال
وسعت اسباب کے ساتھ انجام دیتی ہے۔ جو سیاست مدن کا معیار عدل پر اعتماد و رسوخ ہے
اور اساس عدل پر مخلوق فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے حق اور
راست ہے۔

شجاعت کے ترشحات فعالیہ سے دفع موانع فرطیہ

تصرف عفویہ | شجاعت جو عدل غضب ہے۔ قوت غضبی پر قدرت کی دلیل سے محرکات
غضبیہ کی تشخیص کرتی ہوئی ان شرائط عدلیہ کے ساتھ کہ اگر ان سے درگذر ملت منفعلہ کے حقوق کی کسی نوعیت
پر مؤثر نہ ہو۔ کیونکہ ایفائے حقوق و حدود تقاضائے عدل ہے۔ امیر فعال کے ترشحات فعالیہ کے ساتھ عفو و
احسان کا جو عدل غضب یا ترشح شجاعت ہے مظاہرہ کرتی ہے جو اس دلیل سے نفوس انسانی پر
مؤثر قرار پاتی ہے کہ نفس اساس عدل پر استوار ہے۔ اور وہ نفس عادل فی الغضب کے ترشحات ہیں
پس شجاعت یا عدل غضب اُن خطرات سے سیاست مدن کو بچا لیتا ہے۔ جو افراد ملت و ملک کی کسی
عملی لغزش فرطیہ کے نتائج میں ان پر عتاب غضبیہ سے مرتب ہو سکتے ہیں۔ اور وہ افراد ملت کے خلوص

اعتماد کا معیار استحکام سے سقوط ہے۔ گویا وہ عتابات غضبیہ موانع ہیں جنہیں شجاعت اپنے فعال تصرف عفویہ کے ساتھ جادۂ استحکام ملی سے ہٹا دیتی ہے یعنی وہ شکستِ اساسی سے قصر ملت کا تحفظ ہے۔ اور افرادِ ملت و ملک کی حیثیت اساسی میں تمکین استقلال ہے۔

جیسے عہدِ مصطفوی صلعم میں حضرت حاطب ابن ملتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ دافع موانع شجاعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر شہادت بینہ ہے حضرت حاطب ایک معزز صحابی اور اصحاب بدر سے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ تو انہوں نے قریش کو ایک مخفی خط لکھ بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا۔ کہ وہ خط چھین لائیں یہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو سب لوگوں کو حاطب کے افشائے راز پر بہت حیرت ہوئی حضرت عمرؓ نے بے تاب ہو کر عرض کی کہ اگر حکم ہو۔ تو گردن اڑا دوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر تم کو کیا معلوم ہے۔ کہ خدا نے اہل بدر سے کہہ دیا ہو کہ تم سے مواخذہ نہیں ہو حاطب کے عزیز و اقارب مکہ میں تھے اور انکا کوئی حامی نہ تھا اس لئے انہوں نے قریش کو ممنون کرنا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہوں نے یہی عذر پیش کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

جان عزیز اور مال جو حیاتِ عنصری کے اسباب سے ہے۔ ان ہر دو کی قربانی معیار اعتماد ہے اور جو فرد مسلم محور ملت (امارت) کے گرد اس معیار اعتماد پر راسخ ثابت ہو چکا ہو۔ اس کی کسی لغزش پر حیثیت لغزش کی تحقیق کے ساتھ کہ وہ عدل غضب کا ترشح ہے۔ مظہر شجاعت عفو و درگذر اس کے اس خلوص کو مستحکم کر دیتا ہے۔ جو ایک عرصۂ طویل اور معیار ایثار پر رسوخ و اعتماد کے تحقق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ عفو اولوالامر فعال کا ترشح فعالیہ ہے اور اس فرد مسلم کی استعداد منفعلانہ عادل ترشحات فعالیہ کے قبول کے لئے استعداد مستقلہ رکھتی ہے۔ جو اس کے نفس میں استحکام عدل یا تمکین حقیقت اسلامیہ ہے جس کا محور فردیت امارت ہے۔ گویا عفو تمکین سیاست مدان میں استحکام اساسی کا سائل ہے۔ جو نکہ فرد مسلم اساس ملت ہے۔

ہر فرد ملت اپنے متعلق لغزش کا امکان پاتا ہے۔ کیونکہ افراد ملت کے تدریجی مراحل تعمیریہ اور عنصری ماحول خطرات لغزش ہیں۔ اس لئے عفو تمام افرادِ ملت میں۔ اولوالامر فعال پر اعتماد تام پیدا کر دیتا ہے جو تعمیر ملت میں استحکام اساسی کی تمکین و استقلال ہے۔ کیونکہ افراد اساس ملت ہیں۔

عفو و داقا بر

علیٰ ہذا وہ اغیار ملّت جو مدنی حالات قاہرہ کے تاثراتِ فاضلہ سے مرعوب ہو کر لبادۂ اتحادِ ملّی اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی مشتبہ روش سے جو ایک محرک غضبیہ ہے۔ درگذر اور اُن کے ساتھ حسن سلوک مظہر عدلِ غضب یا شجاعت ہے۔ اور ان گروہوں کے لئے جو صادق الفکر والعمل ہونے کی حیثیت سے اتحادِ ملی و ملکی میں دخول کے لئے بڑھتے ہیں۔ ان مشتبہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک ان صادق گروہوں کے فکر و عمل میں اندیشہ اور خطرہ کو پیدا نہیں ہونے دیتا۔ کیونکہ خارجی گروہ نظام ملی میں عدم شمولیت کی دلیل سے ان کے ظاہری لبادۂ اتحاد کے کوائف داخلی کو کم جان سکتا ہے۔ گویا ایسے مشتبہ لوگوں سے حسن سلوک اور درگذر جو تصرف غضویہ کا ایک پہلو ہے اور ترشح شجاعت ہی جادۂ توسیع ملی سے اندفاع موانع ہے۔ عہد نبوی میں منافقین کے ساتھ حسن سلوک اسی حقیقت کا مظہر ہے۔ جیسے غزوۂ مریسیع کے دوران میں (جو دشمن کی تخریبی سرگرمیوں کے تعطل یا دفاع کے لئے ۵ھ ہجری شعبان المعظم میں مدینہ منورہ سے ۹ منزل کے فاصلہ پر واقع ہوا۔ اور اس میں حریف مخالف بنو المصطلق کو شکست ہوئی) ایک چشمہ کے پانی پر ایک انصاری اور ایک مہاجر میں جھگڑا ہو گیا اور بڑھا۔ دونوں نے الگ الگ انصار اور مہاجرین کو معشر الانصار اور معشر المہاجرین کا نعرہ بلند کرتے ہوئے بلایا۔ تلواریں کھنچ گئیں۔ لیکن چند لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اس وقت رئیس المنافقین عبد اللہ ابن ابی سلول نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تم نے یہ بلا خود مول لی ہے ...... اب بھی ہاتھ اٹھا لو۔ تو وہ خود یہاں سے نکل جائینگے۔ یہ واقعہ حضور صلعم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو حضرت عمرؓ غصّہ سے بے تاب ہوگئے۔ اور عرض کی کہ ارشاد ہو۔ تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ تو حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو۔ کہ محمد ﷺ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔

مگر ایسے مشتبہ لوگوں کے عملی نتائج کو معطل کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نظام ملی کے لئے۔ جو قدرت فکری و ارادی کے ساتھ نتیجہ تحریک و عمل کے طور پر تنظیم و ترتیب پاتا ہے۔ موجب خطرہ ہیں۔ اور خطرہ کی دلیل وجودی اس کے مٹا دینے پر شاہد ناطق ہے۔ جیسے عہد نبوی میں مسجد ضرار کو منہدم کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ منافقین کے مفسد اعمال کا مرجع مشاورت تھی۔

فہمائش حلمیہ | فرد کے اندیشۂ فساد پر جو مانع اجتماع عدل ہے۔ مظہر عدل غضب یا شجاعت یعنی قوت غضبیہ حلم کے ساتھ فہمائش حقائق ان نفوس پر ضرور مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ جن سے موجب

امکان فسادوہ محرکات خارجیہ ہوں۔ جو ایسے حالات کو الف متعلقہ سے انہیں غافل کر دیں۔ جو فساد انگیزی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اور فمائش کے راستہ میں کہ وہ مؤثر عادل ہے خارجی تحریک زیادہ شدت کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ فمائش ترشح ذات فعالیہ ہے۔ اور ذات نفس پر اثر کرتی ہے۔ اور عوارض کو جادۂ تاثر فمائش سے ہٹا دیتی ہے۔ پس ایسے حالات میں فمائش کامیاب ہو سکتی ہے۔ اور وہ حالات فرطیہ کی شدت تدریجیہ کے مراحل ابتدائیہ میں دفع موانع کی جدوجہد تدریجیہ کا ایک ابتدائی مرحلہ ہے جو تقاضائے حقیقت عدل ہے۔ اور اس دلیل سے استحکام سیاست مدن کا موجب ہے۔ کہ وہ ان استبداد ان کا موانع شدیدہ آیندہ کے اندفاع کے لئے تحفظ اور وسعت اور بقا کا سبب ہے۔ جو اس فساد کے لئے مصروف کرنے سے کم ہو سکتے ہیں۔ جن کا اندفاع فمائش جلیہ سے ممکن ہے۔ نیز تعمیر حیات ملی کے ابتدائی مراحل میں ان مقتضیات عدل کی مطابقت سے اساس ملی میں انہی دلائل کے ساتھ بالخصوص دلیل حیثیت ابتدائیہ سے موجب استحکام ہے۔ جیسے ہجرت کے فوراً بعد جبکہ مسلمان قریش کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اور مدینہ منورہ میں اُن کو پناہ حاصل ہوئی۔ اور ملت اسلامیہ کی وسیع اجتماعی زندگی کا دور شروع ہوا۔ تو قریش نے جو غیض و غضب سے بھڑک رہے تھے۔ عبداللہ ابن ابی کو لکھا۔ جو واقعۂ ہجرت سے قبل مدینہ میں رئیس الانصار تھا۔ تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے۔ بخدا تم اس کو قتل کردو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم اپنی جمعیت کے ساتھ تم پر حملہ کرینگے۔ اور تم کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کرینگے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ تو آپ عبداللہ کے پاس تشریف لے گئے اور اسے سمجھایا کہ کیا تم خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑوگے چونکہ انصار اکثر مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لئے عبداللہ اس نکتہ کو سمجھا اور قریش کے حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ (بحوالہ سیرۃ النبی علامہ شبلی)

جرأت فعالیہ ذوی القربیٰ وغیرہ کے جائز حقوق کی ایفا میں ایسی جرأت یا کبر نفس جو تفریط غضب سے پاک ہے۔ اور ان اشتباہات سے بلند اور بے نیاز ہے۔ جو ان عامۃ الناس کے نفوس میں گذر سکتے ہیں۔ جو من حیث الجماعت جادۂ عدل میں مراحل تدریجیہ کے ساتھ راہرو ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کا تخیل اس حد تک جو کیفیت نیم شعوری کا تقاضا اور اس کی مطابقت ہے۔ اس ایفا کو کثافت کا نتیجہ قرار دے سکتا ہے) دافعہ موانع مفرط شجاعت فعالیہ کا عمل ہے۔ اور تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔

جو ایفائے تقاضائے فطرت نفس ہے۔ پس وہ اسی دلیل سے متعلقہ نفوس کو اساس تخلیق نفس یعنی
عدل کی طرف رجوع کا دیتا ہے۔ گویا وہ توسیع ملی کے راستہ سے اُن موانع مفرط کا قوت فعالیہ کے ذریعہ اندفاع
ہے جو ان کے نفوس میں قبول عدل کے لئے حائل ہیں جیسے واقعہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے۔

آنحضرت صلعم کے داماد ابوالعاص بھی اسیران جنگ بدر میں سے تھے۔ حضرت زینب حضور صلعم
کی صاحبزادی اور اُن کی زوجہ نے زرفدیہ کے ساتھ وہ ہار بھی بھیج دیا۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے
انہیں جہیز میں دیا تھا۔ حضور صلعم نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس
کردو۔ سب نے تسلیم کی گردن جھکادی۔ وہ ہار واپس کر دیا گیا۔ ابوالعاص رہا ہو کر مکہ آئے۔ تو حضرت
زینب کو مدینہ بھیج دیا۔ کہ یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہئے۔ کہ بحوالہ سیرۃ النبی ہار زرفدیہ سے زائد تھا۔
ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے کچھ عرصہ کے بعد وہ سامان تجارت کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے
کہ مسلمان فوجیوں نے اُن کو مع اسباب کے گرفتار کرلیا۔ وہ چھپ کر حضرت زینب کے پاس پہنچے۔
انہوں نے پناہ دی۔ آنحضرت صلعم نے لوگوں سے فرمایا۔ کہ اگر مناسب سمجھو۔ تو ابوالعاص کا اسباب
واپس کردو۔ سب نے تسلیم کی گردن جھکادی۔ ابوالعاص ازبس متاثر ہوئے۔ مکہ آئے اور شرکا
کو حساب سمجھا کر اسلام قبول کرلیا۔ اور فرمایا کہ میں اس لئے یہاں آکر اور حساب سمجھا کر جاتا ہوں۔
کہ یہ نہ کہا جائے۔ کہ ابوالعاص روپیہ کھا کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو گیا ہے۔

پناہ تقاضائے نوعی اور جنسی کی ایفا ہے۔ اس لئے مظہر عدل ہے۔ کیونکہ تقاضا اور اس
کی ایفا اصول عدل ہے۔ پس وہ اساس عدل پر استوار نفس انسانی پر مؤثر للعدل ہے۔ اور وہ
اسلام یا عدل کے تقاضائے توسیع کی ایفا ہے۔ پس اس اصول عدل کی ایفا کے لئے شجاع فعال
کی جرأت فعالیہ اپنے عمل فعال کے لئے اشتباہات سے بے نیاز ہو کر جادۂ توسیع عدل سے
موانع کو ہٹا دیتی ہے۔ اسلام عدل ہے اور اساس عدل پر فطرت نفس مخلوق ہے۔ اس لئے
کائنات انسانی کی تعدیل نفوس تقاضائے فطرت نوع انسانی کی ایفا ہے۔ اور یہی اسلام کا
تقاضائے توسیعی ہے۔

الحاصل بدلیل تسلسل کشف و تحمل اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ملت اسلامیہ کا
نفس فعال خلیفہ شجاع ملت اسلامیہ میں کشف و تحمل یا حقیقت سجود یا شوکت اسلامیہ کے سیران مشترک

کے ساتھ اخوت اسلامی یا وحدت ملی کو متحقق کرتا ہوا قوت شجاعت سے تصرف عفویہ اور فضائل حلمیہ اور جرأت فعالیہ اور شجاعت کے ساتھ اتحاد اسباب و شمشیر سے دفع موانع فرطیہ داخلہ و خارجہ سے قصر ملت کو بنیاد مستحکم پر شدید کر دیتا ہے۔

شعبۂ سیاسیات خارجہ کی جزئیات

تعقید معاہدات نفس انسانی میں کثافت ارضی اور حقیقت علوی کی ودیعت اساس عدل ہے۔ اور ان ہر دو کے تقاضاؤں کی ایفا تعدیل موازین یا حقیقت عدل یا تکمیل عدل ہے۔ اور چونکہ فرد تمام کائنات انسانی کا ایک رکن ہے۔ اور اشیاء ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ جو لوازم بقائے حیات شخصی و تنظیم منزل اور سیاست مدن ہیں۔ اس لئے فطرت نفس کی حیثیت اساسی حیات شخصی و منزلی و مدنی اور ان کے لوازم متاعیہ میں بین الدول حیثیت سے اجرائے عدل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ گو ارضی ماحول کی طرف رجحانات کثافت کے تاثرات سے نفوس کی حیثیات فرطیہ فہم حقیقت عدل میں تقصیر کے سبب مختلف نقطہ ہائے فرطیہ انسانی گروہوں کے اجتماع کا موجب ہیں کیونکہ فطرت اجتماع تقاضائے وحدت اجتماع کے ساتھ جو وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل ہے نفس انسانی کا خاصہ ہے جس پر احتیاج سیاست مدن شاہد ہے۔ اس اجتماع کے جواز وحدت پر فیصل بالحق ہے جو تقاضائے اساس نفس انسانی کی ایفا سے مکمل حقیقت نفس یا تعدیل و تکمیل نفس ہے۔ اور ان تمام مفرط جماعتوں کی تشکیل کا موجب ہے۔ جو نقاط فرطیہ اتحاد فکری و عملی سے اجتماع باقی رہیں۔ اور وہ اتحاد رجوعی اور فطرت اجتماعی کی ایفا ہے۔ مگر حقیقت تقاضائے اجتماع یعنی استحقاق وحدت جمعی سے صرف ملت وسط یا عدل مایہ دار ہے۔ کیونکہ وہ مکمل اساس نفس یا عدل ہے۔ الغرض عدل اس دلیل سے کہ اساس نفس انسانی ہے۔ نوع انسانی میں بحیثیت مسلمہ فطرت تمام کائنات انسانی کا مرجع افکار ہے۔ اس لئے فطرت نفس تکمیل عدل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ پس شعبۂ سیاسیات خارجہ میں اہتمام تعقید معاہدات تقاضائے عدل ہے۔ کیونکہ ملت وسط (عدل) کے فکر و عمل اور جادۂ اجتماع ملی سے فرط کے عمل ماتیت کو شرائط معاہدہ کی بقا تک روک دیتا ہے) کیونکہ باوجود اس کے کہ فرط نقطۂ

اعتدال سے سقوط کے سبب ناقابل اعتماد ہے۔ مگر عدل چونکہ مسلمۂ نوع انسانی ہے۔ اس لئے سفرطِ قوم کی ناتمام فطرت سے کچھ عرصہ تک شرائط معاہدہ کے بقا کا امکان متوقع ہو سکتا ہے) نیز اس دلیل سے تقاضائے عدل ہے۔ کہ بنی نوع کے تعلق جنسی و نوعی کی ایفا ہے۔ کیونکہ حجاب عداوت کا اندفاع ہے۔ جو عدل کی طرف ان نفوس کے رجحان کا موجب ہے جو تموج اضطراب کثافت میں بہاؤ کے ساتھ اپنی حیثیت اساسی (عدل اساسی) کو نہ کھو چکے ہوں۔ نیز تعقید معاہدات تعمیر ملت میں تحفظ اسباب کی دلیل سے استحکام ملی کے لئے معین و مددگار ہے۔ چنانچہ عہد نبوی میں ہجرت کے فوراً بعد یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ جس کی رو سے یہود کو مذہبی آزادی گئی۔ اور باہم دوستانہ تعاون طے ہوا وغیرہ وغیرہ) انہی مصالح کا افتتاح تھا۔ علیٰ ہذا القیاس تمام معاہدات جو عہد نبوی میں کفر کے ساتھ طے پائے۔ ان حقائق علیہ کے مظاہر جلیلہ ہیں۔ اور محرکات غضبیہ کے باوجود تواضع اور قول حسن کی دلیل سے جو اساس تعقید معاہدات ہے۔ تعقید عہد آئینہ دار فضیلت شجاعت ہے۔

ایفائے عہد علیٰ ہذا عہد کی کامل ایفا جو تقاضائے حقیقت عدل ہے۔ کیونکہ ترشحات نفس یعنی اقوال کی نمو انسانی نفس یعنی اعمال سے تصدیق کامل ہے۔ اور مسلمۂ بین الدول یعنی معیار عدل پر رسوخ اعتماد سے کائنات انسانی کے لئے حفظ جان و مال و آبرو وغیرہ متعلقات کا پیام ہے (کیونکہ معاہدات کی اساس انہی کی حفظ قرار پاتی ہے۔) دستور عدل میں استغراق کی دلیل سے خاصۂ ملت وسط و عدل ہے۔ چنانچہ سوانح عہد نبوی اس حقیقت پر شاہد ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب معاہدہ حدیبیہ میں شرائط صلح طے ہوئیں۔ جن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ علیٰ ہذا مکہ کے کفار اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینہ میں چلا جائے تو واپس کر دیا جائیگا۔

اسی اثنا میں حضرت ابوجندل ابن سہیل جنہیں مکہ میں کفار نے محبوس کر رکھا تھا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے۔ کسی طرح بھاگ کر اسی طرح پابجولاں وہاں پہنچ گئے۔ اور سب کے سامنے گر پڑے۔ سہیل نے کہا محمد صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے۔ اس کو شرائط صلح کے مطابق مجھے واپس کر دو اس وقت ملت اسلامیہ کی خونریز تلوار جو اس کے شجاع دست عسکری کے ساتھ ملحق تھی۔ اخوت اسلامی اور وحدت ملی کے تقاضاؤں سے بے نیام ہونے کے لئے تڑپ رہی تھی۔ اس وقت حضور صلعم

ے یعنی مہیجات کثیف کی شورانگیزیوں تک جو معاہدہ عدل کے ہنگامی تاثرات کے بعد جلد رونما ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے ترشحات فطری ہیں۔

نے ابوجندل کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا (جو محرکات غضبیہ پر قدرت پالینے کی دلیل سے عدل غضب یا شجاعت راسخہ مصطفوی پر شہادت ہے)

یا اباجندل اصبر واحتسب فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجاً و مخرجاً انا قد عقدنا صلحاً وانا لانغدر بہم	اے ابوجندل صبر اور ضبط سے کام لے۔ خدا تمہارے لئے اور ان کمزور مظلوموں کے لئے کوئی راہ نکالیگا۔ اب ہم صلح استوار کرچکے اور ہم ان لوگوں سے اب بدعہدی نہیں کرسکتے۔

الغرض ابوجندل اسی طرح پا بزنجیر واپس کر دئے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس غزوۂ بدر کے دوران میں حذیفہ الیمان اور ابوحسیل دو صحابی کہیں سے آ رہے تھے۔ راستہ میں کفار نے روکا۔ کہ تم محمدؐ کی مدد کو جا رہے ہو انہوں نے انکار کیا۔ اور عدم شرکت کا وعدہ کیا۔ جب وہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت حال عرض کی تو حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے۔ ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔ فرمان نبوی نفس مصطفوی میں تمکنہ للٰہیت کا ترشح ہے۔ اور فطری عدل غضب یا شجاعت پر شہادت ہے۔ جو ترشحات الٰہیہ میں استغراق سے متحقق ہوتی ہے۔ اور ملت وسط کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ اور تسلسل کے ساتھ اس میں جاری ہے۔

سفراء و وفود ملت وسط اور دیگر جماعتوں کے درمیان تعقید عہود و مواثیق یا اتمام حج یا شوکت عدل کی اثر انگیزی کے مظاہر قبولیہ یا اس کے جلال قاہرہ کے روبرو تصغیر فرط تبادلۂ اقوال سے متحقق ہوتی ہے اور یہ تمام حقائق جماعتوں اور گروہوں کے نمائندگان یعنی قاصدین وفود کے ذریعہ انجام پذیر ہوتے ہیں گویا تمام قوم کی نمائندگی کی دلیل ہے سفیر قوم یا اس کا وفد وہ تمام قوم ہے۔ جس کا وہ نمائندہ ہے۔ اور وہ ہر گونہ امارت کا ایک پہلو ہے۔ جو تقاضائے نفس انسانی ہے۔ کیونکہ جس طرح مفرط اجتماعات گوناگوں نقاط فرطیہ اتحاد فکری و عملی سے تشکیل پاتے ہیں۔ جو جائزہ واحد اجتماع وسط کے ساتھ تشابہ ہے۔ ایسے ہی ان کی امارت ان نقطہائے رجوعی پر اتحاد افکار و اعمال فرطیہ کی دلیل سے اُن کا محور قرار پاتی ہے۔ کہ وہ وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے جو جائزہ واحد امارت وسط کے حق میں فیصل ناطق ہے۔ تقاضائے نفس نوع انسانی ہے۔ پس سفرا اور وفود کے ساتھ ان کے کوائف نفوس کی تشخیص سے جو ان کے احوال ملکی کے سبب ان کی فطرت قرار پاتے ہیں۔ ان کی تواضع عادل جو بنفسہٖ مظہر[1]

[1] تفصیلات شہادت میں عنوان تواضع مطالعہ فرمائیں۔

عدل غضب یا شجاعت ہے اور تشخیص کوائف سے ان کے تقاضاؤں کی ایفائے معتدل اسے معیار عدل پر اسی دلیل ایفائیہ سے راسخ قرار دیتی ہوئی اس کی شوکت عدلیہ پر شاہد ہے تکمیل مہمات، تعقید معاہدات اور اتمام حج وغیرہ کے لئے اثر انگیز حیثیت سے کے ساتھ اپنا فرض انجام دیتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرا و وفود کے کوائف امزجہ کی تشخیص کے ساتھ ان سے حسن سلوک اسی حقیقت پر شاہد ہے (تفصیل واقعات متعلقہ کے لئے کتب سیر اور احادیث صحیحہ اور سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم مطالعہ فرمائیں) نیز فرمان نبوی

اجیزوا الوفود بنحو ما کنت اجیزھم (بخاری) | جس طرح میں وفود کو عطیہ دیا کرتا تھا تم بھی اسی طرح دینا۔

اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ ہدایا قوائے نفس کے نتائج کسبیہ کی حیثیت سے گویا نفس ناطقہ کے جذبات محبت یا شوکت تودد کی صورت متشکل ہیں۔ اس لیئے وہ محبت اور عدل کے ساتھ اثر انگیز ہیں۔ گویا سفرا اور وفود کی ہدایا و تحائف کے ساتھ تواضع بین الدول حیثیت سے سیران تودد کی جد و جہد ہے جو اپنے خوشگوار نتائج کے ساتھ موجب صلاح و فلاح نوع انسانی ہے۔ اور اساس تخلیق نفس یعنی عدل کی طرف رجحانات نفوس سے نوع کیفیات نفسیہ کو کمزور کر دیتی ہے اور یہ نفس فعال کے تقاضائے فطری کی ایفا ہے جو بنی نوع کے حقوق جنسی و نوعی کی رعائت ہے۔ اور بین الدول حیثیت سے قیام صلح و عدل کی جد و جہد ہے۔

اسیران جنگ اور دیگر جزئیات سیاست خارجیہ

ملت وسطی کی شمشیر اس کی شجاعت کے ساتھ جادۂ عدل سے دفع موانع کے لئے متحد قرار پاتی ہے۔ پس جب کسی قوم کے افراد بحیثیت مفتوح یا اسیر اپنے وجود کو فاتح عادل و شجاع کے حضور میں پیش کرتے ہوئے اپنے قول و فعل یا اپنی فطرت کوائف کے ساتھ اپنی تصغیر کی تصدیق کر دیتے ہیں۔ تو اس وقت اس عنصری و نوعی اشتراک کا تقاضا جو فاتح و مفتوح یا فاتح و اسیر کے درمیان بطور فطرت موجود ہے۔ بجائیکہ مفتوح و اسیر کے واقعات سابقہ محرکات غضبیہ میں انسانی عدل تعاون اور رحم یا عدل غضب کے لئے قبیل بالحق ہے جس کی جزئیات مؤثرات عدلیہ ہیں۔ فرمان ربانی یُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا [1] فاتحین کے لئے اسیران کے حق میں اسی تقاضائے نوعی کی ایفا کے لئے (جو جامع جزئیات حیات بقائے حیات عنصری کا ذریعہ ہے)[2] حکم ناطق ہے۔ کیونکہ اسیر اس

[1] اور وہ اس کی محبت ... [illegible] ... یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں

[2] یعنی مہیجات لطیف کی سور اسیروں ... [illegible]

اس وقت اپنے تمام قوائے نفسی و متاعی کو جو وہ عدل کی مخالفت کے لئے صرف کرتا تھا معطل کرتا ہوا فطرت کوائف کے ساتھ عدل کے روبرو پست قرار پاتا ہے۔ اور فاتح اس کے وجود پر قابض ہو جاتا ہے۔ گویا نفسی و متاعی قوے کا سقوط موثرات عدلیہ کے جادۂ تاثرات سے دفع موانع ہے۔ جو نفوس مفرط پر اُن کی اساس تخلیق سے ان کے تدریجی درجاتِ تغیر یہ کے مطابق موثرات عدلیہ کے درجات تاثرات کو متحقق کرتا ہے۔ کہ وہ فاتح عادل کی طرف سے تقاضا ہائے فطری اور حقوق نوعی کی ایفا ہیں۔ اور بین الدول حیثیت سے ملتِ وسط کا معیارِ اعتماد انسانی پر رسوخ کی دلیل ہے اس کے صلح و جنگ کو پیام امن قرار دیتی ہیں۔ اور چونکہ وہ عدل ہیں۔ جو بین الدول حیثیت سے مسلمۂ انسانی ہے۔ اس لئے حقیقتِ عدل کی طرف انعطاف نفوس کے لئے اثر انگیز ہیں۔ جو ایفائے تقاضائے اساس نفس کی دلیل سے نوع انسانی پر احسان ہے۔ اور کائناتِ انسانی میں ملت وسط کے وجود کو اعتماد کا پیام برقرار دیتی ہیں۔ جو اس کی تمکین اور وسعت میں مددگار ہے

چنانچہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا اسیران جنگ کے ساتھ حسن سلوک اس بین الدول آئینہ عدل کی عملی وضاحت ہے۔

بدر کے اسیران جنگ فتح کے بعد دو دو چار چار کی تعداد میں صحابہ کو تقسیم کر دیئے گئے اور ارشاد ہوا کہ آرام کے ساتھ رکھے جائیں۔ صحابہ رضنے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے اور خود کھجور پر اکتفا کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو کپڑے دلوائے اور انجام کار زر فدیہ ادا کرنے کے بعد وہ رہا کر دیئے گئے۔

علیٰ ہذا غزوۂ مریسیع میں فتح کے بعد حضور صلعم کے حضرت جویریہ کے ساتھ نکاح کے سبب تمام اسیران بنو المصطلق کو مسلمانوں نے اس لئے آزاد کر دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رشتۂ مصاہرت قائم کر لیا ہے۔ گویا یہ اس موثر للعدل رسمیا خارجیہ کی تدریجی حیثیت کے ساتھ نفوس ملت میں تمکین تھی۔

علیٰ ہذا حنین کے اسیران جنگ کے متعلق بعد فتح ایک معزز سفارت کی ان کے لئے رہائی کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں مہاجرین و انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ مجھ کو

صرف اپنے خاندان پر (یعنی ان کے حصص پر) اختیار ہے۔ لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لئے (رہائی کی) سفارش کرتا ہوں۔ چنانچہ سب مہاجرین وانصار جواب میں بول اٹھے کہ ہمارے حصص بھی حاضر ہیں۔ چنانچہ اس طرح چھ ہزار اسیران جنگ دفعۃً آزاد ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار جوڑے عنایت فرمائے۔ یہ تدریجی استعداد انسانی کی مطابقت کے ساتھ تدریجی حیثیت سے اس مؤثر للعدل سیاستِ خارجہ کی نفوسِ ملت میں تمکین کے استقلال جاریہ کا اہتمام تھا۔

بعد جنگ اسیران جنگ کی رہائی اس حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ کہ جب تک اسیران جنگ کی قوم برسرپیکار ہے ان کو چھوڑ دینا ان کے قوئ مفرطہ میں تجدید قوت کا موجب ہے۔ کیونکہ وہ اس جماعت مفرطہ کے نقطۂ فرط پر فکر وعمل میں متحد ہیں اور اس کی صلح وجنگ ان کے افکار و اعمال کا مرجع ہے۔ اس لئے ان کی رہائی اختتام جنگ سے پہلے نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ آئین عدل کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ عدل کے روبرو ان کے فرط فطری کے استقلال تعطل کا اہتمام ہے۔ جو اس تمام عرصہ میں ان کے لئے حسن سلوک کو لازم قرار دیتا ہے۔

علیٰ ہذا دشمن کی عورتیں اور بچے اور اس کے گھر اور اس کے ضعفا اس دلیل سے کہ وہ دشمن کا دست عسکری نہیں ہیں۔ ان کی فطرت کو الف اُن پر رحم کے لئے فیصل بالحق ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی بوڑھے اور بچے کو اور کم سن کو اور عورت کو قتل نہ کرو (ابوداؤد)

نیز حضور صلعم نے ایک غزوہ میں منادی عام فرمائی کہ جو دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے اس کا جہاد قبول نہیں ہے۔ اور بروائت ابوداؤد ایک غزوہ میں مجاہدین نے بکریوں کا ایک ریوڑ لوٹ لیا۔ اور پکایا۔ تو آپ نے نوک کمان سے ہنڈیاں الٹ دیں۔ اور فرمایا۔ کہ لوٹ کا مال مردار ہے۔

علیٰ ہذا قتل بالحق جو تصغیر فرط یا تبطیل باطل کی دلیل سے تقاضائے عدل ہے۔ جو اساس تخلیق نفس ہے۔ پس اس دلیل تحفظ اساس نوع انسانی سے وہ کائنات انسانی پر رحم ہے۔ طریق قتل میں اس کیفیت عدل کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو اس غیر فطری طریق قتل سے پاک ہو۔ جس میں طریق راست کے علاوہ تکلیف دہ اور سختی صورت اختیار کی جائے۔ جو بے رحمی ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی سے اس کو روک دیا۔ اور روایت صحیح البخاری کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم پر رات کو پہنچے۔ تو ہرگز جنگ نہ فرماتے۔ اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

؎ ابوداؤد جلد دوم

اور اس دشمن کا انفرادی حیثیت سے ہر جگہ قتل جو دھوکہ اور فریب سے اور ہر طرح منفرداً اپنے وسائل کے ساتھ فردیت امارت پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اور نظام کی کو منتشر کرنا چاہتا ہے بدلیل دفع موانع تقاضائے عدل غضب یا شجاعت کی ایفا ہی انہدام قصر ملت کی جدوجہد جو بالقوہ اپنے نتائج کی حامل ہے۔ اس کے قتل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کعب ابن اشرف اور ابورافع رؤسائے یہود کا قتل اسی حقیقت پر شہادت ہے (تفصیل واقعات کے لئے صحیح البخاری اور سیرۃ النبی علامہ شبلی وغیرہ مطالعہ فرمائیں)

یہاں یہ امر زیر نظر رہنا چاہیئے۔ کہ دشمن کی عام آبادی کا وہ حصہ جو اقتصادی طور پر حکومت کے نظم ونسق کے ماتحت فوجوں کی مدد کرتا ہے۔ تو اس کی مناسب روک تھام گویا اس کی قوت عسکری کا اندفاع ہے۔ اور دفع موانع فرطیہ کا ایک پہلو ہے۔ اور عمل شجاعت قاہرہ ہے۔ جیسے قریش کے کاروانہائے تجارت دشمن کے لئے اسباب جنگ کی فراہمی کے غرض سے بہت کچھ پایہ دار تھے اس لئے ان سے تعرض کیا جاتا۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد ان سے تعرض کو ختم کر دیا گیا۔ جو معاہدہ صلح کی ایفا کے لوازم سے تھا۔

علیٰ ہذا ایسی قومیں جو غیر معلوم وقت میں اور غیر معلوم طریق سے حملہ آور ہو کر غیر معلوم مقامات میں چھپ جاتی ہیں۔ ان پر ناگاہ حملہ ان کے توقعات حربیہ کی مطابقت کے ساتھ تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور اندفاع ظلم کے لئے جو موجب تمکین عدل ہے کامیابی کی دلیل سے معیار شجاعت پر راسخ ہے۔ جیسے بعض سرایائے عہد نبوی اس حقیقت پر شاہد ہیں (تفصیل واقعات کے لئے سیرۃ النبی جلد اول مطالعہ فرمائیں)

الحاصل شعبۂ سیاست خارجہ دلیل کظم غیض یعنی تواضع اور قول حسن سے جو تحفید معاہدات کی اساس ہے۔ اور محرکات غضبیہ کے باوجود ایفائے عہد سے اور تمام جزئیات خارجہ میں نفاذ عدل غضب یا رحم سے عادل فی الغضب شجاعت قاہرہ کا مظہر ہے۔ پس اگرچہ اس دلیل سے کہ عدل مسلمات بین الدول سے بے مفرط قوموں کے مفرط اور فساد انگیز حربی اقدامات کی بنا پر جنگ کی ضرورت عدل کے ساتھ واضح کر دیتا ہے۔ تو امارت عادل کا شعبۂ دفاع اپنے تمام لوازم متناهیہ کے ساتھ اگر دفع موانع مفرطہ کا فرض انجام دیتا ہے۔ تو یہ کائنات انسانی کے مسلمات بین الدول کی

سطالقرتین ہے جو ملت اسلامیہ کا معیار اعتماد ہے۔ اور تمام عالم کے لئے پیام امن ہے۔

پس اگر فرط مسلمات عدلیۂ سیاست خارجہ کی رعائت اور پابندی کو ترک کر دیتا ہے۔ اور اپنی مفسدانہ سرگرمیوں سے تعقید معاہدات وغیرہ کے بروئے کار آنے کا موقعہ پیدا نہیں ہونے دیتا یا مٹا دیتا ہے۔ یا تعقید معاہدات وغیرہ اور ملت کی طرف سے ان کی ایفا کے باوجود فساد انگیزی سے نہیں رکتا تو جادۂ عدل سے اس کے اندفاع کے لئے شوکت عدل فیصل بالحق ہے جو ملت اور نظام مدن کے تمام شعبوں کی معیت میں محکمۂ دفاع سے تحقق پاتا ہے۔ کہ ان سب کا محور وہ اولوالامر فعال ہے۔ جو نفوس ملت پر اپنی قوت فعالیہ کے ساتھ متصرف بالعدل ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام نظام مدن اس کے گرد متد اور ہے۔ نفس فعال اول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

جزئیات سیاست خارجہ میں ملت اسلامیہ کے اہتمام عادل کے باوجود درآنحالیکہ عدل مسلمۂ بین الدول سے ہے۔ فرط اس لئے فطرتاً و رغباً فساد انگیزی سے نہیں رک سکتا کہ وہ عدل کی حقیقت سے بیگانہ ہے۔ اور عدل صرف بحیثیت مسلمہ تمام دول اور اقوام کا مرجع افکار ہے۔ مگر ملت وسط کے سوا جملہ فطرت ہائے اقوام مفرط ہیں۔

اور عدل کی طرف رجوع فکری کی دلیل سے وہ آئینہائے صلح وجنگ اور نظم وضبط میں دستور عدل کی تکذیب کے باوجود جزئیات عدل کو جاری کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر یہ ان کی ناتمام کوشش ہے۔ کیونکہ ان کی فطرت مفرط دستور عدل کی مکذب ہے۔ اور محرکات کثیف کے مزعم ہونے پر اپنے رجحانات کثافت کے ساتھ ان کی ناتمام کوشش کو بے حجاب کر دیتی ہے۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔

پس عدل جو اساس تخلیق نفس ہے اور بین الدول حیثیت سے مسلمۂ نوع انسانی ہے۔ اپنے حقائق کے ساتھ صرف اس جماعت کی فطرت قرار پاسکتا ہے۔ جو خالق نوع انسانی کے ترشحات عدلیہ یعنی کتاب مجید میں جو دستور کامل ہے مستغرق ہے۔ اور معیار استغراق یعنی میزان العدل مصطفوی پر اپنے جوانب موازین میں تمکین عدل با صحت واستقامت قسطاس سے حکیم اور عادل اور شجاع وعفیف ہے۔

اول المسلمین (مسلم اول) محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوانح عادل اور
آج اس زمانہ میں سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر (دستور حیاتِ شخصی و منزلی و مدنی) یعنی یہ تصنیف
لطیف اس حقیقت پر اپنی جامعیت آئین اور اس وضاحت کے ساتھ شاہد ہے۔ کہ ملت اسلامیہ
اس صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ فعالیہ (تزکیہ و تعلیم) کے تصرف سے دستور عدل (کتاب مجید) میں مستغرق
ہوکر بہ دلیل تواتر عدل یعنی کشف (مکارم اخلاق حکمت و عدالت) و تحمل (محاسنِ افعال شجاعت و
عفت) جملہ عہود و دہور میں عادل قوتِ فعالیہ سے مایہ دار ہے اور وہ میزان العدل مصطفوی کا
سطح ارض پر الی یوم القیمۃ نصب مستقبل ہے۔ جو ہر عہد میں تمام عالم پر جامعیت آئین کتاب اور
اس کی شرح متشکل کی شہادت کے ساتھ ملت اسلامیہ کی دلیل فضل ہے۔ اور تواتر استعداد
استخلاف فی الارض ہے۔ کیونکہ وہ قوت فعالیہ روح مستخلف کے کشف سے متحقق ہوتی ہے۔
اور روح بخاری جس کا اصل یعنی زمین قرارگاہ شوکتِ استخلاف ہے بحیثیت محل تحمل کشف سے
شرف پاتا ہے۔ گویا نفس انسانی میں کشفِ روحِ الٰہی اور تحمل کشف مستخلف عزوجل کی طرف سے
انسان کے لئے مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے۔ جو تکمیل نفس ہے اس میں حقیقت
فعالیہ کی تمکین ہے۔ کیونکہ مستخلف عزوجل فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے۔ پس جب مستخلف عزوجل نفس ہر
کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے فردیت استخلاف کا فیصلہ ناطق فرما دیتا ہے۔ تو وہ سطح ارض پر
اپنی فعال شوکت قاہرہ کے ساتھ چھا جاتی ہے۔ جو فردیت الوہیت اور ساحر بالارادہ مستخلف کی
نیابت ہے اور جامع حقائق علویہ و سفلیہ نوع انسانی کی حامل و مثمر اور اس حقیقت فعالیہ کے ساتھ (جو متواتر ملت اسلامیہ میں جاری ہے اور
استحقاق قبضہ شمشیر ہے) اتحاد شمشیری تصرف عدلیہ اور دفع موانع فطریہ مکمل نوع انسانی ہے۔ اسلئے تمام کائنات انسانی کو مکمل
فطرت قسط (عدل) کے حق فضل کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی غیر مکمل نفوس کو انکی تکمیل یا انہیں تمکین حقیقت عدل کیلئے اسی
قوت فعالیہ کے ساتھ انفعالاً ملحق کر دینا چاہیئے۔ یہ ملت اسلامیہ کے جواب میزانیہ نفوس میں ثقل موازین کی دلیل
سے فطرت نفس کا فیصلہ ہے جسکی ہرگز تردید نہیں کی جا سکتی۔ انشاء اللہ المستخلف عزوجل

پائندہ و بالندہ باد - اے ملت اسلامیہ (تمت بالخیر)

لہ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا ... الخ (یٰسین) ۲؎ اشیا نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ اور حقیقت فعالیہ نفس مکمل کا ترشح ہے۔ اور صرف
نفس مکمل کو ہی اپنے مسخرات کا جائز حق پہنچتا ہے۔

دعوت الی الفطرت

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ الخ (۲۰)

یہ ثابت ہوچکا ہے کہ فطرت انسانی میں لطافت وکثافت کی ترکیب اساس عدل ہے کیونکہ عدل کے معنی یہ ہیں کہ وزن کو ایسے دو مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے کہ کسی ایک طرف تقدیر وزن میں فرط نہ ہو اور وہ وجود میزان کو مستلزم ہے۔ اور میزان تعیین کجوانب سے متحقق ہوتی ہے۔ اور وہ نفس انسانی میں ترکیب کثافت ولطافت ہے۔ یہ وہ فطرت ہے جس پر نفس انسانی مخلوق ہے اور اسکے تقاضاؤں کی لیفا جوانب میزانیہ میں ثقل موازین ہے۔ گویا وہ حفظ فطرت ہے اور فطرت وزن و میزان تنصیف و تعدیل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور وہ قائم بالقسط عزوجل کے دست متصرف بالعدل سے متحقق ہوتی ہے۔ اس دلیل سے کہ وہ جو ارضیہ سماویہ میں اپنی علم الوہیت کے ساتھ آمر بالعدل ہے اور نفس انسانی میں مستودع کثافت و لطافت ہے! اور وہ تصرف اس عزوجل کے ترتیب اعتدالیہ (کتاب عدل الٰہی) میں وجہ استغراق ہے اور اسی دلیل استغراق فی العدل سے استغراق وجہ اعتدال نفس ہے اور تصرف الٰہی سے کشف روح الٰہی اور تحمل کشف سے متحقق نفس فعال علم ہے۔ قوت فعالیہ جاریہ (تزکیہ و تعلیم مصطفوی) کے ذریعہ جو نفس اجتماع کی کیفیت فہم شعور (جسپر تقاضائے شعور شاہد ہیں) اور وحدت مرجع فطری ونسلی کی دلائل کے ساتھ صاحب فردیت ہے نفس انسانی میں متحقق ہوتا ہے۔ جسپر اس صلعم کا اسوۂ حسنہ شہادت دیتا ہے اور وہ اعتدال بدلیل استقامت قسطاس میزان دین قیم ہے جو اسی دلیل استقامت سے نفس انسانی کی اساس فعل پر مقصود اور فطرت نفس اپنی شہادت کیساتھ فیصل ناطق ہے کہ کافۃ الناس کے افکار و افعال کا مبدأ جائز صرف فطرت قرار پاسکتی جسپر انہیں پیدا کیا اور مبدأ مسخ کے افکار و اعمال کو فطرت انسانی معیار انسانیت سے ساقط قرار دیتی ہے اور حفظ انسانیت فرض فطری ہے۔ پس اسکے فدائی آپکو حفظ فطرت یا ثقل موازین یا تکمیل عدل کی طرف جھک جانا چاہیئے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (ق) ہر جھکنے والے حفیظ کے لئے اور محور اوابیت حفظ فطرت نفس فعال ملت اسلامیہ جو بدلیل روح فعال لما یرید اور تحمل کشف معلم حفظ فطرت ہے اور اسی دلیل سے مسخرات فطرت انسانی کا وارث جائز ہے +

الداعی الی الفطرت محمد سعید

---

۱ جو ترشحات لطافت وکثافت یا نتیجۂ فطرت ہیں

مِلّتِ اسلامیہ کے حضور میں

جانفزا تبریک و تہنیت پیش کی جاتی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملت اسلامیہ کے ہر عہد کی وابستگی پر دلیل روشن تصنیف لطیف

تذکرہ

شائع ہو چکی ہے۔ یہ تصنیف لطیف سات حصص پر مشتمل ہے

نمبر (۱) مقدمۂ تذکرہ
(شرح طریق و کیفیت عروج الی اللہ)
نمبر (۲) علوم نبوت اور ان کی وراثت

از تصنیف
(خلیفہ) محمد سعید منشی فاضل و مولوی فاضل (پنجاب یونیورسٹی)

الجزء الاول۔ الجزء الثانی۔ الجزء الثالث (تذکرہ اصحاب تواتر رضی اللہ عنہم
الجزء الرابع تذکرہ صدیق زمان حضرت خواجہ محمد صدیق رضی اللہ عنہ
الجزء الخامس تذکرہ غوث دوراں شہید حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہ

از تصنیف
پرنسپل محمد صغیر حسن۔ ایم اے ہسٹری۔ ایم۔ اے اکنامکس علی گڑھ یونیورسٹی)

الجزء الرابع و الجزء الخامس دس اور دو ابواب پر مشتمل ہیں۔ باب اول حسن خداداد ۲ جذبہ عشق ۳ مئے تیراہی ۴ خزائن سرہندی ۵ شمعہائے آلومہاری ۶ انوار حجازی ۷ رشد و ہدایت ۸ مزید حالات و واقعات ۹ چند کرامات ۱۰ وفات + باب اوّل حیات طیبہ ۲ چند کرامات

ہدیہ تبادل پانچ روپیہ — علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

دار التصنیف والنشر جامعۂ عالیہ صدیقیہ۔ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ

پنجاب۔ پاکستان

سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر

(دستور حیات) جلد دوم

از تصنیف خلیفہ محمد سعید۔ منشی فاضل و مولوی فاضل

اس میں کتاب مجید اور اس کی شرح متشکل اسوہ حسنۂ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر محققانہ نظر سے جو موضح معرفت نفس ہے۔ فطرت نفس کے فیصلہ کی روشنی میں فرط فطرت کی شرح کرتے ہوئے جائز واحد ملت وسط کی قوت فعالیہ کے رو بروائیات تصغیر فرط داخلہ و خارجہ اور جزئیات فصل قضایا (ضابطۂ دیوانی) اور جزئیات حدود و قصاص (ضابطۂ فوجداری) کہ ہر دو انسداد اندفاع خطرات ہیں وغیرہ اور ان کے آئینی متعلقات کی شرح کی جائے گی۔ انشاء اللہ

نیز اس میں اس اول المسلمین عادل فعال اور صاحب شمشیر دافع فرط محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور آپ سے متعلقہ بشارات اور فضائل پر بھی تبصرہ انشاء اللہ متوقع ہے۔

الناشر

ناظم دار التصنیف و النشر جامعہ عالیہ صدیقیہ۔ آلو مہار شریف

ضلع سیالکوٹ پنجاب۔ پاکستان

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

حامل اسرار کتاب و میزان و شمشیر اور شرح استخلاف فی الارض

اور

تمام عالم پر ملت اسلامیہ کی دلیل افضلیت

266

کتاب مخصوص

سیرۃ نبوی صلعم پر ایک محققانہ نظر

(دستور حیات)

جلد اوّل

از تصنیف

(خلیفہ) محمد سعید

منشی فاضل و مولوی

دار التصنیف رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر ملی کی ترتیب

لیسم القیہ

جامعہ عاصمدیہ

آلو مہار شریف

ضلع سیالکوٹ (پاکستان)

(ہدیہ دس (۱۰) روپیہ صرف)

خلیفہ محمد سعید نے تعلیمی پریس سیالکوٹ سے چھپوا کر دار التصنیف والنشر آلو مہار شریف ضلع سیا